وزارت مذہبی امور

قومی سیرت

کانفرنس

۲۰۰۱ء / ۱۴۲۲ھ (مرد)

النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مقالات سیرت

(الف) اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

(ب) معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ و عشر کا کردار۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

پیش کردہ:

شعبہ تحقیق و مراجع۔ وزارت مذہبی امور

حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

فہرست

حصہ الف (خطبات وتقاریر)

حصہ ب (مقالات سیرت)

نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ یہ ختم ہونے کے لئے نہیں بنا تھا۔ یہ ایک مملکت ہے جو مسلمانوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ اسلام کے لئے بنا تھا۔ اگر ہمیں اپنے مذہب اور دین پر ایمان ہے تو یہ پاکستان کبھی ختم نہیں ہوگا۔ ہم نے اس کو ختم نہیں ہونے دینا ہے۔ آگے چلانا ہے اور آگے لے جانا ہے۔ تو یہ ہم لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ آج کل کا زمانہ Critical اور Technical زمانہ ہے۔ اسے ہم آگے لے جاسکتے ہیں یا اس کا بیڑا غرق کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ ہم اسے آگے لے کر جائیں گے۔

آخر میں، میں اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ وہ ہمیں آنحضرت ﷺ کی سنت پر صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایک اچھے مسلمان بننے کی صلاحیت دے تا کہ ہم حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کا حق بھی پوری طرح ادا کریں۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمود غازی صاحب نے کہا ہے کہ حقوق العباد بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنا کہ حقوق اللہ اہم ہیں۔ ہم حقوق العباد کی بات ہی نہیں کرتے۔ اس سے معاشرے میں ترقی ہوتی ہے۔ اس سے ملک میں ترقی ہوتی ہے۔ حقوق العباد سے میں، میں کردار جو میرے ماحول پر اثر انداز ہے جو آپ پر اثر انداز ہے جو میرے خاندان پر، میرے مُلک پر اثر انداز ہے وہ اہم ہے اس کو ٹھیک کریں۔ اس کی بات نہیں کرتے اس لئے کہ اس میں تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اس میں قربانی دینی پڑتی ہے۔ یہ نئی باتیں نہیں۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہو جو کسی کے نظریئے پر فٹ نہیں ہو رہی ہے ان سے میں معذرت چاہوں گا۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ وہ کہوں جو میرے دل میں ہے اور دماغ میں ہے۔ یہی میں کرتا ہوں۔

آخر میں، میں دوبارہ شکر گزار ہوں ڈاکٹر محمود غازی اور وزارت مذہبی امور کا کہ انہوں نے مجھے دعوت دی اور میں نے اس تقریب میں آپ حضرات سے خطاب کیا۔ اور مجھے یہ موقع ملا ہے کہ میں کُھل کر آپ لوگوں سے بات کرسکوں۔ میں اس موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ جن لوگوں نے انعامات حاصل کئے ہیں میں اُن تمام کو مبارک باد دینا چاہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی سیرت کانفرنس ایسے ہی منعقد ہوتی رہے گی۔ اس کانفرنس کے دیگر اجلاس میں ہونے والی Discussions ہمارے ملک و مذہب اور دین کے لئے فائدہ مند ہوں گی۔ پاکستانیوں کے لئے فائدہ مند ہوں گی۔ مجھے پتہ ہے کہ Discussions کا کیا پروگرام ہے۔ محمود غازی صاحب نے بتایا ہے کہ وہ سب اہم Subjects ہیں۔ میں چاہوں گا کہ آپ لوگ بھرپور طریقے سے اس میں حصہ لے کر غور و خوض کریں تا کہ ہم بھی، آپ سے سیکھ کر، اس پاکستان کے لئے کچھ بہتر کام کرسکیں۔

میں آپ تمام خواتین و حضرات کا بہت شکر گزار ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

پاکستان پائندہ باد

قومی سیرت کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی کا خطبہ استقبالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ سیّدنا مولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

قابل احترام صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

سفرائے کرام

مہمانان گرامی

علمائے کرام ومشائخ عظام

خواتین وبرادران محترم

یہ ہم سب کی خوش نصیبی ہے کہ ان مبارک ایام اور لمحات میں ہمیں ایک بار پھر سیرت پاک کی برکات اور ثمرات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ کل اور آج کے اجلاسوں میں پاکستان کے نامور اھل علم نے سیرت پاک کی روشنی میں نظام زکوٰۃ اور اسلام کے نظام تقسیم دولت پر فاضلانہ اور ماہرانہ مقالات اور خطبات پیش فرمائے۔

جناب صدر!

عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اس سال، یہ پچیسویں کانفرنس، جو اس ہال میں منعقد ہو رہی ہے اس کا عنوان تعلیمات نبوی کی روشنی میں نظام زکوٰۃ اور اس کے ثمرات وبرکات تجویز کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کے پہلے اجلاس میں نامور ماہرین نے نظام زکوٰۃ کے فلسفہ اور برکات وثمرات پر گفتگو فرمائی۔ دوسرا اجلاس پاکستان میں نظام زکوٰۃ کے گزشتہ ۲۰ سالہ تجربے کے جائزے اور تبصرے پر مشتمل تھا۔ آج صبح کا اجلاس پاکستان میں نظام زکوٰۃ کے بارے میں آئندہ اصلاحات اور بہتری کی تجاویز پر غور وخوض کے لئے مخصوص تھا۔

جناب صدر!

ہمیں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ یہ تمام اجلاس انتہائی توجہ کے ساتھ سنے

گئے۔ماہرین نے جو مقالات پیش فرمائے ،وہ نہایت عالمانہ غور وفکر پر مبنی تھے۔ان میں جو تجاویز پیش فرمائی گئیں وہ بھی غور وخوض اور طویل مطالعہ اور تحقیق کا نتیجہ تھیں۔

جناب صدر!

عام طور پر پاکستان کے اہل علم نے اس گفتگو کے دوران جس چیز کو محسوس کیا وہ یہ تھا کہ نظام زکوٰۃ کی کامیابی کے لئے ایک ایسے اخلاقی ماحول کا وجود ضروری ہے جس میں زکوٰۃ دینے والا پوری ذمہ داری کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرے۔ زکوٰۃ لینے والا پوری ذمہ داری کے ساتھ استحقاق کے شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ وصول کرے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے منتظمین حکومتِ پاکستان کے مقرر کردہ ہوں۔وہ قوم سے مخلص ہوں اور وسیع پیمانے پر کام کرنے والے ہوں۔جو فی سبیل اللہ، خدمت خلق اور تعلیم دین میں مصروف ہوں۔اور جن پر قوم کا ایک بڑا طبقہ اعتماد کرتے ہوئے اپنی زکوٰۃ ان کو پیش کرتا ہے اور ان کے ذریعے مستحقین تک پہنچاتا ہے۔ان سب کی ذمہ داری بھی یہ ہے کہ اس معاملہ میں ایک روحانی جذبے کے ساتھ للہیت اور اللہ کے حضور جواب دہی کے تحت یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ دین کے تیسرے اہم ترین رکن کی بجا آوری میں بالواسطہ یا بلا واسطہ مصروف ہیں۔جب تک اس توجہ اور غور وخوض کے ساتھ تمام طبقات زکوٰۃ کے عمل کی بہتری کے لئے حصہ نہیں لیں گے اُس وقت تک زکوٰۃ کی برکات وثمرات کی وہ جہتیں سامنے نہیں آسکتیں جو قرآن پاک اور سنتِ رسول ﷺ کا مقصود ہیں۔

جناب والا!

نظام زکوٰۃ کی برکات اور ثمرات کے لئے جہاں ایک اخلاقی ماحول کی ضرورت ہے وہاں ایک ایسے عمومی نظام اور انداز کی بھی ضرورت ہے جہاں معروفات کو فروغ پانے کے مواقع میسر ہوں اور منکرات کے کم سے کم مواقع مل سکیں ۔جہاں ایک ایسا معاشرہ ہو کہ جہاں لوگ نماز قائم کررہے ہوں اور زکوٰۃ ادا کررہے ہوں وہاں امر بالمعروف کا فریضہ بھی انجام دیا جارہا ہو اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دیا جارہا ہو۔

جناب صدر!

امر بالمعروف فرد کی ذمہ داری بھی ہے افراد اور گروہ کی ذمہ داری بھی ہے۔حکومت کی ذمہ داری بھی ہے۔ عدالتوں اور سرکاری منصب داروں کی ذمہ داری بھی ہے اور یہ سب ادارے ،منصب دار حسب رتبہ اور حسب فریضہ آئین ودستور اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ہمیں امید ہے کہ بہتر سے بہتر انداز سے انجام دیتے رہیں گے۔لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس دینی فریضے کی انجام دہی کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔جس طرح اقامت الصلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے فرائض اور انجام دہی میں ابھی بہت کچھ بہتری کی ضرورت ہے۔ہم سب کو مل کر اس بات کی

پیش فرمائے تھے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں ازسرِ نو اس نظام کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے جس نظام کے لئے علامہ اقبالؒ نے عالم قرآنی کے الفاظ استعمال فرمائے۔ علامہ اقبالؒ نے محکمات عالم قرآنی کے نام سے ایسے بنیادی اصول اپنی مشہور کتاب جاوید نامہ میں بیان فرمائے ہیں۔ جس میں عالم قرآنی کی نظری بنیادیں، عالم قرآنی کے عقائد اور فکری اساسات سے لے کر اور عالم قرآنی کے معاشی نظام، سیاسی نظام اور دستور غرض ہر پہلو پر تفصیل سے اظہار خیال فرمایا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی کتاب محکماتِ عالم قرآنی جہاں بیان فرمائے ہیں وہاں پہلا نکتہ خلافتِ آدم کا بیان کیا۔ خلافتِ آدم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ولقد کرمنا بنی آدم کہ ہم نے تمام مخلوقات پر بنی آدم کو عزت دی۔

علامہ فرماتے ہیں کہ:

برتر از گردوں مقام آدم است

اصلِ تہذیب احترام آدم است

اسی کتاب میں ایک اور جگہ انہوں نے واضح طور پر اعلان کیا کہ:

آدمیت احترام آدمی　　　باخبر شو از مقام آدمی

جس نظام میں انسانیت اور آدمیت کا احترام نہیں ہے۔ جس میں انسانوں کے درمیان طبقے بنائے جاتے ہوں۔ جس نظام میں انسانوں کے درمیا رنگ و نسل، زبان اور علاقے کی بنیاد اور ان میں معاشی اور مادی حالت کی بنیاد پر فرق کیا جاتا ہو اس میں عالم قرآنی کی پہلی اساس ہی قائم نہیں ہو سکتی جس کی بنیاد تکریم آدم پر ہے۔ اس کے بعد علامہ اقبالؒ نے دوسرا نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس میں حکومتِ الٰہی یعنی جس میں بالا دست شریعتِ اسلامی ہو۔ جس میں ہر چیز وحی الٰہی کی روشنی میں طے کی جا رہی ہو۔ جس میں تمام معاملات طے کرنے سے پہلے فرد، گروہ، جماعت، معاشرہ، عدالت، قاضی، استاد، شوہر، بیوی، تاجر غرض ہر ایک یہ دیکھتا ہے کہ اس معاملے میں اللہ کی شریعت کیا کہتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟

کچھ معاشرے ایسے ہیں کہ جنہوں نے خالص عقلی رجحانات کو یا خالص عقلی معیارات کو اساس قرار دے کر فیصلہ کرنے کی کوشش کی۔ ایک طبقہ کا مفاد تو قائم ہوا لیکن دوسرے طبقے کا مفاد متاثر ہوا۔ علامہ نے فرمایا کہ

؎ عقل خود بین غافل از بہبود غیر　　　سود خود بیند نہ بیند سود غیر

یعنی عقل خود بین ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر دوسرے کی بہبود سے بے خبر ہوتی ہے۔ دوسروں کا فائدہ نہیں دیکھتی۔ اس کے مقابلے میں وحی حق بیند سود ہما۔ اللہ تعالیٰ کی وحی سب کے فائدے اور ہر انسان کے فائدے کو یکساں ملحوظ رکھتی ہے۔ درنگاہ است سود ہما۔ اس میں ہر انسان کی فلاح ہر انسان کی بہبود کا سامان ہے۔ پھر اس کے علاوہ اس کا ایک پہلو اور بھی ہے۔

غیرِ حق چوں ناہی و آمر شود

زورِ در برنا تواں قاہر شود

جب فیصلہ کرنے کا حق کسی ایک انسان یا دو انسانوں یا چند انسانوں کی عقل کو دے دیا جائے اور اسلامی شریعت اور وحی الٰہی کو کلی طور پر نظر انداز کیا جائے تو پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زبردستوں کی آقائی قائم ہو جاتی ہے اور زیر دست مستقل طور پر غلام بن جاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

آج کی دُنیا میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔آج کی بالا دست طاقتوں سے کمزور قوموں کو اس طرح غلام بنالیا ہے کہ ان کی قاہری کے بوجھ تلے غیر قوموں کے لئے سانس لینا مشکل ہو رہا ہے۔اس لئے کہ وحی الٰہی اور اللہ کی بھیجی ہوئی شریعتوں سے قوموں نے صرف نظر کرلیا ہے۔

تیسرا نکتہ علامہ اقبالؒ نے بیان فرمایا۔ارض ملك خدا است۔

ہمارے مقرروں نے خاص طور پر پاکستان میں مساوات اور تقسیم دولت کے نظام کو بہتر خطوط پر استوار کرنے کے لئے اور ایک مکمل اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے جن اقدامات کو ضروری قرار دیا اس میں وطن عزیز میں تقسیم دولت کے نظام میں نظام اراضی کو بہتر بنانا اور انگریز کی قائم کئے ہوئے جاگیرداری کے نظام کو ختم کر کے اسلام کے مطابق بنانا بھی شامل ہے۔جاگیردارای کا یہ موجودہ نظام جس میں اصلاحات اور بہتری کے لئے گزشتہ ۵۰ سال میں کم از کم تین بار کوشش کی گئی ہے ابھی بھی اصلاح اور بہتری کا محتاج ہے۔جب تک اس نظام کو اس طرح از سرِ نو غور و خوض کر کے تبدیل نہیں کیا جائے گا کہ یہ اسلامی شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو جائے اُس وقت تک نظامِ زکوٰۃ کی برکات مکمل طور پر ہمارے سامنے نہیں آسکیں گی۔علامہ اقبالؒ کے نکات عالیہ قرآنی کا چوتھا نکتہ تھا حکمت اور خیر کثیر۔حکمت سے مُراد ،دانائی کی وہ تمام صورتیں،جو انسانوں نے اپنے غور و خوض سے دریافت کیں یا اللہ کے پیغمبروں نے اور اللہ کی شریعتوں نے انسانوں تک پہنچائیں ہیں۔دانائی کے اس مشترکہ ورثہ کو اپنا ورثہ سمجھنا ایک مسلمان کی شان ہونی چاہیئے۔اس ورثے سے استفادہ کرنا،غربت اور فقر و فاقہ،ظلم اور استیصال کی تمام شکلوں کو مٹا کر ختم کر لینا ایک مسلمان کی شان کو روا ہونی چاہیئے۔اگر ایسا ہو جائے تو پھر ایک اسلامی معاشرے میں ہر شخص کی ضرورت کی تکمیل ہوگی۔مسلم اور غیر مسلم شہری دونوں کی ضروریات کی تکمیل ہوگی۔انسانوں کی ضروریات حتیٰ کہ حیوانات اور نباتات کی ضروریات کی تکمیل کا ساماں بھی اسلامی شریعت میں موجود ہے۔

جنابِ والا!

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ ابھی اس منزل میں بہت سفر کرنا باقی ہے۔یقیناً منزل کے بہت سے حصے ہم نے

طے کئے ہیں۔ یقیناً گزشتہ ۵۳ سال میں بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ ۱۹۴۷ کے مقابلے میں آج جو ہم نے پیش قدمی کی ہے۔ گزشتہ ۵۳ سال پر نظر ڈال کر دیکھتے ہیں تو وہ پیش قدمی بہت حوصلہ افزاء معلوم ہوتی ہے۔ دُنیا اسلام کے کئی مسلم ممالک کے مقابلے میں، پاکستان میں وہ پیش قدمی بڑی نمایاں ہے۔ لیکن ابھی منزل باقی ہے۔

یہ وہ دُنیا ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ فرما گئے تھے کہ:

عالمے در سینہ ما گم ہنوز　　عالمے در انتظارِ قم ہنوز

عالمِ بے امتیازِ خون رنگ　　شام روح روشن تر و صبح فرنگ

عالم پاک سلاطین و عبید　　چوں دل مومن کرانش ناپدید

لایزال و اردانش نو بہ نو　　برگ و بارِ محکماتش نو بہ نو

جناب صدر!

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس اختتامی اجلاس کی صدارت قبول فرما کر یہاں رونق افروز ہونے کے لئے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام حاضرین کو جزائے خیر دے۔

صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ کا قومی سیرت کانفرنس کے اختتامی اجلاس سے خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی وفاقی وزیر مذہبی امور
سفیران محترم
عالی قدر علمائے کرام، مشائخ عظام اور
معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

میں قومی سیرت کانفرنس کے منتظمین کا شکر گزار ہوں کہ مجھے اس انتہائی بابرکت تقریب میں شرکت کی سعادت بخشی گئی۔ خاتم النبیین، سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے منعقد ہونے والی یہ تقریب اس گہری عقیدت و محبت کی مظہر ہے جو ازل سے ابد تک ہر مسلمان کا سب سے قیمتی اثاثہ رہے گی۔ نبی آخر الزمان سے یہ عقیدت و محبت ہی ہمارے لئے دنیوی فلاح اور اخروی نجات کا وسیلہ ہے۔ حضور کے دامان رحمت سے وابستگی ہی دونوں جہانوں میں کامیابی و کامرانی کی کلید ہے۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"

اس آیت کریمہ نے تمام دعویداران محبت کے لئے ایک کسوٹی اور معیار مقرر کر دیا ہے کہ محبتِ الٰہی صرف اتباع محمد ﷺ کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے

حضراتِ گرامی!

حضور ﷺ دنیا بھر کے سوا ارب سے زائد مسلمانوں کی محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز و محور ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت ہے۔ محسن انسانیت حضور رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس

اور آپ کی بعثت پوری انسانیت، بالخصوص اہل اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ اور احسان عظیم ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ ایک خوبصورت اور بلیغ مصرعے میں عقیدہ ختم نبوت کے سلسلے میں تمام تاویلوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ وہ جناب رحمت للعالمینؐ کے حضور یوں مخاطب ہیں۔

ع اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک

اس مصرع کے معنی و مفہوم کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کے ذیلی آرٹیکل ۳ کی شق ''بی'' میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس شق سمیت آئین پاکستان میں موجود اسلامی نظریہ سے متعلق تمام provisions بدستور موجود ہیں اور ان شاء اللہ موجود اور مؤثر رہیں گی۔

قرآن کریم کی سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے۔

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان فرمایا، جب اُس نے انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے۔ انہیں (یعنی انسانوں کو) پاک کرتا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ وہ اس پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اللہ کے اس احسان عظیم پر اظہار تشکر کے لئے امت مسلمہ صدیوں سے ہر لحہ، ہر آن حضور ﷺ پر درود و سلام کی سوغاتیں بھیج رہی ہے اور یہ سلسلہ ابدالآباد تک جاری و ساری رہے گا۔

ع
در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰؐ است
در شبستانِ حرا خلوت گزید — قوم و آئین و حکومت آفرید
در جہاں آئینِ نو آغاز کرد — مسندِ اقوامِ پیشیں در نورد
از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد — ہمچو او بطن امِ گیتی نزاد

حضرات گرامی!

حضور ﷺ کی آمد در اصل ایک نئے عہد کی صبح جانفزا ہے۔ یہ ایک ایسے انقلابِ نو کی نوید ہے جس نے انفرادی فکر و عمل کے ہر زاویے اور اجتماعی حیات انسانی کے ہر پہلو کو بدل ڈالا۔ اس انقلاب نے تہذیب و تمدن کا ایک ایسا ارفع نظام متعارف کرایا جو فی الحقیقت انسان کو حیوانی سطح سے اٹھا کر اشرف المخلوقات کے بلند درجے پر فائز کرنے کا سبب بنا۔ اس ہمہ گیر انقلاب نے انسان کی ذہنی، فکری اور روحانی بالیدگی کے ساتھ ساتھ وسیع تر معاشرتی سطح پر ایسے قوانین و ضوابط کیے جن کے سبب اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی ایک فلاحی ریاست کا تصور پہلی بار دنیا کے سامنے آیا۔ حیات اجتماعی کے مادی تقاضوں اور انسانی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی تعلیم دی گئی جن کے باعث قربانی و ایثار، عدل و احسان، ہمدردی و غمگساری، توکل و قناعت اور باہمی تعاون و خیر سگالی کی روشن اقدار عام ہوئیں۔ فرد کی موزوں تربیت اور جماعت

کے اجتماعی مفاد کے اصولوں پر ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آیا جس کا ہر فرد اپنی ذات تک محدود ہونے کی بجائے دوسروں کے لئے سوچتا اور حرص و ہوس کے منفی جذبوں سے آزاد ہو کر دوسروں کی دست گیری کے لئے ہر لحہ آمادہ و تیار رہتا تھا۔ فرد اور معاشرے کے درمیان یہ حسن توازن قائم کرنے والا اخلاقی اور تہذیبی نظام، اسلام کا مقصود و مطلوب ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے معاشرے کے عمرانی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی صورت گری انسان کی روحانی عظمت کے حوالے سے کی جو قرآن کریم کی تعلیمات کا بنیادی تقاضا ہے۔

اسلام کے متعین اصولوں کے تحت کائنات کی ہر شے فرد اور جماعت کے تصرف میں دی گئی ہے۔ محنت اور مشقت کی بنیاد پر رزق حلال کی جدو جہد انسان کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔ فرد کے بنیادی معاشی حقوق کا احترام لازم قرار دیا گیا ہے۔ استحصال، جبر، ظلم اور زیادتی کے ہر حربے کو حرام ٹھرایا گیا ہے۔ انسانی حقوق کی پاسداری اور تحفظ کے لئے ریاست کو ذمہ داریاں دی گئیں۔ نفس پرستی اور تعیش کی نفی کی گئی اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا۔ دولت کے ارتکاز کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ زر پرستی اور حرص مال کی مذمت کی گئی اور عدل و احسان کے اصولوں پر مبنی ایک ایسا ہمہ گیر نظام وضع کیا گیا جس میں اہ؛ ثرت کی دولت میں سے معاشرے کے غریب، نادار اور مفلوک الحال طبقوں کا حصہ لازم قرار دیا گیا۔

دو روزہ قومی سیرت کانفرنس کے مختلف اجلاسوں میں اہل علم و دانش تفصیل سے زکوۃ وعشر کی اہمیت و افادیت پر اظہار خیال کر چکے ہیں۔ میں کسی تفصیل میں جائے بغیر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر و پوشیدہ خزانوں کا مالک و مختار ہے۔ وہی دولت و رزق کی کشادگی عطا کرتا ہے۔ اگر وہ ہم سے، اپنے ہی عطا کردہ مال کا ایک حصہ، خود ہمارے ہی بھائیوں بندوں کے لئے طلب کرتا ہے تو ہمیں کشادہ پیشانی اور کھلے دل کے ساتھ حق عبودیت ادا کرنا چاہیئے۔ زکوۃ وعشر کے نظام کی بہتر تشکیل سے ہم یقیناً اپنے معاشی مسائل پر قابو پا سکتے ہیں بالخصوص اس سے معاشرے کے حاجت مند طبقوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اسلام ایک ایسا معاشرہ وجود میں لانا چاہتا ہے جہاں کوئی انسان دوسرے انسان کا دست نگر نہ ہو۔

نکتہ شرع مبین این است و بس
کس نہ باشد در جہاں محتاج کس

میں اس بابرکت محفل میں گرامی القدر علمائے کرام اور مشائخ عظام کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُن کی خدمت بصد ادب و احترام عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ فرقہ واریت کی سرکوبی اور اتحاد بین المسلمین کے فروغ کے لئے اپنی مساعی کو تیز کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّ لاَ تَفَرَّقُوْا

ہم اللہ کے اس فرمان کو چھوڑ کر ایک ایسی صورت حال سے دوچار ہو گئے ہیں جس کا کسی مسلم معاشرے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہماری مسجدیں محفوظ ہیں نہ امام بارگاہیں اور نہ اُن کی طرف جانے والے راست۔ یہ صورت حال ہم سب
کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

ان گزارشات کا ساتھ میں ایک بار پھر وزارت مذہبی امور کو یہ شاندار کانفرنس منعقد کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں اُن اہل قلم کو بھی ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جن کی تحریر کردہ کتابوں اور مقالات کو انعام کا حق دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم سے نوازے اور ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو حضور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق گزارے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پچسویں قومی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۲/ربیع الاوّل 1422ھ بمطابق 5 جون 2001ء کے افتتاحی اجلاس میں جناب محمد زبیر قدوائی سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ و عُشر کے تعارفی کلمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

عالی مرتبت جنرل پرویز مشرف صاحب
چیف ایگزیکٹو پاکستان

محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور
وزرائے کرام
سفیران ممالک اسلامیہ
علماء کرام و مشائخ عظام
اور محترم سامعین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر وفاقی وازرت مذہبی امور کو ربّ کریم کے لطف و کرم سے سیرت کانفرنس منعقد کرانے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ جو یقیناً ہمارے لئے مقامِ شکر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر حکومت پاکستان کی طرف سے سیرت کانفرنس کا انعقاد اب باقاعدہ روایت بن چکی ہے جو قابلِ فخر بھی ہے اور روح پرور بھی۔ اس سال یہ پچیسویں قومی سیرت کانفرنس ہے۔ الحمد للہ

ہر مسلمان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ اور اسوۂ حسنہ ایک نمونہ عمل ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو عقائد وعبادات کی تلقین کے ساتھ ساتھ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق واضح ہدایات بھی

دیں۔ اپنے حسین کرادر و عمل روشن، سیدھا اور بہترین راستہ بتایا۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی کو نبی آخر الزمان ﷺ کی حیات و فرمودات کی روشنی میں گزارنے کی مقدور بھر کوشش کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مسلمانانِ عالم ربیع الاوّل کے مہینے میں خصوصی طور پر محافل و مجالس سیرت کا اہتمام کرتے ہیں۔ وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام یہ قومی سیرت کانفرنس بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جناب عالی!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشر و اشاعت اور تعلیمات رسول کے فروغ اور احیاء کے لئے وازرت نے ایک جامع حکمتِ عملی اپنائی ہوئی ہے۔ جس کے مطابق ماہ ربیع الاوّل میں ملک بھر میں سرکاری سطح پر سیرت النبی ﷺ کے حوالے مختلف النوع تقریبات کا انعقاد ہے۔ ہر سال ملکی و بین الاقوامی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کانفرنس کا موضوع مقرر کیا جاتا ہے۔ آج کی سیرت کانفرس کے مردوں کے لئے دو موضوعات ہیں:

نمبر ۱: اسلامی نظمِ معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

نمبر ۲: معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعُشر کا کردار۔ تعلیمات نبوی کی روشنی میں

جب کہ خواتین کے لئے ''اسلام میں خواتین کے حقوق و فرائض۔ سیرت النبیؐ کی روشنی میں'' کا موضوع مقرر کیا گیا ہے۔

ان موضوعات پر بہترین قرار پانے والے مقالات پر انعام بھی دیئے جاتے ہیں اور معیاری مقالات کو چھپوا کر مفت تقسیم بھی کیا جاتا ہے۔

مقالات کے مقابلے کے علاوہ قومی، علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں میں سیرت و نعت کی کتب کے مقابلے بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ 1979ء سے شروع کیا گیا ہے جو آج تک جاری ہے۔ اسلامی موضوعات پر کُتب خواتین کا مقابلہ صرف خواتین کے لئے علیحدہ ہوتا ہے۔ ان سب مقابلوں کا باقاعدہ اعلان کیا جاتا ہے۔ اس سال بھی یہ مقابلے منعقد ہوئے۔

ان مقابلوں میں شرکت کے لئے 40 کتب اور 77 مقالات سیرت موصول ہوئے۔ جن میں خواتین کی 10 کتب اور 32 مقالات بھی شامل ہیں۔ باقی کتب و مقالات مرحضرات کے تحریر کردہ ہیں۔ ان سب (Entries) انٹریز کا تین سطح پر جائزہ لیا جاتا ہے۔ ابتدائی سطح پر وزارت کے سکالرز فنی پہلو سے جائزہ لیتے ہیں۔ اس مرحلہ میں منتخب ہونے والی کتب و مقالات کو نامور اہل علم وفن کو برائے تفصیلی جانچ پڑتال کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ جو اپنی مبسوط آراء سے وزارت کو تحریری طور پر مطلع کرتے ہیں۔ ان ماہرین کی رپورٹوں کو پھر ایک اور علمی کمیٹی کے سامنے حتمی فیصلے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

طریق کار کے مطابق اس سال ابتدائی جائزہ کے بعد 29 کتب اور جملہ مقالات کو معیاری پاتے ہوئے ماہرین کی کمیٹی کو برائے جانچ پڑتال ارسال کیا گیا اور ان کی تفصیلی آراء پر اعلیٰ کمیٹی یعنی ایپکس کمیٹی نے نہایت غور و خوض کے بعد 7 کتب اور 18 مقالاتِ سیرت پر انعام دینے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح کُل پچیس انعامات دیئے جا رہے ہیں۔ جن پندرہ مرد حضرات اور دس خواتین کو دیئے جائیں گے۔

جناب چیف ایگزیکٹو صاحب!

وزارت سیرت النبی ﷺ کے فروغ جیسے، اہم قومی و ملّی کام کو نہایت شفاف طریقے اور کلیتاً غیر جانبداری سے سرانجام دیتی ہے اور اس کام کو اپنی سرکاری ذمہ داری کی ادائیگی سے زیادہ اپنا مذہبی، ملّی اور دینی فریضہ اور سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سرخ روئی اور اخروی نجات کا وسیلہ تصور کرتی ہے۔

بہر حال، پروگرام کے مطابق اس سال کئی سالوں کے بعد، آپ کی منظوری سے دو دن کی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ موجودہ افتتاحی اجلاس ہے جس کی صدارت آپ فرما رہے ہیں۔ اختتامی اجلاس کل ہوگا۔ اُس کی صدارت صدر پاکستان فرمائیں گے۔ ان کے علاوہ تین سیشن پر مشتمل مقالات کا اجلاس بھی ہوگا۔ اس کے ہر سیشن میں، نامور اہل علم کانفرنس کے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کریں گے۔

آخر میں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر صدقِ دل سے کماحقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شکریہ

65730

قاری روح اللہ مدنی صاحب
صوبائی وزیر مذہبی امور، زکوٰۃ وعُشر صوبہ سرحد
کی اجلاس مقالات میں
زکوٰۃ کی برکات وثمرات تعلیمات نبوی کی روشنی میں
کے موضوع پر تقریر

الحمد لله الذی فرض الزکوٰة تزکیة لنفوس المومنین باموالهم والصلوٰة والسلام علیٰ من جعل الزکوٰة رکناً من ارکان الاسلام وعلیٰ اٰله واصحابه الذین لم یفرقوابین الصلوٰة والزکوٰة فدخلوا جنت ربهم بسلام وعلیٰ من تبعهم باحسان الیٰ یوم الدین اما بعد.

جناب محمود احمد غازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور

معزز خواتین وحضرات!

زکوٰۃ جیسا کہ آپ کو علم ہے اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رُکن ہے اور اس کی فرضیت قرآن اور حدیث سے ایسی ثابت ہے کہ جس کے اندر کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ صرف فرضیت بلکہ قرآن کریم کے اندر تقریباً ۸۹ مقامات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے واقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بھی زکوٰۃ اور نماز میں کبھی فرق نہیں کیا اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا کہ:

والله لاقاتلن من فرّق بین الصلوٰة والزکوٰة

اور عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

امرتم باقامة الصلوٰة وایتاء الزکوٰة من لم یزکی فلا صلوٰة لهٗ

یعنی تمہیں نماز اور ادائیگی زکوٰۃ دونوں کو حکم دیا گیا ہے تو جو زکوٰۃ نہ دے اُس کی نماز بھی کوئی نہیں۔

احادیث کے اندر زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں ہمیں بہت کچھ ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث اس کے اوپر دلالت کرتی ہیں۔

فرمایا گیا ہے کہ

الاسلام لن تعبدوا الله ولا تشرک به وتقیموا الصلوٰۃ وتود الزکوٰۃ وتصوم رمضان

دوسری عبادات کی طرح زکوٰۃ کے لئے بھی بنیادی شرط جو ہے وہ نیت ہے۔ نیت کے بغیر کوئی بھی عبادت اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ چنانچہ جہاں نبی کریم ﷺ نیت کا عمومی طور پر ذکر فرمایا ہے نیت کا اسی طرح انہوں نے خصوصی طور پر زکوٰۃ کے معاملے میں بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ نیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیا کرو:

ادوا الزکوٰۃ اموالکم طیبۃ بھا انفسکم

زکوٰۃ کی ادائیگی درحقیقت نیکی کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

لن تنالوا البرّ حتّیٰ تنفقوا مما تحبون

اور انسان جو کچھ خرچ کرتا ہے ایک مسلمان جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کی مدات تو کافی ہیں لیکن اس میں بنیادی حیثیت زکوٰۃ کو حاصل ہے اور اس کے ذریعے انسان منافقین اور مشرکین کے زمرہ سے نکل سکتا ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے ہی متقین کے زمرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

اجتماعی زندگی میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ معاشی خوش حالی کا ایک بہت ہی بڑا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انسان متقین کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔ تقویٰ سے متصف ہوتا ہے جنت کا حق دار بنتا ہے اور اخروی نعمتوں کا مستحق بنتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

ان المتقین فی جنات و عیون اٰخذین مااتاھم ربھم انھم کانوا قبل ذلک محسنین کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعونَ وبالاسحارھم یستغفرون وفی اموالھم حق للسائل والمحروم ٥ 51 : ۵ ا تا ۱۹

تو متقین میں شامل ہونا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی جنت کا مستحق بننا اور محسنین میں شامل ہونا یہ جن امور پر منحصر ہے ان میں دوسری چیزوں کے علاوہ زکوٰۃ بھی ہے۔ زکوٰۃ کے فوائد وثمرات بے حساب ہیں اتنے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے بعض کا میں مختصراً تذکرہ کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شر اور آفات سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

"من ادّی الزکوٰۃ مالہٖ ذھب عنہُ شرّ"

اسی طریقے سے یہ ایمان کی علامت ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض يامرون
بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلوٰة ويؤتون
الزكوٰة ويطيعون الله ورسولهٗ اولئک سيرحمهم الله

اس آیت کریمہ میں جہاں زکوٰۃ کو ایمان کے لئے علامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا ہے کہ یہی لوگ اللہ کی رحمت کے مستحق ہونگے۔ایک دوسری آیت میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کو رحمتِ الٰہی کے استحقاق کا سبب بتایا گیا ہے فرمایا:

ورحمتي وسعت كلّ شيءٍ فساكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكوٰة

اور پھر یہ نصرت الٰہی کے حصول کا ذریعہ بھی ہے فرمایا:

ولينصرن الله من ينصرهٗ ان الله لقوى " عزيز

اور یہ اللہ کے دین کی مدد کرنے والے کون ہیں فرمایا:

الذين ان مكنّاهم فى الارض اقام الصلوٰة واتوا الزكوٰة وامروا
بالمعروف ونهوا عن المنكر

زکوٰۃ کے فوائد وثمرات میں ایک اہم فائدہ اور اہم ثمرہ یہ بھی ہے کہ یہ نصرت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔یہ اخوت ومحبت کا بھی ایک ذریعہ اور اساس ہے۔چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ:

فان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة فاخوانكم فى الدين

دینی اخوت میں اقام صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ دونوں چیزیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔درحقیقت جب ہم زکوٰۃ کے فوائد وثمرات کی بات کرتے ہیں تو عموماً ہماری نظر میں وہ مادی چیزیں ہوتی ہیں جو ہمیں سب سے پہلے متوجہ کرتی ہیں۔لیکن اگر ان قرآنی آیات پر غور کیا جائے تو یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا حصول نہ صرف اس دُنیا کے اندر ہمارا مقصد ہے بلکہ آخرت میں بھی یہی مقصد ہے یہ فوائد دُنیاوی بھی ہیں اور اُخروی بھی۔زکوٰۃ کی ادائیگی کو صدق اور تقویٰ کی علامت قرار دیا گیا ہے۔فرمایا کہ:

ليس البرّ ان تولوا وجوهكم قِبل المشرق والمغرب ولكنّ البرّ
من امن بالله واليوم الآخر واقام الصلوٰة واتى الزكوٰة

اور پھر فرمایا:

اُولئکَ الذين الصدقوا واولئک هم المتقون

یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی لوگ متقی ہیں۔

زکوٰۃ سببِ ہدایت بھی ہے۔اللہ تبارک تعالیٰ نے ہدایت کے جہاں دیگر اسباب کا ذکر فرمایا ہے،ان میں ایتاء الزکوٰۃ کا بھی ذکر کیا ہے:

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم یخش الّا اللہ فعسیٰ اولٰئک ان یّکونوا من المھتدین(۹ : ۱۸)

استقامتِ دین کے لئے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔

یہ اجرِ عظیم کا سبب بھی ہے ۔

فرمایا:

والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ والمومنون باللہ والیوم الآخر اولئک سنوتیھم اجراً عظیماً

زکوٰۃ کے فوائد وثمرات کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وقال اللہ انّی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسولی وعزّرتموھم واقرضتم ....جنات تجری من تحتھا الانھار ٥

اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایتاءِ زکوٰۃ کے تین فائدوں کا ذکر کیا ہے۔ایک یہ فرمایا کہ انّی معکم یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔اللہ تعالیٰ کی حمایت حاصل ہوگئی۔دوسرا فائدہ ہے کی کفرنکم عنکم سیاٰتکم یعنی گناہوں کی بخشش اور معافی اور تیسری چیز ولادخلنکم جنات تجری من تحتھا الانھٰر

جہاں زکوٰۃ کے ادا کرنے کے فائدے ہیں وہاں زکوٰۃ نہ دینے اور زکوٰۃ روکنے کے مفاسد اور نقصانات بھی ہیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنا دو طریقوں سے ممکن ہے یا تو انسان اس کا انکار کردے یا اقرار تو کرے لیکن ادائیگی میں کمزوری دکھائے۔اگر پہلی صورت ہو تو اس میں علمائے اسلام میں اختلاف نہیں کہ یہ کفر ہے۔کیونکہ فرائض میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہوتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

وویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون

اور اگر یہ عدم ادائیگی محض سستی کی وجہ سے ہو،غفلت کی وجہ سے ہو تو پھر ایسے لوگوں کو نبی کریم ﷺ نے کافی وعید سُنائی ہے۔اس میں فقہاء کے نزدیک ایک حدیث کی رُو سے جرمانہ بھی لاگو کیا گیا ہے اور اگر اجتماعی طور پر لوگ زکوٰۃ سے انکار کردیں اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کریں پھر ایسی صورت میں حاکمِ وقت کو ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا

گیا ہے۔اس کے اُوپر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عمل اور دیگر صحابہؓ کی تائید بطور دلیل موجود ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

واللہ لاقاتلن من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ

زکوٰۃ کی عدمِ ادائیگی کے کچھ نقصانات بھی ہیں جو ہماری اس دُنیاوی زندگی بھی پر پڑ سکتے ہیں مثلاً پہلا نقصان جو اس کی عدمِ ادائیگی کی وجہ سے پڑ سکتے ہیں وہ ہے خشک سالی۔جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ کوئی قوم جب زکوٰۃ روک لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خشک سالی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔آپ آج کل جو صورت حال دیکھ رہے ہیں اس میں دیگر اسباب کے ساتھ ایک سبب ہمارا اجتماعی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی میں اپنا فرض صحیح طریقے سے ادا نہیں کر رہے۔ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے رزق روک لیتے ہیں۔تو بارشوں کو کم ہونا، اس کا ایک سبب زکوٰۃ کی عدمِ ادائیگی بھی ہے۔لوگوں کا یہ سمجھنا کہ ہمارے زکوٰۃ نہ دینے سے شاید ہمارے مال میں کچھ اضافہ ہو جائے گا۔کچھ بچ جائے گا۔کچھ فائدہ ہوگا۔دُنیاوی لالچ اور طمع میں آکر اگر ہم اللہ کے بندوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو اس صورت میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب زکوٰۃ کا مال دوسرے مال کے ساتھ مل جاتا ہے تو وہ دوسرے مال کو ختم کر دیتا ہے۔شارحین نے اس حدیث کی دو توجیہات کی ہیں۔پہلی توجیہ یہ ہے کہ دینے والا یہ سمجھے کہ اگر میں زکوٰۃ روک لوں گا تو شاید میرے مال کے اندر اضافہ ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصل زر جو اس کے پاس ہوتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے اور جو کچھ اُس نے زکوٰۃ میں سے روک رکھا ہوتا ہے وہ بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔دوسری توجیہ علماء نے یہ کی ہے کہ جب کوئی ایسا شخص زکوٰۃ کی رقم وصول کرتا ہے جو زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوتا اور پھر وہ زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے اسے اپنے مال کے ساتھ شامل کر لیتا ہے تو اس کا اپنا مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔بہر حال زکوٰۃ کے بے شمار فائدے ہیں اور عدمِ ادائیگی کے نقصانات بھی ہیں۔

اگر آپ دیکھیں کہ موجودہ دور میں حکومت زکوٰۃ کی مد میں بہت بڑی رقم خرچ کرتی ہے۔میں صرف اپنے صوبے کی بات کروں گا۔صوبہ سرحد میں تقریباً پینتالیس کروڑ سالانہ صرف ہوتے ہیں۔اس رقم سے سالانہ ایک لاکھ پندرہ ہزار افراد مستفید ہوتے ہیں۔یہ مستفید ہونے والے لوگ کون ہیں؟ ان میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔غربت کی وجہ سے وہ ان کا علاج نہیں کرا سکتے اور اگر زکوٰۃ کے فنڈ سے ان کی مدد نہ کی جائے تو اُن میں سے بعض کو اپنے جسمانی اعضاء سے محروم ہو کر زندگی کی نعمتوں سے محروم ہو کر ہمیشہ کے لئے معذور بن کر بقیہ زندگی گزارنا پڑے گی۔بے شمار ایسی بچیاں ہیں جن کے والدین کے پاس اُن کے جہیز کے لئے رقم وغیرہ نہیں ہوتی۔طالب علم دینی مدارس، کالجز اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں ان کے پاس فیس وغیرہ ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہوتی۔ایسے نادار اور غریب طلبہ اس سے فائدے اُٹھا رہے ہیں۔سوشل ویلفیئر کے اداروں کی بھی مدد کی جارہی ہے۔

محترم چیف ایگزیکٹو صاحب نے، اپنی تقریر میں، پورے پاکستان میں، اب جس نئی سکیم کا ذکر کیا ہے اس کے

مطابق صرف ایک سال میں ملک بھر میں دوارب روپے خرچ کئے جائیں گے۔اس اسکیم سے اڑھائی سال سے زائد لوگ مستفید ہونگے ۔یہ استفادہ پچھلے استفادے سے مختلف ہوگا۔اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ضرورت مندوں کو چار پانچ ہزار کی امدادی رقم کی بجائے اُن کواتنی رقم دی جائے گی کہ جس سے وہ ایسے کاروبار چلائیں جواُن کواُن کے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں مدد ومعاون ہوسکے اس طرح وہ طور پر مستحقین زکوٰۃ کے زمرہ سے نکل کر ملک کے لئے مستقل بنیاد پر خدمت کرنے کے اہل ہوسکیں گے۔اس طرح ہر سال دواڑھائی لاکھ افراد زکوٰۃ سے کما حقہ مستفید ہوسکیں گے۔یہ صرف اسلام کے ایک رُکن کی برکات ہیں ۔یہ صرف اس زکوٰۃ کی صورت حال ہے جوحکومت کووصول ہوتی ہے۔اگر پوری قوم زکوٰۃ دینا شروع کردے اوراگر ہم،اسلام کے دوسرے ارکان پرعمل کرنا شروع کردیں تو آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس مُلک اور اِس کے باشندوں کی حالت کیا ہوگی!

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق عطافرمائے کہ ہم سب انفرادی اوراجتماعی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں اوراس کے صحیح مصرف کویقینی بنائیں اوردین کے عقائد اوراعمال پرعمل کرنے کوشش کریں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطافرمائے۔آمین

پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ۔ نفاذ، مسائل، عزائم

عرفان الاحمد تمیازی۔ سابق سیکرٹری مذہبی امور

میرے آج کے اس مختصر مقالے کا موضوع ہے:

''پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ''

اس موضوع کے ۳ ذیلی موضوعات ہیں یعنی

۔نفاذ

۔مسائل اور

۔عزائم

جناب ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب ڈائریکٹر جنرل وزارت امورِ مذہبی و زکوٰۃ نے جو تحدید وقت کی ہے اُس کے مطابق مجھ کو ۲۰ منٹ ملے ہیں۔ ان میں سے پانچ منٹ 'نفاذ' کے ذیلی موضوع پر صرف کروں گا۔ دس منٹ 'مسائل' کے ذیلی موضوع پر صرف کروں گا اور باقی پانچ منٹ 'عزائم' کے ذیلی موضوع پر صرف کروں گا۔

نفاذ

سرکاری اعانت و نگرانی کے تحت پاکستان میں نظام زکوٰۃ کے نفاذ و قیام کی نہایت مختصر تاریخ یہ ہے:

۔۱۰ فروری ۱۹۷۹ء اُس وقت کے صدر پاکستان نے پاکستان میں سرکاری اعانت و نگرانی میں نظامِ زکوٰۃ کے قیام کا اعلان کیا۔

۔۴ مارچ ۱۹۷۹ء پہلے ایڈمنسٹریٹر جنرل زکوٰۃ نے اپنا عہدہ سنبھالا۔

۔۲۲ جون ۱۹۷۹ء زکوٰۃ و عشر (تنظیمی) آرڈیننس نافذ ہوا۔ جس کے تحت مرکز میں ایک مرکزی زکوٰۃ کونسل، ہر صوبے میں ایک صوبائی زکوٰۃ کونسل، ہر ضلع میں ایک ضلعی زکوٰۃ کمیٹی، ہر تحصیل/تعلقہ میں ایک تحصیل/تعلقہ زکوٰۃ کمیٹی اور ہر لوکلٹی (LocaliTy) میں ایک مقامی زکوٰۃ

کمیٹی قائم ہوگئی۔

ابتداء میں اس کی تعداد حسب ذیل تھی:

- مرکزی زکوۃ کونسل : ۱
- صوبائی زکوۃ کونسل : ۴
- ضلعی زکوۃ کمیٹیاں : ۷۰
- تحصیل زکوۃ کمیٹیاں : ۲۱۳
- مقامی زکوۃ کمیٹیاں :تقریباً ۳۳ ہزار

آج سے چھ ماہ پہلے نومبر ۲۰۰۰ء میں مجھ کو مرکزی زکوۃ انتظامیہ کی طرف سے جو اعداد و شمار موصول ہوئے تھے ان کے مطابق:

مرکزی زکوۃ انتظامیہ تو ایک کی ایک تھی، صوبائی زکوۃ کونسلیں بھی چار کی چار رہیں لیکن ضلعی، تحصیل اور مقامی کمیٹیوں کی تعداد بڑھ چکی تھی یعنی

- ضلعی کمیٹیاں ۷۰ سے بڑھ کر ۱۰۲ ہوگئی تھں
- تحصیل کمیٹیاں ۲۱۳ سے ۳۲۷ ہوگئی تھیں
- مقامی زکوۃ کمیٹیاں تقریباً ۳۳ ہزار سے بڑھ کر تقریباً ۳۹ ہزار ہوگئی تھیں

تازہ ترین اعداد و شمار فی الوقت مجھ کو میسر نہیں۔

چھ ماہ پہلے تک مرکزی زکوۃ کونسل کے ۸۰ اجلاس ہو چکے تھے اُس کے بعد غالباً ایک اجلاس اور ہوا ہوگا۔

۲۰ رجون ۱۹۸۰ء کو نظام زکوۃ کے قیام کے سلسلے میں دوسرا قانون یعنی زکوۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء نافذ ہوا جس کے تحت پہلی مرتبہ بعض مخصوص اثاثہ جات سے مآخذ پر لازمی کٹوتی کا طریق کار مروج ہوا۔

ابتدائی چھ سالوں یعنی ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۵ء میں تنظیمی ڈھانچے کی تشکیل کے علاوہ، مختلف قواعد وضوابط اور طریق کار بھی مرتب ہوئے۔ جن میں چند کے نام یہ ہیں:

- زکوۃ تنظیموں کی تشکیل کے بارے میں قواعد وضوابط
- زکوۃ تنظیموں کے طریق کار کے بارے میں قواعد وضوابط
- زکوۃ کی مآخذ پر لازمی کٹوتی اور بشرط استحقاق وصول کردہ زکوۃ کی واپسی کے قواعد
- زکوۃ کی منتقلی اور تقسیم کے بارے میں قواعد وضوابط
- مرکزی اور صوبائی زکوۃ کونسلوں کے حساب کتاب کے رکھنے کے طریق کار

۔مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے طریق کار کا ضابطہ

۔زکوٰۃ مینوئل اور عشر مینوئل (انگریزی) کا اجراء

۔مرکزی زکوٰۃ فنڈ، صوبائی زکوٰۃ فنڈوں اور مقامی زکوٰۃ فنڈوں کے آڈٹ کے انتظامات کی ترتیب وترویج

اگر چہ غالباً ۱۹۹۴ء میں صوبائی زکوٰۃ کونسلوں کو ختم کر دیا گیا تھا لیکن بعد میں انہیں دوبارہ قائم کر دیا گیا تھا۔ایک اہم تبدیلی ضلعی زکوٰۃ فنڈوں کا قیام ہے۔اس کے علاوہ اور بھی چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوں گی لیکن نظام زکوٰۃ کا ڈھانچہ اساسی اعتبار سے تقریباً ویسا ہی رہا جیسا کہ ابتداء میں تھا۔

یہاں اب میں پہلے ذیلی موضوع ''نفاذ'' کو ختم کرتا ہوں اور دوسرے ذیلی موضوع: ''مسائل'' کی طرف آتا ہوں۔

مسائل

گزشتہ ۲۱۔۲۲ سالوں کے دوران نظامِ زکوٰۃ کو طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔اُن میں سے کچھ فقہی نوعیت کے تھے اور ہیں۔کچھ معاشی نوعیت کے تھے اور ہیں۔اور کچھ انتظامی نوعیت کے تھے اور ہیں۔فقہی مسائل پر لب کشائی علمائے دین، فقہائے شرع متین اور اسلامی نظریاتی کونسل کا منصب ومقام ہے اور میں اس بارے میں کچھ کہنے کا اہل نہیں۔معاشی مسائل کو بھی ماہرینِ معاشیات پر چھوڑتا ہوں۔البتہ انتظامی نوعیت کے مسائل پر کچھ اظہار خیال ضرور کروں گا۔تاہم اُس سلسلے میں بھی یہ مدِنظر رہے کہ تحدیدِ وقت کے باعث تمام انتظامی مسائل کا احاطہ ممکن نہیں اور دوسرے یہ کہ مجھ کو مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ چھوڑے بھی سولہ سال ہو چکے ہیں اس لئے میری معلومات محدود بھی ہیں اور پرانی بھی۔

انتظامی مسائل میں میرے نزدیک ایک بہت بڑا اور بنیادی مسئلہ تشخیص، تحصیل (وصولی) اور تقسیمِ زکوٰۃ سے متعلق صحیح اور قابلِ اعتبار اعداد وشمار کی عدم دستیابی کا ہے۔

مثلاً زکوٰۃ سے متعلق اعداد وشمار کے مآخذ سرکاری ادارے ۳ ہیں:

۔ایک مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ

۔دوسرے سٹیٹ بینک آف پاکستان

۔تیسرے آڈیٹر جنرل آف پاکستان

میری درخواست پر مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ نے ابتداء سے تا حال آڈٹ رپورٹیں مجھ کو بھجوائیں اور کچھ اعداد و شمار گوشواروں کی شکل میں اپنے ہاں سے بھیجے۔ سٹیٹ بینک زکوٰۃ سے متعلق اعداد و شمار اپنی سالانہ رپورٹوں میں دیتا ہے۔ سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ ایک ادارے کے اعداد و شمار دوسرے کسی ادارے کے اعداد و شمار سے نہیں ملتے۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ سٹیٹ بینک جو اعداد و شمار شائع کرتا ہے وہ صرف سالِ رواں کے دوران وصولی سے متعلق ہوتے ہیں
Closing Balance اور Opening Balance,Disparsement during the year
کے اعداد و شمار سٹیٹ بینک شائع نہیں کرتا۔ چنانچہ جب میں نے ان تینوں مآخذ سے حاصل کردہ اعداد و شمار کی بنا پر بائیس سال کا گوشوارہ بنانا چاہا تو معلوم ہوا کہ رواں سال کے بارے میں تو اعداد و شمار دستیاب ہی نہیں اور باقی ۲۱ سالوں کے بارے میں معلومات جو دستیاب ہیں وہ یا تو جزی ہیں یا ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

بہرحال رواں سالِ زکوٰۃ (۲۲۔۱۴۲۱ھ) کو اگر نظرانداز بھی کر دیا جائے تو (۲۱۔۱۴۲۰ھ) تک مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں کم و بیش پچاس ارب روپے جمع ہوئے تھے۔ جن میں سے تقریباً ۳۳ ارب مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے نکل گئے تھے اور ۱۷ ارب سے کچھ ازئد مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں پڑے ہوئے تھے۔ لیکن اس میں بھی یہ مشکل ہے کہ چھ ماہ پہلے جو اعداد و شمار مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ نے دیئے تھے اُن کے مطابق مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں ۲۳ ارب پڑے ہوئے تھے۔

آڈیٹر جنرل اپنی سالانہ رپورٹ میں مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی توجہ اِس امر کی طرف مبذول کراتا رہا ہے کہ مستحقین زکوٰۃ کی کثیر تعداد کی موجودگی میں وصول شدہ زکوٰۃ کا مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں پڑا رہنا نہ صرف مستحقینِ زکوٰۃ کی حق تلفی ہے بلکہ قاعدے، ضابطے، قانون اور احکامِ شریعہ کے خلاف بھی ہے۔

ایک اور مشکل یہ کہ اگر چہ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کا فراہم کردہ گوشوارہ یہ دکھلا رہا ہے کہ ۲۱ سالوں میں ۳۳ ارب روپے مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے تقسیم ہوئے ہیں لیکن یہ پختگی سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان ۳۳ ارب روپوں میں سے واقعی کتنی رقم مستحقینِ زکوٰۃ کی حاجت روائی اور بحالی پر صرف ہو چکی ہے کیونکہ مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے رقم صوبائی زکوٰۃ فنڈوں کو جاتی ہو گی وہاں سے ضلعی زکوٰۃ فنڈوں کو وہاں سے مقامی زکوٰۃ فنڈوں کو اور پھر وہاں سے مستحق افراد تک۔ اس کے علاوہ مرکزی ،صوبائی زکوٰۃ کونسلیں (اور غالباً ضلعی زکوٰۃ کمیٹیاں) اداروں (سکول کالج، ہسپتال، دینی مدارس اور فلاحی تنظیمیں) بھی استعمال کرتے ہیں۔ غرضیکہ وصولی زکوٰۃ سے لے کر مستحقینِ زکوٰۃ تک پہنچتے پہنچتے ایک تو بہت سی رقم رستے میں ہی رہ جاتی ہے اور جو تھوڑی بہت پہنچتی ہے، اُس کے پہنچنے میں تاخیر بے حد ہو جاتی ہے۔ ایک اور بڑا مسئلہ جس کی طرف آڈیٹر جنرل سال بہ سال پے درپے تقریباً اپنی ہر رپورٹ میں مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ، اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور زکوٰۃ جمع کرنے والے دفاتر و اداروں کی توجہ مبذول کراتا رہا ہے وہ یہ کہ:

ہر سال اصحابِ نصاب کے بہت سے اثاثہ جات ایسے رہ جاتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب الاداتو ہوتی ہے لیکن یا

تو بالکل نہیں کٹتی یا جتنی کٹنی چاہیئے اُتنی نہیں کٹتی بلکہ کم کٹتی ہے۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ کی کٹوتی کرنے والے ذیلی دفاتر کو جتنی جلد وصول شدہ زکوٰۃ کو صدر دفتر بھیج دینا چاہیئے اُتنی جلد نہیں بھیجا جاتا۔ یا اگر بھیجا جاتا ہے تو وصول شدہ رقم سے کم رقم بھیجی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ صدر دفاتر سے سٹیٹ بینک کو جتنی جلد یہ رقم بھیجی جانی چاہیئے اُتنی جلد نہیں بھیجی جاتی یا بعض اوقات کم رقم بھیجی جاتی ہے۔

حتٰی کہ بعض اوقات سٹیٹ بینک میں بھی وصول شدہ رقوم کو مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کروانے میں دیر ہو جاتی ہے یا کم رقم جمع ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ قانون کے مطابق اصحاب نصاب کے مقررہ اثاثہ جات سے زکوٰۃ نہ کاٹنے، یا جتنی زکوٰۃ کٹنی چاہیئے اُتنی نہ کاٹنے ، یا وصول شدہ زکوٰۃ سے کم رقم مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کروانے یا دیر سے جمع کروانے سے مستحقین زکوٰۃ کی حق تلفی ہوتی ہے اور تحصیل زکوٰۃ کے سلسلہ کی ہر کڑی اس حق تلفی کے لئے ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔

ایک اور مسئلہ جس کی طرف آڈیٹر جنرل ہر سال اپنی رپورٹوں میں متعلقہ اداروں کی توجہ مبذول کراتا رہا ہے وہ حساب کتاب کا مقررہ قواعد وضوابط کے مطابق نہ رکھا جانا ہے۔ مثلاً مقررہ فارموں میں اندراجات یا تو بالکل نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں تو نامکمل ہوتے ہیں یا ان فراموں کو بروقت جہاں بھیجا جانا چاہیئے وہاں نہیں بھیجا جاتا یا اُن فارموں میں درج اعداد وشمار کو بروقت اور صحیح صحیح متعلقہ رجسٹروں میں منتقل نہیں کیا جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مزید برآں یہ کہ اِس قسم کی کوتاہی کے مرتکب نہ صرف نچلی سطح کے ذیلی دفاتر ہیں بلکہ اس میں سٹیٹ بینک اور مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کے متعلقہ شعبے بھی ہیں۔

ایک اور شعبہ جس کی طرف آڈیٹر جنرل نے اپنی سالانہ رپورٹ بابت سالِ زکوٰۃ ۱۹۔۱۴۱۸ھ میں مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی توجہ مبذول کروائی ہے وہ NIT Unites میں موصولہ زکوٰۃ کی رقوم لگانے کے بارے میں ہے۔ آڈیٹر جنرل نے کہا ہے کہ ۲۸ راگست ۱۹۹۴ء کو مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ نے مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے پچاس کروڑ روپے نکال کر NIT Units میں لگانے کی منظوری دی تھی۔ لیکن جو رقم واقعی NIT Units میں لگائی گئی وہ تقریباً چونسٹھ (۶۴) کروڑ پینسٹھ (۶۵) لاکھ تھی۔ گویا منظور شدہ رقم سے چودہ کروڑ ۶۵ لاکھ روپے کی رقم کا NIT Units میں لگانا ناجائز تھا۔ اس کے علاوہ آڈیٹر جنرل نیبہ بھی کہا کہ تقریباً ۳ کروڑ ۷۰ لاکھ روپے جو بطور منافع موصول ہوئی وہ بھی NIT Units میں لگا دی گئی حالانکہ اُس کے لئے مرکزی زکوٰۃ کونسل کی منظوری بھی نہ تھی۔

یہاں میں یہ بتلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ ۲۰ رجون ۱۹۸۰ء کو جو قانون زکوٰۃ نافذ ہوا تھا اُس میں زکوٰۃ فنڈوں میں موصولہ رقوم کو NIT Units یا اس قسم کی دوسری سرمایہ کاری میں لگانے کی گنجائش نہ تھی لیکن بعد میں (غالباً ۱۹۹۴ء میں) قانون زکوٰۃ کی دفعہ ۸ میں شق (د) کا اضافہ کر دیا گیا جس کے تحت اِس قسم کی سرمایہ کاری کی اجازت دے دی گئی۔ جو کسی طور مستحقینِ زکوٰۃ کے مفاد میں نہیں۔ ضروری ہے کہ دفعہ ۸ کی شق (د) کو...... جلد از جلد حذف کر دیا جائے

اور NIT Units میں لگائی گئی رقومِ زکوٰۃ کو جلد از جلد واپس مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں لایا جائے۔

یہاں ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے۔ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی طرف سے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق سالِ زکوٰۃ ۲۱-۱۴۲۰ھ کے آخر تک تقریباً ۳۳ ارب روپے مرکزی زکوٰۃ فنڈ سے جاری ہو چکے تھے۔ ان میں NIt Units میں لگائی گئی خطیر رقم (تقریباً ۷۰ کروڑ یا اس سے زائد) بھی شامل ہے۔ جس کا مستحقینِ زکوٰۃ کی حاجت روائی یا بحالی سے کوئی تعلق نہیں۔

غربت اور روزِ افزوں گداگری کا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں اور جائز پوچھتے ہیں کہ نظامِ زکوٰۃ نے انسدادِ افلاس گداگری کے لئے کیا کیا۔ لیکن خیال کیجئے کہ اگر زکوٰۃ فنڈوں میں لازمی یا رضا کارانہ زکوٰۃ اُتنی جمع نہ کی جائے جتنی جمع کی جانی چاہیئے۔ اگر جمع شدہ زکوٰۃ کا بہت بڑا حصہ (تہائی یا نصف) مقفل پڑا رہے یا موصولہ زکوٰۃ کو مستحقینِ زکوٰۃ کی فوری حاجت روائی یا مستقل بحالی کی بجائے سرمایہ کاری میں لگا دیا جائے، یا فوری حاجت روائی (مثلاً گزارہ الاؤنس) پر زیادہ توجہ دیجائے اور بحالی کی جہت کو نسبتاً نظر انداز کیا جائے تو یقیناً انسدادِ افلاس و گداگری میں نظامِ زکوٰۃ کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتا۔

عزائم

مجھ کو پوری طرح اندازہ نہیں ہے کہ اس وقت متعلقہ اربابِ بست و کشاد کے کیا عزائم ہیں لیکن اخباروں میں چھپی خبروں اور وزیرِ امور مذہبی سے گفتگو کی بنا پر میرا یہ تاثر ہے کہ اب پوری توجہ بحالی مستحقین پر دی جاری ہے جو نیک فال ہے میں سمجھتا ہوں کہ فی الوقت اِس جہت کو ہر دوسری جہت پر فوقیت ملنی چاہیئے۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ اور جہتیں بھی ہیں جو فوری توجہ کی طالب ہیں۔

مثلاً حساب کتاب کا نظام

آڈٹ کا نظام

Management انفارمیشن سسٹم کا قیام

اس سلسلے میں، میری تجویز یہ ہوگی کہ تینوں یعنی Audit، Accounting کو Computrise کو Management Informatio System(MIS) کرنے اور ان تینوں کو Interlink کرنے، Online کرنے اور Website سے Internet پر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اِس پر کچھ کام ۸۵-۱۹۸۴ء میں حبیب بینک کے تعاون سے ہوا تھا۔ نہ معلوم اس کے بعد اس میں کوئی

پیش رفت ہوئی یا نہیں۔

بہر حال اکیسویں صدی میں نظامِ زکوٰۃ جیسے وسیع نظام جو ملک کے گوشہ گوشہ پر محیط ہے اور جس میں سرعت سے معقول و مدلل فیصلے کرنا بے حد ضروری ہے، نئی ٹیکنالوجی سے مدد لینا ناگزیر ہے۔

شکریہ

نظام زکوٰۃ

انجینئر سلیم اللہ خاں ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احل اللہ البیع وحرم الربوٰا

جناب صدر

علماء کرام

حاضرین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جتنے مقالے جات اب تک زکوٰۃ کے حوالے سے اس محفل میں، اس مجلس میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان کا ایک مشترک موضوع یہ رہا ہے کہ نظام زکوٰۃ کے اتنے سال جاری رہنے کے بعد بھی غربت کے دور کرنے میں یہ موثر نہیں رہا۔ صورت حال یہ ہے کہ اگر غربت کا اندازہ لگایا جائے اور جو figures ثابت شدہ ہیں۔ اُن کے مطابق، اس وقت 5 کروڑ غریب و نادار پاکستان میں موجود ہیں۔ یہ آبادی کا تقریباً 35 فیصد ہے۔ اور جو زکوٰۃ وصول ہوتی ہے وہ 5 ارب روپے ہے۔ اس کے علاوہ دینی مدارس میں بھی، زکوٰۃ وصول ہوتی ہے۔ وہاں تقریباً 10 ہزار مدارسوں میں 10 لاکھ بچے دین کی تعلیم حاصل کرر ہے ہیں۔ جو بہت بڑا کارخانہ ہیں۔ زکوٰۃ کے نظام کا پاکستان میں اور شاید اس کی مثال دنیا میں کسی ملک میں نہیں ہے کہ رضاکارانہ طور پر اتنی بڑی تعداد کی تعلیم اور ان کی کفالت کا انتظام ہو۔ یہ ایک مثال ہے۔ بہر صورت وہ بھی کوئی تین ارب روپے سالانہ کے قریب وصولی ہوتی ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو figure مجھے ملی تھی اس کے مطابق ابھی بھی بیس ارب روپے زکوٰۃ فنڈ میں موجود رہے ہیں اور اتنی بڑی تعداد مستحقین کی پاکستان میں ہو اور اسے تقسیم نہ کیا جائے۔ یہ زکوٰۃ کی انتظامیہ کو بہت سنجیدگی سے دور کرنی چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اور خود ایک عبادت کے مسئلے کی سطح پر جو کمی ہے اس کو انہیں توجہ سے لینا چاہیئے۔ ایک اور تعجب کی بات یہ ہو رہی کہ زکوٰۃ سے سرمایہ کاری کی جائے۔ یہاں پر دو تین مثالیں بھی دی گئیں NIT میں بھی اسے INVEST کیا گیا۔ بنیادی طور پر زکوٰۃ جاریہ ضروریات کا نظام ہے۔

انسان خود ہی اللہ کا پیدا کردہ مخلوقات میں ایک سرمایہ ہے۔ اس کی جو حیاتیاتی ضروریات ہیں وہ جاری ضروریات ہے۔ پھر پانچ، چھ گھنٹے بعد اسے روزی چاہیئے۔ اس کے بغیر وہ حیات کے لئے مشکلات سے دوچار رہے گا۔

معیشت کے نقطہ نگاہ سے بھی۔ معیشت کے دو شعبے ہیں ایک سرمایہ ہے۔ سرمائے کی معیشت ہے اور دوسری

جاری معیشت۔ جب کسی معیشت میں سرمایہ سازی میں کی جاتی ہے تو جاری معیشت کو روک کہ سرمایہ سازی کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے اگر میں مثال دوں دریا کے بہاؤ کی تو اگر اوپر اس کے بند باندھ دیا جائے تو نچلے حصے کے رہنے والے ہیں ان کو بہاؤ نہیں پہنچتا۔ غرباء کو قوت خرید نہیں پہنچتی اور اسلام کا نظام، نظام زکوٰۃ یہ ہے کہ جس نے جاری معیشت کا تحفظ کیا ہے۔ جب غرباء کی معاشی ضروریات میں سختی پیدا ہوتی ہے تو زکوٰۃ کا نظام اپنا کام کرتا ہے کہ اگر سرمایہ سازی بھی ہو رہی تو اس کی جاری ضروریات بھی جاری رہیں۔ لہٰذا جب نظام کا مقصد ہی انسان کی، مسلمانوں کی جاری ضروریات کو جاری رکھنا ہے۔ سرمای کاری بہرصورت نہ تو ان آٹھ مدآت میں جیسا مجھ سے قبل فرمایا گیا ہے، اُن آٹھ مدآت شرعیہ میں یہ نہیں آتی اور اس کی اجازت بالکل نہیں ہونی چاہیے کہ ایک طرف پانچ کروڑ بھوکے ہوں اور دوسری طرف ہم سرمایہ کاری کریں۔

تیسری بات کارخانے سرمایہ لگانے کی بات ہے۔ کیا کارخانہ غرض پوری کر سکتا ہے کہ پچیس ارب کا کارخانہ ہے۔ اس اسٹیل مل میں 25 ارب اگر لگتے ہیں تو 25 ہزار کو روزگار ملتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک خاندان کے پانچ کے حساب سے سوا لاکھ کو ضروریات زندگی مہیا ہوتی ہیں۔ تو آپ اس پانچ ارب میں سے کہاں سے وہ کارخانے لگائیں گے جس سے ملک کے پانچ کروڑ ناداروں کی بحالی ہو جائے۔ لہٰذا مسئلہ کچھ اور ہے۔ ایک تو یہ کہ زکوٰۃ سے کسی شکل کی بھی سرمایہ کاری جائز نہیں اگر اتنی زکوٰۃ آپ کے پاس ہو کہ زکوٰۃ لینے والا آپ کے پاس نہ ہو، اللہ کرے کہ ایسی صورت حال پیدا ہو جائے، تو یہ تو زکوٰۃ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ آپ دوسرے مسلمان ملک کو بھی وہ زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی مالدار ملک میں یا دولت مند ملک میں اتنی زکوٰۃ ہوتی ہے تو غریب ملک میں بھیجے۔ لیکن اس سے سرمایہ کاری شرعاً بالکل غلط بات ہے اور یہ نہیں کرنا چاہیے۔ پنجاب کی پچھلی حکومت نے زکوٰۃ ایکٹ میں ایک شق ڈال دی تھی۔ کہ زکوٰۃ سے ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کی تعمیر ہو سکے گی۔ وہ غیر شرعی ہے وہ شریعت کے خلاف ہے اور اس کو بالکل نکال دینا چاہیے۔

اصل بات یہ ہے کہ پھر ہم کیسے زکوٰۃ کا نظام چلائیں؟ موضوع کانفرنس ''اسلامی نظام معیشت اور کفالت عامہ'' کا ہے۔ اس میں اصل سوال اسلامی نظم معیشت میں کفالت کی بات ہے۔

اگر آپ پورا اسلامی نظام معیشت نہیں چلا رہے تو زکوٰۃ سے کفالت نہیں ہو گی اور وہ نظام معیشت جس چیز نے غیر غیر اسلامی کیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔ وہ ہے سود کا نظام۔ میں صرف آپ کو figures دینے کی کوشش کروں گا زیادہ سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا۔ ملک میں اس وقت، اس قوم سے ایک ہزار ارب روپے کا سود وصول کیا جا رہا ہے۔ پانچ ارب کی کل زکوٰۃ کے مقابلے میں آپ ملاحظہ فرمائیں، ایک ہزار ارب روپے۔ 350 ارب روپے تو حکومت اپنی 425 ارب روپے کے ٹیکس جو وصول کرتی ہے اس میں سے 350 ارب روپے سود ادا کر دیتی ہے۔ حکومت کے پاس بھی کچھ نہیں رہتا۔ ہمارے پاس بھی کچھ نہیں رہتا۔ سب کچھ سود کے کھاتے میں چلا جاتا ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ کہ جب آپ ہزار ارب روپے وصول کر رہے ہیں تو اندازہ لگا لیں کہ پاکستان کی 10 کروڑ کی آبادی جو ہے۔ اس میں ہر ایک سالانہ

10 ہزار روپے سود رہا ہے۔ ہر شخص بچہ ہے یا بڑا ہے۔ میں 10 کروڑ صرف ضرب تقسیم کی آسانی کے لئے عرض کر رہا ہوں۔ ورنہ تیرہ کروڑ کی آبادی ہے۔ اس سے ایک اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی بڑی رقم سود میں جاری ہے۔ اس سے دس لاکھ سالانہ مزید بے کس ومحتاج پیدا ہو رہے ہیں۔ 50 سال میں 5 کروڑ ہوئے ہیں۔ 10 لاکھ سالانہ اب بھی اسی طرح یہ تعداد بڑھتی جائے گی اور زکوٰۃ کے نظام سے آپ اسے پورا نہ کر سکیں گے اس کے لئے سب سے بڑی ضرورت، سود کے نظام کا خاتمہ ہے۔ یہ دو بڑی مدات۔ اگر ہزار ارب کا سود ہم دنیا کو نہ دے رہے ہوتے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کتنی بڑی رقم موجود ہے، صرف ایک سال میں۔ آپ کے 5 کروڑ لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔ جنرل صاحب نے آج صبح کچھ باتیں کی ہیں۔ معیشت کے حوالے سے۔ معیشت کو بنیادی بات بتائی ہے بالکل صحیح بات ہے۔ معیشت میں ہم کمزور ہیں لیکن ہماری معیشت بھی سود کی وجہ سے کمزور ہوگئی ہے۔

اگر تین ہزار ارب روپے کے G.D.P سے آپ ہزار ارب روپے سود میں دے دیں تو پھر آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں رہے گا۔ پھر آپ کی معیشت تو برباد اسی طرح ہوتی رہے گی کہ جب آپ ایک تہائی پیداوار کا سود میں دے دیں جبکہ مقابلہ میں، میں آپ کو ایک figure دوں کہ مغربی ممالک میں سود ان کی G.D.P کا صرف ایک فیصد ہے۔ امریکہ یورپ یہ صرف ایک فیصد۔ ان کا تو بند انٹرسٹ بھی آج بھی چار پانچ فیصد ہے۔ لیکن جب آپ ان کی پوری معیشت پر یہ حساب پھیلا دیں تو یہ ایک فیصد بنتا ہے۔ جبکہ ہم ایک غریب ملک ہوتے ہوئے کم پیداوار میں سے بھی 33 فیصد سود میں دے دیتے ہیں۔ سود بند کر دیں، تو حکومت کے پاس آج 350 ارب سالانہ موجود ہیں۔ میرا خیال ہے اس سے زیادہ دولت مند حکومت کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ جس کے پاس 350 ارب روپے سال کے موجود ہے اس سے آپ غربت دور کریں۔ اس سے صنعتیں بحال کریں۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم وہ واحد ملک ہیں جس کی اعلیٰ ترین عدالت میں سود کے خاتمے کا، آج کی دنیا میں جہاں پر صہونیت کا، ساری دنیا پر قبضہ ہے، اس کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ حکومت نے بھی اعلان کیا ہے۔ اللہ کرے کہ اس سے اگر سود کا خاتمہ ہو جائے تو یہ غربت کا مسئلہ بھی حل ہوگا۔ زکوٰۃ سے، سود کی موجودگی میں، مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

دانش کی بات یہ ہے جیسا کہ جنرل صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمیں کھل کر بات کرنی چاہیے۔ دانش کچھ بھی کہے قرآن وسنت اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے حکم سے وہ ماوارنہیں ہے۔ سود کا مسئلہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ سود کا جاری رکھنا اس میں دانش چاہے کچھ کہتی ہو، ہمیں سود بالکل 30 جون سے ختم کر دینا چاہیے۔ اور یہاں پر دانش بھی یہی کہہ رہی ہے کہ سود کے ختم کرنے سے معیشت بھی بحال ہوتی ہے غربت بھی دور ہوتی ہے تو پھر ہمیں کوئی تردد نہیں کرنا چاہیے اور اپنی دانش کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے تابع کرنے میں ہی ہماری تمام مشکلات کا حل ہے۔

یہاں پر، پیداوار کے حوالے سے سرمائے کی بات بھی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ یہ جان لینا ضروری ہے کہ صرف سرمایہ ہی پیداوار نہیں کرتا۔ انسان سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بڑی زبردست فرادی قوت عطا فرمائی ہے اگر ہم LabouInsentive کی بات کریں کہ جس سے ہمیں زیادہ افراد میسر ہوں۔ وہ طریقہ کار اپنائیں۔ تو ہمیں بغیر سرمائے کے یا کم سے کم سرمائے سے پیداوار بڑھانے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا۔ لیکن صرف اتنا حوالہ دوں کہ جنرل ضیاء صاحب کے زمانے میں تین سو ماہرین نے ایک منصوبہ بنایا تھا کہ بیرونی قرضوں سے چھٹکارا، کم سے کم سرمایہ کاری کے ساتھ، پیداوار زیادہ سے زیادہ حاصل کی جائے۔ اس میں صرف اپنے وسائل سے خود انحصاری کی بنیاد پر اور پیداواری مہارت کی بنیاد پر اور بلاسودی معیشت کی بنیاد پر سالانہ ۱۸ فی صد پیداوار کی بڑھوتری ہوتی ہے۔ جبکہ آج کے اس سودی نظام میں صرف ساڑھے چار فیصد بڑھوتری ہے۔ آپ لگالیں تین ہزار ارب روپے پر ساڑھے چار فیصد بڑھوتری۔ G.D.P کی سوا سو ارب ہوتی ہے جبکہ سود ہم ایک ہزار ارب روپے دیتے ہیں تو 850 ارب پلے سے دینے پڑے۔ اس میں مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک کے پیداوار 18 سے 20 فیصد سالانہ نہ بڑھے۔ وہ بڑھ سکتی ہے۔ جب بلاسودی نظام پر چلا جائے۔ لہٰذا اسلامی نظام معیشت کو ہمیں مکمل طور پر اپنانا ہوگا۔ یہ بڑی مشکل بات ہوگی کہ جو خرابی کا منبع ہے اُسے ہم ختم نہ کریں۔ وہاں سے تو خرابی بہت بڑی مقدار میں آتی رہے اور ہم چھوٹی سی کوشش سے اس کا مقابلہ کرنے کی کوششیں کریں۔ اگر میں یہ کہوں کہ ایک ہزار ارب ایک میگا Capitalization کے نقصانات ایک ہزار ارب روپے میں ملتے ہیں تو آپ پانچ ارب کی زکوٰۃ میں سے کتنی سرمایہ کاری کریں گے۔ Mini Capitalization سے اس کا منطقی طور پر آپ مقابلہ کرسکتے۔ جو اس کے نقصانات ہیں۔

آخر میں صرف یہ بات عرض کروں گا کہ جنرل صاحب کی بات کہ ہم میں اتحاد بین المسلمین نہیں ہے۔ باہم مارکٹائی میں ہے۔ ایسی بات نہیں ہے یہاں پر تمام مسالک کے لوگ بیٹھے ہیں۔ وزارت مذہبی امور مبارک باد کی مستحق ہے کہ قومی سطح پر اپنے تمام مسالک سب کے سب اتحاد سے ایک ہی نقطے کے لئے بیٹھے ہیں۔ حضورؐ کے عشق میں آج ان کا ولادت باسعادت منانے بیٹھے ہیں۔ اس سے بڑا اتحاد کا مظاہرہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جو دشمن اسلام، دشمن پاکستان باہر کی ایجنسیاں یہ سب کچھ کرواتی ہیں۔ اس کی کوئی مؤثر روک ٹوک نہیں ہوتی۔ اس طرف بھی کوئی توجہ دینی چاہیے کیونکہ اگر یہی مسئلہ ہے کہ LAW AND ORDER کی بنیاد پر، امن عامہ کی بنیاد پر، ساری معیشت کا دارومدار ہے تو جب دشمن اسلام ہوں گے ان کے لئے تو بڑا آسان ہے کہ ہماری معیشت کو برباد رکھنے کے لئے وہ امن و عامہ کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں کہیں کسی کے نام پر۔ آپ سب اخبار پڑھتے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ ورنہ اور ایک بڑی بات وزارت مذہبی اُمور نے، جب حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی وزیر اُمور مذہبی تھے، تمام مسالک نے متفقہ طور پر ایک ضابطہ، اخلاق قرآن وسنت کے قوانین کے مطابق، طے کرکے دیا تھا۔ کہ آپ اس کے مطابق قانون بنادیں

ہم نے آج سے چار مہینے پہلے ،وزیر داخلہ صاحب جنرل معین الدین حیدر سے ملاقات میں ،اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آپ اسے قانون بنادیں کم ازکم جو چاہتے ہیں کہ یہاں امن وامان بہتر ہو۔سارے متفقہ طور پر کہہ رہے ہیں تو باہر والے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اُٹھائیں گے۔ہمیں بات نہیں سمجھ آتی ۔چار مہینے ہونے کے بعد بھی ،تو شاید سیکرٹری صاحب اس پر روشنی ڈال سکیں کہ اس کو قانون کیوں نہیں بنادیا جاتا۔اگر اس کو قانون بنادیں یہ مسئلہ ختم ہو جاتا ہے اس کی تشہیر کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ جو دینی شخصیات پر یا دینی جماعتوں پر بات آتی ہے۔میرا نہیں خیال کہ کسی دینی جماعت کا دہشت گردی سے تعلق ہے۔کوئی بھی نہیں ۔لیکن انہیں اس کی طرح استعمال کرنے کا جو موقع مل رہا اسے ختم کرنے اور اس کو کوئی قانون بنادیں میری گزارشات میں تنقید کا جو پہلو ہے تو وہ مثبت نتائج کے لئے ہے اور اگر ان تک بات پہنچ جائے تو ان شاء اللہ العزیز تو جوان کی فکر ہے وہ بڑی اُمید افزاء ہے۔انہوں نے بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ہم ان سے متفق ہے لیکن یہ جو نتائج تھے اگر وہ اس طرف آئیں تو جو وہ چاہتے ہیں حل بھی ہو سکتے۔ معیشت بھی بحال ہوسکتی۔غربت بھی دور ہوسکتی ہے۔اور پاکستان امن وامان کا گہوارہ اور فلاحی مملکت بھی بن سکتا ہے شرط یہ ہے کہ ہم اس آیت کے مطابق ۔یاایّھا الذین امنوا اُدخلوا فی السلم کافۃ ہم دین میں داخل ہوں جائیں۔

اگر جنرل صاحب اُس کو آج کے دن ،جس کا وہ چاہتے تھے۔اس کا کھل کر اعلان کر دیتے تو بڑی بات تھی بہر صورت اگر وہ اعلان کر دیں کہ ہم اسلامی فلاح مملکت بننے کے لئے ہر چیز قرآن وسنت کے مطابق کریں گے تو یہ تمام مسائل ان شاء اللہ العزیز حل ہو جائیں گے۔

و آخر دعو انا ان الحمد لِلّٰہِ ربّ الْعَالَمِیْنَ۔

زکوٰۃ کی برکات کے عنوان پر مولانا عبدالعزیز حنیف کی تقریر

الحمد لِلّٰہ رَبِّ العالمین! والعاقبۃ للمتقین! والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وَ علیٰ آلہٖ وَاَصحابہٖ اجمعین اما بعد فاعَوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

بِسْم اللہِ الرحمن الرحیم۔ اَلذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور.

صدر گرامی قدر!

قابل صد احترام حضرات علماء کرام

معزز خواتین وحضرات

زکوٰۃ اِسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے۔ اِس وقت مجھے صرف زکوٰۃ کی برکات کے حوالے سے چند گزارشات گوش گزر کرنی ہیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے کی پہلی برکت تو یہ ہے کہ اِس کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا کرنے والے کا مال پاک صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خود لفظ زکوٰۃ سے اس کا مفہوم واضح ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔ خذ من اموالھم صدقۃً و تطھرھم و تزکیھم بھا آپ اِن کے مالوں میں سے زکوٰۃ اور صدقات وصول فرما کر اِن کی باتوں اور ان کے مالوں کو پاک اور صاف کریں۔ تو زکوٰۃ کی برکات میں سے پہلی برکت یہ ہے کہ مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اور معلوم ہو کہ جب تک مال طیب اور پاک نہ ہو۔ اُس وقت تک کوئی عمل بارگاہ خداوندی میں مقبول ومنظور نہیں ہوتا۔ اِن اللہ طیبٌ لا یقبل الا الطیبُ۔ ''اللہ کی ذات طیب ہے۔ اور وہ طیب ہی کو قبول فرماتا ہے۔

زکوٰۃ کی برکات میں سے دوسری اہم اور بڑی برکت یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں اضافہ اور برکت پیدا ہوتی ہے۔ یا مال زکوٰۃ ادا کرنے سے بڑھتا۔ جیسا کہ امام کائنات ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم جس مال سے صدقہ اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اُس مال میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی''

اور دوسری ایک حدیث مبارکہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

''میں تین باتوں کی قسم کھاتا ہوں''۔ اُن میں پہلی یہ ارشاد فرمائی۔

''جس مال میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اُس مال میں کبھی کمی واقع نہیں ہوتی''۔ کمی کیسے واقع ہو۔ جب اللہ کے فرشتے دعاؤں میں مصروف ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''ہر روز دو فرشتے اِن الفاظ میں اللہ کے سامنے گڑ گڑا کر دعا مانگ رہے ہوتے ہیں''۔

ایک فرشتہ کہتا ہے۔

''اے اللہ جو بخیل اور کنجوس ہے۔ جو اپنے مال میں دوسرے کے حق کو محسوس نہیں کرتا۔ اُس پر آفت بھیج کہ اُس کا مال و دولت تباہ و برباد ہو جائے۔''

اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے۔

''اے اللہ جو تیری راہ میں خرچ کرنے والا ہے۔ دینے والا ہے۔ تو اُس کے مال کے اندر اتنی برکتیں عطا فرما۔ کہ اِدھر سے وہ دے۔ اُدھر سے غیب سے مال بھرنا شروع ہو جائے۔ اُس کو اُس کا نعم البدل عطا فرما''

تو زکوٰۃ کی برکات میں سے تیری بڑی اور اہم بات پر پوری طرح عمل کیا جا سکتا ہے

مجھ سے پہلی تقاریر میں، حقوق العباد کا بڑا تذکرہ ہوا۔

چیف ایگزیکٹیو صاحب نے بھی اِس کا تذکرہ فرمایا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ حقوق العباد کے مسئلے کی طرف اکثر ہم لوگوں کی توجہ بہت کم ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے حقوق العباد کا جو مسئلہ ہے۔ اُس پر پوری طرح عمل ہوتا ہے۔ کہ صاحب زکوٰۃ اُن لوگوں کے حقوق اُن لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جن کے حقوق اللہ نے اِن کے مال میں رکھے ہوئے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے جو طبقاتی کشمکش ہے۔ وہ بھی ختم ہوتی ہے یہ تو لڑائی ہے۔ سرمایہ داروں اور غیر سرمایہ داروں میں۔ اور ایک طبقہ نے اِس کو بہت زیادہ ہوا دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سرمایہ دار اور غیر سرمایہ دار کے درمیان جو نفرت ہے، ختم ہو جاتی ہے۔ جب سرمایہ دار غیر سرمایہ دار کا حق اپنے مال میں سے ادا کرے گا۔ تو کوئی کشمکش اور کوئی جھگڑا باقی نہ رہے گا۔ بلکہ اِس کے نتیجے میں باہمی اخوت اور بھائی چارے اور محبت کی فضا پیدا ہو گی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی برکات میں سے ایک بہت بڑی اور اہم برکت معاشرے کے اندر جو معاشی ناہمواری ہے اِس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دولت تقسیم ہوتی ہے۔ امیر غریب تک اپنا مال پہنچتا ہے۔ اور اِس طرح معاشرے میں نادار طبقہ، اپنے حقوق وصول کر کے مطمئن بھی ہوتا ہے۔ اور اُس کی روزی کا اور اُس کے نان نفقہ کا انتظام بھی ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں بالخصوص اگر حکمران چاہتے ہیں کہ غربت اور افلاس کا خاتمہ ہو جائے۔ تو ایسی مثالیں اِس ملک کے اندر موجود ہیں۔ ایسے علاقے آج بھی موجود ہیں۔ جہاں پرائیویٹ طور پر کچھ اصحاب خیر نے اپنے علاقوں میں زکوٰۃ وصول کر کے وہاں تقسیم کرنا شروع کی۔ وہاں کے اعداد و شمار اور وہاں کی حکومتیں آج بھی موجود ہیں کہ وہاں یہ حالات پیدا ہوئے۔ کہ اب اُن کے علاقے میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا۔ ہم بھی ملک کے اندر اگر نظام زکوٰۃ کی برکات سے پوری طرح مستفید ہونا چاہتے ہیں تو اُس کے لئے نظام زکوٰۃ کو فعال بنانا ہو گا۔ اور یہ جو بنکوں میں، جو اربوں اور کروڑوں کی رقم جمع ہے۔ اور اُس پر سود در

سود کا زکوٰۃ جیسے پاکیزہ مال پر ایک سلسلہ جاری ہے۔ اِسے ختم کر کے اُس رقم کو اِس قوم کے اندر مستحق افراد میں تقسیم کیا جائے۔ غربت اور افلاس کو ختم کرنے کے لئے پروگرام بنائے جائیں۔ جیسا کہ محترم وزیر صاحب نے اعلان کیا ہے۔ اس طرح کے پروگرام بن رہے ہیں۔ پھر ہمیں یہ جو ظالمانہ قسم کے ٹیکس ہیں۔ اور یہ جو سلسلہ ہے اِس سے ہماری پوری قوم ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ اِن تمام میں سے پھر کسی کی ضرورت نہ رہے گی۔

یہ چند برکات ہیں۔ نظام زکوٰۃ کی۔ جن کا میں نے تذکرہ کیا' ورنہ اگر اِس فریضہ پر کماحقہٗ ہو عمل کر لیا جائے ،تو ملک کے اندر تھوڑے ہی عرصے کے اندر کوئی بھوکا، کوئی ننگا، کوئی بے گھر اور کوئی مصیبت زدہ نہیں ملے گا۔ اللہ نے یہ نظام جاری ہی اس لئے کیا ہے۔ کہ اِس کے ذریعے سے غربت اور افلاس کا انتظام اور مداوہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ ہمیں اِس طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور زکوٰۃ کی برکات سے ہمیں پوری طرح مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہِ رب العالمین۔

نظام زکوٰۃ کی برکات وثمرات کے موضوع پر
حکیم محمود احمد سرو سہارن پوری کی تقریر

محترم وزیر مذہبی اُمور ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب

علماء کرام مشائخ عظام

میرے بھائیوں اور میری بہنوں!

سعادت جب مل رہی ہو۔ تو اُس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اور جب وہ خاص طور پر اللہ کی طرف سے مل رہی ہو تو جھولی کو ذرا زیادہ دراز کر لینا چاہیئے۔

مجھے آپ سے مخاطب ہونے کی سعادت اچانک ہی ملی ہے۔ اِس لئے میں کوئی مقالہ نہیں پڑھ رہا۔ چند گزارشات ہیں جو زبانی عرض کر رہا ہوں۔ اور اِسے میں بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ کہ سیرت کانفرنس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے حوالے سے اُن برکات اور ثمرات کا اور اِن نتائج کا ذکر آپ سے کروں۔ جو نظام زکوٰۃ کے قیام سے اُس معاشرے میں ممکن ہوا۔ جو خود محمد رسول اللہؐ نے عہد مُبارک ہے۔ اور پھر درجہ بدرجہ وہ ہوتا ہوا وہاں تک آیا۔ جہاں تک ہم نماز بھی نظام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور زکوٰۃ بھی نظام کے ساتھ دیتے تھے۔ لہٰذا پہلی بات تو یہ آپ کے سامنے عرض کروں گا۔ جتنی تقاریر آپ نے سُنی ہیں۔ اُن میں سب میں ایک بات آئی ہے۔ کہ یہ اسلام کا نظام بہت اچھا ہے۔ اور اِس کی بڑی برکات ہیں۔ لیکن اِن برکات کو حاصل کرنے کا پہلا نقطہ یہ بھی ہے کہ آپ مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ پہلا نقطہ یہ ہے کہ میں پہلے مسلمان ہوتا ہوں۔ یعنی اصلاح خویش کے بغیر کسی کی درستی کی بات کرنا اور اپنی اصلاح کے بغیر دوسروں سے اصلاح کرنے کا مطالبہ کرنا، وہ دراصل نظام ہی محض واعظی ہے۔ محض تقریر ہے۔ خطابت ہے۔ یا محض ایسی نصیحت ہے۔ جو ایک ایسا آدمی کر رہا ہو۔ جس نے بہروپ بھر رکھا ہے۔ جو اچھے مکالمے بولتا ہو اور اِس کے ذریعے انقلاب نہیں آتا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظام صلوٰۃ بھی لائے۔ اور نظام زکوٰۃ بھی لائے۔

اب مجھے حضورﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ہی چند باتیں عرض کرنی ہیں۔ تو اُس میں دو بنیادی پہلو نظر آتے ہیں۔ آدمی اپنے بصیرت اور اپنے ظرف کے مطابق ہی بات کرتا ہے۔ پہلی بنیادی بات یہ ہے کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ تم نماز پڑھو۔ وہ کہتے ہیں تم ایسی نماز پڑھو۔ جیسا میں نماز پڑھتا ہوں۔ اللہ اُن کی تعریف میں یہ کہتا ہے۔ کہ جس اللہ کی طرف یہ بلا رہے ہیں، یہ اس اللہ پر خود ایمان لے آئے۔ اور جس نظام کی یہ بات کہہ رہے ہیں، اس نظام پر خود عامل ہیں۔ یہ خود ایمان لے آئے ہیں۔ خود فرمانبردار ہو گئے ہیں۔ اور اُنہی پر حکم دیا گیا ہے۔ اوّل مسلم ہوں اور میں کہوں۔ کہ میں پہلا

فرمانبردار، میں پہلا سر جھکا دینے والا ہوں۔ تو جو نظام کو لے کر چلنے والا ہے۔ اُس میں دو خصوصیات نظر آ رہی ہیں۔ زکوٰۃ اور مالیات کے حوالے سے دیکھئے۔

لوگ جب کوئی کام شروع کرتے ہیں کوئی بھی نظام ہو۔ تو اُس نظام میں کیسے اپنے آپ کو اُس نظام سے بالاتر قرار دیتے ہیں۔ جب کام کرنے کا وقت ہوتا ہے تو کہتے ہیں تم کام کرو ہم دیکھیں گے۔ اور جب فوائد اٹھانے کا وقت ہو۔ تو کہتے ہیں۔ تم دیکھو ہم سمیٹیں گے۔ لیکن سرکار ﷺ کی حیثیت میں آپ دیکھیں کہ جب نظام زکوٰۃ قائم ہوا۔ تو مملکت کا ہر آدمی جس کی ضرورت ہے۔ وہ اِس سے اپنی ضرورت پوری کرے گا۔ وہ زکوٰۃ لے گا۔ لیکن وہ سارے ذرائع جو صدقات واجبہ ہیں یا نفلاً ہیں، وہ سارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کے آل وعیال پر ممنوع ہو گئے۔ یعنی جب مالیات آ رہی ہیں تو یہ تمہارے لئے ہیں۔ اور جب مال خرچ کرنے کا وقت تھا۔ تو سب سے پہلے آگے آپ ﷺ تھے۔ یہاں میں یہ بات یاد دلاتا چلو۔ کہ آپ تو علماء کرام ہیں۔ مگر یہاں پر میرے کچھ بہن بھائی ایسے بھی بیٹھے ہوئے ہیں' کہ جنہوں نے نعتیں سُن کر سیرت کا تصور قائم کیا۔

وہ سیرت کا تصور یہ کہ سلام اُن پر جن کے گھر میں نہ سونا تھا۔ نہ چاندی تھی' اور سلام اُن پر جن کا ٹوٹا بوریا بچھونا تھا۔ یہ ٹوٹا بچھونا بوریا اُس وقت تھا۔ جب مکہ کے سب سے مالدار تاجر نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا۔ یہ تو آپ سارے ہی جانتے ہیں۔ کہ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا شادی سے پہلے تجارت کرتے رہے۔ اور شادی کے بعد اُن کا اپنا کمایا ہوا مال بھی ہے۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا بھی مال ہے' یہ سب خرچ ہو گیا ہے۔ اور اتنا خرچ ہو گیا ہے۔ کہ طائف کے سفر کے لئے آپ کے پاس سواری نہیں ہے۔ آپ نے پیدل سفر فرمایا ہے' اور اب صورت حال یہ ہے کہ وہ وہاں سے چل کر غزوہ خندق تک آئے۔ اُس ساری قوم کا اُس ساری مِلت کا جو اُن پر ایمان لے آئی ہے۔ مالی حالت یہ ہے کہ اگر ایک صاحب یہ شکایت کرتے ہیں کہ میں دو وقت کے فاقے سے ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کُرتا مبارک اُٹھا کر اپنا پیٹ دکھاتے ہیں کہ تو نے ایک پتھر باندھ رکھا ہے اور ہم نے دو پتھر باندھ رکھے ہیں اور تم دو وقت کے فاقے سے ہو ہم چار وقت کے فاقے سے ہیں۔ یعنی غربت یہاں تھی' مگر یہ نہ تھی کہ صحابہ میں نہ تھی۔ بلکہ اُن کے ہاں بھی تھی۔ یہ سرکار کے گھر میں بھی چولہا نہیں جلتا تھا۔ اُن کے گھر بھی فاقہ ہوتا تھا۔ بات یہ نہیں تھی کہ لوگ فاقے کر رہے تھے۔ بلکہ بات یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقے کر رہے تھے اب آپ دیکھئے وہ غزوہ خندق کا جو مرحلہ ہے۔ اِس سے جب آگے بڑھتے ہیں تو پھر اب زکوٰۃ کی وصولی شروع ہو رہی ہے' زکوٰۃ آنی شروع ہو گئی ہے۔ مال آ رہا ہے اور مال خرچ ہو رہا ہے۔

نتائج کی اگر آپ صورت دیکھنا چاہئیں تو بہت اختصار کی بات کروں گا۔ بہت لمبی تقریر کا وقت بھی نہیں ہے اور اصولاً میں ایک بات کہے دونگا کہ جناب یہ نظام اپنے نتائج کو 23 سال میں مرتب کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ

اِس پر عمل کیا جائے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی، سود کی حرمت، وراثت کی تقسیم تین بنیادی چیزیں اگر عمل میں آ رہی ہوں۔ تو اُس معاشرے میں توزان ممکن ہی نہیں اور۔۔ ہو ہی نہیں سکتا اور اِس لئے غزوہ خندق سے کے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد تک آ جائے تو صدیوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ بہت مختصر سا زمانہ ہے۔ اور اس مختصر سے زمانے میں صورت حال یہ آئی کہ حضرت عمرؓ کے زمانے کی وہ بات آپ جانتے ہیں کہ مال اتنا ہو گیا کہ لوگ مدینہ میں آوازیں لگائیں۔ کہ ہے کوئی لینے والا۔ تو لینے والا کوئی نہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ تک یہ احوال

پہنچا تو صورت حال یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا اپنے اموال سے زکوٰۃ، خود آپ دے دیا کرو کہ ہمارے پاس بیت المال میں رکھنے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ آپ کاغذ پر پھیلا لیجئے گا۔ ایک اور ایک دو کی طرح سے صورت حال یہ ہے کہ زکوٰۃ کی برکات یہ ہیں۔ ثمرات یہ ہے۔ اُنہوں نے یہ حدیث مبارک اور قرآن کی آیات سے سمجھائیں۔ لیکن ہمارے ہاں صورت حال کیا ہے؟ کہ نتائج وہ نہیں نکل سکے۔ نتائج اِس لئے نہیں نکل رہے کہ جو زکوٰۃ دینے والا ہے۔ وہ زکوٰۃ پوری نہیں دے رہا اور جو زکوٰۃ دینا چاہتا ہے۔ وہ زکوٰۃ اس لئے نہیں دے رہا کہ اُسے اعتماد نہیں اُن لوگوں پر جو زکوٰۃ لے رہے ہیں۔ اِس لئے اعتماد کو بھی بحال کرنا پڑے گا۔

ورنہ صورت حال یہ ہے۔ آپ PLS میں اکاؤنٹ پر زکوٰۃ کاٹتے ہیں' اور آپ کو یہ معلوم ہے۔ لوگ وقت آنے پر اپنے اکاؤنٹ تبدیل کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک ہی دِن کے لئے اکاؤنٹ تبدیل کرتے ہیں۔ PLS سے کرنٹ میں لے جاتے ہیں پھر دوسرے دِن PLS میں اکاؤنٹ لے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے اِس پر ذرا غور کیجئے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ نظام 23 سال میں اپنی برکات اور ثمرات دِکھا دیتا ہے۔ اِس سلسلے میں عرض کروں۔ یہ مال کو میدان میں رکھتا ہے۔ مال کو گردش میں رکھتا ہے اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مال کو گردش میں رکھنے سے حق دار کو اُس کا حصہ مل جاتا ہے۔ جو آدمی زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی چاہے کہ اُس کا مال کم نہ ہو تو وہ اُس کو پھر تجوری میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ اِسے بنک میں نہیں رکھ سکتا۔ اُسے تجارت میں لگانا پڑے گا۔ تا کہ مال بڑھ سکے۔ اور وہ زکوٰۃ بھی ادا کرے۔ اور اگر وہ تجوری میں رکھتا ہے۔ تو پھر اگر 23 سال تجوری میں رکھ لے۔ تو پھر 23 سال میں مال اتنا ہو گا۔ اُس مال پر زکوٰۃ نہیں ہو گی۔ وہ سارا کا سارا ادا ہو جائے گا زکوٰۃ ہیں۔ اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ مال کی محبت اِس طرح نکلے۔ خوش دِلی کے ساتھ دے دیں' ہماری سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ زکوٰۃ کا سلسلہ صرف ادائیگی کا نہیں بلکہ تقسیم کا طریقہ بھی جو ہم نے اختیار کیا ہے وہ ہے جو اُس کے نتائج پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اور نتائج کیوں پیدا ہونے دیتا میں شہروں کی بات تو نہیں کرتا۔ اگر آپ دیہاتوں میں جا کر دیکھیں۔ قصبات میں چھوٹے شہروں میں' آپ جہاں برادریاں ہیں وہاں جا کر دیکھیں۔ کہ زکوٰۃ لینے والے کو وہ دوسرے درجے کا یا یہاں تک کے تیسرے درجے کا شہری سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص زکوٰۃ دے رہا ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی بالا درجے کی چیز ہے' اور یہ بہت بڑا احسان کر رہے ہیں۔ اور یہ اتنا احسان کر رہے ہیں کہ زکوٰۃ لینے والا اُن کے

ساتھ ایک چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتا۔ یا اُن کے سامنے کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا اور اگر کوئی کسی غریب آدمی کا بیٹا اُن کی زکوٰۃ پر پل کے بن بھی جائے۔ تو اُسے یہ طعنہ دیا جاتا ہے۔ کل ہماری زکوٰتوں پر پلتے تھے اور آج ہمارے سامنے آتے ہو۔ میں دور کی بات نہیں کرتا۔ اِس دارالحکومت کی، اِس راولپنڈی کی بات کرتا ہوں۔ کہ فلاں آج لیڈر بنا پھرتا ہے۔ کل اُس نے ہماری زکوٰتوں پر تعلیم حاصل کی۔ یہ اخبار میں چھپی ہوئی خبر ہے۔ جس کا میں نے آپ کو حوالہ دیا ہے۔ نام میں اِس لئے نہیں لے رہا ہوں۔ میرا مقصد کسی کی توہین کرنا نہیں ہے۔

ایک اصولی بات کہنی ہے۔ کہ بھائی! اگر تم نے زکوٰۃ اللہ کو دی ہے۔ تو پھر اِس سے تم شرف انسانیت کس بنیاد پر پر چھیننا چاہتے ہو۔ زکوٰۃ لے کر اگر تعلیم حاصل کر کے کسی بڑے عہدے پر پہنچ گیا ہے۔ تو کیا وہ تم سے، آنکھوں میں آنکھیں ملا کر بات نہ کرے۔ محض صورت حال کیا ہے۔ زکوٰۃ دینے والا ہے وہ اپنے آپ کو بے آبرو نہیں سمجھتا۔ یہ تو ایک عبادت ہے۔ آپ ایک جماعت کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ آپ کی امام کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی اگر مقتدی نہ ہو۔ مقتدی لازمی ہے ایسے ہی جیسے امام لازمی۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں جس طرح لازمی ہے۔ اِس طرح لازمی ہے لینے والا بھی اور وہ اس لئے لازمی ہے۔ کہ یہ دو آدمیوں کے مل کرنے کی عبادت ہے۔ ایک دے کہ عبادت کر رہا ہے اور ایک لے کر عبادت کر رہا ہے۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن حکیم میں کہی گئی ہے۔ کہ وہ اموال جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں۔ اُن میں اِن کا حق رکھ دیا ہے۔ اور میں اِس کو ایک مثال کے طور پر کہتا ہوں۔ مال سارا اللہ کا ہے۔ و مما رزقنا هم ينفقون۔ وہ اُس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے اُن کو دیا ہے۔ تو گویا ہم نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ مال ہمارا نہیں۔ مال اللہ کا ہے اور یہ ایسی بات ہے جیسا آپ نے اپنا مال بنک کے پاس رکھ دیا۔ بنک نے ایک چیک بک آپ کو دے دی۔ آپ نے چیک کاٹا اور ہمیں دے دیا اور اب ہم، جب چیک بنک میں لے کر جاتے ہیں تو کیا کسی بنک منیجر کی یہ جرأت ہے کہ نہیں جناب! میں یہ نہیں دیتا۔ اُس نے تو اُسے آنر کرنا ہے۔ چیک کو قبول کرتا ہے ادائیگی کرنی ہے۔ بات سمجھ لیجئے۔ مال، مال دار کے پاس رکھا ہے۔ مال اللہ کا ہے۔ مال دار کے پاس امانت رکھی ہے۔ اور جو ضرورت مند ہے اُسے چیک دے دیا ہے آپ اپنے ضرورت کے لئے جایئے اور یہ لے لیجئے۔

مال ہمارا (اللہ کا) ہے۔ ہم کسی کو دے کر آزما رہے ہیں اور ہم کسی کو لے کر آزما رہے ہیں اور یہ ہے وہ سارا نظام لیکن یہ نظام چلے گا تو کام بنے گا۔ ہم نے زکوٰۃ کی صورت کیا کر دی۔ 300 سو سے =/500 سو کر دی =/500 سے ہزار کر دی۔ یہ تو آپ اُس کی بات کر رہے ہیں۔ جو حکومت تقسیم کر رہی ہے۔ اور اربوں روپے کی وہ ہے جو لوگ اپنے طور پر تقسیم کر رہے ہیں۔ لیکن غربت ختم نہیں ہو رہی۔ غربت اِس لئے ختم نہیں ہو رہی کہ =/300 سو روپے ماہانہ =/500 سو روپے ماہانہ اِس سے تو ایک ہفتہ کا آٹا بھی پورا نہیں ہوتا۔

صورت حال یہ ہے اور اتنی بھیانک ہے جو آدمی پچھلے سال زکوٰۃ لے کر گیا تھا۔ کہ وہ آج پھر لینے آ گیا ہے۔

پچاس سال سے ہو رہا ہے۔ چوہدری کے پاس، میاں کے پاس، شیخ صاحب کے پاس، میر صاحب کے پاس، زمیندار کے پاس۔ وہ ہر سال اُس کو دے دیتے ہیں۔ اور وہ اُس کے گھر چلا جاتا ہے نہ دینے والا سوچتا ہے کہ یہ تو میں نے اسلام کے نظام کو برباد کر دیا۔ یہ تو غربت ختم کرنے والا نظام تھا۔ جو آج لے کر جا رہا ہے۔ وہ کل دینے کے قابل ہو لیکن صورت حال یہ ہے کہ جو آج لے کر جا رہا ہے وہ کل پھر لینے کے لئے آ جائے گا۔ جو کل لے جائے گا۔ وہ پرسوں بھی لے جائے گا۔ اس لئے کہ اُس سے یہ نتائج پیدا نہیں ہو رہے۔ جو رسولِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے نظام میں پیدا کئے۔

غزوہ خندق سے چل کر 35ھ تک یہ نوبت آ گئی تھی کہ مال دینے والے تو تھے۔ لینے والا کوئی نہ تھا۔ تو لہٰذا حضرات! جب تک صرف حکومت ہی کا کام نہیں ہے۔ میرا اور آپ کا بھی کام ہے۔ اور خاص کر علماء کرام کا کام ہے۔ خاص کر مشائخ عظام کا کام ہے۔ اِس نظام کو بطور نظام قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور یہ تینوں بنیادی اصول ہیں۔ غربت کو ختم کرنے کے۔ کہ سود مکمل ختم ہو وراثت مکمل تقسیم ہو اور زکوٰۃ پوری ادا کی جائے۔ اور اُس کی ادائیگی میں یہ جو اے شہری اور بی کلاس شہری والی بات ہے اور اِس کو ختم کرنے والی بات ہی وہ ہے کہ زکوٰۃ معاشرہ وصول کرے۔ ریاست وصول کرے حکومت وصول کرے ادارہ وصول کرے اور جس طرح اُس کو دینے والوں کی فہرست ہو۔ اِسی طرح اُس کے پاس لینے والوں کی بھی فہرست ہو کہ کل آپ کسی کو یہ نہ کہیں کہ کل ہماری زکوٰۃ پر اور ہمارے چندوں پر پل کر آج ہماری آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرتے ہو۔

یہ اس لئے کہ ہم نے زکوٰۃ کے سسٹم کو ختم کر دیا اور زکوٰۃ ایسی چیز ہو گئی۔ اور بطور احسان میں لوگوں کو دیتا ہوں۔ اور میں تو اِن کی ضرورتیں پوری کر رہا ہوں۔ حالانکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں۔ بلکہ ضرورتیں اور بڑھ رہی ہیں۔ یہ چند باتیں میں نے عرض کرنی تھیں۔ اللہ مجھے اور آپ سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربِ العالمین۔

حصہ مقالات

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں)

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہٖ و صحبہٖ ومن والاہ. امّا بعد

یتیموں کے ماویٰ و ملجا، بیواؤں کے فریاد رس، اور مساکین کے سرپرست، حامی و محافظ، ہادی عالم، سرور کائنات، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، راحت قلوب المومنین، محبوب الطالبین، سراج السالکین، محب فقراء والمساکین، محسنِ انسانیت، دعائے خلیلؑ، نوید مسیحاؑ، مہربان آقا، ممتاز سپہ سالار، رحم دل فاتح، کریم النفس جنرل، فقید المثال مبلغ، مایہ ناز منتظم، بے مثال معلم، عاقل مقنن، یگانہ روزگار فرمانروا، عقل اوّل، روح اعظم، قرآن ناطق، انسان کامل، رہنمائے کارواں انسانیت خدائے ذوالجلال کے آخری نبی اور سلسلہ قدسی کے دُرِّ شہوار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ بہترین اور کمال ترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ درستی اصلاح کے لئے ساماں ظلمت خانے کے لئے رُشد و ہدایت کا چراغ، رہنمائی کا نور، اور ہمارے لئے نجات کا ذریعہ ہے۔ ہمارے مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں بلکہ تمام انسانیت کے لئے آپ ﷺ کی حیات طیبہ باعثِ تقلید ہے۔ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے''

قرآن مجید، کتب احادیث، کتبِ مغازی و سیر، کتب تاریخ، کتب تفاسیر، کتبِ اسماء الرجال، کتب شمائل، کتب دلائل، کتب آثار و اخبار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زکوٰۃ کے بارے میں ارشادات گرامی اور معاشی اسوۂ حسنہ کی مکمل تصویر ملتی ہے۔

اسلامی نظامِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کو حضور ﷺ کی تعلیماتِ عالیہ و معاشی اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مسلمان سکالرز اور اکابرین نے اُجاگر کیا ہے۔ مثلاً دورِ قدیم کے علماء میں سے کتابِ الخراج کے مصنف امام محمد یوسف، کتابِ اموال کے مصنف ابو عبیدؒ قاسم بن سلام، المحلی کے مصنف امام ابنِ حزمؒ، ابنِ العابدینؒ ابوبکر کاسانی، ابن جوزیؒ، امام الماوردیؒ، ابنِ رشدؒ، امام ابنِ قیمؒ، محمد بن سعدؒ، احمد ابراہیمؒ اور دور جدید کے مولانا حامد انصاریؒ، سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، سیّد قطبؒ، پروفیسر خورشید احمد، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری اور طاہر رسول قادری اور اس قسم کے بے

شمارا کابرین کرام۔

مجبور ومقہور افرادِ معاشرہ کی دادرسی، بے کسوں، یتیموں، بیواؤں کی امداد اور ان کی کفالت آپ ﷺ کا شیوہ تھا

وابيض يستسقى الغمام بوجهه

ثمال اليتمىٰ عصمة الارملِ

(حضرت ابوطالب)

نبی اکرم ﷺ اس دُنیا میں محب المساکین بن کر جلوہ افروز ہوئے۔آپ ﷺ نے نادار لوگوں سے محبت اور شفقت برتی۔ان کی زکوٰۃ وصدقات سے معاشی مدد فرمائی۔نبی اکرم ﷺ نے خود اس طبقہ کے ساتھ جینا، مرنا اور یومِ قیامت اللہ کے دربار میں کھڑا ہونا پسند فرمایا۔آپ ﷺ جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو جہاں غریب صحابہؓ کا حلقہ ہوتا آپ ﷺ وہاں تشریف فرمانا پسند فرماتے۔

ازواج مطہراتؓ نے بھی حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیشہ غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھا۔حضرت زینبؓ بنت خزیمہ وہ امّ المومنین تھیں جو مساکین کو اکثر کھانا کھلاتی تھیں اور غریبوں سے ہمدردی کی بنا پر امّ المساکین (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے مشہور تھیں۔صحابہ کرامؓ بھی حضور ﷺ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔وہ بھی مساکین کی حاجت روائی کرتے۔

'دی انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' جلد دوم کو فاضل مقالہ نگار صفحہ نمبر ۱۸۰ پر لکھتا ہے:

''لارڈ بیورج وہ پہلا ماہر معاشیات تھا جس نے جنگِ عظیم دوم کے بعد برطانیہ کے لئے ایک فلاحی ریاست کا خاکہ پیش کیا''

آج یورپ کو فخر ہے کہ اس نے دنیا کو کفالت عامہ کا تصور دیا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے پہلی دفعہ دنیا کو کفالت عامہ کا تصور دی جسے آج یورپ سوشل سیکورٹی سسٹم کا نام دیتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ سے کفالت عامہ کا انتظام فرمایا۔آپ ﷺ نے زکوٰۃ کو اسلام کا بنیادی رکن قرار دیا:

بُنِيَ الإسلامَ عَلَى خَمسٍ: شَهَادَةِ اَنَّ لااِلٰهَ اِلّا الله، وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، وَ اِقَا الصَّلاةِ، وَ اِيْتَا ءِ الزَّكَاةِ، وَ حَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْ مِ رَمَضَانَ۔

(السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص ۱۸۳)

نظم معیشت کی تعریف:

نظم سے مراد ہے: انتظام، بندوبست، تنظیم، اہتمام، حکمرانی کا قاعدہ:

ع ابتر رسالہ داروں کا نظم و نسق ہوا (دبیر)

(نور اللغات، جلد چہارم، صفحہ ۹۵۰)

اسی طرح معیشت کے لغوی معنی ہیں:

زندگی، زندگانی، زیست، حیات، روزگار، روزی۔

اور معیشت سے مراد ہے:

روزگار، روزی، وجہ معاش، وہ چیزیں جن سے زندگی گزاریں۔

ع یاں فکر معیشت ہے وہاں دغدغہ ء حشر
آسودگی حرفیست یہاں ہے نہ وہاں ہے

(سودا)

(مہذب اللغات جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۲۶۶)

کفالت عامہ کی تعریف

کفالت کے معنی ہیں: ضمانت، ذمہ داری، بار اٹھانا۔:

اگر ہو جائے گی تیری کفالت
تو میرے واسطے ہو گی کفایت

(صریر)

(مہذب اللغات، جلد نہم، صفحہ نمبر ۴۳۸)

کفالت سے مراد ہے:

اپنے ذمے کوئی بار یا کام لینا، ذمہ داری، کفیل ہونا، نان نفقہ، خرچ وغیرہ کا

(اردو لغات ''تاریخی احوال پر'' جلد پانزدہم، صفحہ نمبر ۱۸۔ نیز ملاحظہ ہو نور اللغات جلد چہارم صفحہ نمبر ۱۲۰)

جامع اللغات جلد دوم، صفحہ نمبر ۱۵۳۱)

عامہ سے مراد ہے:

سب لوگوں سے منسوب، مشہور، عام، کُل، سب

(فیروز اللغات، اردو جامع، صفحہ نمبر ۸۸۹)

اسلامی نظمِ معیشت، کفالت عامہ اور زکوٰۃ قرآن حکیم کی روشنی میں:

زکوٰۃ ۸ ہجری میں فرض ہوئی۔ محرم ۹ ہجری میں زکوٰۃ کے تمام قوانین نافذ ہوئے۔

علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں:

''بایں ہمہ ۸ھ تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد اس کی فرضیت ہوئی تو اس کے مصارف بیان کئے گئے اور آنحضرت ﷺ نے تمام ممالک مقبوضہ میں زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لئے (محرم ۹ھ

میں محصلین مقرر کئے'' (سیرت النبی ﷺ 'جلد دوم' صفحات ۷۵۔۷۶)

زکوٰۃ کی تمدنی مصلحتیں بہت زیادہ ہیں۔ یہ ایک ایسا اجتماعی سوشل سیکورٹی کا نظام ہے جس کے ذریعے معاشرے کے نادار اور مفلوک الحال لوگوں کی کفالت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ افلاس اور ناداری کا تسلی بخش حل ہے یہ ٹیکس نہیں بلکہ خالص عبادت ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی پھلنے، پھولنے اور طہارت و برکات کے ہیں۔ شریعت میں اس سے مراد مخصوص شرائط کے ساتھ کسی مستحق آدمی کو اپنے مال کے ایک معین حصہ کا مالک بنانا ہے۔ الجزیری نے الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں اسے تملیکِ مال کہا ہے۔

زکوٰۃ ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن ہے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ زکوٰۃ سابقہ امتوں میں بھی رائج تھی۔ زکوٰۃ کے احکام تورات اور انجیل میں بھی موجود ہیں لیکن ان میں مدت مقرر نہیں تھی جیسے اسلام میں ایک سال کی مدت مقرر ہے۔

زکوٰۃ ہر آزاد، بالغ اور عاقل مسلمان پر فرض ہے۔ نصاب مال کی وہ خاص مقدار ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی۔

زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہے:

۱۔ سائمی جانور یعنی وہ جانور جو تجارت کے لئے رکھے جائیں۔

۲۔ سونے 'چاندی پر

۳۔ ہر قسم کے تجارتی مال پر

۴۔ کھیتی اور پیداوار پر (اسے عُشر کہتے ہیں)

چاندی، سونے اور تجارتی اموال پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

نصابِ زکوٰۃ ملاحظہ ہو:

چاندی: ساڑھے ۵۲ تولے (بعض کے نزدیک ۳۶ تولے ساڑھے پانچ ماشے)

سونا : ساڑھے ۷ تولے (بعض کے نزدیک ۵ تولے اڑھائی ماشے)

زکوٰۃ رقم میں بھی دی جاسکتی ہے اور سونے اور چاندی میں بھی۔ خربوزے، تربوز وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں پانچ اونٹوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کے لئے ایک بکری زکوٰۃ ہے یا پچیس اونٹوں میں سے ایک اونٹنی، جس کا دوسرا برس شروع ہو چکا ہو۔ تیس گائے بھینسوں میں سے ایک گائے یا بھینس کا بچہ جو ایک برس کا ہو، زکوٰۃ میں دیا جائے گا۔ پہاڑ اور جنگل کی پیداوار میں بھی عُشر ہے۔

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ والعٰملين عليها و المولفة قلوبهم و فى الرقاب و الغارمين و فى سبيل الله و ابن السبيل فريضة من الله و الله عليم حكيم٥

ترجمہ: ''یہ صدقات دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، نیز ان لوگوں کے لئے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں''

یہاں صدقات سے مراد زکوٰۃ ہے۔ لفظ فقیر ہر حاجت مند کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''مساکین وہ ہیں جو تنگ دست ہوں''

ابن کثیر تحریر کرتے ہیں کہ:

''ایک شخص نے زمانہ نبوت میں ایک باغ خریدا۔ قدرت خدا سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا۔ اس سے وہ بہت قرض دار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں جو ملے لے لو۔ اس کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں'' (مسلم)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحات ۳۹۳۔۳۹۶)

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں بیس مقامات پر نماز کے

ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔اور بہت جگہ الگ بھی زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں اجر عظیم کی بشارت ہے۔ادا نہ کرنے کی صورت میں سخت عذاب کی وعید ہے۔سورۃ النساء کی آیت ۱۶۲'الاعرف کی آیت ۱۵۶ اور آل عمران کی آیت ۱۸۰ میں اس کا ذکر ہے۔سورۃ توبہ کی آیات ۳۴۔۳۵ ملاحظہ ہوں:

والذین یکنزون ا لذهب و الفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله

فبشرهم بعذا ب الیم (۳۴)

یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکویٰ بها جبا ههم و ظهورهم

هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (۳۵)

ترجمہ: اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے نبی! آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔جس دن سونا چاندی دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا'پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی سونا اور چاندی جسے تم نے جمع کر رکھا تھا۔سو اب تم اس چیز کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے رہے ہو۔"

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وفی اموالهم حق للسائل و المحروم

"اور ان لوگوں کے مال میں سائل اور محروم لوگوں کا ایک مقرر حصہ ہے۔" (سورۃ الذاریات:۱۹)

ارشادِ ربانی ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزکیهم بها

"ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے لو تا کہ اس تو انہیں پاک وصاف کرے"(سورۃ توبہ:۱۰۳)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من اتاه اللـه مالاً فلم یود زکاته ، مثل ماله یوم القیامة شجاعاً افرع لـه زبیبتان یطوقه یوم القیامة ، ثم یاخذ بلهزمتیه(یعنی شد فیه) ثم یقول:انا مالک ، انا کنزک۔

ترجمہ:۔"جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا۔وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو اپنے منہ میں لے لے گا یعنی اسے کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں"

(بخاری شریف' کتاب الزکوٰۃ' جلد ا' صفحہ ۱۸۸)

ترمذی شریف میں آتا ہے کہ:۔

حضور ﷺ نے دو عورتوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے۔ وہ زکوٰۃ نہیں دیتی تھیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ اس بدلے میں تمہیں آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟

انہوں نے عرض کیا: نہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی زکوٰۃ دیا کرو۔''

صحیح بخاری میں آیا ہے کہ حضور زکوٰۃ نہ دینے والوں کی شفاعت سے انکار کر دیں گے۔

''زکوٰۃ اجتماعی ٹیکس یا اجتماعی فریضہ ہے جو غریب مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی اجتماعی کفالت کا ذریعہ ہے۔''

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (شاہ ولی اللہؒ: حجۃ اللہ البالغہ اور مفتی اعظم محمد شفیعؒ: اسلام میں تقسیم دولت کا اصول نیز ابوالاعلیٰ مودودیؒ: اسلام اور جدید معاشی نظریات)

سید قطب شہیدؒ نے 'اسلام کا عدل اجتماعی' میں صحیح فرمایا ہے کہ جدید اسلامی ریاست میں زکوٰۃ افلاس اور ناداری کا تشفی بخش حل ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ زکوٰۃ جمع کرے اور اسے مستحقین میں بطرزِ احسن تقسیم کرے۔ حاکم وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ ہر قسم کے مال پر زکوٰۃ لے۔ اگر حاکم وقت ظالم اور غیر مسلم ہے یا زکوٰۃ صحیح طور پر مستحقین میں صرف نہیں کرتا تو لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خود مستحقین میں زکوٰۃ تقسیم کریں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

الزکوٰۃ قنطرۃ الاسلام

''زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے''

آنحضرت ﷺ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

''جو قوم زکوٰۃ نہیں نکالتی اللہ اسے قحط سالی میں مبتلا کر دیتے ہیں''

(جمع الفوائد' جلد ا' کتاب الزکوٰۃ' صفحہ ۱۴۳)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جو شخص مر جائے اور اس کے ذمے قرض ہو اور وہ اسے ادا کرنے کے قابل نہ مال نہ چھوڑے تو اس کا ادا کرنا میرے ذمے ہے اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

''جو شخص قرض چھوڑے یا ایسے پسماندگان چھوڑ جائے جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو وہ میرے

اس آئیں میں ان کا سرپرست ہوں''

ایک اور روایت میں ہے:

''جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اور جو ذمہ داریاں چھوڑ جائے تو وہ ہمارے (یعنی حکومت کے ذمے) ہے۔'' (بخاری ومسلم)

جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا میں وارث ہوں۔ اس کی طرف سے دیت ادا کروں گا اور اس کی میراث لوں گا۔'' (ابوداؤد)

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

انا ولی من لا ولی له

''میں ہر اُس شخص کا ولی ہوں جس کا دُنیا میں کوئی ولی نہیں''

بقول الطاف حسین حالی:

وہ دُنیا میں رحمۃ لقب پانے والا
مُرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غریبوں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
تیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی:

''اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ایک اہم فرض زکوٰۃ کی تنظیم ہے اور اس کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے حدود کے اندر تمام ان لوگوں کی کفیل بنے جو مدد کے محتاج ہوں اور وسائل رزق سے محروم رہ گئے ہوں'' (اسلام ریاست، صفحہ نمبر ۳۹۳)

حدیث شریف میں آتا ہے:

''کسی بستی میں کوئی شخص صبح اس حال میں اُٹھے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ پر اس بستی کی بقاو تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہ جاتی'' (مسند احمد بن حنبلؒ نشر کردہ احمد محمد شاکر، حدیث نمبر ۴۸۸)

''حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زادِ راہ ہو وہ اُسے دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس طرح مختلف انواع کے مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کو اپنے فاضل مال پر حق نہیں''

(مسلم، بوداؤد و نقلہ ابنِ حزم: المحلی، جلد ۶، صفحات ۱۵۷۔۱۵۸)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو مہمان بنا کر شامل کرے اور اگر چار کا ہو تو پانچویں یا چھٹے کو'' (متفق علیہ)۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُو مومنین کو ان کے آپس میں محبت و شفقت اور انس و مودت، لطف و کرم میں ایک جسد کی مانند دیکھے گا، جس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو جسم کا ایک ایک عضو بیداری اور بخار میں شریک ہوتا ہے''

نبی اکرم ﷺ نے ایک اشعری قبیلہ والوں کی اس وجہ سے تعریف کی کہ جب کبھی سفر و حضر میں ان کے ہاں غلہ کی کمی ہو جاتی تو وہ اپنا غلہ ایک کپڑے میں جمع کر دیتے اور پھر برابر تقسیم کر لیتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں اُن میں سے ہوں'' ہ (بخاری و مسلم، بحوالہ المحلی، جلد ۶، صفحہ ۱۵۸)

اسلامی نظمِ معیشت میں زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب کوئی اپنی زکوٰۃ حاضر کرتا تو حضور اکرم ﷺ اسے دُعا دیتے کبھی فرماتے: اللھم بارک فیہ و فی ابلہ (اے خدایا! اسے اور اس کے اونٹوں میں برکت دے) کبھی فرماتے: اللھم صل علیہ (خدایا! اس پر تیری صلوٰۃ ہو) زکوٰۃ میں اچھا مال چھانٹ کر نہ لیتے، صرف درمیانی درجہ کی چیزیں لینے کا حکم دیتے تھے۔

(بحوالہ امام ابن قیم، زاد المعاد، صفحہ نمبر ۱۹۹)

زکوٰۃ تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ابدا بمن تعول

۔''اس سے شروع کرو جس کا نان ونفقہ تمہارے ذمہ ہو'' (صحاح ستہ، کتاب النفقات)

نبی اکرم ﷺ نے صدقات اور زکوٰۃ کے ذریعے سے خاندان کی کفالت کا انتظام فرمایا۔

نبی اکرم ﷺ نے مواخاۃ کے نظام کے ذریعے کفالت کا ایک عمدہ نظام قائم فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے لئے ایک دستاویز لکھوائی جس میں تحریر تھا کہ انصار اور مہاجرین ایک دوسرے کا خون بہا ادا کریں گے اور اگر کوئی قیدی ہو جائے تو اس کا فدیہ ادا کریں گے۔ (امام زیلعی' نصب الرایہ' ج ۴' کتاب المعاقل)

نبی اکرم ﷺ کے دور مبارکہ سے عمر بن عبدالعزیزؒ اور خلفائے عباسیہ میں ہر ایک کے زمانے میں بیت المال سے مقروضوں کے قرضے ادا کیے جاتے۔ یہ بھی کفالت عامہ کی عمدہ مثالیں ہیں۔

۹ ھ میں آپ ﷺ حضرت معاذ بن جبلؓ کو دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں یمن بھیجتے ہیں تو انہیں مذہبی فرائض کی ترتیب یوں سکھاتے ہیں۔

''اہل یمن کو پہلے توحید و رسالت محمد پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ پھر جب وہ یہ جان لیں تو انہیں نماز کا حکم دیں اور جب وہ نماز پڑھنا شروع کر دیں تو انہیں بتایئے کہ اللہ ان کے اموال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے غرباء کو دی جائے گی۔ (بخاری' جلد ۲' ص ۱۰۶۹)

ہجرت حبشہ کے موقع پر حضرت جعفر طیار نجاشی کے پاس پہنچے تو ایک سوال کے جواب میں آپؓ نے فرمایا۔ ''وہ پیغمبر علیہ السلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم نماز پڑھیں' روزے رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں''

(مسند امام احمد بن حنبل' ج ۱' صفحہ ۲۰۲)

حضور اکرم ﷺ مقروض لوگوں کے قرض ادا فرماتے' بے سہارا اور اپاہجوں کی معاشی کفالت فرماتے' غریب مریضوں کا علاج کرواتے' غریب لوگوں کی شادیوں کا خرچ ادا فرماتے۔ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے کہ جو لوگ بھوکے اور برہنہ پایا برہنہ تن ہیں انہیں کھانا کھلایا جائے اور کپڑا پہنایا جائے' چاہے کہیں سے قرضہ حاصل کر کے ہی ادائیگی کی جائے۔

مولانا الحاج ابراہیم بناری نے ایک دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے: ''ایک دفعہ ایک ماں نے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے اپنا کرتا لائے۔ اس لڑکے نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس وقت تو کچھ نہیں' پھر کسی وقت آنا'' اس پر اس لڑکے نے آپ ﷺ کا کرتا پکڑ کر عرض کیا: اے اللہ کریم کے رسول کرم ﷺ: آپ نے تو کرتا پہن رکھا ہے' مجھے نہیں دے رہے' آپ ﷺ نے اپنا کرتا اتار کر اس لڑکے کو دے دیا۔''

بقول پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: اس چھوٹے سے واقعہ سے ہمیں چار معاشی تعلیمات ملتی ہیں:

۱۔ اس عورت کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ بطور رئیس دولت اسلامیہ کفالت عامہ کے ذمے دار تھے۔

۲۔ اس لڑکے نے حضور ﷺ کا کرتا پکڑا' وہ جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ننگوں کو کپڑا پہنائیں۔

۳۔ حضور ﷺ نے اپنا کرتا اتار کر یہ ثابت کر دیا کہ بے کسوں اور بے نواؤں کو کپڑا پہنانا آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے۔

۴۔ یہ واقعہ قیامت تک آنے والے ان حکمرانوں کے لئے سبق ہے جو اسلامی ریاست کے سربراہ ہیں کہ وہ خود تو اپنی ضرورتیں پوری کریں اور رعایا محتاج، بے کس اور برہنہ تن خالی پیٹ ہو۔

(نبی کریم کی معاشی زندگی، صفحہ نمبر ۳۰۹)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ـــ

''میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ لہٰذا جو شخص ترکہ میں مال چھوڑے وہ اس کے اقارب کا حق ہے اور جو شخص عاجز، درماندہ، قرابت دار اور ناتواں بچوں کو چھوڑے ان کے لئے مجھے بلا لو۔''

(ابو عبید، کتاب الاموال، صفحہ نمبر ۲۰۲)

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ شروع دن میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور دھاری دار کھالیں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ لوگ قبیلہ حضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے فقر و فاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ پریشانی کی حالت میں آپ
ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبے میں آپ ﷺ نے سورۃ النساء کی ابتدائی اور سورۃ الحشر کی ایک آیت پڑھ کر صحابہ کرامؓ کو اپنے غریب، مفلس اور ضرورت مند بھائیوں پر صدقے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی چاہے اس کے پاس ایک ہی دینار ہو، ایک ہی درہم ہو، ایک ہی کپڑا ہو یا ایک ہی صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور کا ہو، اس میں سے صدقہ کر دے حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ایک کھجور ہے تو اس کے ٹکڑے سے اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ آپ ﷺ کا فرمانا تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنے اپنے گھروں کو دوڑے اور ڈھڑا ڈھڑ حسبِ توفیق چیزیں لائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ (صحابہ کرامؓ کے اس جذبہ ہمدردی کی وجہ سے) تھوڑی دیر میں کپڑوں اور کھانے کے دو ڈھیر لگ گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ جذبہ دیکھا تو حضور اکرم ﷺ کا چہرہ خوشی سے یوں کِھل اُٹھا کہ گویا وہ چمکتا ہوا سونے کا ایک ٹکڑا ہے۔

(بحوالہ مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ)

حضور اکرم ﷺ کا عام معمول تھا کہ اگر کوئی پیسہ آیا اور رات تک خرچ نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ضرورت مند اور مستحق کو دیا جاسکا تو رات کو خانہ اقدس پر تشریف نہ لے جاتے۔ ایک رات کچھ چاندی صدقے کی بچ گئی تو ساری رات

حضور بے چین رہے اور نیند نہ آئی۔ حضور ﷺ ضرورت مندوں کے قرضے اتارتے اور اس طرح انہیں خود بھی اوروں سے قرض لینا پڑتا۔ حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی حضور ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بطور رہن رکھی ہوئی تھی)

حضور اکرم ﷺ کا نظم معیشت اور نظام کفالت عامہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اُس کا دین نہیں جس نے نماز قائم نہیں کی اور اُس کی نماز نہیں جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی۔''

حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کی بدولت اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کو بڑی اہمیت دی گئی۔

آپ ﷺ نے معاشرے کی بنیاد اخوت' مروّت' مودّت' خیر خواہی اور خیر سگالی پر رکھی۔ خلفائے راشدینؓ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں کفالت عامہ کا ایک فقید المثال نظام قائم کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے عاقلہ کے نظام کے ذریعے مظلوموں اور حق داروں کی کفالت کی جسے آج ہم انشورنس کا نام دیتے ہیں۔ انشورنس کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً بیمہ زندگی، سمندری بیمہ' ضمانت کا بیمہ' چوری کا بیمہ' املاک اور جائیداد کا بیمہ' صحت کا بیمہ' فضائی بیمہ' قرض کا بیمہ' بڑھاپے کا بیمہ' اعضاء کا بیمہ' دستاویزات کا بیمہ' انفرادی گروپ انشورنس' اجتماعی انشورنس' تبادلی انشورنس وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہی انشورنس کے بانی ہیں' مسلمانان اندلس نے تجارتی تحفظ اور ارتقاء کے لئے بحری یا تجارتی بیمہ کا نظام شروع کیا تھا۔

(بحوالہ چوہدری محمد بلال' بیمہ اور اسلام' صفحات ۷۔۸)

۱۶۶۸ء میں جہاز بیمہ کمپنی کی ابتداء پیرس ہوئی۔ انگلستان میں یہ نظام ۱۷۲۰ء میں رائج ہوا۔ جرمنی میں یہ نظام ۱۷۶۵ء میں رائج ہوا۔ حادثات کے بیمہ کا رواج ۱۸۴۵ء اور ذمہ داریوں کے بیمہ کا رواج ۱۷۷۶ء میں شروع ہوا۔ دراصل یہ نظام مذموم سرمایہ دارانہ نظام کی کوکھ سے پیدا ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں لوگ زکوٰۃ کا مال لئے پھرتے تھے لیکن انہیں وصول کرنے والا کوئی بھی نہ ہوتا تھا۔ بقول یحیٰی بن سعید: ''مجھے امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے افریقہ میں صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا میں نے صدقات اکٹھے کئے اور ایسے افراد کی تلاش کی جنہیں صدقات تقسیم کرسکوں لیکن ایسا شخص نہ ملا جو صدقہ وصول کرے۔''

(بحوالہ: ابن عبدالحکیم' سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۶۹)

جہاں تک اسلام کے نظام کفالت عامہ کا تعلق ہے اس میں تمام شہریوں کی چاہے وہ مسلم ہوں یا کافر سماجی و

معاشی حاجات کی کفالت کی جاتی ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایسے اشخاص کی مالی امداد فرماتے جو غریب ہوں تا کہ وہ شادی کرنے کے قابل ہوسکیں (ابوعبید' کتاب الاموال' ص ۲۵۱)

اسلام نجی شعبہ میں خاندان' قبیلہ' برادری' وصی' ولی اور امین کے ذریعے معاشی کفالت کا اہتمام کرتا ہے۔مرد اپنے والدین اور بیوی بچوں کے معاشی کفیل ہیں۔اسلامی نظام معاشی تحفظ میں ''وصایا'' کا نظام پیش کرتا ہے۔وصی کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی منشاء کے مطابق کام کرتا ہے۔مثلاً اس کے قرضوں کی ادائیگی وغیرہ۔(علامہ مرغینانی' کتاب الھدایہ' باب الوصایا' ص ۶۷۹)

اسی طرح ولی یتیم کے بچوں کا کفیل اور سرپرست ہوتا ہے۔اسلام امانت اور امین کا تصور دیتا ہے۔امین امانت شدہ مال کو محفوظ رکھتا ہے۔اسلام کے نجی شعبے میں کفالت عامہ کے ذرائع صدقات نافلہ' قرض حسنہ' ہبہ' عاریت' وصیت' اوقاف' کفارات' میراث' النفقات اور صدقہ فطر وغیرہ ہیں۔اسلام کے کفالت عامہ کے نظام میں صدقات نافلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ان صدقات سے غریبوں کی مدد ہوتی ہے۔

قرض حسنہ سے نظام کفالت عامہ میں غریبوں کی حاجت روائی ہوتی ہے۔نبی اکرم ﷺ مسلمانوں اور اہل کتاب سے بھی قرض حسنہ کا لین دین فرمایا کرتے تھے۔ہدیہ بھی اسلام کے نظام کفالت عامہ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ہدیہ غرباء کی رفاہیت کا موجب بنتا ہے۔حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''تہادوا تحابوا'' (مشکوٰۃ' جلد ۱' صفحہ ۶۶)

عاریت کے معنیٰ ادھار برتنے کی چیزیں عاریۃً لوگوں کو دینے کے ہیں۔اس سے ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔جہاں تک وصیت کا تعلق ہے حضور اکرم ﷺ نے ۱/۳ حصہ جائیداد وصیت کرنے کا حکم فرمایا:

''وصیت تہائی کی وصیت جاری کرو اور ایک تہائی بہت زیادہ ہے''،

(جامع ترمذی' باب ماجاء فی الوصیة بالثلث' حدیث نمبر ۱)

اسلام کے نظام کفالت عامہ میں ''امانت'' بھی بہت اہم ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''الامانۃ غنی'' (بیہقی فی شعب الایمان) امانت ایک قسم کی مالی رفاہیت ہے۔

اوقاف کے ادارے سے بھی غریب عوام کی معاشی کفالت ہوتی ہے۔اولاد کے لئے وقف، وقف اہلی کہلاتا ہے۔عام غرباء' مساکین اور یتیموں کے لئے جو وقف ہے، اسے وقف خیری کہا جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے وقف کو صدقہ جاریہ قرار دیا ہے۔

بعض گناہ ایسے ہیں جن کی توبہ کے لئے اسلام مالی کفارات کا تصور دیتا ہے۔اس طرح غرباء' مساکین اور مفلوک الحال لوگوں کی معاشی کفالت ہوتی ہے۔کفارات کا ذکر سورۃ المائدۃ کی آیات ۸۹'۹۵ اور سورۃ المجادلہ کی آیات ۳

اور ۴ میں کیا گیا ہے۔ اسلام کے نظام کفالت عامہ میں میراث کی تقسیم بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''تمہارا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑنا' اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ ان کو ایسا محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتے پھریں۔''

(مشکوٰۃ المصابیح' جلد دوم' صفحہ ۵۶۷)

اس کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ فطر سے بھی لوگوں کی معاشی کفالت ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کے علاوہ بھی اسلامی ریاست میں کفالت عامہ خمس' ضرائب اور اموال فاضلہ سے کی جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور مبارکہ میں، اسلامی ریاست کے ذرائع میں ان کو شامل فرمایا۔ مالِ غنیمت کا ۱/۵ حصہ اور معدنیات سے حاصل شدہ سونے اور چاندی وغیرہ کا ۱/۵ حصہ اسلام کے نظام مالیات کے ذرائع آمدن ہیں۔ زمانہ جنگ' قحط' آسمانی آفات وغیرہ کی وجہ سے بے روزگاری' وبا وغیرہ اگر اسلامی ریاست میں ہو تو کفالت عامہ کے لئے زکوٰۃ اور صدقات کی رقم سے کفالت ہوتی ہے۔ ان مخصوص حالات اسلامی ریاست امیر لوگوں پر عوامی بہبود ٹیکس (ضرائب) عائد کرسکتی ہے۔ ان حالات میں علامہ ابن حزم کے خیال کے مطابق حاکم وقت ضرائب نافذ کرسکتا ہے۔ (المحلی' جلد ۶' صفحہ ۱۵۶)

حضور اکرم ﷺ کے نظمِ کفالت میں تعلیم بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے حضور ﷺ کے حکم سے عبرانی زبان سیکھی۔ (محمد بن سعد' الطبقات الکبریٰ' الجزء الثانی' ص ۳۹۳) علاوہ ازیں جنگِ بدر کے موقع پر قیدیوں کو حضور ﷺ کا حکم ہوا کہ وہ مدینہ منورہ کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں۔ (ابن عبدالبر' الاستعیاب' الجزء الاوّل' ص ۲۲۲) نبی اکرم ﷺ نے طالبعلموں کی بھی کفالت فرمائی۔ اس کی ایک مثال اصحابِ صفہؓ کی کفالت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی کفالت عامہ کی کئی مثالیں سیرت کی کتب میں محفوظ ہیں مثلاً ایک دن رسول اکرم ﷺ بازار سے گزر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کی ایک اندھی عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی ہے۔ بازار والے ہنسنے لگے۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو اٹھایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر تک پہنچایا۔ پھر روز اس کے گھر پکا ہوا کھانا لے کر جاتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک دن ایک بچے کو دیکھا جو سردی سے کانپتا ہوا جا رہا تھا اور کوئی گرم کپڑا اس کے پاس نہیں تھا

آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور حال پوچھا۔ بچے نے کہا: میں ایک یتیم غلام ہوں اور میرا آقا مجھ پر بہت ظلم کرتا ہے۔ آپ ﷺ یہ سُن کر رونے لگے او بچے کو تسلی دی۔ دوسرے دن آپ ﷺ نے دیکھا وہی بچہ بہت بھاری بوجھ اٹھا کر جا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا سامان اٹھا کر کندھے پر رکھ لیا اور جہاں اس کو جانا تھا وہاں تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا: ''اے بچے محمد کو ہمیشہ اپنی تکلیف میں یاد کرلیا کرو''۔ مکہ والے روزانہ دیکھتے کہ رسول اللہ بازار میں جا رہے ہیں اور ان کے دونوں کندھوں

پر بوجھ رکھا ہوا ہے۔ یہ ان کمزور اور محتاجوں کا سامان ہوتا' جو خود بازار جا کر اپنی چیزیں نہیں خرید سکتی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ضرورت کا سامان خرید کر ان کے گھروں میں پہنچا دیتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ میں صاحب اختیار نہ تھے اس لئے کفالت عامہ کا نظام وہاں قائم نہ ہو سکا۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو نظام کفالت عامہ نافذ فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مسلمانوں کا بدتر گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے'' (ترغیب' جلد دوم' صفحہ ۱۳۲)

رسول اللہ ﷺ نے بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والے کو مجاہد سے تشبیہ دی:

الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاھد فی سبیل الله.

(السید احمد الہاشمی' مختار الاحادیث النبویه و الحکم المحمدیة' صفحہ ۲۲۶)

حضور اکرم ﷺ نے بیوگان کو دوبارہ نکاح کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تا کہ نادار بیوگان کی کفالت ہو سکے۔

ایک دفعہ اسامہ بن زیدؓ، حضور اکرم ﷺ کے درِ دولت پر بیٹھے تھے۔ امّ المومنین حضرت عائشہؓ بھی تشریف رکھتی تھیں۔ حضور ﷺ، حضرت اسامہؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''اگر یہ بیٹی ہوتی تو میں ان کو خوب زیور پہناتا اور بناؤ سنگھار کرتا تا کہ ان کا چرچا ہوتا اور ہر جگہ سے پیام آتے''۔ طبقات' جلد چہارم' ص ۴۳) اس واقعہ سے آپ ﷺ کی کمال محبت کا اندازہ ہوتا ہے جس کا اظہار آپ ﷺ نے ایک غلام بچے سے فرمایا۔ اس سے بھی غلاموں کی کفالت کی ایک روشن مثال ملتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے''

(مشکوٰۃ' کتاب الآداب' باب الشفقة و الرحمة علی المخلوق' جلد دوم' ص ۶۱۳)

بقول مولانا حالی:

ع

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا ہے
خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا' آپ ﷺ فرماتے تھے: جس

بندے نے کسی مسلم کو کپڑا پہنایا وہ یقیناً اُس وقت تک اللہ کے حفظ وامان میں رہے گا جب تک اُس کے جسم پر اس کپڑے میں کچھ بھی رہے۔(مسند احمد' جامع ترمذی' بحوالہ مولانا محمد منظور نعمانی' معارف الحدیث' جلد سوم' صفحات ۴۷-۴۷)

الغرض بقول پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا معاشی معاشرہ تجویز فرمایا جو مزاحمتوں کا علاج مہیا کرتا ہے اور تمام افراد کے لئے معاشی سہولتوں کی راہ کھولتا ہے''

(انسان کامل' ص ۶۵۹)

حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدینؓ کا نظامِ کفالت عامہ:

خلفائے راشدینؓ نے زکوۃ کے ذریعے کفالت عامہ کا وہ نظام چلایا جس کی بنیاد حضور اکرم ﷺ نے رکھی تھی۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں بعض عرب قبائل نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا تو آپؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا۔ آپؓ نے فرمایا تھا:

''اللہ کی قسم! جس کسی نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا میں اسے قتل کر دوں گا۔''

حضرت عمرؓ نے بیت المال سے دودھ چھڑائے بچوں' بوڑھوں اور بیماروں کے وظائف مقرر فرمائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اساتذہ کا تقرر کیا جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور انہیں سرکاری خزانے سے وظیفہ ملتا تھا۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسلمان دیہاتیوں کے لئے اساتذہ اور ان کی تنخواہ مقرر کی۔

(ابو عبید قاسم بن سلام' کتاب الاموال' ص ۲۶۲)

اس بات پر صحابہؓ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا' ننگا یا ضروریاتِ رہائش سے محروم ہے تو مال دار کے خاص مال میں سے اس کفالت کرنا فرض ہے

(علامہ ابن حزم' المحلی' ج ۶' ص ۱۵۸)

مولانا حفظ الرحمٰن کے مطابق دیگر علماء کا بھی یہی نظریہ ہے

(اسلام کا اقتصادی نظام' ص ۴۶)

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی کفالت کا بھی بندوبست کیا جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فقراء اور مساکین میں غیر مسلموں (ذمیوں) کو بھی شامل کر لیا تھا۔ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے مطابق زکوۃ و عشر کے علاوہ تمام صدقات غیر واجبہ و نافلہ وغیرہ ذمی فقراء کو دیئے جا سکتے ہیں اور حربی مستامن کی مدد بھی صدقات نافلہ سے کی جا سکتی ہے

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کو فتح کیا تو اہل حیرہ کو جو معاہدہ لکھ کر دیا وہ کفالت عامہ میں مسلم اور غیر مسلم کی مساوات کی ایک اہم دستاویز ہے:

''اور میں طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں کوئی ضعف پیری کی وجہ سے ناکارہ ہو جائے یا آفات سماوی وارضی سے کسی آفت میں مبتلاء ہو جائے یا ان میں کوئی مال دار محتاج ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں تو ایسے تمام اشخاص کا جزیہ معاف ہے اور بیت المال ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ہے جب تک وہ دارالاسلام میں مقیم ہیں۔''

تاریخ اسلام میں کفالت عامہ کی ہمیں بے شمار اور مثالیں بھی ملتی ہیں مثلاً

حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسافروں کے لئے مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستہ پر مسافر خانے تعمیر کروائے تھے۔

(بلاذری، فتوح البلدان، ص ۵۳)

ایک دفعہ ایک بوڑھا یہودی بھیک مانگ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا جزیہ معاف کر دیا اور بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری کر دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ سرائیں تعمیر کرائیں جس میں بچوں اور مسافروں کو خوراک اور رہائش کی سہولتیں حاصل ہوں۔

(ابن اثیر، الکامل، الجزء السادس، ص ۲۲)

خلفائے راشدینؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں نومولود بچوں کو وظائف دیئے جاتے تھے تاکہ وہ اپنے والدین پر بوجھ نہ بنیں۔ شروع میں اس وظیفہ کی مالیت ۱۰۰ درہم تھی جو بعد میں بڑھا کر زیادہ کر دی گئی۔

(ابو عبید، کتاب الاموال، ص ۲۳۸)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک بڑھیا رہتی تھی میرے دل میں خیال آیا کہ اس کی خدمت کیا کروں مگر میں جب بھی جاتا تو اس کا گھر صاف ستھرا ہوتا اور تمام کام کاج کیا پڑا ہوتا۔ ایک دن میں نے گھات لگا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابو بکرؓ ہیں کہ بڑھیا کا پانی بھر کر واپس آ رہے ہیں۔ میں نے کہا: ''میں آپؓ پر قربان جاؤں، میرا خیال بھی یہی تھا کہ ہو نہ ہو یہ ابو بکرؓ ہی ہوں گے جو اس لاوارث بیوہ کی خدمت کرتے ہیں''۔ (امام محمد، کتاب الآثار فضائل الصحابہ، حدیث رقم ۸۵۲)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

'خدا کی قسم! اگر میں اہل عراق کی بیواؤں کے لئے (اگلے سال تک) زندہ رہ سکا تو انہیں ایسا کر دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی امیر کی اعانت کی محتاج نہ رہیں گی'۔

(ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۳۷)

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ:

۱۸ھ کا قحط کا سال تاریخ اسلام میں عام الرمادہ (راکھ کا سال) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عمرؓ نے قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام دیہاتوں سے لوگ مدینہ منورہ اکٹھے کئے۔ حضرت عمرؓ کھانے تیار کراتے اور لوگوں کو کھلانے کی خود نگرانی کرتے۔ ایک دن لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے کہ ایک صاحب کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہے ہیں۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس شخص کا ہاتھ غزوہ موتہ میں کٹ گیا تھا۔ یہ حقیقت معلوم کر کے حضرت عمرؓ بلبلا کر روئے اور اس سے پوچھتے جاتے تھے۔ ''تیرا سر کون دھوتا ہوگا؟ تیرے کپڑے کون دھوتا ہوگا؟ تجھے وضو کون کراتا ہوگا؟ پھر اسے ایک غلام اور ایک جانور سواری کے دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر صحابہ کرامؓ بلند آواز سے حضرت عمرؓ کے لئے دعائیں کرنے لگے۔''

(سیرت عمر بن الخطابؓ، صفحات ۱۵۴، ۱۵۵)

سماجی اور معاشی تحفظ کا یہ احساس تھا جس کے تحت حضرت عمرؓ کا رعایا کی زندگی کو خوشحال بنانے اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کرنے کی انتہائی خواہش کے سلسلے میں راتوں کو تفتیش حالات کے لئے گشت فرماتے۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

''اگر میں پیٹ بھر کر کھڑا ہو جاؤں اور دوسرے انسان بھوکے ہوں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں عوام کا اچھا والی نہیں ہوں''۔

(حامد الانصاری، مولانا، اسلام کا نظامِ حکومت، ص ۱۴۶)

''حضرت عثمانؓ نے خیار نہدیؒ کے ضعف پیری اور کثرتِ اہل و عیال کو دیکھ کر ان کے بچوں کی تعداد دریافت کر کے ان کا اور ان کے بچوں کا جداگانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا''۔

(مولانا حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۱۴۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شام کے نابیناؤں اور دیگر معذوروں کے لئے خدام مقرر کئے جو ان کی ضروریات کی فکر کرتے اور انہیں آرام پہنچاتے۔

بقول امام ابن حزم:

''ہر بستی کے ارباب کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں۔ حکومت وقت امیروں کو غریبوں کی کفالت کے لئے مجبور کر سکتی ہے۔ بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا مثلاً روٹی، کپڑا اور مکان نیز حادثات سے بچاؤ حکومت کا فرض ہے''۔

(المحلی، ج ۶، ص ۱۵۶)

زکوۃ اجتماعی کفالت عامہ کا ذریعہ ہے:

زکوۃ اجتماعی کفالت عامہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ زکوۃ بنیادی طور پر علاقائی منصوبہ بندی کی تدبیر سامنے لاتی ہے۔ ہر علاقے کے اغنیاء اے اکٹھی کی ہوئی زکوۃ اسی علاقے کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جانی چاہیے۔ اسلامی معیشت میں زکوۃ ایک مؤثر مالیاتی آلہ (Monetary Tool) کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔

(اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ' جلد ۱/۱۴' صفحہ ۴۶۶)

سید علی زادہ فرماتے ہیں:

''امیر اپنی مملکت کے اندر کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے اور کسی قرض دار کو قرض دار باقی نہ رکھے اور نہ کسی بے روزگار کو، بے روزگار رہنے دے اور نہ کسی مظلوم کو دادرسی سے محروم رکھے اور نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور ہر ننگے کو لباس مہیا کرے۔''

سید علی زادہ حنفی' شرح اسلام' بحوالہ مولانا حفظ الرحمٰن' اسلام کا اقتصادی نظام' صفحات ۱۲۹۔۱۳۰)

سد اسعد گیلانی اپنے مضمون 'زکوۃ دُنیا کی سب سے پہلی اجتماعی خود کفالت' میں رقم طراز ہیں:

''دُنیا میں سب سے پہلے اسلام نے غرباء' مساکین اور محرومین کی کفالت کے بارے میں ایک اجتماعی سکیم تیار کی اور اسے ایک عبادت بنا کر نافذ کیا۔''

(سہ ماہی منہاج' اپریل ۱۹۸۴ء' صفحات ۱۳۳۔۱۳۴)

زکوۃ اسلام کے اقتصادی نظام میں مرکزی و محوری حیثیت رکھتی ہے۔ ہم اس کو نظر انداز کر کے اسلام کے اقتصادی نظام کا کوئی تصور نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ کہ اسلام نے بقول طاہر رسول قادری: ''معاشرتی کفالتی نظام دیا۔''

(اسلام کا نظام کفالت' ص ۳۲)

بقول علامہ اقبالؒ:

دستِ دولت آفریں کو مُزد یوں ملتی رہی
اہلِ دولت جس طرح دیتے ہیں مفلس کو زکوۃ

اسلام کا نظام کفالت عامہ اور یورپ کا نظام کفالت عامہ (تقابلی مطالعہ)

۔ حضور اکرم ﷺ نے زکوۃ کے ذریعے کفالت عامہ کا ایک فقید المثال نظام قائم فرمایا۔ یہ نظام ۱۵۰۰ سال قبل
حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات نے قائم فرمایا۔ جب کہ یورپ وغیرہ میں یہ نظام زیادہ تر گزشتہ دو صدیوں میں رائج
ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوۃ کے ذریعے سے ایک معاشی انقلاب برپا کیا۔

UNIVERSITY OF CONNECTICUT کے پروفیسر رابرٹ گرین رقم طراز ہیں: the need for social security developed withthe growth of industry .In Europe and North America,the change from framing to industry began in the late 1700's and 1800's.TheUnited States had poor laws based on these in England.But until the late 1800's little was done to provide security for wage earners and their family."

(The New book of Knwowledge, Vol17,Article: Social Security by Robert Green.pp225-226)

اب یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک میں کفالت عامہ کے بارے میں معلومات ملاحظہ ہوں:

یورپ اور دیگر ممالک میں کفالت عامہ کی جھلکیاں (تاریخ کے آئینے)

ملک	سال	کفالت عامہ سے متعلق جو قوانین بنائے گئے
ا۔ جرمنی	۱۸۸۰ء	جرمنی کے چانسلر Otto Von Bismark نے سوشل انشورنس کا نظام رائج کیا۔
	۱۸۸۳ء	مریضوں کی کفالت کا قانون بنا۔
	۱۸۸۹ء	عمر رسیدہ افراد اور معذوروں کی کفالت کا قانون بنا۔
	۱۸۹۷ء	مزدوروں کی کفالت کا قانون بنا۔

۲۔ برطانیہ	۱۶۰۱ء	The Poor Law: اس قانون کے ذریعے مزدوروں کو کام کے دوران میں حادثات کا معاو... اوران کی کفالت کا انتظام کیا گیا۔ ماخذ: ...inority report of the Poor Law Commission in Great ...itain, 1909
	۱۹۱۱ء	Health Insurance
	۱۹۲۵ء	عمر رسیدہ افراد کی کفالت کا پروگرام
	۱۹۴۲ء	Brveridge Report,1942 تیار ہوئی۔ ماخذ: ...he Hutchinson Encycolopedia, 1999 Edition, Article, ...cial Security,p.987)
۳۔ روس	۱۹۱۱ء	مریضوں کی کفالت سے متعلق قانون بنا۔
۴۔ فرانس	۱۹۲۸ء	بیماروں، زچہ بچہ، عمر رسیدہ افراد، معذوروں اور نیز Survivorship Insurance کا قا... بنا۔
۵۔ یوراگوائے (Uruguay)	۱۹۱۹ء	عمر رسیدہ افراد اور معذوروں کی کفالت کا قانون بنا۔
۶۔ جاپان	۱۹۲۲ء	مریضوں کی انشورنس اور کفالت کا قانون
۷۔ نیوزی لینڈ	۱۹۳۸ء	بے روزگاروں کی کفالت اور ان کا الاؤنس مقرر کیا گیا۔ مریضوں، معذوروں اور غر... خاندانوں کی کفالت کا قانون بنا۔

ریاست متحدہ امریکہ	۱۹۳۵ء	دی سوشل سیکورٹی ایکٹ ۱۹۳۵ء بنا۔
	۱۹۴۳ء	اس سال کے بعد ہیلتھ انشورنس اور کفالت عامہ کے قوانین بنے۔
	۱۹۷۲ء	۲۵ سال یا اس سے زائد عمر کے ریٹائرڈ ملازمین کی کفالت کا قانون بنایا گیا۔
	۱۹۷۲ء	(i)۔عمر رسیدہ ملازمین کی کفالت پر جو رقم خرچ کی گئی: ۳۳.۵ بلین ڈالر
	۱۹۸۲ء	(ii)۔معذوروں کی کفالت پر خرچ شدہ رقم: ۴.۷ بلین ڈالر
		(iii)۔کل رقم کفالت عامہ پر خرچ شدہ: ۱۴۱.۹ بلین ڈالر أ۔ماخذ: (The Encyclopedia Americana, Vol.25 Article, Social, by. Prof, Kenneth W. Herrick. pp.131-137) اس کمیشن نے معذور افراد، مریضوں اور بے روزگار افراد کی کفالت عامہ کے لئے قانون کی سفارش کی: ماخذ: (Encyclopedia International, vol.16, Article, Social Security, by Wilber J.Cohen, pp.573-577)
کینیڈا	۱۹۵۱ء	سوشل سیکورٹی پروگرام (نظام کفالت عامہ) نافذ کیا گیا۔عمر رسیدہ افراد کی پینشن کا قانون بھی بنا۔ ماخذ: Encyclopedia Internation, Vol.12, Article, Social Security' Programs in Canada and Europe, by Lawrence Abbot, pp.577-578)
ناروے سویڈن ڈنمارک	۱۹۶۸ء	مریضوں کی نگہداشت اور ان کی کفالت کا قانون بنا۔ عمر رسیدہ افراد کی کفالت کا نظام قائم ہوا۔ ماخذ: (The Hutchinson Encyclopedia, 1999 Edition, Article, Social Security, p.987)

مندرجہ بالا اعداد و شمار اور معلومات سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب میں کفالت عامہ کا نظام گزشتہ چند صدیوں

پہلے رائج ہوا جب کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ نظام اپنے دور مبارکہ میں تفصیلی حالت میں رائج فرمایا۔
یورپ اور کچھ دیگر ممالک میں کفالت عامہ کی مثالیں ہم نے ملاحظہ کیں۔ اگر یورپ اور دیگر ممالک میں کفالت عامہ کی فہرست کا موازنہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت عمرؓ کے دور مبارکہ سے کیا جائے تو یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اتنی معاشی ترقی کرنے کے باوجود یورپ اور دیگر ممالک کی کفالت عامہ کی فہرست حضور اکرم ﷺ کے عطا کردہ نظام کفالت عامہ سے بہت مختصر اور ناکافی ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کا اعجاز ہے کہ آپ نے دُنیا میں زکوٰۃ کے ذریعے کفالت عامہ کا وہ فقید المثال نظام عطا فرمایا جو ۱۵۰۰ سو سال دُنیا نے دیکھا۔ اب حضور اکرم ﷺ کے عطا کردہ نظام کفالت عامہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

حضور اکرم ﷺ اور حضرت عمرؓ کے دور مبارکہ میں کفالت عامہ کی فہرست

۱۔ بیت المال کا قیام	۲۔ مہمان خانوں کی تعمیر	۳۔ غرباء اور مساکین کے روزینے
۴۔ لاوارث بچوں کی نگہداشت	۵۔ یتیموں کی خبر گیری	۶۔ قحط میں امداد کا انتظام
۷۔ رعایا کی خبر گیری	۸۔ رجسٹر عمر میں بچوں کے وظائف	۹۔ نومولود بچوں کے روزینے
۱۰۔ ذمیوں کے وظائف اور کفالت	۱۱۔ بیوگان کی کفالت	۱۲۔ نابیناؤں اور معذروں کی کفالت
۱۳۔ خوراک	۱۴۔ لباس	۱۵۔ غرباء کے لئے رہائش
۱۶۔ ازدواجی زندگی و شادی الاؤنس	۱۷۔ ضروری طبی امداد	۱۸۔ تعلیم (طلبہ کی کفالت)
۱۹۔ قرضوں کی ادائیگی	۲۰۔ سراؤں کی تعمیر (مسافروں کی کفالت)	۲۱۔ مواخات کا نظام
۲۲۔ عاقلہ کا ادارہ	۲۳۔ خاندان (گھر) کے ادارے کی کفالت	۲۴۔ والدین سے حسن سلوک اور کفالت حکم/ صلہ رحمی کا انتظام
۲۵۔ وصی/ ولی کا ادارہ	۲۶۔ معاشی نظام تحفظ میں کفالت عامہ	۲۷۔ وصایا کے نظام کے ذریعے کفالت
۲۸۔ چھوٹے بچوں کے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام	۲۹۔ صدقات نافلہ کے ذریعے کفالت عامہ	۳۰۔ قیدیوں کی کفالت اور خوراک وغیرہ انتظام

۳۱۔قرض حسنہ کے ذریعے معاشی و سماجی تحفظ کا نظام	۳۲۔بیمہ کے ذریعے کفالت عامہ	۳۳۔عاریت کے ذریعے کفالت عامہ
۳۴۔امانت کے ذریعے کفالت عامہ	۳۵۔وقف کے ذریعے کفالت عامہ	۳۶۔صدقہ جاریہ کے ذریعے کفالت عامہ
۳۷۔کفارات کے ذریعے کفالت عامہ	۳۸۔میراث کے ذریعے خاندانی کفالت باہمی	۳۹۔انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے کفالت عامہ
۴۰۔صدقہ فطر کے ذریعے کفالت عامہ	۴۱۔پڑوس کا ادارہ اور اس کی کفالت کا حکم	۴۲۔حضرت عمرؓ کا راتوں کو گشت کرنا (شوق رفاہیت عامہ کی مثال)
۴۳۔ضرائب یا عوامی بہبود ٹیکس کے ذریعے کفالت عامہ	۴۴۔عشر کے ذریعے کفالت عامہ	۴۵۔غلاموں کی کفالت
۴۶۔مصیبت زدگان کی کفالت	۴۷۔رکاز کے ذریعے کفالت عامہ	۴۸۔خمس کے ذریعے کفالت عامہ
۴۹۔تربیت اطفال کے مراکز اور کفالت عامہ	۵۰۔حیوانات کی کفالت کے لئے اوقاف کا قیام	

پاکستان کے نظم معیشت اور نظام کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی ضرورت (سیرت طیبہ کی روشنی میں)

جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں زکوٰۃ وعشر کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء کے بعد زکوٰۃ کے سرکاری سطح پر نفاذ کا سلسلہ شروع ہوا۔ پاکستان میں زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا ڈھانچہ بنا۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل' صوبائی زکوٰۃ کونسلیں' لوکل زکوٰۃ کونسلیں اور کمیٹیاں بنیں۔ ضلع اور تحصیل کی سطح پر بھی کمیٹیاں معرض وجود میں آئیں۔ اب مختلف سالوں میں زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم ملاحظہ ہو:

۱۹۸۱۔۸۲ میں زکوٰۃ کی وصولی ۷۹۹ ملین روپے تھی جب کی ۵۰۰ ملین روپے زکوٰۃ تقسیم کی گئی۔ ۱۹۸۲۔۸۳ میں زکوٰۃ کی وصولی ۸۵۵ ملین روپے تھی اس سال ۷۵۰ ملین روپے زکوٰۃ تقسیم ہوئی۔ ۱۹۸۳۔۸۴ میں زکوٰۃ کی وصولی ۱۰۱۱ روپے تھی جب کی ۷۵۰ ملین روپے زکوٰۃ تقسیم ہوئی۔ ۱۹۸۴۔۸۵ میں زکوٰۃ کی وصولی ۱۱۷۱ ملین روپے تھی اس سال ۱۰۰۰ ملین روپے کی زکوٰۃ تقسیم ہوئی۔ (بحوالہ ناظم سنٹرل زکوٰۃ کمیٹی اکنامک سروے' ۸۵۔۱۹۸۴)

پاکستان میں زکوٰۃ کی زیادہ وصولی اور تقسیم کے باوجود مشکلات درپیش ہیں ۔زکوٰۃ کفالت عامہ مہیا نہ کرسکی اور غربت کا خاتمہ نہ ہوسکا اور نہ ہی مستحقین کما حقہ اس سے استفادہ کرسکے ۔اس نظام کی بہتری کے لئے سوچنا ہوگا۔صوبائی زکوٰۃ کونسل پنجاب نے ۱۹۹۳ء کے دوران ۲۸ کروڑ روپے مستحق طلبہ میں تقسیم کئے لیکن یہ رقم بکھر کر ضائع ہوگئی ایسی کئی اور مثالیں دی جاسکتی ہیں ۔

تجاویز:

پاکستان میں نظام زکوٰۃ کو بہتر بنانے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

(۱) زکوٰۃ حاجت مندوں تک صحیح طور پر نہیں پہنچتی ۔رقم بھی کم ہوتی ہے۔صحیح طور پر کفالت عامہ کا نظام رائج نہیں ۔نظام کو بہتر بنایا جائے ۔

(۲) بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی کا سسٹم غلط اور غیر اسلامی ہے۔زکوٰۃ تو ایک سال بعد نافذ ہوتی ہے بینکوں میں لوگوں کی امانتیں اور قرض بھی پڑے ہوتے ہیں ان پر زکوٰۃ کی کٹوتی غلط ہے ۔

(۳) قرآن حکیم عاملین پر خرچ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔زکوٰۃ میلے ٹھیلوں پر خرچ نہ ہو۔یہ اسراف ہے۔زکوٰۃ کی رقم غلط استعمال نہ ہو۔

(۴) ملک میں موجودہ نظام کی وجہ سے مستحقین کی صحیح مدد نہیں ہو پا رہی۔پانچ پانچ سو روپے سے بھلا غربت کیسے دور ہوسکتی ہے؟ کروڑوں روپے ضائع ہوجاتے ہیں۔لہذا انہیں کسی صنعت میں لگایا جائے۔ غرباء کو ملازمتیں ملیں اور ان صنعتوں کی آمدن سے وظائف جاری ہوں ۔

(۵) زکوٰۃ کی رقم کے غلط استعمال کو قطعی روکا جائے ۔حکومت کے ہر سطح پر عاملین و ناظمین زکوٰۃ دیانت دار ہوں ۔اس نظام میں سیاسی مداخلت قطعی نہ ہو۔استحقاق کی بنیاد پر ضرورت مند اشخاص کو زکوٰۃ دی جائے ۔نیز دینی و معاشرتی اداروں کی بطرز احسن کفالت ہو۔

(۶) دستور پاکستان ۱۹۷۳ کی دفعہ ۳۱ کے تحت مملکت پر یہ لازم قرار پایا تھا کہ زکوٰۃ کی مناسب تنظیم کا اہتمام کرے ۔۱۵/ مارچ ۱۹۷۹ء کو عشر کا نظام رائج ہوا۔۲۰ جون ۱۹۸۰ء سے نظام زکوٰۃ قائم کیا گیا لیکن پیش رفت قابل افسوس ہے۔گزشتہ دس سالوں میں عشر کی وصولی تشویشناک حد تک کم ہوگئی ہے۔البتہ زکوٰۃ کی مقدار سالوں میں ۲۰۰ فی صد بڑھی۔

(۷) زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔عوام الناس کو مختلف میڈیا پر موثر طریقوں سے ترغیب دلانے کی ضرورت ہے۔

(۸) حکومت قابل زکوٰۃ اموال کا تفصیل سے جائزہ لے اور ایسے اموال تعین کر کے ان پر فلاحی ٹیکس لگایا جائے۔اس سے ملک میں مفلوک الحال افراد کی بہتر معاشی کفالت ہو سکے گی۔

(۹) ۱۹۹۲ء میں مختلف درجے کی زکوٰۃ کمیٹیوں میں ملک بھر سے تقریباً تین لاکھ افراد منسلک تھے جو اپنے اپنے علاقوں کے بااثر اور چیدہ چیدہ لوگ تھے۔مرکزی زکوٰۃ کونسل پالیسی بناتی ہے جب کہ مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو زیادہ موثر بنانے کی ضرورت ہے۔۱۹۹۲ء میں ان کی تعداد ملک بھر میں تقریباً ۴۰ ہزار تھی ان کی تعداد کم ہے لہذا بڑھائی جائے۔ان کا چناؤ گاؤں یا محلے میں اجلاس کی صورت میں ہوتا کہ نیک، پرہیز گار اور پڑھے لکھے لوگ اس میں آئیں۔خواتین اور اساتذہ بھی اس میں شامل ہوں۔یہ ارکان مستحقین میں رقم تقسیم کریں۔جو بچ جائے مرکزی زکوٰۃ کونسل کو بھیج دیں۔مرکزی اور صوبائی کونسلیں عملے کے لئے رہنما اصول مرتب کریں۔

(۱۰) خوشحال تاجر طبقے اور صنعتی اداروں کے اموال تجارت کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہ کیا جائے۔اس کی سفارش اسلامی نظریاتی کونسل بھی کر چکی ہے۔

(۱۱) پلاٹ، مکان اور صنعتی جائیداد جو منافع کمانے کی غرض سے خریدی جائے۔ان پر بھی زکوٰۃ لاگو کی جائے۔نیز حصص اور سرٹیفکیٹس پر بھی زکوٰۃ بازاری قیمت کے حساب سے کاٹی جائے۔ایسے معاملات پر تحقیق کر کے زکوٰۃ کے دیگر ذرائع دریافت کئے جاسکتے ہیں۔

(۱۲) کرائے پر دیئے گئے مکانات اور جائیداد پر زکوٰۃ کاٹی جائے۔ایسی بیوگان اس سے مستثنیٰ ہوں جنہیں کرایہ کی آمدن سے گزر اوقات کرنا ہوتا ہے۔اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی یہ تجویز پیش کی ہے۔

(۱۳) بڑے بڑے ٹرانسپورٹ مالکان کی بچت پر بھی زکوٰۃ عائد کی جائے۔

(۱۴) علامہ رشید رضا جیسے دور جدید کے علماء اور اس قبل قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ تجویز پیش کی تھی کی زکوٰۃ سڑکوں کی بہتری کے لئے خرچ کی جاسکتی ہے۔آج کل ان پر بہت خرچ اٹھتا ہے ایسے منصوبوں پر زکوٰۃ خرچ نہ کی جائے۔ہسپتالوں اور رفاہی اداروں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔

(۱۵) ابو عبید فرماتے ہیں:

''جن لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے انہی کے فقراء میں زکوٰۃ تقسیم کر دی جائے''

(کتاب الاموال، صفحہ ۸۷۶)

زکوٰۃ کی تقسیم علاقوں کے لحاظ سے کی جائے۔اسلام کے اوائل میں گورنر اور عاملین جہاں سے زکوٰۃ وصول کرتے، وہیں خرچ کرتے تھے۔زکوٰۃ بچ جاتی تو دارالخلافہ میں امیر المومنین کو بھجوا دیتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عمال زکوٰۃ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ ان لوگوں کے قرض ادا کریں جو غریب اور

مفلوک الحال ہیں۔ نیز نادار اور غیر مسلم افراد کی ضرورتیں پوری کریں۔ حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن سے اموال وصدقات میں سے ۳/۱ حصہ خلیفہ کو بھجوایا۔ حضرت عمرؓ ناراض ہوئے۔ حضرت معاذؓ نے اگلے سال ۲/۱ اور پھر اس کے بعد اگلے سال کل حصہ حضرت عمرؓ کو بھجوا دیا اور وضاحت کی کہ زکوۃ لینے والا کوئی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے بستر مرگ پر فرمایا تھا کہ جہاں سے زکوۃ اور صدقات وصول کئے جائیں وہیں خرچ کئے جائیں یہاں تک کہ ہر دیہاتی ۱۰۰ اونٹ کا مالک بن جائے۔

پاکستان میں بھی اس سسٹم پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ تاکہ غربت ختم ہو۔

پاکستان میں زکوۃ کا تخمینہ☆

کل آبادی	۱۳۰،۷۵۹،۰۰۰
۲۵٪ آبادی جو زکوۃ دیتی ہے	۳۲،۶۴۴،۷۵۰
سونے کی قیمت فی تولہ	۶۰۰۰ روپے
۲.۵٪ زکوۃ ایک تولہ پر	۱۵۰ روپے
ساڑھے سات تولہ پر زکوۃ	۱۱۲۵ روپے

۲۵٪ آبادی سے جو زکوۃ اکٹھی ہوگی۔ ۳۶۷۲۵،۳۴۳،۷۵۰ روپے

فطرانہ کی رقم:

پاکستان کی آبادی	۱۳۰،۵۷۹،۰۰۰
۲۵٪ آبادی جو فطرانہ دیتی ہے	۳۲،۶۴۴،۷۵۰
فطرانہ فی کس	۲۵ روپے
فطرانہ کی رقم جو اکٹھی ہوگی	۸۱۶،۱۱۸۷،۵۰ روپے

☆کل آبادی کے اعداد و شمار کا ماخذ

EconomicSurvey,1999-2000,pp,125-130

مندرجہ بالا تخمینہ سے پاکستان میں ۳۶ ارب ۲۷ کروڑ زکوۃ اکٹھی ہوگی۔ اسی طرح ۸۱ کروڑ فطرانہ اکٹھا ہوگا۔ میانوالی جیسے پسماندہ ضلع میں سالانہ زکوۃ ۲۹ کروڑ ۷۱ لاکھ روپے اکٹھی ہوگی۔ فیصل آباد میں سالانہ زکوۃ ۱ ارب ۵۰ کروڑ روپے اکٹھی ہوگی یہ تخمینہ صرف سونے کے نصاب پر لگایا گیا ہے۔ اگر اس میں زکوۃ کی اور مدیں شامل کی جائیں تو

ان مندرجہ بالا اعداد وشمار میں کئی گنا اضافہ ہوسکتا ہے۔

میانوالی جیسے پسماندہ ضلع میں جمع شدہ زکوٰۃ کی رقم سے، اگر وہ اسی ضلع میں خرچ ہو' غربت کا خاتمہ ممکن ہے۔ اسی طرح سندھ' بلوچستان اور صوبہ سرحد کے اضلاع کی زکوٰۃ سے جمع شدہ رقم اگر انہی اضلاع میں خرچ کی جائے تو ایک معاشی انقلاب آجائے گا۔

(١٦) موثر قانون نافذ کر کے گداگری کو ختم کیا جائے تاکہ زکوٰۃ مفلس لوگوں تک صحیح معنوں میں پہنچے۔

(١٧) نظام زکوٰۃ کو قومی وعلاقائی سیاست سے الگ رکھا جائے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: محمد ایوب' پاکستان میں نظام زکوٰۃ وعشر کی اصلاح کے لئے تجاویز و منصوبہ عمل' منہاج سہ ماہی' شمارہ جنوری۔اپریل ١٩٩٢ء، صفحات ٤٣٨-٤٦٠)

(١٨) زکوٰۃ کو دست کاری اور چھوٹے درجوں کے صنعتی منصوبوں میں لگایا جائے۔ یہ منصوبے مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کی تحویل میں ہوں۔ ان کی آمدن سے مستحقین کے وظائف مقرر ہوں۔ نیز ملازمت مستحقین ہی کو ملے۔ ان اشیاء میں خورد و نوش کے کارخانے' دھاگہ' سلے سلائے کپڑے' زرعی پیداوار کے یونٹ' پولٹری فارمز' ڈیری فارمز' نہروں یا راجباہوں پر بجلی کے چھوٹے یونٹوں کی تنصیب' قالین اور غالیچہ کی انڈسٹری کے مراکز، بائیوگیس پلانٹ' بجلی کے سامان کی مرمت' بان کی بنائی' فرنیچر سازی اور اس قسم کے دیگر کام ہوں تاکہ غربت ختم ہو۔

اپریل ٢٠٠١ء میں زکوٰۃ کونسل نے مستحقین کی بحالی کا پروگرام تشکیل دیا ہے۔ شادی کی گرانٹ کی رقم ۵ ہزار سے بڑھا کر دس ہزار روپے کر دی ہے۔ تعلیمی وظائف میں طالبات کے کوٹہ کی حد ٪٢٥ ختم کر کے زیادہ تعداد میں وظائف کا اعلان کیا گیا ہے۔ مستقبل کے لئے جو پیکج تیار کئے گئے ہیں ان کے تحت دیہات میں چھوٹے کاروبار یا دکان کے لئے ٢٠ تا ٤٠ ہزار روپے کی امداد فراہم کی جائے گی۔ اس پیکج میں چھوٹے کاروبار کے علاوہ مویشی پالنا' بازاروں میں سٹال لگانا' سبزیاں اور پھل فروخت کرنا' پولٹری اور خواتین کے لئے کشیدہ کاری کے مراکز قائم کرنا شامل ہیں۔

یہ اقدام خوش آئند ہیں لیکن اس ضمن میں زکوٰۃ کونسلیں مالی امداد کرتے وقت استحقاق کو پیش نظر رکھیں۔ دوست نوازی اور اقربا پروری سے اجتناب کیا جائے تاکہ عوام الناس کی بہتر کفالت عامہ ہوسکے۔

١٩۔ عشر زکوٰۃ کی ایک قسم ہے۔ عشر بارانی زمینوں پر پیدا ہونے والی فصلوں پر دس فی صد شرح سے وصول کیا جاتا ہے۔ اگر زمین پر مصنوعی طریقوں سے آب پاشی کی جاتی ہو تو یہ شرح نصف ہوجاتی ہے

(مسلم' الزکوٰۃ' عدد ١٠، مسند احمد' ٣' ٣٤١)

پاکستان میں زکوٰۃ وعشر کے مستحقین کی بحالی کے منصوبے پر عمل درآمد کو شفاف بنانے کے لئے آرمی مانیٹرنگ ٹیموں کے نمائندوں پر مشتمل مانیٹرنگ ٹیمیں قائم کردی گئی ہیں۔ چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کی ہدایت پر مستحقین کی بحالی کے لئے ایک جامع سکیم تیار کی گئی ہے، جس کے لئے دو ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ مستحقین کی بحالی کے لئے ۴۴ چھوٹے کاروبار اور تکنیکی تجارتی منصوبوں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے، جن کے لئے دس سے پچاس ہزار روپے تک امداد دی جائے گی۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۸ مارچ، ۲۰۰۱، صفحہ نمبر ۱۴)

۲۰۔ بقول جنرل پرویز مشرف ہمارا بیرونی قرضہ ۱۱ سال قبل ۱۴ بلین ڈالر تھا۔ اب بیرونی قرضہ بڑھ کر ۳۶ بلین ڈالر ہو گیا ہے۔ (بحوالہ: Citizen and Debt Burden:Article by Sultan Ahmad,The Dayily Dawn,Lahore,March29,2001,p7

پاکستان دنیا کے ۱۷۴ ممالک میں غربت کے لحاظ سے ۱۳۸ نمبر پر ہے۔ غربت کا صحیح حل زکوٰۃ ہی کے ذریعے کفالت عامہ کا نظام قائم کر کے نکالا جاسکتا ہے۔ حکومت سوشل ایکشن پروگرام، تعمیر وطن پروگرام، خوشحال پاکستان اور غربت مکاؤ پروگرام کے ذریعے غربت پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ پاکستان آڈٹ رپورٹ (۱۹۹۹ء) کے مطابق ۹۹۔۹۸ کے درمیان قریباً ۱۷ بلین روپے کی خورد برد سوشل ایکشن پروگرام میں ہوئی۔ آغا خان فاؤنڈیشن کے ایک سروے کے مطابق مخیر حضرات نے ۱۹۹۸ء میں خیراتی کاموں کے لئے ۷۰.۶ بلین روپے جمع کئے۔ اس کی تفصیل یوں ہے:

زکوٰۃ	۱۳.۷۸ بلین
رقوم جو جمع ہوئیں	۱۶.۰۰ بلین
Donation	۱۱.۴۲ بلین
متفرق	۲۹.۴۰ بلین

پاکستان میں قریباً ۱۰٪ خواتین اور ۹٪ مرد زکوٰۃ دیتے ہیں۔ گزشتہ بیس سالوں میں حکومت نے غربت ختم کرنے کے لئے ۵۰۰ بلین روپے خرچ کئے۔ گورنمنٹ نے ۱۹۷۶ء میں Employees Old Age Benefit Institute بنایا۔ اس کے ذریعے ۱.۶ بلین افراد کو رجسٹرڈ کیا گیا۔ ۱،۹۰،۰۰۰ افراد کو پنشن دی جاری ہے جس میں بیوگان کی تعداد ۴۲۰۰۰ تھی۔ خواتین کو ۶۳۰ روپے ماہانہ پنشن دی جاتی ہے۔ لہذا تجویز ہے کہ ایک ادارہ Citizens Social Security بنایا جائے، جو عوام الناس کی کفالت کا کام کرے۔

پاکستان میں محترم عبدالستار ایدھی نے ایدھی فاؤنڈیشن قائم کر کے ایک روشن مثال قائم کی ہے۔ آغا خاں فاؤنڈیشن اور ڈاکٹر بیجوانی ٹرسٹ بھی قابل ذکر ہیں۔ (اس ٹرسٹ نے ۲۔۱ بلین ڈالرز سے کام شروع کیا) شوکت خانم

میموریل ہسپتال اور الشفاء ٹرسٹ جیسے کفالت عامہ کے ادارے قابل تعریف ہیں لیکن اتنی کثیر آبادی کی کفالت کے لئے مزید کفالتی اداروں کے کھولنے کی ضرورت ہے۔اسی طرح نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر نے ۳۰ رجون ۱۹۹۷ء تک ۱۱۹۷۸(NGOS) رجسٹرڈ کیں۔یہ تعداد میں کم ہیں۔

بحوالہ: Arshad Rashid Siddiqi,Is poverty Alleviation Feasible,(Article)The Daily Dawn,(Dawn Magazine)Lahore,February25,2001,pp1-2.

۲۱۔پاکستان میں حاجت مندوں' غریبوں بالخصوص بیوگان اور یتیموں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔لوکل زکوٰۃ کمیٹیاں جو رقم تقسیم کرتی ہیں وہ ماہانہ گزارہ الاؤنس برائے فی کس ۲۵۰ روپے ہے۔ بچے کا الاؤنس ۵۰ روپے ہے۔غرباء کی بحالی کے لئے جو گرانٹ دی جاتی ہے وہ ۳۰۰۰ ہزار روپے ہے۔

بحوالہ: Social Development in Pakistan,Annual Report,1999,Oxford University Press,1999,pp96-105.

آپ خود اندازہ فرمائیں کہ کیا تین ہزار روپے سے غرباء کی بحالی ہو سکتی ہے؟ پاکستان میں نظام کفالت عامہ کو بہتر بنانے کے لئے ہمیں سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی اور زکوٰۃ کے نظام کو بطرز احسن قائم کرنا ہوگا۔اس ضمن میں ایک تجویز یہ بھی ہے کہ دیگر ٹیکسوں کو ختم کر کے زکوٰۃ ہی لاگو کی جائے۔ان شاء اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ نظام سے ایک معاشی انقلاب برپا ہوگا اور غربت ختم ہوگی۔

۲۲۔چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے (DEVELOPMENT PLAN 2000) کے ذریعے ضلعی حکومتوں کے قیام کا سلسلہ شروع کیا ہے۔پاکستان میں ایک سو سے زیادہ اضلاع ہیں جن میں یہ حکومتیں قائم ہوں گی۔ان حکومتوں کو ٹیکس نافذ کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ایک تجویز یہ ہے کہ یہ حکومتیں اپنے اپنے اضلاع میں زکوٰۃ وعشر کا نظام نافذ کریں۔نیز فطرانہ اور صدقات وغیرہ کے نظام کفالت عامہ پر توجہ دیں تو غربت پاکستان کے ہر ضلع سے ختم ہو جائے گی۔یہ ایک نادر موقع ہے جس سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

حاصل کلام:

پاکستان سے اس وقت تک غربت ختم نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے نظام زکوٰۃ کو رائج نہ کریں۔اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد عقائد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ فقر کو دور کرنا ہے۔قرآن حکیم اعلان کر رہا ہے کہ عقائد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اصل نیکی قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سوال کرنے والوں کی کفالت ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں ارشاد ہے:

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب ولکنّ البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتٰب والنبیین وء اتی المال علیٰ حبّہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل و السائلین و فی الرقاب واقام الصلوٰۃ وء اتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذاعٰھدوا والصٰبرین فی الباساء والضراء و حین الباس اولئک الذین صدقوا و اولئک ھم المتقون O

پاکستان میں زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا کام اتنا غیر مؤثر ہے کہ اس سے زکوٰۃ کا بنیادی مقصد یعنی افلاس کا خاتمہ پورا ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اخبارات ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہوتے ہیں جن سے معاشرے میں غربت کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً فلاں مقروض یا غربت سے تنگ آنے والے محنت کش نے چھت کے پنکھے سے لٹک کر خودکشی کر لی۔ ایسے واقعات دلدوز بھی ہیں اور معاشرے کے امیر طبقے کے لئے باعث شرم و عار بھی۔ زکوٰۃ کے نظام میں تبدیلی سے ملک سے غربت ختم ہو سکتی ہے

غریبوں، مفلسوں اور محتاجوں کی زندگی کتنی مشکل ہوتی ہے۔ بقول میر تقی میر

ع شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے

دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

غریبوں اور فقراء کے ہمدرد چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ امراء کا طبقہ کلبوں اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں دادِ عیش دے رہا ہوتا ہے جب کہ غرباء سسک سسک کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ ان کے تن پر پھٹے ہوئے کپڑے، کمزور اور نحیف جسم انسانیت کے منہ پر طمانچہ ہیں۔ کتنی ہی یتیم لڑکیاں ہیں جو جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو پیلا نہیں کر پاتیں! کتنے نادار افراد ہیں جو رزق سے محروم رہتے ہیں! کتنے ہی لاچار اور نادار اہل قلم اور دانش ور ہیں جو دکھوں کی اجرک اوڑھ کر گہری سوچ میں گم صم رہتے ہیں! ان اجرکوں میں نہ جانے کتنے چھید ہوتے ہیں۔

ان کی اوقات کیا ہے؟ ان کی بساط کیا ہے؟ ان کے پاس کیا ہے؟ کتنے ہی گلنار گالوں والے بچے ہیں جو برہنہ پا اور برہنہ تن ہیں۔ کتنے ہی سفید پوش افراد ہیں جو قرض کی جھاگ لے کر اپنی پوشاک دھوتے ہیں!

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم تعلیمات رسول ﷺ کی روشنی میں ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم کریں جس میں ہر مفلوک الحال شخص کی کفالت ہو۔ آمین!

فہرست کتب

۱۔القرآن الحکیم

۲۔ابن القیم، زاد المعاد (اردو ترجمہ) ڈاکٹر مقتدی حسن الازہری، ادبیات، لاہور، تاریخ اشاعت نامعلوم

۳۔ابن القیم، ھدی الرسول ﷺ (اردو ترجمہ) اسوۃ حسنہ، مولانا عبد الرزاق ندوی ملیح آبادی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۹

۴۔ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیہ، بیروت، تاریخ اشاعت نامعلوم

۵۔ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن، تاریخ عمر بن الخطابؓ، مطبعہ التوفیق الادبیۃ، مصر تاریخ اشاعت ندارد

۶۔ابن خلدون، المقدمہ، دار الکتاب اللبنانی، بیروت، ۱۹۶۱

۷۔ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (اردو ترجمہ) مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، طبع اوّل

۸۔ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶

۹۔ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، مقبول اکیڈیمی، لاہور، ۱۹۸۵

۱۰۔ابوالفضل الدمشقی، الاشارہ الی محاسن التجارۃ، مکتبہ الکلیات الازہریہ، قاہرہ، ۱۹۷۷

۱۱۔ابوداؤد، سنن، مطبعہ السعادۃ، مصر، ۱۹۵۰

۱۲۔ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال (اردو ترجمہ) عبد الرحمن طاہر سورتی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۶

۱۳۔ابویعلیٰ، الاحکام السلطانیہ، طبع قاہرہ، ۱۹۶۶

۱۴۔احمد بن حنبل، المسند، دار المعارف، مصر، ۱۹۳۶

۱۵۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۶

۱۶۔اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد اوّل و دوم، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۷۷

۱۷۔عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر، الفصول فی سیرۃ الرسول، سیرت سرور انبیاء، اردو ترجمہ از غلام احمد

۱۸۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۴۵ھ

۱۹۔السید احمد الھاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

۲۰۔امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، ریاض الصالحین، نیشنل ہجرہ کونسل، اسلام آباد، ۱۹۹۲

۲۱۔امام الماوردی'الاحکام السلطانیہ'اردو ترجمہ سید محمد ابراہیم'نفیس اکیڈمی'کراچی'۱۹۶۳

۲۲۔امام غزالی'احیاء علوم الدین'قاہرہ'ت۔ن

۲۳۔امام غزالی'احیاء علوم الدین'بیروت'قاہرہ'۱۹۶۷

۲۴۔امام نووی محی الدین ابوزکریا'منہاج الطالبین'انگریزی ترجمہ از ہوورڈ'لندن'۱۹۷۷

۲۵۔ایس۔ایم حسن الزمان'مالی واجبات کی اشاریہ بندی'عالمی ادارہ فکر اسلامی'اسلام آباد'۱۹۹۷

۲۶۔آغا اشرف'محمد سید لولاک،مکتبہ میری لائبریری'لاہور'۱۹۸۶

۲۷۔پروفیسر علامہ نور بخش توکلی'سیرت رسول عربی ﷺ'ضیاء القرآن پبلی کیشنز'لاہور

۲۸۔پطرس بستانی'دائرۃ المعارف'طبع ایران

۲۹۔پیر محمد کرم شاہ الازہری'ضیاء النبی'ضیاء القرآن پبلی کیشنز'لاہور'۱۴۱۸ھ

۳۰۔ترمذی'محمد بن عیسیٰ'الجامع الصحیح'مصطفیٰ البابی الحلبی'مصر'۱۹۵۴

۳۱۔حافظ محمد سعد اللہ'بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام'اقبال پبلشنگ کمپنی'لاہور'۱۹۹۹

۳۲۔حامد انصاری مولانا'اسلام کا نظام حکومت'مکتبۃ الحسن'لاہور'ت،ن

۳۳۔حضرت مہذب لکھنوی'مہذب اللغات'نظامی پریس:لکھنو'۱۹۷۸

۳۴۔حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی،ہادی کونین'ملک سنز]فیصل آباد،۱۳۹۶ھ

۳۵۔خواجہ عبدالمجید،جامع اللغات'اردو سائنس بورڈ'لاہور'

۳۶۔خورشید عالم گوہر قلم'تاجدار رحمت ﷺ'ریاض برادرز'لاہور'۱۹۹۶

۳۷۔ڈاکٹر انور محمود خالد'اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ'اقبال اکیڈمی'لاہور'۱۹۸۹

۳۸۔ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی'نور مبین ﷺ'حسن اختر ایسوسی ایٹ'کراچی'۱۹۹۳

۳۹۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن'النظم الاسلامیہ'اردو ترجمہ'مسلمانوں کا نظم مملکت'از مولانا علیم الدین صدیقی'دارالاشاعت'کراچی'۱۹۷۵

۴۰۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن'تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجماعی'داراحیاء التراث العربی'بیروت'۱۹۶۴

۴۱۔ڈاکٹر خالد علوی'انسان کامل'الفیصل ناشران'لاہور'۱۹۹۷

۴۲۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ'خطبات بہاولپور'ادارہ تحقیقات اسلامی'اسلام آباد'۱۹۸۵

۴۳۔ڈاکٹر محمد عبدالحی'اسوہ رسول اکرم ﷺ'کتب خانہ مظہری'کراچی'ت،ن

۴۴۔ڈاکٹر محمد فاروق خان' اکیسویں صدی اور پاکستان' المورد' ادارہ علم و تحقیق' لاہور' ۱۹۹۰

۴۵۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر' پیغمبر اعظم و آخر' فیروز سنز' لاہور' اشاعت اول

۴۶۔ڈاکٹر نور محمد غفاری' اسلام کا قانون محاصل' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور' ت، ن

۴۷۔ڈاکٹر نور محمد غفاری' سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور' ۱۹۹۱

۴۸۔ڈاکٹر یوسف قرضاوی' مشکلات الفقر وکیف عالجھا السلام' اردو ترجمہ' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' البدر

۴۹۔سہ ماہی منہاج' جلد ۲' شمارہ ۲' اپریل ۱۹۸۴' (سید اسعد گیلانی کا مضمون' زکوٰۃ دنیا کی سب سے پہلی اجتماعی خود کفالت)

۵۰۔سید ابوالاعلیٰ مودودی' سیرت سرور عالم' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۷۹

۵۱۔سید سلیمان ندوی و شبلی نعمانی' سیرت النبی جلد پنجم' الفیصل ناشران' لاہور' ۱۹۹۱

۵۲۔سید قطب شہید' فی ظلال القرآن' اردو ترجمہ' سید حامد علی' البدر پبلیکیشنز' لاہور' ۱۹۸۹

۵۳۔شاہ معین الدین احمد ندوی' تاریخ اسلام' دار الاشاعت' کراچی' ۱۹۴۸

۵۴۔شاہ ولی اللہ دہلوی' حجۃ اللہ البالغۃ' (اردو ترجمہ) طبع غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ت، ن

۵۵۔شبلی نعمانی' الفاروق' مکتبہ رحمانیہ' لاہور' سال اشاعت نامعلوم

۵۶۔صفی الدین مبارک پوری' الرحیق المختوم' رابطہ العالم الاسلامی' مکۃ المکرمۃ' ۱۴۰۰ھ

۵۷۔ ---ایضاً--- المکتبۃ السلفیۃ' لاہور ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء

۵۸۔طاہر رسول قادری' اسلام کا نظام کفالت' البدر پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۸۰

۵۹۔عبدالحی الکتانی' نظام الحکومہ النبویہ' احیاء التراث الاسلامی' بیروت

۶۰۔عبدالمجید' آخری نبی ﷺ اور ان کی تعلیمات' فضلی سنز (پرائیویٹ لمٹیڈ) کراچی' ستمبر ۱۹۹۸

۶۱۔علامہ سید محمد اسماعیل' رسول عربی اور عصر جدید' مکتبۃ القریش' لاہور' ۱۹۸۸

۶۲۔فیروز اللغات' الحاج مولوی فیروز الدین' فیروز سنز' لاہور' ۱۹۸۳

۶۳۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری' رحمۃ للعالمین' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور' ۱۹۴۶

۶۴۔محب الدین' ابوجعفر بن عبداللہ طبری' خلاصۃ السیر' دہلی پرنٹنگ پریس' دہلی' ۱۳۴۳ھ

۶۵۔محمد احسان الحق سلیمانی' رسول مبین' مقبول اکیڈمی' لاہور' ۱۹۹۳

۶۶۔محمد اکرم خان' مولانا مودودی ۸ کے معاشی تصورات' البدر پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۸۳

٦٧۔ محمد حسین ہیکل' حیات محمد ﷺ' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' ۱۹۹۳

٦٨۔ محمد شریف قاضی' اسوہ حسنہ قرآن کی روشنی میں' مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور' ۱۹۸۲

٦٩۔ محمد ولی رازی' ہادی عالم' دار العلم' کراچی' ۱۹۸۲

٧٠۔ مختصر اردو لغت' ترقی اردو بیورو' نئی دہلی' ۱۹۸۷

٧١۔ مسلم' مسلم بن الحجاج القشیری' صحیح' طبع محمد بن علی صبیح واولاد' مصر' ۱۳۳۴ھ

٧٢۔ مصطفیٰ سباعی' من روائع حضارتنا (اردو ترجمہ) اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو' از معروف شاہ شیرازی' اسلامک پبلی کیشنز' لاہور' مارچ ۱۹۹٦

٧٣۔ مفتی اعظم محمد شفیع' سیرت رسول اکرم ﷺ' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۴۰۴ھ

٧٤۔ ایضاً معارف القرآن' ادارہ ترجمان القرآن' اچھرہ' لاہور' ۱۹۷۹

٧٥۔ مولانا ابوالکلام آزاد' بہ ترتیب واضافہ مطالب' غلام رسول مہر' رسول رحمت ؐ' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور ۱۹۸۱ ٧٦۔ مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف قادری دانا پوری' اصح السیر فی ھدی الخیر البشر ﷺ' مجلس نشریات اسلام' کراچی' ۱۹۸۱

٧٧۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' معاشیات اسلام' اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور' ۱۹۸۱

٧٨۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی' نبی رحمت' مجلس نشریات اسلام' کراچی' ۱۹۸۱

٧٩۔ مولانا عبدالحمید دہلوی' سیرت محبوب کائنات ﷺ' کتب خانہ شان اسلام' لاہور' ت۔ن

٨٠۔ مولانا عبدالمقتدر فاضل فتح پوری' محمد رسول اللہ ﷺ' الفیصل ناشران' اردو بازار' لاہور ۱۹۸۹

٨١۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی' سیرت المصطفیٰ ﷺ' مکتبہ عثمانیہ' لاہور' ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲

٨٢۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی' اسلام کا اقتصادی نظام' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۹۸۴

٨٣۔ محمد حفظ الرحمٰن صدیقی سیوہاروی' رسول کرم ﷺ' نفیس اکیڈمی' کراچی' ۱۹۸٦

٨٤۔ مولانا محمد منظور نعمانی' معارف الحدیث' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۸۳

٨٥۔ مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی' اسلامی معیشت کے بنیادی اصول' اسلامی کتب خانہ' کراچی' ۱۹۹۳

٨٦۔ مولانا مناظر احسن گیلانی' اسلامی معاشیات' شیخ شوکت علی اینڈ سنز' کراچی۔ ت۔ن

٨٧۔ مولوی نورالحسن نیر' نوراللغات' نیشنل بک فاؤنڈیشن' اسلام آباد' ۱۹۸۵

٨٨۔ مونس زبیری' سرکار دو عالم ﷺ' نیشنل بک فاؤنڈیشن' اسلام آباد' 1981

٨٩۔ نعیم صدیقی' محسن انسانیت' اسلامی پبلی کیشنز' لاہور' ۱۹۸۲

۹۰۔ یحییٰ بن آدم قرشی، کتاب الخراج، بیروت، لبنان، ت،ن

91 Abdul Hakeem Dr. Khalifa,Islam and Communism,Institute of Islamac Culture, Lahore,1875.

92 Abdul Rahman Abdul Qadir Kurdi,The Islamc State,A Study Based on Islamc Holy Constitution,Mansell Publishing Ltd ,London & New York,1984.

93 Abdul Rahman Azzam, The Eternal Message of Nuhammad,Traslated from Arabic by Caesar E. Farah,Published by American Library, New York,19

94 Abdul Rashid Khan, Islamc Jurisprudence,Premier Book House.Lahore,n.d

95.Abdul RahimSir,The Principles of Muhammadan Jurisprudence,P.L.D.Publisher,Lahore,1958

96.Adeleke Dirisu Ajijota, Alhaji, The Islamc Concept of Social justice,Islamic publication LTd.,Lahore, 1984

97.Afdalur Rehman,The Economics Doctrines of Finance,Premier Book House, Lahore,1961

98.Aghnides, Nicholas P.,Muhammadan Theories of Finance, Premier Book House Lahore,1961

99.Ali Ibn Abi Talib,Nahj al-Balagha,Sermons, Letters and Saying of Ali, Ansariayah Publications,Qumm, Iran,1984100.Al- Sayed Ahmad Al- Hachimi,Traduit en Francais par fawzi Chaaban, Recueil des hadiths prophetiques et des sagesses Mahometanes, Dar Al- kutub Al-Ilmiyah,Beyrouth' Liban,1991

101.Ameer Ali,Syed,Quran,The Fundamental Law of Human Life,Hamdard Foundation Press, Karachi,1984

102.Amin Akhtar, The Structural Framework of the Economic System of Islam, Article in:Proceeding of a Seminar organized by the National Bank of Pakistan,Karachi,1980

103.Amjad Saeed Khawaja, Business Finance in Islam,Article,in:Proceedins of a Seminar,orginized by National Bank of Pakistan, Karachi,1980

104.Anderson,J.N.D., Islamic Law in The Modern World,Greenwood Press, Wesrport,Connecticut,1975

105.Anderso J.N.D. and Coulson N.J. Islamic Law in Contemporary Culture Change, Law Times Publications, Lahore,n.d

106.Anwar A.Qadri. Islamic Jurisprudence in The Modern world,Sheikh Muhammad Ashraf, Lahore, 1973

107.Anwar Dil,Hunger,Poverti and Development:Life and work Sartaj Aziz, Ferozsons(pvt)Ltd.,Lahore,1983

108 Barry Norman, Welfare,Open University Press,Buckingham,199

109 Bean Philip and Macpherson,Stewart, Approaches to Welfare,Routledge & Kegan Paul, London, 1983

110 Birds, John,Modern Insurance Law,Sweet & Maxwell, London, 1982

111 Boadway,Robin Bruce, Neil, Welfare Economics, Basil Blackwell Publishers, Oxford,1984

112 Borrie Gordon J., Commercial Law, Butterworths,London,1980

113 Brohi A K.,Human Rights and duties in Islam:Philosophical Approach, Article in Islam and contemporary Socity,edited by Salem Azzam, Longman ai association with Islamic Council Europe, New York, 1982

114 Burrows,Paul,and Veljanovski,The Economic Approach to Law,Butterworths, London,1981

115 Consolidated Recommendatons on the Islamic Economic System,Council of Islamic Ideoiogy< Government of Pakistan,Islamabad, 1983

116.Coulson,Noel J., A History of Islamic Law,(Survey 2) Edinburgh University Press. Edinghburgh, 1971

117.--do-- Conflicts and Tension in Islamic Jurisprudence,University of Chicago Press,

Chicago,1960

118.Dressler David and Donatd Carns,Sociology the Study of Human Interaction,Alfred A. Knopf Inc., New York, 1973

119.Dr.F.R.Faridi,The8ory of Fiscal Policy in an Islamic State,Article in Journal of Research In Islamic Economics,vol.,1,No.1 Summer, International Centre for Reserch in Islamic Economics, vol.1., No.1 King Abdul Aziz University,Jeddah, Kingdom of Saudi Arabia,1403 A.H/1983 A.D

120.-do- Zakat and fiscal Policy, Article in Srudies in Islamic Economics,Edited by Khurshid Ahmad,The Islamic Foundation U.K.1976 State,Sh.,Muhammad Ashraf, Lahore,197

121.Dr.Khalifa Abdul Hakeem,Fundamentl Human Rights,Institute of Islamic Culture,Lahore

122.Dr.Muhammad Hameedullah,Muslim Conduct of7

123.Dr.S.A.Q.Hussaini,Arab Administration,Sh., Muhammad Ashraf, Lahore,1956

124.Dr.Zia-ul-Haq,Islam and Feudalism,The Economics of Riba,Interest and Profit, Vanguard Books,Ltd., Lahore, 1985

125.Duncan B. Macdonald, Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory,Khayats,Beirut,1965

126.Economic Survey, Ministry of Finance,Government of Pakistan,Islamabad,1999-2000

127.Eisenstadt S.N. and Ora Ahimier,The Welfare State and its AfterMath,Barnes & Noble Books, Totowa, New Jersey,1983

128.Encycopedia International,vol.16,Lexicon Publications,Philipines,1982

129.Fifty Years of Pakistn in Statistics, vol.1V(1982-1997)Federal Bureau of Statistics,Statics Division,Government of Pakistan, Karachi, 1997

130.Flora P , and Hiedenheimer,A.J. The Development of Welfare State in Europe and America,New Burnswick,NJ and London,Transaction Books, London,1981

131.Fyzee A.A.Outlines of Nuhammadan Law.Oxford University Pres, Oxford,1974

132.Galwash,Ahmad A.Dr.,The Religion of Islam,Doha Modern Printing Press, Doha,1963

133.Ghifari,Prof.Dr.Noor Muhammad. Social Sesurity in Islam. Atiq Publishing House, Lahore, 1989

134.Gibb H.A.R &Kramera,J.H., Shorter Encyclopedia of Islam,(Article.Zakat)E.J.Brill,Lieden,Netherlands,1974

135.-do-Modern Trends in Islam,The University of Cicago Press, Cicago/Illinois, U.S.A., 1950

136.Gough.I,The Political Economy of the Welfare Stste,Macmilla, London,1979

137.Grunebaum,G,E.,'Islam',Essays in the Nature and Growth of a Cultural Tradition , Routledge and Kegan Paul Ltd.,London,1955

138.Guest,A.G.,Anson's Law of Contract, Clarendon Press,Oxford, 1984

139.Guillaume,Alfred, Islam,Penguine Books,London,1982

140.-do-The life of Muhammad,Oxford University Press, Oxford,1980

141.Hamilton,Charles,(tr.)The Hedaya,Premier Book House,Lahore,1975

142.Hasan-uz-Zaman,DR.S.M.,The Economic Function of the Early Islamic State,International Islamic Publishers,Karachi, 1981

143.Heclo, H. Modern Social Politics in Britian and Sweden:from relief toincome maintenance ,Yale University

Press,New Haven,1974

144.Hitti,P.K.,History of the Arabs, Macmillan, London,1968

145.Holt,P.M.,The Cambridge History of Islam, Cambridge University Press, Cambridge,1978

146.Horton Paul B.and Chester L.,Hunt, Sociology, McGraw-Hill Book Company, London,1996

147.Hughes,Thomas Patrick, A Dictionary of Islam, Premier Book House,Lahore,1964

148.Irfan Mahmud Raana,Economic System Under 'Umar the Great',(a Treatise in Muslim Economy in Early Seventh Century,Sh.Muhammad AShraf,Lahore,1977

149.Ivamy,E.R.Hardy,Dictionary of Insurance Law, Buttworths,London,1981

150.Khurdhid Ahmad,Studies in Islamic Economics,The Islamic Foundation,University of Glasgow,Glasgow,1981.

151.-do.Towards the Monetary and Fiscal System of Islam,Institute of Policy Studies, Islamabad,1981

152.Muadudi, Syed Abul'A'la,The Islamc law and Consitution,Islamic Publication Ltd., Lahore,1960

153.Miss Azra Rafique,Islamic Concept of Riba and Interest,Article No.80(L)-5-1 N.I.P.A.,Lahore,1980

154.Mohammad'(Encyclopedia of Seerah),vol-II,Yhe Muslim Schools of Trust,London, 1982

155.Mohammad Khalid, Welfare State,a case Study of Pakistan,Royal Book co.,Karachi,1968

156.Moulona Kassim Nait-Belkacen, The Concept of Social Justace,ArticleNo.83-(L)-2-12,N.I.P.A.,Lahore, 1983

157.Muhammad Al- Buraey, Administrative Development;an Islamic perspective,Routledge and Kegan Paul Inc., Bostan,Mass/U.S.A./K.P.I.,London , 1985

158.Muhammad Hamidullah, Dr.,Introduction to Islam,Sh.Muhammad Ashraf,Lahore,1974

159.Muhammad Musleh-ud-Din Dr., Economics and Islam,Islamic Publications,Lahore, 1980

160.Muhammad Nijatullah siddiqui, Muslim Economic Thinking. The Islamc Foundation, Leicester, 1981

161.National Bank of Pakistan,Economic System of Pakistan(Proceedings of a Seminar,National Bank of Pakistan,Head Office Karachi,1980

162.Nawab Haider Naqvi, Syed,Eithcs and Economis,;An Islamic Synthesis, The Islamic foundation,Leicester,1981

163.Nawab Haider Naqvi,Syed,An Islamic Approach to EconomicDevelopment,'An Article 'Islam and a new International Economic Order;The Social Dimention,Geneva, January 1880

164.Newman David M., Sociology,Exploring the Architechture of Everyday Life, Pine Forge Press, California/London,1995

165.

166.Niazi,Dr.,Liaqut Ali Khan, Islamc low of Contract,Research Cell,Diyal Singh trust Library,Lahore,1990

167.-do- Islamic law og Tort ,--do-,1988

168 O'Wood,Parkington,MacGillivary & Parkington,On Insurance Law, Sweet and Maxwell, London, 1981

169 Qamaruddin Khan,Al-Mawardi'sTheory of state,Islamic Book Foundation,Lahore, 1983

170.Riazul Hasan Gilani, Dr., Sye, The Reconstrution of Legal Thought In Islam,Law Publishing Co.,Lahore, First Edition, n.d.

171.Rimlinger,G.V.,Welfare policy and Industrilization in Europe, America and Russia, New York 1971

172.Roberts,Robert, Dr., The Social Law of The ISl Quran,Curzon Press Ltd., London, 1980

173.Rosenthal,E.J.,Political Thought in Medievalam,Cambridge University Press,Cambridge,1958

174.Rutherford Donald,Dctionary of Economics,Routledge,London and New York,1992

175.S.A.Hashmi,Zakat as an Instrument of Fiscal Policy.No.81(I)-4-6.N.I.P.A.,Lahore, 1981

176.Savory,R.M.,Introduction to IslamCivilization,

CambridgeUniversity Press,Cambridge

177.Saying of The Prophet Muhammad(P.B.U.H.)Editedand Traslatedby Mirza Abdu-Fadi, Fifteen Hijra Islamabad, 1400 A.H./1900 A.D.Committee,Century Edition,National Hijra Centenary Celebarations

178.Schach,Joseph,The Origins of Muhammandan Jurisprudence,Clendo Press,Oxford,1979

179.-do-An Introduction to Islamc Law, Clarendon Press, Oxford,1982

180.Syed Hosein Nasr, Islamc Life and Thought, George Allen and Unwin,London/Sydney,1981

181.Shimon E.,Spiro amd Ephraim yuchtman-Yaar,Evaluating The Welfare State, Social and Political Perspectives,Academic Press, Ne York, London, 1983

182.Siddiqui Abdul Hamid, The Life of Muhammad(PBUH), Islamic Foundation Ltd., Lahore 1981

183.Siddiqui Dr.M.N.,The Economic Enterprise in Islam,Islamic Publications,Lahore,1979

184.Social Development in Pakistan,(Annual Review 1999)Oxford University Press,Oxford,1999

185.Sultan Ahmad, 'Citizen And the Debt Burden',(Article)in the Daily Dawn, Lahore,March 29,2001

186.Teleghani, Mahmud,Syed,Ayatullah, Socity and Economics in Islam, (Writings and Declaration), Traslated in English by Campbell,Mizan Press, Berkeley(U.S.A.),1982

187.The Blackwell Encyclopedia of Political Science, edited by Vernon Bogdanor,(Article Welfare State),Blackwell Publishers,Oxford,1991

188.The Encyclopedia Americana,Grolier Corporation, International Edition,Connecticut,U.S.A.,1983

189.The Hutchinson Encyclopedia, Helicon Publishing Ltd.,Oxford,1999

190.The New Book of Knowledge, Grolier Incorporated,Danbury, Connecticut, U.S.A.,1997

191.The New Encyclopedia Britannica,University of chicago,Chicago,U.S.A.,1989

192.The Oxford Envyvlopedia of the Modern Islamc World, 4 Volumes, Oxford University Press,New York Oxford, 1995

193.Titmuss,R.H.,Essays on the Welfare Stste,Allen and Unwin , London ,1958

194.Tomsson R.F.,The Welfare State,1883-1983,Comparative Social Research.JAI press Greenwich, Conn. and London, 1983

195.Treitel,G.H., The Outline of the Law of Contarct,Butterworths, London, 1984

196.Tuma, Elias, H.,Early Arab Economic Policies,'Article in Islamic Studies,Journal of the Central Institute of Islamic Research, vol.IV.No.1.karachi,March, 1965

197.Turner,Barry, The StateNew York,sman's Yearbook,(2000),Grove'sDictionaries Inc., 2000

198 Unwin Hyman, Dictionary of Economics,edited by Christopher

Pass, Bryan Lower and leslie davies, Harper Collins Publishers,Leicester,England,1998

199 World Development Report 1998-1999, Oxforf University Press,NewYork,1999

200 Yousuf Dr.S.M., Economic Justice in Islam, Sh. Muhammad Ashraf,Lahore, 1977

201 Zaidi S. AKbar, Issues in Pakistan's Economy, Oxford University Press,Oxford/New York, 1999

معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کا کردار
(تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں)

ڈاکٹر عزیز اللہ۔ملتان

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں جس معاشرے کی تشکیل کی، اس سے ایک ریاست بھی وجود میں آئی۔اس کے مجمل اصول یا رہنما اصول حجۃ الوداع کے خطبے میں موجود ہیں۔اس میں بنیادی حقوق انفرادی یا اجتماعی اور فرائض کے بارے میں اشارات آ گئے ہیں۔دعوت مذہب، اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفوس کے علاوہ ''استخلاف فی الارض'' کے وعدے کے مطابق آنحضرتﷺ نے انتظامات ملکی بھی کئے۔چنانچہ اس سادہ سی ریاست میں آپﷺ نے حکام، ولاۃ اور عمال کا تقرر، امیر العسکر، آئمہ اور مؤذنوں کا تقرر، زکوٰۃ، جزیہ کے لئے محصلین کا اہتمام، مقدمات کا فیصلہ، غیر قوموں سے معاملات، اجرائے فرامین اور اجرائے تعزیر و احتساب وغیرہ کا کام خود انجام دیا۔اسی طرح خلفائے راشدینؓ نے قرآن مجید اور سنت رسول اللہﷺ پر مبنی ایک ریاست کی تشکیل کی۔(۱)

یہ مملکت ابتداء میں ایک شہری مملکت نہ تھی بلکہ شہر کے ایک حصہ میں قائم کی گئی تھی۔لیکن اس کی توسیع بڑی تیزی سے ہوتی ہے۔اس توسیع کا اندازہ آپ اس سے لگایئے کہ صرف دس سال میں جب رسول اللہﷺ کی وفات ہوئی، اس وقت مدینہ ایک شہری مملکت نہیں بلکہ ایک وسیع سلطنت کا دار السلطنت تھا۔اس کا رقبہ تاریخ کی شواہد کی رو سے تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلومیٹر پر مشتمل تھا۔(۲)

زکوٰۃ کا معنی ومفہوم:

زکوٰۃ کے معنی ہیں طہارت اور نمو کے۔(۳) یہ عبارت ہے ضمیر کی اس پاکیزگی سے جو حق واجب کی ادائی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔یہ قلب کی صفائی کا نام ہے جو حب ذات اور حرص و بخل کے طبعی خصائص سے بلند و بے نیاز ہو جانے پر میسر آتی ہے۔مال ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے اور اپنی ملکیت ہر ایک کو محبوب ہوتی ہے۔اسی میں اس کی جلا ہے....زکوٰۃ کا یہی تعبدی پہلو ہے جس کے سبب اسلام کے لطیف احساس نے یہ گوارا نہ کیا کہ اہل ذمہ اور اہل کتاب سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کرے۔(۴)

اب یہاں معاشرتی ارتقاء میں حائل رکاوٹیں اور ان کا تدارک، زکوٰۃ وعشر کی غرض و غایت، زکوٰۃ کی اہمیت، قرآن مجید میں لفظ ''زکوٰۃ'' کا تذکرہ اور احادیث مبارکہ میں لفظ ''زکوٰۃ'' کا تذکرہ ایسے عنوانات کے تحت زکوٰۃ وعشر

کثیر الجہتی کردار کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں حائل رکاوٹیں اوران کا تدارک :

(۱) زکوٰۃ سماج کا ایک حق ہے جو فرد پر واجب ہوتا ہے تاکہ ضرورت مند طبقوں کی ضروریات پوری ہو سکیں۔(۵)

(۲) اسلام کو انسانوں کا فقر واحتیاج میں مبتلا رہنا ناگوار ہے۔اس نے یہ اصول طے کردیا ہے کہ فرد اگر استطاعت رکھتا ہوتو اپنی قوت بازو کے بل پر اپنی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرےاور اگر وہ کسی وجہ ایسا نہ کرسکتا ہوتو اُسے سماج کے مال میں سے کفاف دیا جائے(۶)

(۳) اسلام کو انسان کا فقر واحتیاج میں مبتلا رہنا کیوں نہیں گوارا؟ اس لئے کہ وہ چاہتا ہے کہ انسان کو اس کی مادی ضروریات سے فارغ کر کے ان بلندتر مقامات ومنازل کی طرف توجہ کرنے کا موقع فراہم کرے جو مقام انسانیت اوراس خصوصی شرف وامتیاز کے شایانِ شان ہیں جو اللہ نے بنی آدم کو عطا فرمایا ہے(۷)

ولقد كرمنا بنی آدم و حملنٰهم فی البّرو البحر ورزقنٰهم من الطیّبٰت وفضلنٰهم علیٰ كثیر ممن خلقنا تفضیلا○(۸)

(۴) ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اوراس کی خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اوران کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اوراپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

(۵) اللہ نے انسان کو یہ بزرگی عقل و جذبات اور جسمانی ضروریات سے بلندتر مقاصد کی طرف روحانی میلانات دے کے عملاً عطا فرمادی ہے۔اب اگر انسان کو ضروری سامانِ زندگی اس قدر بھی میسر نہ ہو کہ انہیں روحانی میلانات اور فکری بلند پروازیوں کے لئے کچھ وقت مل سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بزرگی ان سے چھین لی گئی اور وہ جانوروں کے مقام پر واپس چلے گئے ہیں' بلکہ اس سے بھی نیچے ۔ کیونکہ جانوروں کو تو عموماً کھانے پینے کو مل جاتا ہے ۔بہت سے جانور مست ہوکر کلیلیں کرتے پھرتے ہیں اور کتنی ہی چڑیاں ہیں جو پیٹ بھر لینے کے بعد زندگی کی رعنائیوں پر خوشیاں مناتی اور چہچہاتی پھرتی ہیں(۹)

(۶) ایسا شخص جسے اپنے کھانے پینے کی فکر اتنا مشغول رکھے کہ بلند مقام انسان کے شایانِ شان افکار و تصورات کی طرف توجہ کرنا تو کجا' اتنی فرصت اور اس قدر فراغ ذہن بھی میسر نہ ہو جتنا چرند و پرند کو حاصل ہے' نہ تو انسان کہلانے کا مستحق ہے' نہ اللہ کے نزدیک شرف و امتیاز کا حامل۔ یہ صورت حال کہ آدمی اپنا سارا وقت صرف کردینے

اور ہر ممکن کوشش کر لینے کے باوجود بقدر کفایت روزی حاصل نہ کر سکے اس کے حق میں سم قاتل ہے۔ یہ اُسے اس مقام سے بہت نیچے گرا دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند فرمایا ہے۔ یہ صورت حال اس سماج کے حق میں بھی مہلک ہے جس کے افراد اس میں مبتلا ہوں۔ یہ ایک گراہوا سماج ہے۔ جو اللہ کی طرف سے ہونے والی عزت و بزرگی کا مستحق نہیں۔ کیونکہ اس نیارادۂ الٰہی کی خلاف ورزی کی ہے۔(۱۰)

(۷) انسان اللہ کی زمین پر اس کا نائب ہے۔ اللہ نے اسے منصب نیابت اس لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ اسی زمین پر حیات کو نشو و نما بخشے، اسے ترقی دے، اسے شاداب و شگفتہ بنا کر رکھے اور پھر اس شادابی اور حسن سے لطف اندوز ہو کر ان ساری نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالائے کہ سب اسی کا عطا کردہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر انسان کی پوری زندگی روٹی کی نذر ہو جائے، چاہے یہ روٹی اس کا پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہو تو وہ ان بلند تر مقاصد کو کبھی نہ حاصل کر سکے گا۔ پھر وہ زندگی کتنی گری ہوئی زندگی ہے جس میں انسان عمر بھر کوشش کے باوجود اپنی ضروریات بھی پوری نہ کر سکے۔(۱۱)

(۸) اسلام کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ امت کے مختلف افراد کے درمیان اتنا تفاوت پایا جائے کہ کچھ لوگ تو عیش و عشرت کی زندگی گزاریں اور دوسرے لوگ خستہ حال اور پریشان رہیں، اور یہ خستہ حالی، مفلسی، فاقہ کشی اور کپڑوں بغیر ننگے رہنے کی حد تک جا پہنچے۔ ایسی قوم مسلمان نہیں کہی جا سکتی۔(۱۲) اللہ کا رسول ﷺ فرماتا ہے:

''جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا
اس بستی سے اللہ کی حفاظت و نگرانی کا وعدہ ختم'' (۱۳)

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیه ما یحب لنفسه(۱۴)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے
وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے''

(۹) اسلام امت کے مختلف افراد کے درمیان اتنے زیادہ تفاوت کو کیوں پسند نہیں کرتا؟ اس کا جواب حسد و کینہ کے ان خطرناک جذبات میں مضمر ہے جو سماج کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں۔ اس کا جواز اس بے جا امتیازات، حق تلفی اور سنگ دلی میں مضمر ہے جو قلب و ضمیر کو آلودہ کر دیتے ہیں، اتنا جفاقت ہونے کا مطلب ضرورت مندوں کو چوری اور غصب کرنے یا عزت نفس اور خودداری سے ہاتھ دھو کر انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا ہو جانے پر مجبور کرنا ہے۔ یہ انسانوں کو پستی کی طرف لے جانے والے عوامل ہیں، جس اسلام سماج کو بچائے رکھنا چاہتا ہے۔(۱۵)

(۱۰) اسلام نہیں چاہتا کہ دولت قوم کے مال دار افراد کے درمیان گردش کرتی رہے اور عوام کی اکثریت کو خرچ کرنے کے لئے مال میسر نہ ہو، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کی زندگی ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے اور روزگار اور آمدنی کی سطح

گر جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کے ہاتھوں میں مال ہوگا تو وہ اسے ضروریاتِ زندگی کی خریداری میں صرف کریں گے، اشیاء کی طلب بڑھے گی، پیداوار میں اضافہ ہوگا اور قابل افراد کے لئے مکمل روزگار حاصل ہو سکے گا۔ اس طرح محنت، پیدائشِ دولت اور صرفِ دولت کا عمل اپنے قدرتی انداز پر جاری رہ کر مفید نتائج سامنے لا سکے گا۔ (۱۶)

(۱۱) واضح رہے کہ اسلام مستحقین کو زکوٰۃ میں سے حصہ پانے کا حق اسی وقت دیتا ہے جب کہ یہ کسب و مال کی کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں اور اس کے باوجود ان کا کام نہ چلے۔ اس پالیسی کی وجہ یہ ہے کہ اسلام عزتِ نفس اور خودداری کو سب سے اہم چیز سمجھتا ہے اس لئے وہ اس کا اہتمام کرتا ہے کہ ہر فرد کو روزی کا ایک ایسا ذریعہ حاصل رہے جو اس کے اپنے اختیار میں ہو اور جس کے سلسلے میں وہ کسی کا' یہاں تک کہ سماج کا بھی' ماتحت و دست نگر بننے پر مجبور نہ ہو۔ اس لئے وہ لوگوں کو ترغیب دلاتا ہے کہ محنت کریں اور اس طرح وہ مدد لینے سے مستغنی رہیں۔ اسی لئے اس نے جماعت کی اوّلین ذمہ داری قرار دی ہے کہ ہر فرد کے لئے روزگار فراہم کرے (۱۷)

(۱۲) زکوٰۃ کی رقم سے دی جانے والی امداد آخری اجتماعی بچاؤ ہے۔ یہ درحقیقت ایسے افراد کے لئے سماجی تحفظ ہے جو باوجود کوشش کے کچھ نہ کما سکیں یا ضرورت سے کم یا بقدر ضرورت ہی حاصل کر سکیں۔ زکوٰۃ کے ذریعے یہ مقصد بھی حاصل کیا جاتا ہے کہ دولت تمام افراد معاشرہ کے درمیاں گردش کرتی رہے تاکہ پیداوار، محنت اور صَرف کے درمیان سرمایہ کی گردش موزوں طریقہ پر انجام پاتی رہے۔ یہاں اسلام بیک وقت معاملہ کے دونوں پہلوؤں کی رعایت ملحوظ رکھتا ہے۔ ایک طرف تو یہ خواہش کہ ہر فرد اپنی طاقت بھر کام کرے اور سماجی امداد کا سہارا لے کر بے کار وقت گزاری نہ کرے اور دوسری طرف اس بات کا لحاظ کہ ضرورت مند کو بقدر ضرورت مدد دے کر ضروریاتِ حیات کا بار اس کے سر سے ہلکا کر دیا جائے اور اُسے ایک صاف ستھری اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کر دیئے جائیں۔ ساتھ ہی وہ اس کے ذریعہ سرمایہ کے موزوں طریقہ پر گردش کرتے رہنے کا اہتمام بھی کرتا ہے (۱۸)

(۱۳) زکوٰۃ تعاون اور کفالت باہمی پر مبنی اس معاشرے کی بنیاد ہے جسے اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی سودی نظام کے سہارے کی ضرورت نہیں (۱۹)

(۱۴) اسلام اپنے نظام میں زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔ اس نظام میں انفرادی سعی و جہد اور سود سے پاک باہمی تعاون کے ذریعے زندگی نمو پاتی ہے اور معیشت کی ترقی عمل میں آتی ہے (۲۰)

(۱۵) اسلام اپنی تلقین و ترغیب، اپنے قوانین اور اپنے اجتماعی ضوابط کے ذریعہ جس قسم کے تقویٰ ساز، طہارت یافتہ اور صالح سماجی و معاشی ارتقاء کا خواہاں ہے وہ اس نظام کے ڈھانچہ اور اس کے طریقہ نفاذ سے مزاجی مناسبت رکھتا ہے۔ وہ قوانین اور ترغیبات سے مل کر تکمیل پاتا ہے۔ اس میں کفالت باہمی داخل سے بھی جنم لیتی ہے اور ضوابط کے ذریعے بھی عمل میں آتی ہے۔ دونوں طریقے ایک دوسرے کی کمی پوری کرتے ہیں اور ہم آہنگ ہیں (۲۱)

مختصر از کوٰۃ وعشر حلال مال سے لیا جائے گا، حرام مال سے نہیں۔ حرام مال سے زکوٰۃ تو کجا، وہ مال اسلامی معاشرت و معیشت کے لئے سم قاتل ہے۔ قابل ضبطی و تلفی ہے۔ ایسے اکتسابِ مال ممنوع ہیں اور قابلِ گرفت ہیں۔ گویا ''زکوٰۃ'' کا نظام دراصل مسلم معاشرت و معیشت کو ہر قسم کے ظلم 'لوٹ کھسوٹ' بددیانتی' بے ایمانی' دھوکا' فراڈ' عداوت' رشوت' سود' حرام کاری ' ناجائز قبضہ' حرام خوری' غبن' چوری' قحبہ گری' ڈکیتی، ٹک بیکس، لاٹری، منشیات کی تیاری و فروختگی، عمل تطفیف، تجنیس، عملِ احتکار، عملِ غش، عمل تسعیر، گداگری، تاوان، اغواء، فحاشی و عریانی، فحش رسالے، فحش گانے، کیبل نیٹ ورک پر فحش پروگرام دکھا کر، کمپیوٹر انٹرنیٹ کے ذریعے بے ہودہ، لچر، اخلاق باختہ پروگرام دیکھنے اور دکھانے سے متعلق پیشہ جات اور کاروبار.... سب ممنوع اور ناجائز آمدنی کے ذرائع ہیں۔ اسلامی ریاست کے لازمی ہے کہ تلقین و ترغیب، تعلیم و تربیت اور قانون و اجتماعی ضوابط کے ذریعے ایسے آمدنی کے ذرائع اور پیشوں کی تطہیر کرے اور اسلامی مزاج سے ہم آہنگ ذرائع آمدن کی اجازت دے۔ یوں سیرت محمدیہ ﷺ اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں زکوٰۃ وعشر کے کردار سے مطلوبہ معاشرتی اور معاشی ارتقاء ممکن ہو سکے گا۔

(۱۶) ایک فرد کی معاشیات سے لے کر بین الاقوامی معاشیات تک، ایک خوانچہ فروش سے لے کر بین الاقوامی تاجر تک، ایک معمولی بڑھئی سے لے کر کروڑ پتی تک، سب کے لئے معاشی تعلیمات مل سکتی ہیں۔ معاشیاتِ فرد ہو یا معاشیاتِ اجتماع، ملکی معاشیات ہو یا بین الاقوامی معاشیات، عام صارف کا نظریہ آمدن و خرچ ہو یا ایک بڑے ملک کا میزانیہ اور منصوبہ بندی، زرعی معاشیات ہو یا زر اور بینک کاری کی معاشیات، ترقی یافتہ ممالک کے مسائل ہوں یا ترقی پذیر کے، غرب ملک یا فرد کے معاشی مسائل ہوں یا ایک امیر ملک یا فرد کے معاشی مسائل ہوں، قرآن مجید میں ان سب کے لئے بنیادی اصول موجود ہیں (۲۲) کسی بھی نظام میں معاشرت و معیشت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فرد اور اجتماع دونوں کے لئے معاشرت و معیشت کے دونوں پہلو لازم و ملزوم ہیں (۲۳)

(۱۷) اسلام، اگر معاشیات میں سود لینے کو روکتا ہے تو معاشرتی زندگی میں زنا کو بھی روکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اگر معاشیات میں سود حرام ہے تو معاشرتی زندگی میں زنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح معاہدات کی پابندی..... یہ معاہدات دو افراد کے درمیان بھی ہو سکتے ہیں اور ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان نکاح کا معاہدہ بھی ہو سکتا ہے۔ گویا قرآن مجید نے ''معاہدہ کی پابندی'' کا اصول بتا کر اسے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں جاری کراتا ہے۔ (۲۴)

(۱۸) معاشرتی اور معاشی ارتقاء میں عدل و انصاف کے اصول کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ عدل و احسان کو سماجیات عمرانیات اور معاشیات میں کیا مقام حاصل ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ جس نے معاشی مظالم، کمزوروں کے استحصال اور معاشی رقابتوں کے نتائج دیکھے ہیں مگر یہی عدل و احسان کا اصول معاشرتی زندگی کی بھی روح ہے۔ جس کے بغیر کوئی سماج معاشرتی اور سماجی طور پر ترقی نہیں کر سکتا۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشرتی اور معاشی ارتقاء میں

زکوٰۃ وعشر کے کردار کا جائزہ لینے سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱۹) معاشی سرگرمیوں کی ضرورت واہمیت، کمانا وخرچ کرنا، پس انداز کرنا اور پس انداز شدہ سے سرمایہ کاری کرنا، تجارت کی ضرورت واہمیت، اس کی مختلف قسمیں اور صورتیں، اس کی ممنوع اور جائز صورتیں، تجارت کے احکام، نفع کی جائز صورتیں، شرکت ومضاربت کے متعلق مفصل احکام،....سود کی حرمت کیوں اور کیسے؟ سود کی مختلف اقسام، بچنے کے طریقے، سودی نظام کے متبادل کاروباری صورتیں اور مسائل مالیات وغیرہ۔اجارہ، مختلف صورتیں، احکامات، محنت کے مسائل، آجر واجیر یا سرمایہ دار ومحنت کش کے تنازعہ کا حل، محنت وسرمایہ کے مختلف مسائل، معاشرتی معاشیات کی تعلیمات مثلاً ارتکاز و اکتنازِ دولت کا امتناع، گردشِ دولت کی راہیں، معاشی انصاف اور عدل اجتماعی وغیرہ۔ریاستی معاشیات کی سرکاری مالیات، ٹیکسوں کا جواز یا عدم جواز، بجٹ اور منصوبہ بندی وغیرہ کی تفاصیل، بین الاقوامی معاشیات کی تعلیمات، مثلاً انسانی برادری، انسانی ضروریات، بین الاقوامی تجارت کے قواعد وضوابط اور ترجیحات، بین الاقوامی معاشی استحصال کا خاتمہ وغیرہ وغیرہ۔ملکیت کی اجازت یا ممانعت کیوں اور کیسے؟ ملکیت کی حد، مختلف صورتیں، زمین، کارخانے، مکانات، اور دیگر وسائل معیشت کی ملکیت کے احکام وغیرہ، زمینوں کی آبادکاری، پانی وغیرہ، غرض ایک عام فرد کی معاشیات سے لے کر بین الاقوامی معاشیات کی تعلیمات کا اجمالی اور بعض صورتوں میں مفصل بیان تعلیمات نبویؐ میں آگیا ہے (۲۵)

(۲۰) تعلیمات نبوی ﷺ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں زکوٰۃ کے کردار پر بڑی تفصیل ملتی ہے اسلامی فقہ کا ادنیٰ علم رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اسلامی فقہ کا دوتہائی معاملات پر مبنی ہے اور معاملات اکثر وبیشتر معاشیات سے متعلق ہیں۔گویا کی اسلامی فقہ کا بیشتر حصہ معاشیات ہے۔مثلاً نماز، روزہ، حج اور چند دیگر عائلی اور مدنی احکامات کے بعد تمام کے تمام احکامات بیوع، قرض، سود، لین دین، ہبہ، عاریت، شرکت، مضاربت، مزارعت، پانی کے احکام، زمینوں کے احکامات، زکوٰۃ کی فرضیت، وصولی اور تقسیم وغیرہ کے مسائل، غنائم اور فئی کا احکام، تقسیم دولت، وراثت، حرام وحلام، آجر ومزدور کے تعلقات کے احکام، احتکار واکتناز کی ممانعت، میراث کی تقسیم، ضرائب و نوائب (سرکاری ٹیکس) اور صدقات وغیرہ یہی وجہ کہ معاشی زندگی کے ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر سمیت دیگر تمام عوامل وعناصر کے کردار کی بابت تفصیلاً تذکرہ پایا جاتا ہے۔

(۲۱) الغرض، معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کا اہم کردار ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے صاحبِ نصاب، دولت کی بے جا محبت اور بخل ایسی باطنی وقلبی امراض سے نجات پاتا ہے۔جس معاشرے میں صاحب نصاب و صاحب ثروت خودغرض، کنجوس اور بخیل ہوں تو ان کے بخل سے معاشرتی اقدار زوال پذیر ہو جاتی ہیں اور بخل کی وجہ سے کئی دیگر معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنی کتاب ''قرآن وانسان فلسفۂ زکوٰۃ'' میں بخل کی وجہ سے معاشرتی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''بخل سرطانی ادارے اور معاشرتی سرطان پیدا کرتا ہے اور سرطانی ادارے احتیاج پیدا کرتے ہیں اور احتیاج قوم کو دیمک کی طرح چٹ کر دیتی ہے۔ نتیجتاً اس کی زندگی میں توازن نہیں رہتا اور وہ مصیبت و تفرقہ اور ناآہنگی و ناہمواری کا شکار ہو جاتا ہے۔ قوم میں وحدت نہ رہے تو اس کے شیرازے کا منتشر ہونا شدنی ہو جاتا ہے۔'' (۲۷)

اس کے برعکس زکوٰۃ و عشر کے بھرپور کردار کی وجہ سے معاشرتی و معاشی ارتقاء کا احاطہ کرتے ہوئے وہ یوں لکھتے ہیں کہ:

''معاشرے کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ قومی زندگی میں کشادگی و وسعت اور طمانیت و مسرت پیدا ہوتی ہے۔ مفلوک الحالی، مفلسی اور تنگ دستی و گداگری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ معاشرے میں سرمایہ داری، سود کاری جاگیرداری، زمینداری، مزارعت و مضاربت، کرایہ کاری، دستار گیری، ساہو کاری ایسی سرطانی بیماریوں اور برائیوں کے پیدا ہونے کے امکانات مفقود ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ امن و سلامتی اور آزادی و خوشحالی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔'' (۲۸)

زکوٰۃ و عشر کا کردار صرف مندرجہ بالا باتوں تک محدود نہیں اور نہ ہی ڈاکٹر موصوف نے ان ناموں پر اکتفاء کیا ہے بلکہ انہوں نے معاشی و معاشرتی ارتقاء میں زکوٰۃ و عشر کے کردار کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ثمرات میں:

''انفاق بالعفو، عدل و احسان، آزادی اکتساب، کفالت اجتماعیہ، اخوت و مساوات، عظمتِ محنت، تکریم انسان، کسب و اکلِ حلال، دیانت داری، امانت داری، سچائی، ایفائے عہد، تقسیم پیداوار بذریعہ عدل و احسان، وسائل پیداوار سے تمتع کی آزادی اور انسانی حقوق کا احترام'' کو شمار کیا ہے۔

علاوہ ازیں معاشرتی و معاشی ارتقاء میں رکاوٹ بننے والے ایسے عوامل میں:

(۱) ربا یا سود کاری و سود خوری (۲) ظلم و استحصال (۳) بخل و شحِ نفس (۴) اکتناز (۵) احتکار (۶) کسب و اکلِ حرام (۷) وسائلِ پیداوار پر اجارہ داری (۸) تحقیر انسانی (۹) تحقیر و تذلیل محنت و محنت کش (۱۰) اسراف و تبذیر (۱۱) اقتصادی بددیانتی (۱۲) خیانت (۱۳) عہد شکنی (۱۴) رشوت (۱۵) نوسر بازی (۱۶) جلبِ منفعت (۱۷) گداگری (۱۸) بیگار (۱۹) ساہو کاری یا بینک کاری (۲۰) تمسکات یعنی حصص کاری انعامی بانڈوں، سیونگ، ڈیفنس اور

اس قسم کے سرٹیفکیٹوں پر سودا (المعروف منافع) کو شمار کیا ہے۔(۲۹)

زکوٰۃ تو ایک مؤثر ذریعہ ہے بھوک اور افلاس کو مٹانے کا جو زکوٰۃ کے نظام کے پوری طرح بروئے کار آجانے کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں ایسے مٹ جاتی ہے کہ زکوٰۃ لینے کا مستحق ڈھونڈنے سے نہیں ملتا اور تاریخ اس پر شاہد ہے۔

معاشی و معاشرتی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کا کردار کثیر الجہتی ہے۔ جہاں ایک طرف وہ زکوٰۃ وصول کنندہ کی مالی معاونت کے ذریعے تطہیر فکر و تعمیر فکر کا ذریعہ ہے، وہاں دوسری طرف زکوٰۃ دھندہ کی قلبی و باطنی تطہیر کی صورت میں تزکیۂ نفس کا عکاس ہے۔

بالفاظ دیگر زکوٰۃ وعشر جہاں ایک طرف معاشرتی و معاشی طور پر پسے ہوئے افراد کی مالی مدد کر کے فقر و فاقہ، گداگری، خودکشی، غربت، بھوک اور ننگ وغیرہ کا تدارک کرتے ہوئے ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کر کے معاشرے کے ان گرے پڑے معذور، محروم الوسائل و مفلوک الحال افراد کو پاؤں پر کھڑا کرتے ہوئے معاشرتی دوڑ میں شریک بنا کر بہت سے معاشرتی و معاشی جرائم کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ فکری و اعتقاداتی ایسی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔ وہاں دوسری طرف وہ معاشرتی و معاشی طور پر خوشحال اور مضبوط افراد یعنی صاحب نصاب کے قلبی و باطنی امراض ایسے بخل، خودغرضی حبِ جاہ، حرص، لالچ، حبِ دُنیا، خواہشِ تکاثر، کنجوسی، اور فضول خرچی، بے دردی اور بے حسی وغیرہ کی اصلاح کرتے ہوئے تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ تطہیرِ فکر و تعمیرِ فکر کا بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔

اسی طرح سوسائٹی سے معاشرتی و معاشی تفاوت کے نتیجے میں ظلم نفرت، حسد کینہ، منافقت، عداوت، بغض، غصہ چوری، ڈکیتی، قحبہ گری، گداگری ایسے معاشرتی جرائم کے تدارک کے ساتھ ساتھ طبقاتی نظام کی بیخ کنی کرتے ہوئے ایک متوازن اور اعتدال پر مبنی صالح اور خوش حال معاشرے کے تشکیل کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ جہاں باہمی محبت، الفت، خیر خواہی، ہمدردی و غمگساری، اخوت اور دردِ دل ایسی معاشرتی و معاشی صفات سے متصف اقدار پروان چڑھتی ہیں اور آنحضور ﷺ کے اس فرمان کی تفسیر بن جاتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''المسلم اخوا لمسلم''

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

کا عملی مصداق ٹھہرتا ہے۔

معاشرتی و معاشی زبوں حالی سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں۔ جن میں گداگری، منشیات کا استعمال، عصمت فروشی، قمار بازی، جعلی پیر، رشوت، اسمگلنگ اور خودکشی شامل ہیں۔ یہ، معاشرتی و معاشی جرائم کسی بھی سوسائٹی کی بہبود میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ امرِ واقعہ یہ کہ:

''جرم و افلاس کا چولی دامن کا ساتھ ہے... بیماری کی وباء غریبوں کی بستی میں پھوٹتی ہے۔ زندگی کا اوسط بھی

غریب آبادی کے لوگوں کا زیادہ نہیں ہوتا۔شرح اموات بھی اسی طرح نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔دق، سیل، کینسر جیسے موذی امراض اور جنسی بیماریوں کا شکار بھی اسی بستی کے لوگ ہوتے ہیں ۔ پیدائش کے بعد مرنے والے بچوں کی تعداد بھی اسی بستی میں زیادہ ملے گی ۔'' (۳۰)

مزید برآں حیرت تو یہ ہے کہ چور، ڈاکو، سمگلر، ملاوٹ کرنے والے، ذخیرہ اندوزی کرنے والے، چور بازاری کرنے والے، جلد از جلد مال دار بننے کے جذبہ کی تسکین کی خاطر دوسرے پیشہ ور افراد کی طرح سرگرمِ عمل ہیں ۔ زندگی کے دوسرے معاملات میں وہ بھی سماجی، معاشرتی اور مذہبی ضابطوں کا احترام اسی طرح کرتے ہیں جیسا کہ باشعور شہری۔ کسٹم افسر، تھانیدار صاحب رشوت لے کر بقر عید میں ایک گائے ، دو چار بکرے مذہبی فریضہ سمجھ کر ذبح کرتے ہیں ۔ راشی مجسٹریٹ رشوت لے کر حج کو جاتا ہے ۔ چور، ڈاکو اور اسمگلر اپنی ''نیک'' کمائی سے مسجد کی تعمیر میں چندہ دیتا ہے ۔ ایک بھی شخص جھجک محسوس نہیں کرتا۔ معاشرتی اعتبار سے کسی ایک شخص کی بھی شخصیت مکمل کہی جاسکتی ہے؟ (۳۱) ہرگز نہیں ۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک اسلام کا تصورِ عبادت انتہائی ناقص ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ پاک (طیب) ہے اور وہ پاک مال ہی پسند کرتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں کثیر الجہتی اور ہمہ پہلو سے تطہیرِ فکر و تعمیرِ فکر مطلوب ہے ۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی سوسائٹی میں اسلامی نظامِ حیات کو مکمل طور پر بروئے کار لائے بغیر معاشرتی و معاشی ارتقاء میں صرف زکوٰۃ و عشر کے کردار کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

(۲۲) فقر و فاقہ اخلاق و کردار کے لئے بھی کچھ کم خطرناک نہیں ۔ کسی غریب اور تنگ دست کو بدحالی اور محرومی بعض دینی و دُنیاوی معاملات میں غیر شریفانہ اور اخلاق سے گرا ہُوا رویّہ اختیار کرنے پر مجبور کردیتی ہے اسی لئے تو کہتے ہیں کہ معدے کی آواز ضمیر کی آواز سے زیادہ طاقت ور ہے (۳۲)

(۲۳) انسان کے عقیدے و ایمان اور اخلاق و کردار کے علاوہ فقر و فاقہ انسان کے فکر و فہم کے لئے بھی خطرناک ہے ۔ ایک تندرست آدمی جسے اپنے اہل و عیال کے لئے ضروریاتِ زندگی میسر نہیں کس طرح کوئی گہری بات سوچ سکتا ہے ۔ (۳۳)

(۲۴) فقر و تنگ دستی عائلی زندگی کے لئے بھی کئی پہلوؤں سے خطرناک ہے ۔ عائلی زندگی کی تشکیل میں فقر و فاقہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے (۳۴)

(۲۵) بعض اوقات عسرت و تنگ دستی میاں بیوی میں تفریق کا باعث بن جاتی ہے ۔ اس طرح فقر و فاقہ اکثر اوقات کسی کنبے کے افراد کے باہمی تعلقات کو خراب کردیتا ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے رشتہ محبت و مؤدت کو منقطع کر دے ۔ (۳۵)

(۲۶) مزید برآں فقر و فاقہ سوسائٹی کے امن و سلامتی کے لئے خطرناک ہے .... آدمی فقر پر اس وقت تو صبر کر

لیتا ہے جب یہ وسائل رزق کی کمی اور افراد کی زیادتی سے پیدا ہوگئی ہو، مگر جب اس کا سبب وسائل رزق کی غلط تقسیم اور مال داروں کی غریب طبقہ پر ظلم وزیادتی ہو...تو پھر غریب طبقہ میں فقر وفاقہ کے باعث اضطراب واشتعال پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں باہمی اخوت ومحبت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں (۳۶)

(۲۷) فقر وتنگ دستی کسی قوم کی قیادت وسیادت اور اس کی آزادی واستقلال کے لئے حد درجہ خطرناک ہے (۳۷)

(۲۸) ایک تنگ دست وبدحال شخص کے دل میں اپنے وطن وقوم کے دفاع کا جوش وجذبہ بالکل پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا وطن اس کی بھوک دور نہیں کرتا اور اس کی قوم اسے بدحالی وغربت سے نکالنے میں دستِ تعاون نہیں بڑھاتی (۳۸)

(۲۹) علاوہ ازیں فقر وفاقہ انسان کی جسمانی صحت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اسکی نفسیاتی صحت پر اثر انداز ہو کر اس کے مزاج میں تنگ دلی، چڑچڑاپن اور غم وغصہ پیدا کردیتا ہے۔ جو اس کی قوتِ کار کو کم کر کے اسے معاشی طور پر کمزور کر

کردیتے ہیں (۳۹) ڈاکٹر طیب زین العابدین اپنے مقالے بعنوان:

Institution of Zakah and the Muslim world

میں تعلیمات نبوی کی روشنی میں غربت وتنگ دستی کو معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیتے ہیں اور سوسائٹی کے دیگر معاشرتی ومعاشی مسائل پر بحث کرتے ہوئے اور مذکورہ خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے وہ یوں لکھتے ہیں:

soul,property and mind would not be fulfilled in the state of poverty.These objectives require the provision of such food,clothing,shelter and marriage sod that people may not be pushed back to cross the limits of religion and morality.Islam has enjoyed upon state as well as communityto share the responsibility of eliminating providing the basic human needs,narrowingn of Islam after professing the Oneness of God and offering the prayers.Allah says: "If they repent,establish regular prayer,and pay zkah,they are brothern in faith.Fiqh books abound with zakah regulations,its souces, the amount to be payed,its expenditre,etc.Muslims Economists gave priority to its economic and social significance for the poor,The main purpose of decreeing Zakah,as the Prophet (peace be upon him) said,is to alleviate poverty from society.When the Prophet(PBUH)snt Mu'adh b. Jabal to Yeman,he said to him:"Tell them that Allah decreed upon them aims on their wealth,to be taked from their rich and be given to their poor."(41)

ڈاکٹر موصوف زکوٰۃ کی وصولی، تقسیم اور ایسی دیگر ذمہ داریوں کا ذمہ دار حکمرانوں کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Allah has entrusted this duty to Muslim rulers as they are more capable of

performing it.Hence the role of Zakah in alleviating poverty can not be minimised." (42)

مزید برآں ڈاکٹر زین العابدین غربت کو انسان کے عقیدے اور کردار کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کے لئے زبردست خطرہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"So,poverty is a threat to man's beliefs and character, and to the security and stability of society.That is why incumabnt on society to confront poverty as a social threat by all possible means in order to establish a healthy community."(43)

اسی طرح ڈاکٹر نسیم ایس شیرازی نے معاشرے سے غربت کے خاتمہ میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کا شماریاتی انداز سے ذکر کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ اس سے ۳۹ فی صد غربت ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے بقول:

"(.......) However, its impact on the poverty gap (pg) and FGT Poverty measures(p2)is highly significan.It is also observed that Zakah and Ushr contribution to the lowest income decile is about 39 percent, which is hghly encouraging."(44)

زکوٰۃ وعشر کی غرض وغایت:

تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں زکوٰۃ وعشر کا معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں کردار کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) آنحضور ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد زکوٰۃ کی شکل میں امداد باہمی، مواخات ومؤاسات کا ایک ایسا نظام قائم کیا جس کے ذریعے سے تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات کی ضمانت دی گئی۔ اسلامی حکومت نے ابتداہی سے زکوٰۃ وسوسائٹی کے دیگر معاشرتی ومعاشی مسائل پر بحث کرتے ہوئے اور مذکورہ خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے وہ یوں لکھتے ہیں:

soul,property and mind would not be fulfilled in the state of poverty.These objectives equire the provision of such food,clothing,shelter and marriage sod that people may not be pushed ack to cross the limits of religion and morality.Islam has enjoyed upon state as well as ommunityto share the responsibility of eliminating providing the basic human needs,narrowingn of slam after professing the Oneness of God and offering the prayers.Allah says: "If they epent,establish regular prayer,and pay zkah,they are brothern in faith.Fiqh books abound with akah regulations,its souces, the amount to be payed,its expenditre,etc.Muslims Economists gave riority to its economic and social significance for the poor,The main purpose of decreeing Zakah,as e Prophet (peace be upon him) said,is to alleviate poverty from society.When the rophet(PBUH)snt Mu'adh b. Jabal to Yeman,he said to him:"Tell them that Allah decreed upon them aims on their wealth,to be taked from their rich and be given to their poor."(41)

ڈاکٹر موصوف زکاۃ کی وصولی، تقسیم اور ایسی دیگر ذمہ داریوں کا ذمہ دار حکمرانوں کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Allah has entrusted this duty to Muslim rulers as they are more capable of performing it.Hence the role of Zakah in alleviating poverty can not be minimised." (42)

مزید برآں ڈاکٹر زین العابدین غربت کو انسان کے عقیدے اور کردار کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کے لئے بڑا خطرہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"So,poverty is a threat to man's beliefs and character, and to the security and stability society.That is why incumabnt on society to confront poverty as a social threat by all possil means in order to establish a healthy community."(4

اسی طرح ڈاکٹر نسیم ایس شیرازی نے معاشرے سے غربت کے خاتمہ میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کا شماریاتی انداز سے ذکر کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ اس سے ۳۹ فی صد غربت ختم ہو جاتی ہے۔ان کے بقول:

"(.......) However, its impact on the poverty gap (pg) and FGT Poverty measures(p2)is higl significan.It is also observed that Zakah and Ushr contribution to the lowest income decile is abc 39 percent, which is hghly encouraging."(4

زکوٰۃ وعشر کی غرض وغایت:

تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں زکوٰۃ وعشر کا معاشرتی و معاشی ارتقاء میں کردار کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) آنحضور ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد زکوٰۃ کی شکل میں امداد باہمی، مواخات ومؤاسات کا ایک ایسا نظام قائم کیا جس کے ذریعے سے تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات کی ضمانت دی گئی۔اسلامی حکومت نے ابتدا ہی سے زکوٰۃ وعشر کے نظام کو عملاً قائم کیا۔آبادی کی مردم شماری کی، ناداروں کے رجسٹر بنائے، ہر ضرورت مند کو سرکاری وظیفے دیئے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ حال ہو گیا کہ بقول مؤرخ طبری زکوٰۃ دینے والے تو ہر طرف تھے، مگر زکوٰۃ لینے والے نہ ملتے تھے۔(۴۵)

(۲) زکوٰۃ و عشر دولت کی تقسیم میں غیر فطری عدمِ مساوات کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔اس ذریعے سے امیروں کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اور اس طرح تقسیم دولت صحت مند بنیادوں پر واقع ہوتی ہے۔(۴۶)

(۳) زکوٰۃ کا ایک معاشی وظیفہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے دولت آپ سے آپ سرمایہ کاری کی طرف منتقل ہوتی ہے۔اس لئے کہ اگر اسے ذخیرہ کیا جائے تو ۴۰ سال میں وہ آپ سے آپ ختم ہو جائے گی۔اس لئے اس کا فطری تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دولت کو روک رکھنے کی بجائے کاروبار میں لگایا جاتا ہے اور اس سے معاشی ترقی رونما ہوتی ہے۔(۴۷)

(۴) زکوٰۃ ایک طرف جہاں پیداواری عمل کو تیز کرتی ہے وہیں دوسری طرف عوام میں قوت خرید کا اضافہ بھی کرتی

ہے۔اس طرح یہ معیشت میں معاشی توازن قائم کرنے کا ایک خودکار آلہ بن جاتی ہے۔(۴۸)

(۵) زکوٰۃ ایک انقلابی معاشی تصور ہے۔اور یہ حقیقت بڑی افسوس ناک ہے کہ خود مسلمانوں نے ابھی تک اس کے ہمہ جہتی معاشی پہلوؤں کا مطالعہ نہیں کیا۔اگر اس کے معاشی فوائد پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ پورے نظام معاشی کی قلب ماہیت کو درست کر دیتی ہے۔اسے صحت مند اور انسانی بنیادوں پر قائم کر دیتی ہے۔اور ایک ایسا نظام قائم کرتی ہے جس میں جدوجہد کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوں اور زندگی کی نعمتیں تمام انسانوں کے لئے عام ہوں (۴۹)

(۶) زکوٰۃ وعشر کا حقیقی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کا دل دنیا کی حرص سے پاک ہو کر نیکی اور تقویٰ کے کاموں کے لئے تیار ہو جائے۔قرآن میں ہے: **وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکّی**(۵۰)

''اس شخص کو جہنم سے دور رکھا جائے گا جو خدا سے ڈرنے والا ہو اور جو اپنے تزکیہ کی خاطر دولت دوسروں کو دیتا ہو''

گویا زکوٰۃ کی اصل غایت دل کی پاکی اور نفس کا تزکیہ ہے۔ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا کی محبت ہی وہ چیز ہے جو خدا پرستی کی اصل دشمن ہے اور جو خدا اور آخرت سے بیگانہ بنا کر رکھ دیتی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے'' دنیا کی محبت مختلف شکلوں میں آسکتی ہے لیکن اس کی سب سے معروف اور خطرناک شکل دولت کی محبت ہے۔آپ ﷺ کا قول ہے ''میری امت کا (سب سے بڑا) فتنہ مال ہے'' اگر آدمی اپنے آپ کو اس فتنے کی گرفت سے بچالے تو اور بہت سی برائیوں سے بچ سکتا ہے اور اچھائیاں نشو و نما پا سکتی ہیں۔خود زکوٰۃ کے لفظی معنی بھی پاکیزگی اور نمو کے ہیں۔گویا اس طرح نفس میں پاکیزگی آتی ہے اور صفاتِ حسنہ کی قوتِ نمو میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۷) زکوٰۃ وعشر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ملت کے نادار افراد کی مدد کی جائے تاکہ ان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان الله افترض علیهم صدقه توخذ من اغنیائهم فترد الی فقرائهم''

اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان کے امراء سے لی جائے اور ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا ایک خالص اجتماعی اور معاشی پہلو بھی ہے اور اس کے بغیر زکوٰۃ کا اسلامی پہلو مکمل نہیں ہوتا۔

زکوٰۃ کی اہمیت:

زکوٰۃ کی اہمیت کا (بطور فرض) اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں (صلوٰۃ) کے ساتھ متعدد مقامات پر آیا ہے اور بہت جگہ اس کا ذکر علیحدہ بھی آیا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے اجرِ عظیم کی بشارت ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے سزا اور عذاب کی وعید ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

(۱) والمقیمین الصلوٰۃ و المؤتون الزکوٰۃ والمؤمنون باللہ و الیوم الآخر اولئک سنؤتیھم اجراً عظیماً (۵۱)

''اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جنہیں ہم اجرِ عظیم دیں گے''۔

(۲) ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبھا للذین یتقون و یوتون الزکوٰۃ والذین ھم بآیاتنا یومنون (۵۲)

''میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ میں عنقریب اسے ان لوگوں کے لئے مقرر کردوں گا جو پرہیز گار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

(۳) قَدافلَحَ المؤمنون ا لذین ھم فی صلاتھم خٰشعون. والذین ھم عن اللغو معرضون. والذین ھم للزکوٰۃ فٰعلون (۵۳)

''وہ ایماندار کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے اور بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں''

قرآن مجید میں جہاں زکوٰۃ ادا کرنے پر ثواب اور اجرِ عظیم کی خوش خبری دی ہے وہاں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے سخت وعید بھی مذکور ہے سورۃ آل عمران میں فرمایا:

ولا تحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شراً لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ (۵۴)

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لئے اچھا ہے، بخل تو ان کے حق میں بُرا ہے، عنقریب قیامت کے دن ان کا مال ان کے لئے وبالِ جان بن جائے گا۔

اسی طرح سورۃ توبہ میں فرمایا:

والذین یکنزون الذھب وا لفضۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم. یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم ھذٰا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (۵۵) اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو

اے نبی! آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے، جس دن کہ سونا اور چاندی دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر ان سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی سونا چاندی ہے جس کو تم نے جمع کر کھا تھا، سواب تم اس چیز کا مزا چکھو جو تم جمع کرتے رہے ہو۔

قرآن مجید میں لفظ ''زکوٰۃ'' کا تذکرہ:

معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ عشر کے کردار ایسے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر چند قرآنی آیات مع ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) واقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ ورکعوا مع الراکعین (۵۶)

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

(۲) وقولوا للناس حسنا واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (۵۷)

اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔

(۳) واقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ (۵۸)

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھو اس کو اللہ کے ہاں پالو گے

(۴) واقام الصلوٰۃ و اتی الزکوٰۃ والموفون عھدھم اذا عاھدوا (۵۹)

اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں۔

(۵) واقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم (۶۰)

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو ان کو ان کے کاموں کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا۔

(۶) الم تر الی الذین قیل لھم کفوا یدیکم و اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ (۶۱)

بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہو

(۷) والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ والمؤمنون باللہ والیوم لآخر اولئک سنوتیھم اجراً عظیماً (۶۲)

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور خدا اور آخرت کو مانتے رہو ان کو ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے۔

(۸) الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون (۶۳)

جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں۔

(۹) فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم (۶۴)

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

(۱۰) فان تابو ا و اقام الصلوٰۃ و آتو االزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (۶۵)

اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

(۱۱) و اوصٰنی بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ ما دمت حیًا (۶۶)

اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔

(۱۲) واوحینا الیھم فعل الخیرات و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ (۶۷)

اور ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا۔

(۱۳) الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و آتو االزکوٰۃ (۶۸)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔

(۱۴) فاقیموا الصلوٰۃ و آتو الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ھو مولاکم (۶۹)

اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور خدا (کے دین کی رسّی) کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے۔

(۱۵) واقیمو االصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و اطیعواالرسول (۷۰)

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور پیغمبر کے فرمان پر چلتے رہو۔

(۱۶) الذین لا یوتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون (۷۱)

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی قائل نہیں۔

قرآن مجید میں ''الصلوٰۃ'' اور ''الزکوٰۃ'' کے ایک ساتھ تذکرہ میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے اچھے اچھے اعمال واخلاق ہیں جن کا وجود معیاری مومن و مسلم بننے کے لئے ضروری ہے۔ اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس ان دونوں کو اچھی طرح ادا کرلیا اس نے گویا پورے دین پر عمل کرنے کی پکی ضمانت اور عملی شہادت فراہم کر دی۔ مزید برآں نماز حقوق اللہ کا مغز ہے اور زکوٰۃ حقوق العباد کا۔ یوں نماز اور زکوٰۃ انسان کو خدا پرست اور آخرت پسند بنانے کی سب سے زیادہ مؤثر تدبیریں ہیں۔ ایک ایجابی طور پر دوسری سلبی طور پر۔ نماز انسان کو خدا اور آخرت کی طرف لے جاتی ہے اور زکوٰۃ اسے دُنیا کی طرف لڑھک جانے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور مخلوق خدا کی خدمت کا راستہ اگر کڑی چڑھائی کا راستہ ہے تو یہ دونوں چیزیں اس راستے پر سفر کرنے والے انسانی عمل کی گاڑی کو دو انجن ہیں۔ نماز کا انجن اسے آگے سے کھینچتا ہے اور زکوٰۃ کا انجن اسے پیچھے سے دھکیلتا ہے اور اس طرح گاڑی آگے بڑھتے چلی جاتی ہے۔ یوں معاشرتی و معاشی ارتقاء کی حسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں ''زکوٰۃ'' کا تذکرہ:

سوسائٹی سے غربت وافلاس سمیت دیگر معاشرتی ومعاشی مسائل اور جرائم کے تدارک میں زکوٰۃ وعشر کا بڑا کردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں بھی زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے اعلیٰ درجات کا ذکر بکثرت آیا ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید آئی ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا، وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو اپنے منہ میں لے لے گا یعنی اسے کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

ولایحسبن الذین یبخلون الآیہ(۷۳)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے تو ان سے پوچھا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے میں تمہیں آگ کے کنگن پہنا دیئے جائیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (۷۳)

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی شفاعت سے انکار کر دیں گے۔ (۷۴)

عن جابرؓ مرفوعاً ''اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد اذھبت عنک شرہ''(۷۵)

جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اپنے سے شر (برائی) کو دور کر لیا۔

ابو مالک الاشعری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

.....والصلوٰۃ نور و الزکوٰۃ برھان۔(۷۶)

نماز نور اور زکوٰۃ دلیل ہے۔

یعنی نماز ایسی روشنی ہے کہ جو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے یا یہ نماز یا اجر روز قیامت نور کی صورت میں ہوگا۔ زکوٰۃ طالب اجر کے اجر کی دلیل ہے یا یہ کہ صحت ایمان کی دلیل ہے۔

زکوٰۃ روک رکھنے والوں کے بارے میں وعید اور سختی کا ذکر یوں فرمایا ہے:

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے جب آپ ﷺ نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ ربِ کعبہ کی قسم وہ لوگ گھاٹا ونقصان اُٹھانے والے ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے کیا ہے؟ شاید میرے بارے میں کوئی بات نازل ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا اے نبی ﷺ! میرے ماں باپ

آپ پر قربان ہوں وہ کون لوگ ہیں، آپ ﷺ نے جواب دیا جو مال زیادہ رکھتے ہیں، ہاں سوائے اس مال کے جو ایسا ایسا کرے۔ آپ ﷺ نے اپنے سامنے، دائیں اور بائیں لپیں بھریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو بھی شخص ایسے اونٹ اور گائے چھوڑ کر مرے گا جن کی اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی ہو قیامت کے دن یہ جانور بڑے موٹے ہو کر آئیں گے وہ اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔ اپنے سینگوں سے ماریں گے۔ جب تمام جانوروں کیں سے آخری بھی تکلیف و عذاب پہنچا چکا ہو گا تو پھر ان جانوروں کی جماعت باری باری حملہ آور ہو گی۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ تمام لوگوں کے درمیان فیصلہ نہ چکا دیا جائے۔ (۷۷)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کا مال قیامت کے دن نہایت زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا جس کے سر پر دو سیاہ نکتے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا پھر یہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں'' (۷۸)

پھر آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ''ولا یحسبن الذین یبخلون'' یعنی وہ لوگ جو اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ ان کا بخل ان کے حق میں بہتر ہو گا بلکہ وہ بدتر ثابت ہو گا، ان کا یہ مال قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

بروایت حضرت ابوھریرہؓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جنہوں نے لوہے کی زرہیں پہنی ہوئی ہیں ان دونوں کے ہاتھ سینے اور حلق تک جکڑے ہوئے ہیں، فیاض انسان جب صدقہ دیتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ دینے کا خیال کرتا ہے تو زرہ اور تنگ ہو جاتی ہے اور زرہ کا ہر حلقہ (چھلا) اپنی جگہ پر ڈٹ جاتا ہے۔'' (۷۹)

قرآن و حدیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کے فضائل بیان کر کے اسبات کی ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا خوش دلی کے ساتھ خدا کی راہ میں مال خرچ کرے تا کہ اس میں سخاوت کا ملکہ پیدا ہو اور ساتھ ہی اسے تزکیہ نفس حاصل ہو۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی مذمت کے ساتھ ان کو اخروی عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے احساس کے ساتھ اسے اس حقیقت سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ وہ چیز جسے وہ بچا بچا کر رکھتا ہے اور حکم کے باوجود خرچ نہیں کرتا، وہی چیز آخرت میں اس کی اذیت و عذاب کا موجب بن جائے گی۔

اسی طرح ایک طویل حدیث میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک انسان سے کہے گا کہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ جواب دے گا کہ خدایا میں تجھے کیسے کھلا سکتا ہوں؟ تُو تو سارے جہاں کا پالن ہار ہے۔ ارشاد ہو گا کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تُو نے اسے

کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔ جو دین ایک حاجت مند کی بھوک و پیاس کو خود اللہ تعالیٰ کی بھوک و پیاس سے تعبیر کرتا ہے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ہاں غریبوں اور ناداروں کی حاجت براری کے ساتھ ساتھ معاشرتی و معاشی ارتقاء میں حائل دیگر رکاوٹوں کے تدارک کی کیا اہمیت ہوگی۔ زکوٰۃ کی تاکید کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے۔

"لاقاتلن من فرق بين الصلوٰة و الزكوٰة فان الزكوٰة حق المال" (۸۰)

خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور لڑوں گا۔ یقیناً زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کے کردار سے کما حقہٗ آگاہی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک نصابِ زکوٰۃ وعشر، مصارفِ زکوٰۃ وعشر، عاملینِ زکوٰۃ کا احتساب، زکوٰۃ وعشر ایسے موضوع پر ذخیرہ کتب، نظام زکوٰۃ وعشر بطور کفالتِ اجتماعیہ اور دیگر نظاموں سے تقابلی جائزہ ایسی بنیادی معلومات نہ ہوں۔ اس لئے اب یہاں مذکورہ عنوانات کے تحت زکوٰۃ وعشر کے کردار کا اجمالاً تذکرہ برمحل معلوم ہوتا ہے۔

نصاب زکوٰۃ وعشر:

زکوٰۃ وعشر کی قانونی ولازمی مقدار مختصراً درج ذیل ہے:

(۱) زرعی پیداوار پر۔ اگر آب پاشی کی ضرورت پیش آئی ہو تو پانچ فی صدی۔ نہ آئی ہو تو دس فی صدی (اصطلاحاً اس قسم کو عشر کہتے ہیں)

(۲) جمع شدہ رقموں، زیوروں اور تجارتی مالوں پر ڈھائی فی صد۔

(۳) جنگل کی چرائی پر پلنے والوں جانوروں پر۔ ڈیڑھ سے ڈھائی فی صد تک

(۴) معدنیات اور دفینوں میں سے بیس فی صد تک (۸۱)

اتنی زکوٰۃ ادا کرنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے یعنی قانونی طور پر ضروری ہے۔ لیکن اسلام کی تلقین یہ کہ اس قانونی حد پر نہ رُکا جائے بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی رضا کارانہ کوشش جاری رکھی جائے۔ جس قدر مال قانونی طور پر متعین کر دیا گیا ہے اس کی ادائیگی کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ رضا کارانہ طور پر جو کچھ خرچ کیا جائے اُسے صدقہ یا انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔

مصارف زکوٰۃ وعشر:

زکوٰۃ کے نصاب اور شروح کی طرح اس کے مصارف کی مدات بھی شریعت میں مدون کر دی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ زکوٰۃ مندرجہ ذیل آٹھ مدوں پر خرچ کی جائے:

(۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عاملینِ زکوٰۃ (۴) مؤلفۃ القلوب (۵) غلام کو آزاد کرانے پر (۶) غارمین (۷) جہاد فی سبیل اللہ (۸) مسافر (۸۲)

ان آٹھ مدات کے سوا کسی دوسری مد پر خرچ کا حق خود اللہ کے رسول کو بھی نہ تھا۔

فقراء و مساکین: فقراء و مساکین کے ٹھیک ٹھیک معنی متعین کرنے کے لئے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ یہ حاجت مندوں کے دو گروہ ہیں۔

عام طور پر فقیر سے مراد وہ ہے جس کے پاس اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو اور مسکین وہ ہے جو نصاب سے کم مال رکھتا ہو اور حلال ذرائع سے اُسے جو کچھ ملتا ہو اس کی اور اس کے عیال کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہوتا ہو۔ فقیر اور مسکین کی یہ تعریف امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق کی گئی ہے۔ جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس سرے سے کچھ نہ ہو۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقراء و مساکین صرف بھیک مانگنے والے پیشہ ور گداگر، معذور و حاجت مند، بیوہ و یتیم ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو بظاہر سفید پوش ہیں اور کسی نہ کسی کام کاج میں لگے ہوئے ہیں لیکن اتنا نہیں کما سکتے کہ جوان کی بنیادی ضرریات کے لئے کافی ہو۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں بھی فقراء و مساکین کا ایک ایسا گروہ موجود تھا جس کی تعریف خود قرآن مجید میں کی گئی ہے کہ وہ عزتِ نفس کے مارے کسی سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

معاشرے میں ایسے لوگ عام طور پر پہچانے نہیں جاتے، جب تک کوئی قریبی واقفِ حال ان کے بارے میں آگاہ نہ کرے۔ فقراء و مساکین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے پاس رہنے کو مکان تو ہو لیکن گزراوقات کے لئے کافی آمدن نہ ہوتی ہو۔

امام بصریؒ کا فتویٰ ہے کہ جس کے پاس مکان اور خادم نہ ہو وہ بھی مستحقِ زکوٰۃ ہو سکتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں اگر کسی کے پاس غیر منقولہ جائیداد ہو جس سے آمدن ہوتی ہو، یا دس ہزار درہم یا اس سے بیش کوئی جائیداد ہو لیکن وہ اپنی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو تو زکوٰۃ سے کچھ لے سکتا ہے۔

شوافع کی رائے بھی یہی ہے کہ ایسے شخص کو جائیداد نہیں بیچنی چاہیئے بلکہ زکوٰۃ سے مدد لینی چاہیئے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس زکوٰۃ کے نصاب یا اس سے زیادہ دولت ہو اور موزوں و مناسب گھر اور خادم بھی ہو تو کثرتِ عیال کی وجہ سے اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

احناف اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی آدمی کے پاس رہنے کو گھر ہو، ضرورت کی ہر چیز حتیٰ کہ خادم، سواری، اسلحہ اور تن کے کپڑے وغیرہ موجود ہوں (اور اگر وہ اہلِ علم میں سے ہو تو کتابیں بھی موجود ہوں) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اسے زکوٰۃ دے دی جائے۔

بایں ہمہ ایسے قابل افراد زکوٰۃ کے مستحق نہیں جو جان بوجھ کر بے کار رہ رہے ہوں، کیونکہ ایسے لوگوں کو

زکوٰۃ دینے کا مطلب معاشرے میں نکھٹو لوگوں کا ایک طبقہ پال لینے کا مترادف ہوگا۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ شریعت نے پسند فرمایا ہے کہ فقراء اور مساکین کو زکوٰۃ کی اتنی مقدار دی جائے اور ایسی شکل میں دی جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں۔ معذروں اور نابالغ بچوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں کے لئے کوئی مستقل ذریعہ آمدن پیدا کر دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ ان کو ہر سال زکوٰۃ کی مد سے نوازا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص دستکاری کے قابل ہو تو اسے ضروری اوزار دیئے جائیں اور اگر کوئی زراعت کر سکتا ہو تو اسے کاشت کے قابل زمین اور آلاتِ کاشت کاری لے کر دیئے جائیں۔ اسی طرح بیوہ عورتوں کے لئے بھی گھریلو دست کاری کا وسیلہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔
ہمارے دور میں زکوٰۃ فنڈ سے ایسی ایسی بڑی بڑی صنعتیں لگائی جاسکتی ہیں جن میں مستحقینِ زکوٰۃ لیکن قابلِ کار لوگوں کو ملازمت مل سکے۔ ایسی صنعتوں کا منافع انہیں مستحقین کا نام منتقل کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ فنڈ سے قائم کی گئی صنعتوں کی ملکیت مستحقینِ زکوٰۃ کو منتقل کر دی جائے تاکہ آئندہ سال وہ زکوٰۃ لینے کی بجائے زکوٰۃ دینے والے بن سکیں۔

غرض کہ دورِ جدید کی بنیادی ضروریات ..... رہائش، لباس، خوراک، طبی سہولتیں اور تعلیم وغیرہ..... پوری کرنے کے لئے جس قدر کم سے کم آمدنی کی ضرورت ہو، وہ زکوٰۃ فنڈ سے لوگوں کی ایسی مدد کو بطور امانت مہیا کی جائے تاکہ وہ بنیادی معیارِ زندگی کو قائم رکھ سکیں۔

عاملینِ زکوٰۃ:

عاملینِ زکوٰۃ سے مراد وصول کرنے والا عملہ ہے۔ اس عملے کی تنخواہوں کے اخراجات، خود زکوٰۃ فنڈ ہی سے ادا کئے جائیں گے۔

اس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے:
اوّل یہ کہ منشاءِ الٰہی زکوٰۃ کی انفرادی ادائیگی یا انفرادی خیرات کو رائج کرنا نہیں، بلکہ اسے ایک اجتماعی فریضے کے طور پر رائج کرنا ہے۔
دوئم یہ کہ زکوٰۃ کا نظام اپنے اخراجات کا خود کفیل ہے۔ یعنی یہ ایک ایسی سکیم ہے جو اپنا بوجھ خود برداشت کرتی ہے۔

مئولفتہ القلوب:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو۔ حضور ﷺ کے زمانے میں یہ یا تو وہ لوگ تھے جو نئے نئے اسلام قبول کرتے تھے اور ان کے اس عمل سے ان کی معاشی حالت پر ضرب پڑتی تھی۔ چنانچہ ان کو مالی سہارا دینے

کے لئے زکوٰۃ میں سے خرچ کیا جاتا تھا یا ان میں وہ لوگ شامل تھے جن کے شر کو مال کی طاقت سے دفع کیا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں زکوٰۃ کے اخراجات کی اس مد کو منسوخ فرما دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت اسلام کی شان و شوکت اتنی بڑھ چکی تھی کہ دشمنانِ اسلام کو خاموش رکھنے کے لئے کسی تالیفِ قلب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مؤلفۃ القلوب کی مد ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی آیت کو حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے منسوخ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کا اجتہاد اپنے زمانے کے حالات کے مطابق تھا۔ اب بھی اگر کسی دور میں اسلام کی
شان و شوکت فی الواقع اتنی بلند ہو جائے کہ کسی تالیفِ قلب کی ضرورت باقی نہ رہے تو مؤلفۃ القلوب کی مد پر وقتی طور پر زکوٰۃ کا خرچ روکا جا سکتا ہے۔

غلام آزاد کرنا:

دُنیا میں اس وقت غلامی کا دستور ختم ہو چکا ہے۔ لہذا بظاہر زکوٰۃ فنڈ کا یہ مصرف تو حالات کی تبدیلی کی وجہ سے خود بخود ختم ہو گیا ہے۔ البتہ اس دور میں اس کی ایک تعبیر یہ ہو سکتی ہے کہ ایسے علاقے جہاں مسلمان کسی استبدادی قوت کے پنجے میں زندگی گزار رہے ہوں وہاں کے مسلمانوں کو آزاد کرانے کے لئے زکوٰۃ فنڈ میں سے مالی امداد دی جا سکتی ہے۔ غیر ربائی بینک کاری میں بھی ایسے قرضوں کی ادائی زکوٰۃ میں سے کی جا سکتی ہے جن کے مقروض بینک کو رقم واپس کرنے پر قادر نہ ہوں، یا بغیر کوئی مال چھوڑے مر گئے ہوں۔

فی سبیل اللہ:

یہ اگرچہ ایک عام اصطلاح ہے۔ لیکن اس پر امّت کا اجماع ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ صرف تلوار تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں وہ تمام سعی و جہد شامل ہے جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے ضروری ہو۔

جہاد فی سبیل اللہ میں باقاعدہ فوجوں کا قیام، اسلحہ اور دفاعی تنصیبات کا حصول وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں ۔۔ دوسرے الفاظ میں ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے تمام اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے ادا کئے جا سکتے ہیں۔ (بشرطیکہ تملیک کی شرط پائی جائے)

ابن سبیل:

ابن سبیل سے مراد مسافر ہیں اور ان کے لئے فقراء و مساکین ہونا ضروری نہیں، بلکہ ایسے مسافر بھی جو اپنے

گھروں میں صاحبِ حیثیت ہوں، سفر کی حالت میں ضرورت پڑنے پر زکوٰۃ سے مدد لے سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے جدید دور میں ابن سبیل کی مد میں مسافروں کے لئے سفر کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے زکوٰۃ فنڈ کو استعمال کرنے کی تجویز بھی دی ہے۔ بہر حال، ان معنوں میں اس کے استعمال پر علماء کی اجتماعی توثیق ضروری ہے (مگر واضح رہے کہ ایسی مدات پر خرچ کرنے سے جن میں مستحقین کی تملیک نہیں پائی جاتی، زکوٰۃ سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں)۔ (۸۳)

عاملین زکوٰۃ کا احتساب:

حضور اکرم ﷺ نے عاملینِ زکوٰۃ کے لئے تفصیلی ہدایات فرمائی ہیں۔ یہ ہدایات مویشیوں کی زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے والوں کو دی جاتی تھیں۔

(۱) لوگوں کے بہترین اموال کو زکوٰۃ میں وصول نہ کیا جائے، بلکہ اوسط درجے کے اموال نکالے جائیں۔

(۲) زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے لوگوں کو اپنے مال مویشی کسی دور جگہ پر لے جانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔

(۳) علیحدہ علیحدہ ریوڑوں کو زکوٰۃ کے لئے اکٹھا نہ کیا جائے اور نہ اکٹھے ریوڑوں کو علیحدہ علیحدہ۔

(۴) کسی عاملِ زکوٰۃ کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ دینے والوں میں سے کسی قسم کا کوئی ہدیہ قبول کرے

(۵) زکوٰۃ کی وصولی کے لئے لوگوں کو کسی طرح ہراساں اور پریشان نہ کیا جائے

(۶) سال میں ایک دفعہ سے زیادہ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے نہ جائیں۔

زکوٰۃ وعشر کے موضوع پر ذخیرہ کتب:

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن تیبہ کی ''تفسیر غریب القرآن''

۳۔ امام الطبری کی ''جامع البیان عن تاویل ای القرآن'' ۔ تفسیر الطبری

۴۔ امام الجصاص کی ''احکام القرآن''

۵۔ العلامۃ جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری کی ''الکشاف عن حقائق التنزیل ودقائق التاویل''

۶۔ القاضی ابوبکر بن العربی کی ''احکام القرآن''

۷۔ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبری کی ''مجمع البیان فی تفسیر القرآن''

۸۔ امام فخر الدین الرازی کی ''التفسیر الکبیر''

۹۔ امام القرطبی کی ''الجامع لاحکام القرآن''

۱۰۔ حافظ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی کی ''تفسیر القرآن العظیم''

۱۱۔ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی کی ''الدر المنثور فی التفسیر بالماثور''

۱۲۔ علامہ السید شہاب الدین محمود آلوسی البغدادی کی ''روح المعانی''

۱۳۔ علامہ السید محمد رشید رضا کی ''تفسیر احکام القرآن''

۱۴۔ شیخ محمود شلتوت کی ''تفسیر القرآن الکریم''

۱۵۔ استاذ الشہید قطب کی ''فی ظلال القرآن''

۱۶۔ سید مودودی کی ''تفہیم القرآن''

۱۷۔ امین احسن اصلاحی کی ''تدبر القرآن

۱۸۔ مفتی محمد شفیع کی ''معارف القرآن''

۱۹۔ عبدالماجد دریا آبادی کی ''تفسیر ماجدی''

۲۰۔ پیر کرم شاہ الازہری کی ''ضیاء القرآن''

مذکورہ عربی/اردو نمائندہ کتب تفاسیر کے علاوہ

(۱) قاضی ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' (۲) ابو عبید القاسم بن سلام کی ''کتاب الاموال'' (۳) البخاری کی ''الصحیح'' ''کتاب الزکوٰۃ (۴) مسلم کی ''الصحیح'' ''کتاب الزکوٰۃ (۵) ابو داؤد السجستانی کی ''السنن'' کتاب الزکوٰۃ (۶) الترمذی کی ''السنن'' کتاب الزکوٰۃ (۷) النسائی کی ''السنن'' کتاب الزکوٰۃ (۸) امام مالک کی ''الموطا'' کتاب الزکوٰۃ (۹) ابن ماجہ کی ''السنن'' کتاب الزکوٰۃ (۱۰) الدارمی کی ''السنن'' کتاب الزکوٰۃ (۱۱) شاہ ولی اللہ دھلوی کی ''حجۃ اللہ البالغہ''، ابواب الزکوٰۃ نیز شروح حدیث بالخصوص (۱۲) ابن حجر کی ''فتح الباری'' (۱۳) النووی کی ''شرح صحیح مسلم'' (۱۴) عبدالرحمٰن مبارک پوری کی ''تحفۃ الاحوذی'' (۱۵) الشوکانی کی ''نیل الاوطار'' (۱۶) الجزیری کی ''فقہ علی المذاہب الاربعۃ (مبحث الزکوٰۃ) کے علاوہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مصنفین کی کتب فقہ میں معاشی و معاشرتی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کے بالواسطہ یا بلاواسطہ کردار کے حوالے سے بڑی تفصیلی بحث پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے ''موسوعہ فقہ حضرت ابو بکرؓ، موسوعہ فقہ حضرت عمرؓ، موسوعہ فقہ حضرت عثمانؓ، موسوعہ فقہ حضرت علیؓ اور موسوعہ فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں زکوٰۃ وعشر کی فرضیت، اہمیت اور افادیت کی بابت تفصیلی ذکر کیا ہے۔

مزید برآں دور حاضر میں تمدنی مصالح کے تناظر میں معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کی بابت بڑا قیمتی لٹریچر تخلیق ہوا ہے۔ جس میں نہایت پُر مغز بحثیں ہوئی ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے حسب ذیل ہیں:

سید مناظر احسن گیلانی نے ''اسلامی معاشیات'' میں اور مولانا صدر الدین اصلاحی نے ''اسلام ایک نظر میں'' میں زکوٰۃ کو حقوق العباد قرار دیا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''اسلام اور جدید اسلامی معاشی نظریات'' اور ''معاشیات اسلام'' میں اسے ''اجتماعی سوشل سیکورٹی'' کا نظام قرار دیا ہے۔ جس کے ذریعے معاشرے کے نادار و مفلس افراد کے لئے کفالت عمومی کا بندوبست کیا گیا ہے۔ یہی خیال سید قطب شہید نے اپنی کتاب ''العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام'' میں ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جدید اسلامی ریاست میں کفالت عمومی کے اس خدائی قانون سے افلاس اور ناداری کا تشفی بخش حل ہو سکتا ہے۔ اس نقطہ نظر کی تائید ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی مشہور تالیفات ''فقہ الزکوٰۃ'' اور ''مشکلات الفقر و کیف عالجھا الاسلام'' میں بڑی شرح وسط اور خوب صورتی سے کیا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے ''اسلام کا اقتصادی نظام'' میں اور ڈاکٹر حمید اللہ نے ''خطباتِ بہاول پور'' میں ایسے ہی خیالات کا اعادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں پروفیسر خورشید احمد نے ''اسلامی نظریہ حیات'' اور ''پاکستان میں نفاذِ اسلام'' میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کی بابت صاف لکھا ہے کہ زکوٰۃ و عشر ایک عام ٹیکس نہیں ہے۔ یہ ایک عبادت ہے اور مالی ذمہ داری۔ پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے ''فلسفہء زکوٰۃ'' میں بڑی عمدہ بحث کا احاطہ کیا ہے۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری نے ''اسلام کا معاشی نظام'' اور ''سرمایہ دارانہ نظامِ انشورنس اور اسلام کا نظامِ کفالتِ عامہ'' میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

مفتی محمد شفیع نے ''قرآن میں نظامِ زکوٰۃ'' اور ''اسلام میں تقسیمِ دولت کا اصول'' میں ایسی ہی مباحث کو اجاگر کیا ہے۔

ڈاکٹر طیّب زین العابدین نے 'Institution of Zakah and the Muslim World'' میں زکوٰۃ کی اہمیت اور افادیت کا جامع انداز میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ افراد معاشرے کے افکار و کردار کے لئے غربت، زبردست خطرہ ہے۔

ڈاکٹر نسیم ایس شیرانی نے "The Impact of Zakah and Ushr" میں زکوٰۃ کے کردار کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور شماریاتی بنیادوں پر تصریح کی ہے کہ معاشرتی و معاشی ارتقاء میں اور غربت کے خاتمے میں اس کا کردار و تناسب ۳۹ فی صد ہے۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے ''اسلام کا تصورِ ملکیت'' میں اور "Some Aspects of Islamic Economy" میں ؛ ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا نے "Economic System of Islam" میں ؛ اور شیخ محمود احمد نے "Economics of Islam" میں بڑی عمدہ بحثیں رقم کی ہیں اور معاشرے سے افلاس و غربت کے خاتمے میں زکوٰۃ عشر کے کردار کا تفصیلی ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' میں زکوٰۃ کے ذیل میں کافی بحث موجود ہے، ڈاکٹر خالد علوی نے ''اسلام کا معاشرتی نظام'' میں ؛ پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے ''اسلامی معاشرہ'' اور ''اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام'' میں اور پروفیسر سید اظہار حیدر رضوی نے ''معاشرہ اور جرائم'' میں معاشرے کی زبوں حالی کے اسباب و علل کا بڑی

بے باکی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔الدکتور وھبہ الزحیلی نے ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے ۔اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور وفاقی شرعی عدالت کا سود کے خلاف فیصلہ میں بھی مذکورہ موضوع کے بارے میں بڑی صراحت پائی جاتی ہے۔

اس طرح مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور نے بھی اس موضوع پر ''منہاج'' کے خصوصی شمارے شائع کیے ہیں۔ جن میں اسلامی نظام عدل نمبر، عشر نمبر، اسلامی معیشت نمبر، نمایاں ہیں۔علاوہ ازیں اس ادارے کی نظام زکوٰۃ کی برکات اور نظام عشر کی برکات، سے بھی کافی رہنمائی ملتی ہے۔اس طرح حافظ سعد اللہ نے سہ ماہی ''منہاج'' جنوری، مارچ ۲۰۰۰ء میں ''غربت وافلاس کا خاتمہ سیرت طیبہ کی روشنی میں'' زکوٰۃ وعشر کے کردار کی بابت بڑی عمدہ بحث کی ہے۔اس طرح انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اینڈ سٹڈیز، اسلام آباد "Poverty Alleviation in Pakistan" میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کی بابت بہت عمدہ اور تفصیلی بحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔

نظام زکوٰۃ وعشر بطور کفالت اجتماعیہ:

معاشرتی ومعاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کے کردار کو سوشل سیکورٹی یا سوشل ویلفیئر سکیم کا نعم البدل قرار دیا گیا ہے ،جو ریاست کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے۔بقول پروفیسر خورشید احمد:

''زکوٰۃ سماجی فلاح کی ایک سکیم ہے۔ اس کے نظام کو ریاست کے ہاتھوں قائم کیا جاتا ہے۔معاشی قانون سازی اور عدلیہ کی طاقتوں کے ذریعے ریاست عدل اجتماعی قائم کرتی ہے جس کا کوئی وارث نہیں اس کی ریاست وارث ہے اور جس کا کوئی ولی نہیں، اس کی ریاست ولی ہے۔ ناداروں، اپاہجوں اور محتاجوں کی مدد ریاست کا فرض ہے اور یہ بھی اس کی ذمہ داری ہے کہ تمام شہریوں کو ان کی بنیادی ضرورتیں فراہم کرے۔''(۸۴)

"السلطان ولی من لا ولی له"

حکومت ہر شخص کی (دستگیر و مددگار) ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"من ترک کلا فالینا"

یعنی جس مرنے والے نے ذمہ داریوں کا کوئی بار (مثلاً قرض یا بے سہارا کنبہ) چھوڑا ہو وہ ہمارے ذمے ہے۔

ایک خلیفہ راشد نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے:

''خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو صفا کی پہاڑیوں میں جو چرواہا اپنی بکریوں کو چراتا ہے، کو اس مال میں سے

حصہ پہنچے گا۔اوراس کے لئے اس کوکوئی زحمت نہیں اُٹھاناپڑے گی۔''

مزید یہ بھی کہا:

''خدا کی قسم!اگر اہل عراق کی بیویوں کی خدمت کے لئے زندہ رہ گیا تو ان کو اس حالت میں چھوڑ جاؤں گا کہ میرے بعد ان کوکسی اور امر کی اور مدد کی احتیاج باقی نہ رہے گی۔''

حضرت علیؑ نے معاشرتی و معاشی ارتقاء کے لئے زکوٰۃ وعشر کی فرضیت واہمیت اور افادیت کی بابت ان الفاظ میں صراحت فرمائی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے دولت مندلوگوں پراُن کے اموال میں اتنی مقدار مقرر کی ہے جوغرباء کے لئے کافی ہوسکے۔اس کے باوجود اگر وہ بھوکے، ننگے اور تنگ دست ہوں تو یہ صرف دولت مندوں کی عدم توجہی اور بخل کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ اُن امراء سے قیامت کے دن محاسبہ کرے گا''۔(۸۵)

تقابلی جائزہ:

معاشی و معاشرتی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کے خوبصورت اور متوازن کردار کی بدولت اسلام کا معاشی نظام دُنیا کے دیگر مروجہ نظاموں سے اعلیٰ،افضل اور برتر قرار پاتا ہے۔

اسی نقطہ نظر کی تائید پروفیسر خورشید احمد نے یوں کی ہے:

''اس کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مرکزی تصور انسان اور اس کی معاشی اور اخلاقی فلاح ہے۔وہ معاشی ترقی کو اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ سماجی انصاف، آزادی اور اخلاقی ترقی کو اولین اہمیت دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کا معاشی نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں سے اپنے مقصد،اپنے مزاج اور اپنے اصولوں کے اعتبار سے مختلف ہے اور ہر حیثیت سے ان سے اعلیٰ اور برتر ہے۔''(۸۶)

نظام زکوٰۃ وعشر کے کردار کا دیگر نظاموں کے کردار سے موازنہ کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

''زکوٰۃ حُبِ مال کوکم کرتی ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے وہیں معاشی نقطہ نظر سے سماجی فلاح کی ایک ہمہ گیر اسکیم ہے۔جس کے ذریعے ملک وملت اور نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے اور انہیں زندگی کی جدوجہد میں برابر کی شرکت کے

لائق بنایا جاتا ہے۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت یہبات پیدا کرتی ہے کہ ہر شخص کی دولت صرف اسی کے لئے ہے اور معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اور جو گر جائے اُسے فنا ہونا چاہئے۔ کشمکشِ حیات میں زندہ رہنے کا حق صرف اسی کو ہے جو مسابقت میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔ اسلام اس ذہنیت کی نفی کرتا ہے وہ کہتا ہے: جو کچھ تم کماتے ہو وہ صرف تمہاری محنتوں کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اس میں فطرت کی بے شمار قوتیں شریک ہیں۔ نیز پورا معاشرہ ہزاروں طریقے پر تمہارا مدد گار ہے۔ اس لئے تمہارے مال میں تمہارے علاوہ دوسروں کا بھی حق ہے۔ اہل ثروت کی ذمہ داری ہے کہ معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اُسے سہارا دیں اور آگے بڑھائیں......اور اس میں امداد باہمی کی روح کو جاری وساری کر دیتا ہے۔'' (۸۷)

المختصر، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ و عشر کا کردار کثیر الجہتی ہے۔ جہاں ایک طرف معاشرتی و معاشی طور پر پسے ہوئے افراد کی مالی مدد کر کے فقر و فاقہ، گداگری، خودکشی، غربت، افلاس، بھوک اور ننگ وغیرہ کا تدارک کرتے ہوئے ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کر کے معاشرے کے ان گرے پڑے معذور، محروم الوسائل و مفلوک الحال افراد کو پاؤں پر کھڑا کرتے ہوئے معاشرتی دوڑ میں شریک بنا کر بہت سے معاشرتی و معاشی جرائم کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ فکری و اعتقاداتی ایسی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔ وہاں دوسری طرف وہ معاشرتی و معاشی طور پر خوش حال اور مضبوط افراد کی قلبی و باطنی امراض جیسے بخل، خودغرضی، حبِ جاہ، حرص، لالچ، حبِ دُنیا، کنجوسی، فضول خرچی، بے دردی، اور بے حسی وغیرہ کی اصلاح کرتے ہوئے تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ تطہیرِ فکر و تعمیرِ فکر کا بھرپور کردار ادا کرتی ہے۔ اس طرح سوسائٹی سے معاشرتی ع معاشی تفاوت کے نتیجے میں ظلم، نفرت، حسد، کینہ، منافقت، عداوت، بغض، غصہ، چوری، ڈکیتی، قحبہ گری اور گداگری ایسے معاشرتی و معاشی جرائم کے تدارک کے ساتھ ساتھ طبقاتی نظام کی بیخ کنی کرتے ہوئے ایک متوازن اور اعتدال پر مبنی صالح اور خوش حال معاشرے کی تشکیل کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ایسے ہی معاشرے کی تشکیل مسلمانانِ برصغیر کے خوابوں کی تعبیر ہے۔

اگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، زکوٰۃ و عشر کے نظام کو صاف، شفاف اور مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور ساتھ ہی دیگر معاشرتی و معاشی بدعنوانیوں پر قابو پالیا جائے تو ایک مثالی، فلاحی اور خوش حال معاشرے کی تشکیل کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔ ان شاء اللہ

حوالہ جات

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبع اول، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء، ج ۱۱، صفحہ ۴۸۴

۲۔ محمد حمید اللہ ڈاکٹر، اسلامی ریاست، ناشران قرآن مجید لمٹیڈ، اردو بازار لاہور، ت۔ن ص ۲۵

۳۔ الزبیدی، محمد مرتضےٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، دارالفکر، بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ج۹ ص ۴۹۶

۴۔ سید قطب شہید، العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، اردو ترجمہ بعنوان ''اسلام میں عدل اجتماعی''، مترجم، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اشاعت نہم، اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۳۴۴

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ ایضاً ص، ۳۴۴۔۳۴۵

۸۔ القرآن الکریم ۱۷:۷۰

۹۔ سید قطب، ایضا، ص ۳۴۵

۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ایضاً صفحات ۳۴۵ تا ۳۴۶

۱۳۔ مسند امام احمد، حدیث نمبر ۴۸۸، مرتبہ احمد محمد شاکر

۱۴۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان،

۱۵۔تا ۲۱ سید قطب، ایضاً صفحات ۳۴۷ تا ۳۵۴

۲۲۔تا ۲۶ غفاری، نُور محمد ڈاکٹر، اسلام کا معاشی نظام، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۹۴، صفحات ۴۳ تا ۴۷

۲۷۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، قرآن انسان فلسفہ زکوٰۃ، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، راولپنڈی، کراچی، ۱۹۸۶، صفحہ ۱۷۴

۲۸۔۲۹ ایضاً ص، ۲۶

۳۰۔ پروفیسر سید اظہار حیدر رضوی، معاشرہ اور جرائم، طبع اول، مکتبہ فریدی، وفاقی گورنمنٹ اردو کالج، کراچی، ۱۹۷۸، ص ۳۶۷

۳۱۔ ایضاً ص ۲۲

۳۱۔ القرضاوی، یوسف ڈاکٹر، مشکلات الفقر وکیف عالجھا الاسلام، ترجمہ بعنوان ''اسلام اور معاشی تحفظ'' مترجم، عبدالحمید صدیقی، اشاعت سوم، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۲، ص ۱۶

۳۲۔ تا ۳۹ ایضاً صفحات ۱۷ تا ۲۱

40. Institute of Policy StudiesIslamabad,"Poverty Alleviation in Pakistan",Article titled,"Institution of Zakah and the Muslim World"by Dr.Tayyib Zain-ul-Abidin,Shrikat Prinring Press,Lahore,,1997,p.296-297

41.to 43 Ibid ,p.287-288

44. Institute of Policy Studies, Ibid,Article"The Impact of Zakah and Ushr"Dr.Nasim S.Shirazi, 1997,p.345

(pg) for poverti gap

(FGT) for Foster,Grear and Thorbecke

(p2) for poverti measure

۴۵۔ پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، اشاعت ہفتم، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، ۱۹۸۶، ص ۳۲۸

۴۶۔ تا ۴۹ ایضاً صفحات ۳۲۸ تا ۳۲۹

۵۰۔ القرآن الکریم ۹۲:۱۷۔۱۸

۵۱۔ ایضاً ۴:۱۶۲

۵۲۔ ایضاً ۷:۱۵۶

۵۳۔ ایضاً ۲۳:۱۔۴

۵۴۔ ایضاً ۳:۱۸۰

۵۵۔ ایضاً ۹:۳۴۔۳۵

۵۶۔ ایضاً ۲:۴۳

۵۷۔ ایضاً ۲:۸۳

۵۸۔ ایضاً ۲:۱۱۰

۵۹۔ ایضاً ۲:۱۷۷

۶۰۔ ایضاً ۲:۲۷۷

۶۱۔ ایضاً ۴:۷۷

۶۲۔ ایضاً ۴:۱۶۲

۶۳۔ ایضاً ۵۵:۵

۶۴۔ ایضاً ۵:۹

۶۵۔ ایضاً ۱۱:۹

۶۶۔ ایضاً ۳۱:۱۹

۶۷۔ ایضاً ۷۳:۲۱

۶۸۔ ایضاً ۴۱:۲۲

۶۹۔ ایضاً ۷۸:۲۲

۷۰۔ ایضاً ۵۶:۲۴

۷۱۔ ایضاً ۷:۱۴

۷۲۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ

۷۳۔ الترمذی، السنن، کتاب الزکوٰۃ

۷۴۔ البخاری، ایضاً

۷۵۔ ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، الطبعۃ الاولیٰ، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۳۹۵ھ/۱۹۸۵ء، ص ۱۳

۷۶۔ نسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ

۷۷۔ ایضاً، باب التغلیظ فی حبس الزکوٰۃ

۷۸۔ البخاری، ایضاً

۷۹۔ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص ۲۱۷

۸۰۔ بخاری، ایضاً
مسلم، الصحیح، کتاب الایمان
ابوداؤد، السنن، کتاب الزکوٰۃ
ترمذی، السنن، کتاب الایمان
نسائی، السنن، کتاب الزکوٰۃ۔

۸۱۔ نصابِ زکوٰۃ وعشر کی تفصیل فقہ کی تمام نمائندہ کتب میں موجود ہے

۸۲۔ القرآن الکریم ۶۰:۹

۸۳۔ بحث کا یہ حصہ محمد اکرم خاں کے مقالہ ''معاشیات'' اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۰ سے ماخوذ ہے

۸۴۔ پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۶۳

۸۵۔ ابن حزم، المحلی، ج ۳، ص ۵۵، طبع مصر

۸۶۔ پروفیسر خورشید احمد، ''اسلامی نظریہ حیات'' ص ۴۶۴

۸۷۔ ایضاً ص ۳۲۷۔۳۲۸

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد صلاح الدین ثانی۔ کراچی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

کون ایسا باکمال مصور ہے جو اپنے موئے قلم کی جنبش سے نواح عرب کے ایک پاک باز نوجوان کی تصویر کھینچے جس کی حیاء سے دُنیا پارسائی کا سبق لے۔ جس کی سخاوت سے سخیوں کو رہنمائی ملے۔ جس کا ہلکا سے تبسم اندھیرے کو اجالا کردے۔ عقیدت مند آنکھ خاکِ عرب کو جب محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے تو یثرب وبطحا کا ذرہ ذرہ آفتابِ جہاں تاب بن کر ابھرتا ہے، چمکتا ہے نظر کو خیرہ کر دیتا ہے۔

کفر کی شام صبحِ یقین بن گئی آپ ﷺ آئے تو دُنیا حسین بن گئی

وجدان نے چودہ سو سال کی الٹی زقند لگا کر اس عہدِ زریں کے واقعات کو تخیل کی نظر سے دیکھا، عہد بھی دیکھا، عہد ساز کو بھی، لیکن اس عہد گر کے اعترافِ عظمت کے لئے بھی باعظمت انسان ہونا ضروری ہے۔

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا تیری ذات نے بنادی میری زندگی فسانہ

لیکن بقول شاعر

جب پی لیا ہے بادۂ حُبِ نبی کا جام پھر اس کے بعد ہوش میں نہ آنا چاہیئے

قرآن کریم میں مال کو انسانیت کی بقا اور انسانیت کے قیام کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَمْوَالَکُمُ الَّتِی جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ قِیَامًا۔(۱) زندگی کا قیام ودوام مال کے ذریعے ہے۔

قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے واضح کردیا تھا کہ زندگی میں مال بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: میرے علم کے مطابق قرآن کریم ہی وہ پہلی دینی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق بہت کم تفاصیل ملتی ہیں لیکن خرچ کے متعلق انتہائی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کس کو کتنی رقم دی جائے (۲) کہاں کہاں خرچ جائے۔ قرآن میں زکوٰۃ کا حکم آیا ہے لیکن اموال، زکوٰۃ کی مقدار، سال کی شرط اور نصاب کا تذکرہ نہیں ہے (۳) یہ سب تفصیلات ہمیں سیرتِ طیبہ ہی سے معلوم ہوتی ہیں، بالخصوص زیرِ بحث موضوع زکوٰۃ کے حوالہ سے مصارفِ زکوٰۃ کو بیان

متعین کرنے کی حکمت ہی یہی ہے کہ حکمران اپنی ترجیحات قائم کر کے (جیسا کہ ہمارے حکمران نظام زکوٰۃ کے ساتھ کرتے آئے ہیں) لوگوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں اور لوگ بھی حکومت کو پریشرائز کر کے مجبور نہ کر سکیں، جیسا کہ سورۃ توبہ (۴) سے معلوم ہوتا ہے۔ کچھ غیر مستحق لوگوں نے (۵) آپ ﷺ سے زکوٰۃ لینی چاہی مگر آپ ﷺ نے ان کی رضا پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ترجیح دی، غریبوں کے حق پر غیروں کو قابض نہیں ہونے دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی ذات سمیت اپنے خاندان اور نسل کے لئے بھی زکوٰۃ کے استعمال کو ممنوع قرار دیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ''یہ نہایت اہم بات ہے کہ اسلام کے سوا دُنیا کی کسی اور قوم نے سرکاری آمدنی کو حکمران کی ذات کے لئے ممنوع قرار نہیں دیا۔ (۶) اسی وجہ سے اکثر علماء کی رائے ہے کہ سید کا زکوٰۃ لینا منع ہے۔ (لیکن اس موقع پر مولانا عبدالقدوس ہاشمی کی رائے بھی قابلِ مطالعہ ہے) (۷) آج صورتِ حال یہ ہے کہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے جو دیتے ہیں وہ پوری نہیں دیتے اور جو کچھ حکومت تک پہنچتا ہے وہ غریبوں تک نہیں پہنچتا یا زکوٰۃ سے جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوتا، ایک ماہرِ معاشیات کے تجزیہ کے مطابق پاکستان میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں کروڑ پتی لوگ موجود ہیں۔ ایک شخص جس کے پاس دس کروڑ روپے ہوں اس کی سالانہ زکوٰۃ ۲۵ لاکھ بنتی ہے۔ اگر ایک شہر میں صرف ایک کروڑ پتی رہتا ہو جو ایمان داری سے اپنی زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو چند سالوں میں ہی اس شہر کے بیشتر محتاجوں اور مسکینوں کے معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں، اور اگر پاکستان کے ہر شہر اور علاقے کے تمام صاحبِ نصاب افراد اپنی اپنی زکوٰۃ ادا کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہر شہر اور علاقہ معاشی لحاظ سے خوشحال نہ ہو۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی سالانہ زکوٰۃ پانچ ارب روپے بنتی ہے۔ صرف ایک سال کی زکوٰۃ سے اگر مستحقین کے لئے اوسط درجے کے مکان تعمیر کئے جائیں تو دو لاکھ مکان تعمیر ہو سکتے ہیں، اتنی ہی رقم میں اگر یتیم اور بے سہارا بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا مقصود ہو سارے ملک میں ایک سال کی زکوٰۃ سے تین سو ایسے مراکز تعمیر کئے جا سکتے ہیں جن میں ایک لاکھ ستر ہزار بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر ملک میں صحیح طریقے سے نظامِ زکوٰۃ نافذ ہو جائے تو چند ہی سالوں کے اندر اندر پورے ملک میں عظیم معاشی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کے فیوض و برکات کا ایک دوسرے پہلو سے بھی جائزہ لیجئے۔ صرف ایک سال کی زکوٰۃ پانچ ارب روپے بنتی ہے۔ اس سے دو لاکھ بے خانماں لوگوں کو جو گھر میسر آئیں گے، ایک لاکھ ستر ہزار بچوں کی کفالت ہوگی، وہ اپنی جگہ لیکن دو لاکھ مکانوں کی تعمیر یا تین سو مراکز کی تعمیر کے لئے پانچ ارب روپیہ گردش میں آئے گا۔ اس کا کثیر حصہ کاریگروں، مستریوں، مزدوروں اور دکانداروں کے ہاتھوں میں جائے گا جو براہِ راست عام آدمی کی خوش حالی کا باعث بنے گا۔ گویا زکوٰۃ کا حکم ایک ایسا کثیر المقاصد عمل ہے جو دین کی تکمیل اور تقرب الی اللہ کے علاوہ ایک آدمی سے لے کر پورے ملک کی اجتماعی خوش حالی کا ضامن ہے۔ (۸) یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست میں اس قدر خوش حالی ہوگئی کہ زکوٰۃ دینے والے تو بہت تھے اور

لینے والا کوئی نہ تھا

زکوٰۃ کی اسی اہمیت کے پیش نظر ابو بکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا (۹) علماء نے صراحت کی ہے کہ زکوٰۃ کا منکر اجماع صحابہؓ کی روشنی میں کافر ہے (۱۰) آپ ﷺ نے زکوٰۃ کو ارکان اسلام میں سے ایک رکن قرار دیا ہے (۱۱) البتہ زکوٰۃ دیگر عبادات کے مقابلہ میں صرف مال دار پر فرض ہے اور دیگر عبادات کے مقابلہ میں مالی عبادت ہونے کے علاوہ اللہ کے ساتھ بندوں کا بھی حق ہے (۱۲) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نظامِ زکوٰۃ کے نفاذ کو فرض قرار دیا ہے (۱۳) لیکن اسلام کے نظام کفالت و زکوٰۃ کا جائزہ پیش کرنے سے پہلے اسلام سے پہلے کا نظام پیش کرنا چاہوں گا، اس لئے کہ حکما کا قول ہے: تعرف الاشیاء باضدادھا، کسی حکم کی اہمیت و افادیت کو تقابلی مطالعہ کے ذریعے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

اسلام سے پہلے نظم معیشت و کفالت عامہ میں زکوٰۃ کا تصور

دُنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں یہ دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ آسمانی مذاہب جیسے یہودیت، عیسائیت اور اسلام، غیر آسمانی جیسے مجوسیت، ہندومت، جین اور بدھ مت وغیرہ۔

غیر آسمانی مذاہب: نزول قرآن مجید سے پہلے دنیا میں دو عظیم سلطنتیں آباد تھیں۔ رومی سلطنت اور ایرانی سلطنت۔ ایک عیسائی تھی دوسری مجوسی۔ دونوں سلطنتوں میں ظالمانہ معاشی نظام رائج تھا۔ یہ نظام انسانیت دشمنی پر مبنی تھا۔ جس میں انسانی قدر و قیمت جانور سے بھی کم تھی۔ ایک بہت بڑے محقق علامہ محمد فرید وجدی رقم طراز ہیں ''جس قوم پر بھی نظر ڈالی جائے، دو ہی طبقے نظر آتے ہیں۔ تیسرا نہیں۔ ایک خوش حال طبقہ اور دوسرا تنگ دست۔ خوشحال طبقہ خوب تنو مند ہوتا رہا اور تنگ دست طبقہ لاغر و کمزور۔ نتیجہ یہ کہ اجتماعی زندگی کی بنیادیں کمزور پڑ گئیں۔

مصر: مصر زمانہ قدیم میں جنت نشان تھا۔ جہاں پیداوار اس کثرت سے ہوتی کہ مصر سے کئی گنا آبادی کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ لیکن غریب طبقہ کو کھانا میسر نہیں تھا۔ کیونکہ خوش حال طبقہ ان کے لئے کوئی غذا باقی نہیں رہنے دیتا تھا۔ سوائے بھوسے کے، جس سے نہ صحت بن سکتی ہے اور نہ ہی بھوک رفع ہو سکتی ہے (۱۴) ڈاکٹر عبد السلام العابدی کہتے ہیں کہ فراعین مصر کے زمانے میں عوام کی ملکیت کا تصور ہی نہیں تھا زمینیں اسٹیٹ کی ملکیت ہوتی، عوام ان کے نگران ہوتے تھے (۱۵) البتہ قصہ سامری سے معلوم ہوتا ہے کہ زیور ملکیت ہوتا تھا۔ (۱۶)

بابل: بابل کا حال بھی مصر جیسا ہی تھا۔ وہاں کی پیدوار میں بھی غریبوں کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ حالانکہ اس ملک کی زمین بڑی زرخیز تھی۔ بعض ممالک کا حال پڑھ کر تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہاں مال دار غریبوں کو گندے کاموں پر مجبور کرتے تھے۔ معمولی سی لغزش پر انہیں بکروں کی طرح ذبح کرتے تھے۔ ایتھنز میں طریقہ تھا کہ غریب اگر خراج ادا نہ

کرتے تو انہیں غلاموں کی طرح فروخت کر دیا جاتا تھا (۱۷) یونان میں غریبوں کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری اسٹیٹ کی تھی (۱۸)

ہندو مذہب: ہندو مذہب کی مقدس کتاب میں ''منو'' کا قانون ہے۔ جس پر ہندوستان کے مشہور وقدیم مذہب کے نظام معیشت کی بنیاد قائم ہے۔ ایک حد تک سود کی اجازت دیتا ہے۔ وراثت میں تقسیم دولت کی بجائے مشترکہ خاندان کے نام سے ''کنز'' اور جمع دولت کو جائز قرار دیتا ہے اور اس طرح ''مذموم سرمایہ داری'' کو دھرم کی پناہ مل جاتی ہے۔ اس کی شہادت موجود ہے کہ ''سودی'' قرض دینے کا کام ویدوں کے عہد میں یعنی اب سے تقریباً چار ہزار سال پہلے بھی کیا جاتا تھا۔ پانچویں صدی قبل مسیح سے ایسے پیشہ ور بینکوں کے بارے میں پکی شہادتیں ملنا شروع ہو جاتی ہیں جو روپیہ قرض دیتے تھے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ''ہنڈیاں'' روانہ کرتے تھے۔ ان بینکوں کو ''سریسعی'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا (۱۹)

یہ بات بھی واضح رہے کہ برہمن معاشرے میں خالص معاشی معاملات میں بھی امتیاز رکھا گیا ہے۔ مثلاً قرض کی شرح سود برہمن سے فیصدی دو روپے، چھتری سے تین روپے، دیش سے چار روپے اور شودر سے پانچ روپے سود ماہوار لیا جائے (۲۰)

بدھ مت: دُنیا کے بعض اور مذاہب کی طرح بدھ مت میں بھی دنیاوی ترقی کی مذمت کی گئی ہے۔ کسی نے عالم کے موجودہ نظام کو ''مایا'' یا دام کا وہ دانہ قرار دیا جسے شکاری نے خوب صورت اور پوشیدہ پھندوں کے درمیان بکھیر دیا ہے۔ گویا جس نے اس پر منہ مارا وہی پھنسا۔ لہٰذا انسان ''دُنیا'' کو سراب، پانی کا بلبلہ اور خواب سمجھے اور اس سے کنارہ کش ہو جائے (۲۱) مہاتما بدھ نے تو چھوت چھات دور کرنے کے لئے آواز بلند کی لیکن ''بدھا'' نے درجہ بندی مٹانے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے نیک چلنی کے ذریعے روحانی مساوات پر زور دیا تاکہ نجات حاصل ہو (۲۲)

زرتشت: زرتشتی مذہب کے متعلق مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی لکھتے ہیں: زرتشتی مذہب کی مبینہ الہامی کتابیں ''ژند اور اوستا'' کا اگرچہ میں نے مطالعہ نہیں کیا لیکن اس مذہب کے عقیدے کے مطابق بانی مذہب (زرتشت) کے علاوہ نبیوں اور رسولوں کے صحیفے جو ''دساتیر آسانی'' کے نام سے موسوم ہیں، فارسی اور پہلوی زبان میں نہ صرف میری نظر سے گزرے ہیں بلکہ عرصہ دراز تک زیر مطالعہ رہے ہیں مگر تورات وانجیل کی طرح یہاں بھی اس سلسلے میں مجھے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اور ظالمانہ طریق پر حصول دولت وثروت کی ہجو ومذمت کے باوجود بصورت احکام وقوانین اقتصادی نظام کی ترتیب میں مطلق کوئی مدد نہیں ملتی (۲۳) باوجود کہ بیشتر مذاہب میں کچھ کچھ تعلیمات موجود تھیں، مگر عمل نہیں تھا۔

قانون حمورابی: چنانچہ ہم چار ہزار سال قبل کے قانون حمورابی میں بھی یہ الفاظ پاتے ہیں کہ:

دیوتاؤں نے طاقتوروں کو کمزوروں پر زیادتی سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کی راہنمائی کریں اور مخلوق کی بہتری کی ضمانت بھی فراہم کریں۔ اور آج سے ہزار ہا سال قبل قدیم مصر میں لوگ غریبوں کی ہمدردی اور حسن سلوک کو اپنا دینی فرض سمجھ کر بھوکوں کا پیٹ بھرتے، ننگوں کو کپڑا پہناتے، سفر کی سہولتوں سے عاری لوگوں کو سفر کراتے، یتیم بچوں کو لے کر پالتے، بیوہ عورت سے شادی کرتے اور طوفان باد و باراں سے بھاگ کر آنے والوں کو پناہ دیتے تھے (۲۴)

آسمانی مذاہب: غیر آسمانی مذاہب میں کفالت کا تصور ملاحظہ کیا، آسمانی مذاہب میں قدیم مذہب یہودیوں کا ہے، پہلے اس میں کفالت و زکوٰۃ کا تصور ملاحظہ کرتے ہیں:

یہودیت: ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: جہاں تک آسمانی مذاہب کا تعلق ہے تو انہوں نے غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ ایک سلوک کی بڑی قوت کے ساتھ اور بڑے مؤثر انداز میں تبلیغ کی ہے اور آسمانی مذاہب میں غریبوں سے حسن سلوک کی ہدایت ہر دنیاوی مذہب اور ہر ارضی قانون سے زیادہ اور ممتاز ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ کسی نبی کی دعوت غریبوں کی امداد اس انسانی پہلو سے خالی نہیں ہے جس کو قرآن نے زکوٰۃ کہا ہے۔ (۲۵)

؎ یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

چنانچہ اگر اس سلسلے میں ہم قرآن کریم کی جانب توجہ کریں جو انسانیت کے پاس باقی رہنے والا مستند ترین آسمانی صحیفہ ہے، تو ہم دیکھیں گے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَجَعَلْنَا هُمْ اَ ئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَ مْرِنَا وَ اَوْ حَيْنَا اَلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ . (سورۃ الانبیاء آیت نمبر۷۳)

"اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔"

حضرت اسماعیلؑ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَاذْ كُرْ فِي الْكِتَا بِ اِسْمَا عِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلاً نَّبِيًّا وَّ كَانَ يَأْ مُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْ ضِيًّا (۲۶)

اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا وہ اپنے گھر والوں کو

نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔

بنی اسرائیل کے میثاق کا اس طرح ذکر ہوا:

''یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا'' (۳۷)

اس میثاق کا دوسرے مقام پر اس طرح ذکر ہوا۔

اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان کے بارہ نقیب مقرر کئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ موجود تھا۔ آج دُنیا کا سب سے بڑا سود خور یہی یہودی ہے۔

عیسائیت: حضرت عیسیٰؑ کا عرصہ دعوت بہت کم ہے مگر انہوں نے بھی فقراء و محرومین کو دینے کی طرف رغبت دلائی ہے۔ (۴۰) حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ وارد ہوئے:

و اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (۴۱)

اور تمام اہل کتاب کے بارے میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین حنفاء

و یقیموا الصلوٰۃ و یوتوا الزکوٰۃ و ذٰلک دین القیمة .

''اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں اپنے دین کو خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی نہایت صحیح درست دین ہے'' (۴۲)

انجیل کے جو عہد قدیم اور عہد جدید کے نسخے آج ہمارے درمیان موجود ہیں ان میں بھی متعدد مقامات پر غریبوں سے حسن سلوک کی خاص تاکید اور مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں سے ہمدردی کی بڑی واضح ہدایات ملتی ہیں۔ چنانچہ تورات میں ہے:

''جو شخص مسکین کی آواز سے کان بند کر لے، وہ خود بھی چیخیں مارے گا اور کوئی اس کی نہ سنے گا، اور چھپا کر ہدیہ دینے سے غضب (الٰہی) ٹھنڈا ہوتا ہے (۴۳)

اصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مدد کرنے والے نیکوکار (کے مال) میں برکت ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے کھانے میں سے غریب کو بھی دیتا ہے (۴۴) منقول ہے کہ: جو غریب کو دے گا وہ خود کبھی محتاج نہ ہوگا اور جو غریب کی طرف آنکھیں بند کرے اس پر (خدا کی) لعنتیں ہوں (۴۵)

سفرِ استثنیہ اصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اگر تمہارے دروازے پر کوئی غریب بھائی پڑا ہو اور تمہاری اس زمین میں موجود ہے جو تمہارے خدا نے تمہیں دی ہے تو سخت دل نہ بن جاؤ اور اپنے ہاتھ نہ باندھ لو بلکہ ہاتھوں کو کھول کر اس کی ضرورت کے مطابق اسے قرض ہی دے دو، لیکن دیتے وقت تمہارا دل نہ دکھ رہا ہو، کیونکہ (اگر قرض حسنہ دو گے) تو تمہارا خدا تمہارے سارے کاموں میں برکت دے گا اور جس شے کی طرف تم ہاتھ بڑھاؤ گے اسی میں برکت پیدا ہو جائے گی۔ تمہاری سرزمین میں غریبوں کی کمی نہیں ہے اس لئے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ مسکین اور غریب بھائی کے لئے کُھلے رکھو (۴۶)

اصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ہر سال کی زرعی پیداوار کا جو عشر تم ہر تین سال کے آخر میں دیتے ہو اور اسے اپنے گھر کے دروازے پر رکھ دیتے ہو اور لادی (فرزند یعقوبؑ) آتا ہے کیونکہ اس کا تمہارے ساتھ کوئی حصہ نہیں ہے اور تمہارے دروازے پر جو غریب، یتیم اور بیوائیں موجود ہوتے ہیں وہ یہ (کھانا) کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور تمہارا خداوند تمہارے ہر عمل میں برکت دیتا ہے (۴۷)

انجیل لوقا میں ہے کہ:

اپنے مال کو فروخت کر کے صدقہ ادا کرو (۴۸) انجیل لوقا میں ہے کہ: جس کے پاس دو کپڑے ہوں وہ (ایک) کپڑا اسے دے دے جس کے پاس (بالکل) نہیں اور جس کے پاس کھانے کو ہو وہ اسے بھی کھلائے جس کے پاس کھانے کو نہیں (۴۹)

اصحاح میں ہے:

اگر کوئی شخص کھانے پر بلائے تو دوستوں، بھائیوں، رشتہ داروں اور مال دار پڑوسیوں کو نہ بلائے کیونکہ وہ بھی تمہیں بلائے گے اور تمہارا بدلہ اتر جائے گا بلکہ بے کس لنگڑے، لولے اور اندھے مسکینوں کو بلائے تا کہ اس کو خوش خبری ملے کیونکہ یہ مسکین تو بدلہ نہیں چکا سکتے اس لئے ان کا بدلہ روزِ قیامت نیک لوگوں کے ساتھ ادا کیا جائے گا (۵۰) مزید وارد ہے: اللہ کے خزانے میں مال دار (روپوں کی) تھیلیاں لا کر ڈالتے ہیں اور ایک بیوہ مسکین دو پیسے لا کر ڈالتی ہے تو قسم بخدا! اس بیوہ کے دو پیسے (خدا کے نزدیک) مال داروں کی تھیلیوں سے قیمتی ہیں، کیونکہ مالداروں نے اللہ کی دولت میں سے کچھ لا کر ڈالا ہے اور غریب بیوہ نے تنگ دستی کے باوجود اپنی ساری پونجی نذر کر دی ہے (۵۱)

اصحاح میں ہے کہ:

جو تم سے مانگے اسے دے دو اور جو قرض مانگے اسے قرض دے دو (۵۲) اور یہ ہے: لوگوں کے سامنے صدقہ نہ دو کہ وہ تمہیں دیکھیں، ایسا کرنے سے آسمانوں والے کے پاس تمہارے عمل کا کوئی اجر نہیں ہوگا، اور جب صدقہ کرو تو لوگوں میں اپنے سامنے ڈھول پٹواتے نہ جاؤ، جیساد کھاوہ کرنے والے ہیں تا کہ لوگوں میں ان کی تعریف وستائش ہو حق بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی نیکی کا صلہ مل چکا ہے، بہر حال جب تم صدقہ کرو تو تمہارے بائیں ہاتھ کو یہ معلوم نہ ہو کی دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے، تمہارا باپ (خدا) تمہاری اس پوشیدہ نیکی کو دیکھ رہا ہے اور وہ کھلم کھلا تمہیں بدلہ دے گا (۵۳) مزید لکھا ہے:

جو شخص شاکر سمجھ کر ان غریب بچوں کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دے گا حق بات یہ ہے کہ اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا (۵۴)

حضرت عیسیٰ نے شریعت موسوی کے ان ظہری قواعد میں کوئی ترمیم نہیں کی، بلکہ ان کی روحانی کیفیت پر زور دیا۔ انجیل لوقا میں ہے کہ جو "اپنا عشر ریا، نمائش اور فخر کے لئے دیتا ہے، اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے (۵۵) اسی انجیل کے اکیسویں باب کی پہلی آیت میں ہے: اگر کوئی دولت مند ھیکل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب بیوہ خلوصِ دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوٰۃ کا رتبہ اس دولت مند کی زکوٰۃ سے کہیں بڑھ ہے (۵۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ خدا کی راہ میں لٹا دے اس لئے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے، مگر دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے (۵۶) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوٰۃ ادا کی (۵۸)

روم: روم میں جہاں قوانین نے جنم لیا اور جو قانون دانوں کی سرزمین تھی خوش حال لوگ بری طرح عوام پر مسلط ہو گئے تھے اور عوام کے مقابلے میں اپنے آپ کو ممتاز خیال کرتے تھے اور عوام کی ان کی نظر میں حیثیت وہی تھی جو ہندوؤں کی نظر میں اچھوتوں کی تھی اور اگر انہیں چند کوڑیاں دیتے بھی تو ان سے سخت خدمت لینے کے بعد (۵۹)

زمانہ جاھلیت: عرب جو آسانی اور غیر آسانی مذاہب کا مجموعہ تھے۔ اس معاشرے میں بھی کفالت عامہ کا تصور موجود تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''زمانہ جاہلیت میں مشرکوں کے ہاں بھی ایک طرح کی زکوۃ پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ اپنی پیداوار کا ایک حصہ اپنے بتوں کو دیتے تھے۔ قرآن کریم نے طنز کیا ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے بتوں کچھ حصہ اللہ کے حصہ میں مل جاتا ہے تو اس سے لے کر دوبارہ بت کو دے دیتے ہیں۔ لیکن مثلاً اگر ہوا کے چلنے سے یا کسی اور وجہ سے اللہ کا کچھ حصہ بتوں کے پاس چلا گیا تو اللہ کو نہیں دلاتے بتوں ہی کو دے دیتے ہیں''(۶۰)

بلوغ الارب کے مطابق عربوں میں سخاوت کی بڑی تعریف کی گئی ہے کلام عرب ایسے لوگوں کی مدح سے بھرا پڑا ہے(۶۱) حاتم طائی کی سخاوت کی داستانیں کس نے نہیں سنی۔ قصی نے حجاج کی خدمت کے لئے پانچ عہدے مقرر کئے تھے سقایہ، رفادہ، حجابہ، لواء اور دار الندہ (۶۲) پہلے تین حجاج کی کفالت کے لئے تھے۔ آپ ﷺ کے پردادا ہاشم کو بھی ہاشم اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مکہ میں قحط کے دنوں میں روٹی چورہ کر کے لوگوں کو کھلائی تھی (۶۳) ابوجہل نے انکار نبوت کیوجہ بیان کرتے ہوئے جو بات کہی تھی وہ یہ تھی کہ بنو ہاشم نے لوگوں کو کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا، انہوں نے لوگوں کو سواریوں پر سوار کرایا تو ہم نے بھی سوار کیا (یعنی جانور لوگوں کو دیئے) اب وہ نبوت کا دعویٰ کر کے ہم سے آگے نکلنا چاہتے ہیں ت ہم کیسے نبوت کو تسلیم کریں (۶۵) ابوسفیان نے ہرقل کے سامنے جو بیان دیا وہ یہ تھا:

''یامرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصلۃ والعفاف (۶۶) آپ ﷺ ہمیں نماز، زکوۃ، صلہ رحمی اور پاک بازی کا حکم دیتے ہیں۔''

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کفالت عامہ اور زکوۃ کا تصور موجود تھا، گو کہ یہ تصور انتہائی ناقص تھا۔ ساری دُنیا میں اس استحصالی نظام کے سبب امیر کی امارت اور غریب کی غربت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ یہ تہذیبیں کھوکھلی ہو کر تباہ ہو گئیں۔ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

انما ھلک من ھلک من الامم لحسبھم الحق حتیٰ یشتری منھم واظھارھم الظلم حتیٰ یفتدی منھم (۶۷)

ماضی میں جو قومیں تباہ ہو گئیں، ان کی تباہی کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے عوام کو ان کے حقوق دینے سے گریز کیا تا کہ ان سے عوام اپنے حقوق کی قیمت ادا کر کے خریدیں اور عوام پر ظلم ڈھائے تا کہ لوگ ان کے مظالم سے بچنے کے لئے انہیں فدیہ (رشوت) دیں۔

غریب عوام کو ٹیکس ادا کرنے کے لئے اپنی اولاد کو بھی بیچنا پڑتا تھا۔ کسانوں کا تعلق زمین داروں کے ساتھ تقریباً ویسا ہی ہوتا تھا جیسا کی غلاموں کا اپنے آقاؤں سے۔ سرکاری واجبات ادا نہ کرنے کی صورت میں ان کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ ان سے جنگ بھی کی جاتی تھی (۶۸)

اسلام نظم معیشت تعریف وتعارف:

اسلام نے جہاں زندگی کے جملہ پہلوؤں کی طرف رہنمائی کی ہے وہیں معاشی تعلیمات سے بھی آگاہ کیا ہے ماہر اسلامی معاشیات مظفر حسین ملاٹھوی لکھتے ہیں: احکامات آلہی اور ارشادات نبوی ﷺ کی رو سے اسلام میں علم معیشت کی تعریف یہ کہ تمام انفرادی اور اجتماعی طیّب طریقۂ اکتسابِ دولت اور طریقۂ تقسیم دولت جو حلال اشیاء کے حصول اور اسوۂ حسنہ کی ادائیگی کے لئے دینِ حق کے معینہ دائرہ عمل کے تحت اختیار کئے جائیں وہ اسلامی معیشت ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فرد کا وہ عمل جو رزق کے حصول کے لئے دینِ حق کے قائم کردہ دائرہ کار میں رہ کر اپنے سماج کی مادی اور اخلاقی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتا ہے، اسلامی معیشت میں شمار کیا جاتا ہے۔ مختصر ترین تعریف یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ انسان کیا نفرادی اور اجتماعی جدوجہد جو دینِ حق کے بتائے ہوئے اصولوں کے تحت ''معیشت صیحہ'' کے قیام کے لئے ہو اسلامی معیشت سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔ اس کا مقصد بنی نوع انسان کی مادی اور اخلاقی فلاح و بہبود ہونا ضروری تعبیر ہے(۶۹)

اسلامی نظم معیشت کی وسعت وامتیازی خصوصیات:

اسلامی نظم معیشت کی امتیازی خصوصیات درج ذیل بیان کی گئی ہیں:

رازق اللہ ہے(۷۰) مال کمانے میں جائز وناجائز کا فرق ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ حرام وحلال کی حدود۔ زکوٰۃ کا نظام۔ اموالِ مفتوحہ اور غنائمِ جنگ کی تقسیم۔ حکومت کی محدود مداخلت۔ قانونِ میراث۔ حرمت سود۔ درجات میں تفاوت(۷۱) ھبہ۔ عاریت (۷۲) امنت وصداقت (۷۳) عدم ایفاء وخیانت ممنوع ہے۔ قرض دینے کی ترغیب (۷۴) وصیت کی اجازت۔ زمین کی ملکیت۔ احتکار کی ممانعت۔ درست ناپ تول۔ بیت المال کا نظام۔ اقتصاد کی کوشش کی حکم۔ میانہ روی کا حکم۔ مال کا ضروریات کے لئے جمع کرنا۔ صحیح منصوبہ بندی۔ قانونِ شفعہ۔ قدر محنت سرمایہ کا استعمال اور منافع (۷۵)

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی:

عشر، خراج، جزیہ، زکوٰۃ، صدقات، خیرات، مالِ فئی، خمس، ٹیکس، کراء الارض، اموالِ فاضلہ اور اوقاف(۷۶)

کفالت عامہ تعریف وتعارف: کفالت کے معنی المنجد اور القاموس کے مطابق ذمہ داری، بوجھ

اُٹھانے اور ملانے کے ہیں (۷۷) قاسم بن عبداللہ نے کفالت کو ضامن کے مفہوم میں لیا ہے (۷۸) لیکن ابی ہلال العسکری نے کفالت اور ضمان میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کفالت نفسِ انسانیکے ساتھ خاص ہے جب کی ضمان مال کے ساتھ (۷۹) قرآن کی متعدد سورتوں میں (۸۰) اور حدیث میں بھی اسی فرق کے ساتھ استعمال ہوا ہے (۸۱) در مختار کے مطابق شرعی تعریف یہ ہے **ضم ذمة الكفيل الى ذمة الاصيل** (۸۲) کفالت اس کو کہتے ہیں کہ اصل سے ہٹا کر کفیل کے ذمے کوئی کام لگا دینا۔

جرجانی وغیرہ نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف کی ہے (۸۳) خلاصہ کلام یہ ہے کہ کفالت نام ہے فائدہ پہنچانے اور نقصان سے بچانے کا۔ کفالت کی بنیادی طور پر دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک کفالت عامہ یعنی عوام کی کفالت اور دسری کفالت خاصہ کسی خاص فرد کی کفالت۔ اسلام نے معاشرے میں توازن قائم رکھنے کے لئے جہاں حکومت کو عوام کی کفالت کا حکم دیا ہے وہیں ذاتی حیثیت میں لوگوں کو بھی رغبت دلانے کے لئے تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

انا و كافل اليتيم كهاتين (۸۴) ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے قیامت کے دن اس طرح ہوں گے جیسے ہاتھکی دو انگلیاں''۔ اسلامی نظمِ معیشت میں رعایا کی بنیادی ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری اسٹیٹ کی ہے، اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے

فرمایا تھا کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو قیامت کے دن بزپُرس ہوگی۔

زکوٰۃ کی تعریف وتعارف:

کفالت عامہ کا بنیادی ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہے۔

۱۔ جانور پر ۲۔ سونے چاندی پر ۳۔ ہر قسم کے مالِ تجارت پر ۴۔ کھیتی اور درختوں کے مال پر (۸۵)

المنجد میں زکوٰۃ کی جمع زکا اور زکوات بیان کی گئی ہے (۸۶) زکوٰۃ کا لفظ، قرآن پاک میں ۳۵ سے زائد مقامات (۸۷) پر آیا ہے۔ اور دس سے زائد معانی میں استعمال ہوا ہے یعنی:

الاقرب الى المصلحة(۸۸)، بمعنى الحلال(۸۹)، بمعنى الحسن و الطاقة(۹۰)، بمعنى العلاج والصيانة(۹۱)، بمعنى الاحتراز عن الفواحش(۹۲)، بمعنى اطاعت و اقبال على الخدمة(۹۳)، بمعنى التوحيد والشهادة(۹۴)، بمعنى الثناء و المدح (۹۵)، بمعنى النقاء و

لھارہ(۹۶)، بمعنی اداء الزکوٰۃ الشرعیۃ(۹۷) مزید دیکھئے(۹۸) امام ماوردی نے لکھا ہے زکوٰۃ اور
قہ کے الفاظ اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ہم معنی ہیں (۹۹) ابن نجیم نے فقہ حنفی کی رو سے زکوٰۃ کی تعریف یہ کی ہے:

ھی تملیک المال الی فقیر مسلم غیر ھاشمی و لا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن
ملک من کل وجہ للہ تعالیٰ(۱۰۰)

مزید شرعی تعریفات کے لئے موسوعۃ نظرۃ النعیم ملاحظہ کی جاسکتی ہے(۱۰۱)

کوٰۃ کی تاریخی اھمیت وفرضیت عھد نبوی ﷺ

خلافتِ راشدہ میں:

زکوٰۃ ۸ھ (۱۰۲ یا ۹ھ (۱۰۳) میں فرض ہوئی۔ جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اس کا آغاز حضرت
دم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ سورۃ مائدہ میں ہے کہ اس زمانے میں آسانی آگ جس کے صدقے کو جلا
یتی تھی گویا وہ قبول ہوگیا، جس کا نہیں جلاتی تھی اس کا صدقہ گویا قبول نہیں ہوا۔ یہی کچھ قابیل و ہابیل بن آدمؑ کے ساتھ
وا۔(۱۰۴) بعد کی شریعتوں میں زکوٰۃ آگ کے حوالے کرنے کی بجائے کمزوروں اور ضرورت مندوں کو دینے کی
جازت دے دی گئی، عہد نبوی ﷺ کے مکی دور میں زکوٰۃ فرض نہیں اختیاری تھی۔ صرف اتنا حکم آیا تھا والذین فی
موالھم حق للسائل و المحروم(۱۰۵) یعنی خود حق ادا کریں بعد میں خذ من اموالھم(۱۰۶) کے ذریعہ وصول
کرنے کا حکم ملا۔ معمول تھا کہ آپ ﷺ مختلف صحابہؓ کو زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے مختلف قبائل میں بھیجتے جو زکوٰۃ وصول
کرکے پھر آکر آپ ﷺ کو حساب دیتے تھے۔ جیسا کہ ابن التبیۃ کے واقعہ سے واضح ہوتا ہے(۱۰۷) الاوائل کے مطابق
زکوٰۃ کی وصولی پر پہلا باقاعدہ ملازم عتاب بن اسید کو رکھا(۱۰۸) عہد نبوی کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار
کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا(۱۰۹) یہاں تک کہ وہ تائب ہوئے۔ عہد عمرؓ میں یہی معمول رہا۔ عہد
عثمانی میں چونکہ اسلامی حکومت بہت وسیع ہوگئی اس کے جمع پر بقول ڈاکٹر حمید اللہ زیادہ خرچ آنے کا امکان تھا لہذا آپؓ
نے لوگوں کو اجازت دے دی کہ وہ ہر سال زکوٰۃ کی رقم خود ہی قرآن کے حکم کے مطابق تقسیم کردیا کریں(۱۱۰) اسی قسم کا
تجزیہ خولہ شاکر الدجیلی کا بھی ہے(۱۱۱)

اسلام کا نظام زکوٰۃ تاریخ انسانی میں جدید اور منفرد نظام ہے اور ایسا نظام ہے جس تک انسانی فکر کی کبھی رسائی نہیں ہوئی
اور نہ کسی آسمانی شریعت نے اس قدر مفصل نظام وضع کیا۔ بلاشبہ اسلام کا نظام زکوٰۃ اجتماعی، سیاسی، اخلاقی اور دینی

پہلوؤں کا حامل ہے ۔بے مثال مالی واقتصادی نظام ہے۔زکوٰۃ مالی واقتصادی نظام اس لئے ہے کہ یہ ایک محدو
ٹیکس ہے جورؤسا پر عائد ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ الفطر اور اموال پر اور آمدنیوں پر عائد ہوتا ہے جیسے عام زکوٰۃ ۔ یہ بیت ا
کا ایک مستقل اور دائمی مصدر ہے جو ناداروں کی اقتصادی ضروریات کی تکمیل کے لئے صرف ہوتی ہے اور کنز اور د
کے ارتکاز کے خلاف ایک مؤثر جنگ کی حیثیت رکھتی ہے۔

زکوٰۃ اجتماعی نظام اس لئے ہے کہ یہ درحقیت معاشرے کے تمام افراد کے لئے ایک نظام تامین ہے۔
سے ہر فرد معاشرہ کو مصائب و آفات سے تحفظ ملتا ہے انسانی اخوت و یک جہتی وجود میں آتی ہے۔حاص
(Haves) اور غیر حاصلین (Havesnot) کے فاصلے کم ہوتے ہیں ۔معاشی ناہمواریاں دور ہوتی
۔قادرین اور عاجزین کے درمیان نفرت وحسد کی دیواریں منہدم ہوتی ہیں اور مصلحین کو امور خیر کے انجام د
سہولتیں فراہم ہوتی ہیں۔کیونکہ سبیل خیر میں جو بوجھ ان پر آجاتا ہے، زکوٰۃ اسے رفع کر دیتی ہے اور اس طرح معاش
کے متعدد اعلیٰ مقاصد اور اہداف کی تکمیل ہو جاتی ہے اور انسانی سماج کے بے شمار مسائل کا حل نکل آتا ہے۔

زکوٰۃ کا سیاسی پہلو یہ ہے کہ ریاست زکوٰۃ کی تحصیل اور توزیع کے فرائض انجام دیتی ہے۔عاملین علیہ
ایک پورا نظام قائم کرتی ہے اور عدل کا ملحوظ رکھتی ہے اور ان مصارف کا اندازہ وتخمین کرتی ہے جو دروبست حکومت
اختیار میں ہیں۔جیسے مؤلفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ۔چونکہ زکوٰۃ قلوب کی تطہیر کرتی ہے اور اغنیاء کے نفوس کو بخل
پاک کرتی ہے اور نارِ حسد کو بجھا کر محبت اور اخوت پیدا کرتی ہے اس لئے یہ ایک اخلاقی نظام بھی ہے اور اس امر میں
ہی نہیں کہ زکوٰۃ ایک دینی نظام ہے۔اس لئے کہ زکوٰۃ فریضہ اسلامی ہے اور اس کا مقصود ہی ایمان کو تقویت دینا اور اللہ
تعالیٰ کی اطاعت کے لئے تیار ہونا ہے اور اس لئے کہ زکوٰۃ دین اسلام کا ایک رکن ہے۔جس کی مقادیر اور مصارف
دین ہی نے مقرر کئے ہیں اور اسی لئے اس کا ایک حصہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوتِ دین میں صرف ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کا اس قدر وسیع اور مفید نظام اس امر کی دلیل ہے کہ شریعت اللہ سبحانہ کی نازل کردہ ہے۔کیونکہ یہ ممکن
نہیں کی ایک امی قوم میں موجود نبی امی نے خود اپنی فکر سے ایسا نظام وضع کر لیا ہو جس کی پہلے سے کوئی نظیر موجود
تھی (۱۱۲)

برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہاں بھی مسلم حکمرانوں نے زکوٰۃ کا نظام جاری رکھا ہوا تھا
سندھ میں قائم ہونے والی پہلی مسلم حکومت، عہدِ فیروز شاہی اور عالم گیری کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے (۱۱۳)

زکوٰۃ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں: جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں سورۂ بقرہ (۱۱۴) سے معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل سے زکوٰۃ
ادا کرنے غریبوں کی کفالت کا عہد لیا گیا تھا۔حضرت اسماعیلؑ نے (۱۱۵) حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ماننے والوں کو زکوٰۃ کی
ادائیگی کا حکم دیا تھا (۱۱۶) قرآن کریم نے تقریباً ۵۱ مقامات پر (۱۱۷) اپنے ماننے والوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے

میں بطورِ مثال چند درج کئے جاتے ہیں:

واقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و اطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (۱۱۸)

نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو امید ہے تم پر رحم کیا جائے گا۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا وصلّ علیھم انّ صلاتک سکن لھم واللہ سمیع علیم (۱۱۹)

اے نبی! تم ان کے اموال سے زکوٰۃ لے کر انہیں گناہوں سے پاک اور صاف کرو نیز ان کے حق میں دعائے رحمت کرو، کیونکہ تمہاری دُعا ان کے لئے موجبِ تسکین ہوگی، اللہ تعالیٰ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ (۱۲۰)

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال و دولت دی ہے اور وہ بخیلی سے کام لیتے ہیں اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لئے بہت ہی برا ہے، اس بخل سے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں وہ قیامت کے دن طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈال دیا جائے گا۔

والذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم . یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھاجباھھم و جنوبھم و ظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (۱۲۱)

دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

زکوٰۃ کی اہمیت تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں:

زکوٰۃ کے بارے میں بنیادی احکامات ہمیں قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کے بارے میں تفصیلات جن میں نصاب، شرائط، حولان حول وغیرہ کی طرف رہنمائی تعلیماتِ نبوی ﷺ سے ملتی ہے۔ حدیث کی ہر اہم کتاب میں محدثین نے زکوٰۃ پر مستقل ابواب قائم کئے ہیں۔ سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ چند احادیث بطورِ مثال پیش خدمت ہیں۔ زکوٰۃ کا ادا

کرنا اسلام کے پانچ بنیادی فرائض میں سے ایک فرض ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمد ا رسول الله و اقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج و صوم رمضان (۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج ورمضان کے روزے رکھنا۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا ادو الزکوٰۃ اموالکم (۱۲۳) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، بشیر بن خصاصیہ مسلمان ہونے آئے انہوں نے بیعت کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے اس وقت بیعت نہیں کی جب تک انہوں نے ادائیگی کا وعدہ نہیں کر لیا (۱۲۴) ایک اعرابی نے جنت میں جانے کا طریقہ پوچھا تو آپ ﷺ نے دیگر امور کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا (۱۲۵) جب وہ جانے لگا تو فرمایا جسے جنتی دیکھنا ہوتو اسے دیکھ لے۔ ایک عورت کو کنگن پہنے دیکھ کر فرمایا اس کی زکوٰۃ ادا کرو (۱۲۶) صحیح مسلم کی طویل روایت میں زکوٰۃ کو اوساخ الناس (۱۲۷) لوگوں کی میل قرار دیا ہے تا کہ جو مستحق نہیں ہیں وہ اس سے بچیں۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل وعیال کے لئے زکوٰۃ لینا ممنوع قرار دیا۔ ایک دفعہ حضرت حسنؓ کو زکوٰۃ کی کھجور کھاتے ہوئے دیکھا تو منہ سے نکلوا کر فرمایا لا ناکل الصدقة (۱۲۸) توازن قائم رکھنے کے لئے جہاں ایک طرف اتنی شدت سے ترغیب دی گئی وہاں لینے والوں کو بھی روکا ہے، فرمایا الید علیا خیر من الید السفلیٰ (۱۲۹) ''دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے'' تا کہ لوگ دینے والے بنیں لینے والے نہ بنیں۔

کفالت عامہ میں زکوٰۃ کے مصارف اور ان کی اہمیت تعلیمات نبویہ ﷺ کی روشنی میں

قرآن کریم میں زکوٰۃ کے مفہوم کی ادائیگی کے لئے صدقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے (۱۳۰) جیسا کہ میں واضح کر چکا ہوں، حرقوص بن زہیر بن ذی الخویصرہ التمیمی یا منافق ابوالجواز نے (۱۳۱) آپ ﷺ کے تقسیم زکوٰۃ پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے ازخود زکوٰۃ کے مصارف واضح فرما دیئے، ارشاد ربانی ہے:

انما الصدقات للفقراء والمساکین ......الخ (۱۳۲)

زکوٰۃ تو بس فقراء کے لئے ہے۔ مساکین کے لئے ہے۔ زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ملازمین کے لئے

ہے۔ان لوگوں کے لئے ہے جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو۔غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہے۔قرض داروں کے لئے ہے۔اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔اور مسافروں کے لئے ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے،اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ا۔فقراء:

قرآن نے زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کئے ہیں ان میں سب سے پہلے فقیر کو بیان کیا ہے۔فقیر کا لفظ قرآن میں پانچ جگہ آیا ہے(۱۳۳)اور اس کی جمع سات جگہ آئی ہے۔فقر ضرورت کے معنی میں (۱۳۴)اور قناعت کے معنی میں (۱۳۵) آیا ہے فقہ حنفی کے مطابق فقیر اسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو اور اپنی ضروریات پوری نہ کر پاتا ہو(۱۳۹) حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

یدخل فقراء المسلمین الجنة قبل اغنیائهم بنصف یوم وهو خمس مائة عام (۱۳۷)

فقراء قیامت کے دن مال داروں سے نصف یوم پہلے داخل ہوں گے،یعنی پانچ سو سال پہلے۔
احناف کے نقطہ نظر سے فقیر اور مسکین دونوں ایک مد و مصرف ہے(۱۳۸)

۲۔مساکین:

لفظِ مسکین قرآن میں گیارہ جگہ آیا ہے اور مساکین بارہ مقامات پر(۱۳۹)مسکین ذلیل اور کمزور کے معنی میں آیا ہے(۱۴۰)فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یعنی ضروریاتِ زندگی بھی نہ ہو(۱۴۱) آپ ﷺ نے فرمایا: الساعی الارملة والمسکین فی سبیل اللہ(۱۴۲) بیوہ اور مسکین کی خدمت اور ان کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔مسکین کی مدد کے لئے فقیر کے مقابلہ میں کفارہ ظہار اور کفارہ کفارہ قتل محرم کی مد بھی رکھی گئی ہے(۱۴۳)اور بے شمار مقامات پر مسکین کی مدد کے لئے ابھارا گیا ہے(۱۴۴) آپ ﷺ نے بھی مسکینوں سے بے حد محبت کا اظہار کیا ہے۔انس بن مالک سے روایت ہے آپ ﷺ دعا فرماتے تھے۔

اللهم احیینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرة المساکین (۱۴۵)

اے اللہ مجھے مسکین کی حیثیت سے زندہ رکھ مسکین کی حیثیت سے مار اور مسکینوں کے زمرہ میں شامل فرما۔

۳۔عاملین (ملازمین):

جو لوگ جمع کرنے پر سرکاری طور پر مامور ہوں ان کی تنخواہیں بھی زکوٰۃ سے ادا کی جائیں گی آپ ﷺ نے

عتاب بن اسید کو مکہ میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے باقاعدہ تنخواہ پر ملازم رکھا۔ الاوائل کے مطابق یہ پہلے باقاعدہ ملازم تھے(۱۴۶) عبداللہ بن ساعدی جو اسی کے کام پر مامور تھے بلا تنخواہ کام کرتے تھے۔ انہیں تنخواہ دی جاتی تو نہیں لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا میں بھی ایسا ہی کرتا تھا جب کوئی مجھے تنخواہ دیتا مگر آپ ﷺ نے فرمایا :
خذه فتموله (۱۴۷) اس (تنخواہ) کو لے لو اور اس کے ذریعہ مال دار بن کر صدقہ کرو۔ آپ ﷺ نے عاملین کو حکم دیا کہ فرائض کس طرح انجام دیں ۔ فرمایا: لاتوخذ صدقاتهم الا فی دورهم (۱۴۸) لوگوں کے پاس خود چل کر جاؤ اور ان کے ٹھکانوں سے زکوٰۃ وصول کرو انہیں اپنی خدمت نہ بلاؤ اور حکم دیا کہ زکوٰۃ میں عمدہ اور نہ بہت عمدہ مال لو نہ بالکل گھٹیا بلکہ درمیانہ لو(۱۴۹) اور زکوٰۃ کے مال میں جو خیانت کرے گا قیامت کے دن وہی اونٹ بلبلاتا ہوا، بکری ممناتی ہوئی اس کے کندھوں پر سوار قیامت کے دن آئے گی (۱۵۰)

۴۔ مؤلفۃ القلوب:

یعنی غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے مالی امداد کرنا۔ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے کہ یہ مد اب ختم ہو چکی ہے اسلام پھیل چکا ہے (۱۵۱) مگر دیگر اسے بھی زکوٰۃ کا مصرف سمجھتے ہیں۔ غیر مسلموں کی بھی قسمیں ہیں:

۱۔ ایک غیر مسلم وہ ہے جو اسلام کی طرف مائل ہو

۲۔ دوسرا وہ ہے جس کی برائی سے بچنا مقصود ہو

۳۔ تیسرا وہ ہے جو اسلام قبول کر چکا ہو مگر تذبذب کا شکار ہو

ان کے علاوہ وہ افراد بھی ہیں جو مسلمان ہیں، دشمن کی سرحد پر رہتے ہیں ان کی مدد سے سرحد کی حفاظت مقصود ہو۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی قبیلہ کے لیڈر ہیں ان کی امداد سے اسلام اور مسلمانوں کی تقویت ہو گی۔

یہ سب اس مد میں داخل ہیں (۱۵۲) ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی اسی سے ملتی جلتی چار قسمیں بیان کی ہیں (۱۵۳) آپ ﷺ نے خود اس مد سے غیر مسلموں کی مالی مدد کی (۱۵۴) حضرت سعدؓ سے طویل حدیث منقول ہے کہ مکرر سوال پر کہ غیر مسلم کی مدد کیوں کی؟ فرمایا: لاعطی الرجل وغیره احب الی منه خشیة ان یکبه اللّٰه فی النار (۱۵۵) اے سعد اگر میں کسی شخص کو دیتا ہوں تو اس خوف سے دیتا ہوں کہ اگر اس کو نہ دیا جائے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے آگ میں سرنگوں ڈال دے گا حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے مگر اس کو نہیں دیتا اس لئے کہ اس سے ایسا خطرہ نہیں ہوتا۔ مکہ کے اکثر روساء جنہوں نے غزوہ حنین کے وقت اسلام قبول کیا تھا ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے۔

انہی جیسے لوگوں کو قرآن میں مولفتہ القلوب کہا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دیئے تفصیل کے لئے دیکھئے مختلف کتب سیرت (۱۵۶) امام ابو یوسف سے اپنی کتاب ''کتاب الخراج'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں زکوٰۃ کی آمدن سے یہودیوں کی مدد فرمائی۔ آپؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتا ہوا دیکھ کر اس کا روزینہ مقرر کر دیا (۱۵۷) ان کے الفاظ ہیں ھذا مساکین اھل الکتاب۔ یہ مساکین کی مد میں آتا ہے اس لئے زکوٰۃ سے اس کو رقم دی جائے (۱۵۸) بلاذری نے لکھا ہے کہ شام کے سفر کے دوران حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کی مد سے محتاج عیسائیوں کی بھی مدد کی (۱۵۹)

۵۔ الرقاب:

اقوام عالم کے معاہدہ کے تحت غلامی کا دور چونکہ ختم ہو چکا ہے اس لئے یہ مد بھی باقی نہیں رہی۔

۶۔ غارم (مقروض):

مقروض یا ضرورت مند کو مشکل سے نکالنے کے لئے زکوٰۃ کی مد سے اس کی مدد کرنا۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں مثلاً تجارت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے حکومت اس کو قرض دیتی ہے اور قرض ظاہر ہے بلاسود ہی ہوگا کیونکہ حکومت ہی وہ ادارہ ہے جو سود کی آمدنی کا خیال کئے بغیر رعایا ہی کی آمدنی رعایا ہی کو قرض دے سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل یہی آتا ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ لوگوں کو سرکاری خزانے سے بلاسود قرض دیتے تھے، اس سے خود حضرت عمرؓ بھی فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی اور تنخواہ کم تھی۔ کبھی کبھی انہیں ضرورت پیش آتی تھی۔ تو وہ سرکاری خزانے سے قرض لیتے تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ تنخواہ نہیں ملتی تھی بلکہ چھ ماہ میں ایک بار یا سال میں دو مرتبہ، تو اپنی تنخواہ ملنے پر وہ ادائیگی کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرح اور لوگوں کو بھی اس سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا تھا۔ (۱۶۰)

۷۔ فی سبیل اللہ:

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں ''فی سبیل اللہ'' سے مراد فوجی انتظام اور دفاع کا انتظام ہے۔ سول ایڈمنسٹریشن ''عاملین علیھا''

میں شامل ہے۔ ''فی سبیل اللہ'' کے تحت پوری سول ایڈمنسٹریشن آ جاتی ہے۔۔۔ نیز اور چیزیں بھی مثلاً مسجدوں کا بنانا، سرائے تعمیر کرنا اور مدرسوں کی تعمیر وغیرہ سب چیزیں فی سبیل اللہ کے تحت اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے تحت آ جاتی ہیں

(۱۶۲) لیکن عام علماء کی رائے ہے کہ زکوٰۃ میں ملکیت بھی شرط ہے مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں ملکیت نہیں آتی اس لئے زکوٰۃ ایسی جگہوں پر خرچ نہیں ہو سکتی۔ البتہ فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے (۱۶۳)

۸۔ ابن السبیل (مسافر):

ایسا مسافر جو چاہے اپنے ملک میں مال دار ہو اور اگر مسلم ملک میں آیا ہو تو اس کی مدد کی جاسکتی ہے خواہ یہ مسافر مسلم ہو یا غیر مسلم، مال دار ہو یا غریب اور یہ مدد قابلِ واپسی بھی نہیں (۱۶۴) قابلِ غور بات یہ ہے کہ جس معاشرہ میں کفالت کا اتنا اہتمام ہو وہاں بھلا کیسے غربت باقی رہ سکتی ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ کے بارے میں اہم ترین حکم:

اہم ترین بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کے اس کفالتی نظام کو مؤثر بنانے کے لئے آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو حکم دیا:

توخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم (۱۶۵)

جس علاقے کے مال داروں سے زکوٰۃ لی جائے اسی علاقے کے غرباء پر خرچ کی جائے گی

سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ عمران بن حصین کو تحصیل دار مقرر کیا گیا تو آپؓ نے زکوٰۃ وصول کر کے اسی علاقے کے غرباء میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ ہم عہدِ رسالت میں ایسا ہی کرتے تھے (۱۶۶) اسی رائے کا علامہ قرضاویؒ نے بھی اظہار کیا ہے (۱۶۷)

زکوٰۃ کے انفرادی فوائد و اہمیت تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام کے ہر حکم کے پیچھے ایک فلسفہ موجود ہے ممکن ہے اس کی حکمتوں تک ہماری رسائی نہ ہو مگر ہمیں اس پر عمل کا حکم ہے۔ زکوٰۃ کے حوالے سے یہاں چند فوائد تحریر کر رہا ہوں:

۱) بخل سے پاک کرتی ہے:

انسان کی فطرت ہے مال سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتا جیسا کی سورۃ الاسراء (۱۶۸) النساء (۱۶۹) اور سورۃ الحشر (۱۷۰) میں بتایا گیا ہے۔ اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: بخل سے بچو اس کا عملی علاج زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

۲) مال کی محبت کم ہوتی ہے:

زکوٰۃ ادا کرنے میں چونکہ اپنے ہاتھ سے رقم خرچ کرتا ہے اس لئے دل سے اس کی محبت جاتی رہتی ہے
۔ انسان مال
کی محبت میں ذلیل ہوتا ہے، شرفِ انسانیت کو ضائع کرتا ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے اس بیماری کا علاج ہو جاتا ہے۔

۳)اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہوتی ہے: انسان کی فطرت میں جمع کرنے کی خواہش ہے، خرچ کی نہیں۔ زکوۃ ادا کرنے سے اس عادت کی اصلاح ہوتی ہے۔ سورۂ بقرہ (۱۷۱) سورۂ شوریٰ (۱۷۲) سورۂ آل عمران (۱۷۳) الذاریات (۱۷۴) اور سورۂ المعارج (۱۷۵) میں مسلمانوں کو اسی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۴)انسان صفت آلٰہی سے متصف ہوتا ہے:

مخلوق پر احسان کرنا اللہ کی صفت ہے انسان اس میں شریک ہو جاتا ہے(۱۷۶)

۵)اظہار تشکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا ہر انسان جو نئی صبح کرتا ہے اس پر ہر نعمت کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ جسم کا شکریہ عبادت، مال کا شکریہ زکوۃ ہے۔

۶)حبِ دُنیا کا علاج ہوتا ہے:

زکوۃ کی ادائیگی انسان کو حُبِ دُنیا وحُبِ مال سے نجات دلاتی ہے اور نجات حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ مال ودولت کی محبت قلب کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے اس لئے سورۂ تغابن میں مال کو آزمائش کہا گیا ہے(۱۷۷)

۷)طبیعت میں روحانی بلندی وانبساط پیدا ہوتا ہے:

اس لئے کہ زکوۃ کی ادائیگی سے مال پاک ہونے کے ساتھ ساتھ روحانیت میں انشراح وانبساط پیدا ہوتا ہے۔ سورۂ التوبہ میں تزکیھم (۱۷۸) سے اسی طرف اشارہ ہے۔

۸)باہمی محبت میں اضافہ ہوتا ہے:

مال انسانوں کی محبت میں سب سے بڑی دیوار ہے۔ جنہیں زکوۃ دی جاتی ہے اگر رشتہ دار ہوں تو حدیث نبوی ﷺ کی رو سے لهما اجران اجر القرابة واجر الصدقة (۱۷۹) ذبل ثواب ہے زکوۃ ادا کرنے کا، اس اجر کے ساتھ رشتہ دار ہو یا اجنبی وہ بھی محبت کرنے لگتا ہے۔

۹)مال پاک ہوتا ہے:

مال دوسروں کے حق کی وابستگی کی بنا پر آلودہ ہو جاتا ہے جب حق غیر ادا ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے لیطیب ما بقی من اموالکم (۱۸۰) زکوۃ اسی لئے ہے تاکہ بقیہ مال پاک ہو جائے

۱۰)مال محفوظ رہتا ہے:

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال آسمانی بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: **ما تلف فی بر و بحر الا بحبس الزکوٰۃ** (۱۸۱) خشکی وتری میں کوئی مال تباہ نہیں ہوا مگر اس کا باعث زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہوتا ہے۔اسی طرح فرمایا **ما خالطت الزکوٰۃ ما لاقط الا اہلکتۂ** (۱۸۲) جس مال سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے مال میں ملی رہے وہ مال ہلاک وتباہ ہو جاتا ہے۔

۱۱)مال میں اضافہ ہوتا ہے:

بظاہر چند روپے کم ہوتے ہیں لیکن اللہ اس میں برکت پیدا کر دیتا ہے۔یہ اضافہ دو صورتوں میں ہوتا ہے ۔آخرت میں انسانی خلوص کی بنا پر ہزار گنا تک اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (۱۸۳) میں فرمایا گیا ہے اور دنیا میں بھی برکت ہوتی ہے ۔تھوڑی سے رقم سے زیادہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔اسی کی طرف سورۂ روم (۱۸۴) سورۂ سبا (۱۸۵) سورۂ بقرہ (۱۸۶) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۲)لوگوں کے بغض وحسد سے محفوظ رہتا ہے:

لوگوں کو جب ان کا حق ملتا ہے تو اس کے لئے دعا کرتے ہیں ۔اس کی خوش حالی کو دیکھ کر حسد میں مبتلا نہیں ہوتے۔

۱۳)مزید جدوجہد پر آمادہ کرتی ہے:

جب انسان خرچ کرتا ہے تو مزید کمانے کی جستجو کرتا ہے۔جو زکوٰۃ وصول کرتا ہے وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے اجتماعی فوائد واہمیت تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: زکوٰۃ میں اجتماعی رنگ موجود ہے۔جیسے ذوی الحاجات کی مدد کرنا اور فقراء و مساکین، مقروض، مسافروں اور دیگر حاجت مندوں کو مدد بہم پہنچانا، تعاون کی یہ صورت انفرادی بھی ہے کہ ان ضرورت مند افراد کی جدا جدا امداد ہوتی ہے اور یہ پورے معاشرے سے بھی تعاون ہے کہ پورے معاشرے کی ایک مشترکہ وجود کی حیثیت میں اعانت ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ فرد اور معاشرے کی حدود ایک دوسرے میں داخل ہیں اور معاشرہ فی الواقع افراد کے اجتماع ہی کا نام ہے۔اس لحاظ سے فرد کی تقویت اور اس کی مادی اور معنوی صلاحیتوں میں اضافہ

معاشرے کی تقویت اور اس کو

فروغ اور اس کی مادی اور معنوی صلاحیتوں میں اضافہ معاشرے کی تقویت اور اس کو فروغ دینا ہے اور معاشرے پر اثر

انداز ہو

نے والا ہر امر فرد پر بھی اثر انداز ہوتا ہے خواہ افراد کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ بلاشبہ بے کار آدمی کو کام دلوانا، عاجز کی مدد کرنا محتاج کی اعانت کرنا اور فقیر و مسکین اور مقروض کی ضرورتیں پوری کرنا اجتماعی مقاصد ہیں اور ان کی تکمیل سے معاشرے میں اجتماعی کفالت کا نظام بحال ہوتا ہے اور اجتماعیت کو فروغ ملتا ہے۔ اس کے ساتھ وصول کنندگان کی ضرورتوں کے پورا ہو جانے کے لحاظ سے انفرادی مقاصد بھی بروئے کار آجاتے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کے اجتماعی نظامِ کفالت میں ایک حصہ ہے (۱۸۷)

مزید لکھتے ہیں:

یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے۔ یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے۔ یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے۔ یہ ان کے بے کاروں کے لئے سرمایہ اعانت ہے۔ یہ ان کے اپاہجوں، بیماروں، یتیموں اور بیواؤں کا ذریعہ پرورش ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکرِ فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو۔ کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ تم مفلس ہو گئے تو کیا بنے گا؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہو گا؟ کوئی آفت ناگہانی آپڑی، بیمار ہو گئے، گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آگیا، دیوالیہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہو گی؟ سفر میں پیسہ نہ رہا تو کیوں کر گزر بسر ہو گی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لئے بے فکر کر دیتی ہے۔ تمہارا کام بس اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ڈھائی فی صد اللہ کی انشورنس کمپنی میں اپنا بیمہ کرا لو۔ اس وقت تم کو دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ ان کے کام آئے گی جو اس کے ضرورت مند ہیں کل جب تم ضرورت مند ہو گے یا تمہاری اولاد ضرورت مند ہو گی تو نہ صرف تمہارا اپنا دیا ہوا مال بلکہ اس سے بھی زیادہ تم کو واپس مل جائے گا (۱۸۸)

نظام زکوٰۃ کی اہمیت و فوائد۔ مستشرقین کے اعترافات:

آپ نے انفرادی فوائد کے ساتھ اجتماعی فوائد ملاحظہ فرمائے۔ اب کچھ غیروں کی آرا بھی ملاحظہ فرمائیں:

تھامس آرنلڈ اپنی تصنیف دعوتِ اسلام میں لکھتے ہیں:

> نظام زکوٰۃ اسلام کا ایک دینی فریضہ ہے جو بڑی باریکی اور جزرسی سے اسلامی معاشرے میں اخوت اور بھائی چارہ پیدا کرتا ہے جس میں ہر رنگ و نسل کے مسلمان برابر ہیں اور ایک نیا مسلمان اسلام قبول کرتے ہی وہی مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جو ایک قدیم مسلمان

کا ہے۔ بلاشبہ نظامِ زکوٰۃ ایک منفرد اور بے مثل نظام ہے۔

ایک اور مستشرق لیوڈروش کہتا ہے کہ:

اسلام دو عالمی اجتماعی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اولاً ایک نظامِ اخوت قائم کر کے اجتماعیت تشکیل دیتا ہے۔ ثانیاً زکوٰۃ فرض قرار دے کر اغنیاء کے مال میں فقراء کا حق متعین کر دیا ہے، یہاں تک کہ اغنیاء نہ دیں تو فقراء زبردستی لے سکتے ہیں۔

ایک اسکالر کہتا ہے:

زکوٰۃ ایک دینی اور لازمی ٹیکس ہے ایک اجتماعی نظام ہے جس میں فقراء کی مدد کی جاتی ہے اور مستقل طور پر ان کی دست گیری کی جاتی ہے۔ تاریخِ انسانیت میں اسلام نے سب سے پہلے یہ انوکھا اور منفرد نظام وضع کیا ہے کہ ایک ٹیکس عائد کیا جو عملاً اربابِ ثروت سے لیا جاتا ہے اور فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ایک اجتماعی دائرہ میں امت کی وحدت قائم ہو جاتی ہے جس سے اسلامی نظام ایک ایسی اساس پر قائم ہوتا ہے جس میں نفرت و حسد نہیں ہوتا۔

فرانسیسی مستشرق ماسیناں کہتا ہے کہ:

اسلام نے ابنائے معاشرہ کی کفالت کا اجتماعی اصول دے کر صحیح معنوں میں تصورِ مساوات قائم کیا ہے اور زکوٰۃ عائد کی ہے جسے ہر شخص بیت المال کو ادا کرتا ہے جس سے تمام بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے اور انفرادی ملکیت اور تجارتی سرمایہ کاری کی توثیق ہوتی ہے۔ ربوٰ کا خاتمہ ہوتا ہے اور بالواسطہ ٹیکسوں سے نجات ملتی ہے اور اس طرح ایک ایسا معاشی نظام تشکیل پاتا ہے جو سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان ایک نظامِ عدل کی صورت ابھرتا ہے۔

ایک اطالوی مصنفہ فاغلیری لکھتی ہیں:

تقریباً تمام مذاہب نے صدقات کی اخلاقی اور اجتماعی اہمیت واضح کی ہے لیکن یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے صدقات کے فضائل بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اسے حکماً اور عملاً نافذ کر دیا کہ ہر شخص اپنی ثروت اور دولت میں سے ایک حصہ فقراء محتاج اور ضرورت مندوں کے لئے ادا کرے، اور اپنے نفس کو بخل سے پاک کر کے الٰہی کفالت کے نظام میں شریک ہو جائے۔ (۱۸۹)

بقول جگن ناتھ آزاد:

سلام اس پر جو حامی بن کر آیا غم خوار نصیبوں کا رہا جو بے کسوں کا آسرا، محسن شفیقوں کا
مددگار و معاون بے بسوں کا زیر دستوں کا ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا

پاکستان کا نظام زکوٰۃ: نقائص۔تجاویز

اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۷۷ء میں اس کے لئے کوششیں شروع کیں اور ۱۹۸۰ء میں زکوٰۃ وعشر آرڈیننس کی صورت میں اس کا نفاذ عمل آیا(۱۹۰) اس کے بعد بینکوں سے یکم رمضان کو اس کی کٹوتی کا آغاز شروع ہوا۔اور ساتھ ہی مستحقین میں تقسیم کا آغاز بھی کر دیا گیا۔

نقائص:

۱۔بیوروکریسی نے سازش کے تحت ایک فرقہ کو نوازنے کے لئے آرڈیننس میں ایک شق کا اضافہ کر دیا(۱۹۱) جس سے ابتداء ہی سے نظام زکوٰۃ کو دھچکا لگا۔طویل مقدمہ کے بعد سپریم کورٹ نے اہل سنت کو بھی زکوٰۃ کی کٹوتی کی اجازت دے دی۔اب یہ نظام غیر مئوثر ہوتا جارہا ہے

۲۔اس نظام کا ایک اور نقص یہ ہے کہ یہ صرف بینک کی رقم سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، حالانکہ زکوٰۃ سارے مال پر نافذ ہوتی ہے

۳۔حولان حول کی شرط کے بغیر زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے

۴۔اگر کسی نے دوسرے کی رقم اپنے اکاؤنٹ میں بطور قرض (امانت) رکھی ہو تو بھی زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے حالانکہ اس پر زکوٰۃ لازمی نہیں تھی

۵۔حکومت اس کے حساب بالخصوص خرچ کو نمایاں نہیں کرتی جس کی وجہ سے لوگوں کا اعتماد ختم ہو گیا ہے

۶۔اندرون سندھ وڈیرے ہاریوں سے انگوٹھے لگوا کر خود یہ رقم رکھ لیتے ہیں

۷۔علماء کو اس پر اعتراضات ہیں، جس کی وجہ سے عوام کا مذہبی طبقہ بھی اس پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا وہ بینک سے متعینہ تاریخ پر رقم نکال لیتا ہے۔

تجاویز:

۱۔زکوٰۃ کا نظام سب پر نافذ کیا جائے حکومت خود وصول کرے۔

۲۔زکوۃ اکاؤنٹ ہولڈر کی کل جائیداد پر نافذ کر کے وصول کی جائے یا انہیں تحریراً مطلع کیا جائے کہ بقیہ مال پر خود ادا کریں

۳۔جس اکاؤنٹ کی رقم قرض ثابت ہو جائے وہ رقم لوٹا دی جائے

۴۔حکومت علاقہ کے اعتبار سے مستحقین جنہیں زکوۃ دی جائے کی فہرست ڈی سی آفس پر آویزاں کرے اور اخبار میں اس کا اعلان کرے

۵۔علاقائی بنیاد پر جو کمیٹی بنائی جائے اس میں ایک ڈیفنس کا آدمی، ایک جامع مسجد کا خطیب، ایک پروفیسر، ایک سوشل ویلفیئر سے وابستہ شخص لازماً شامل ہو اور مشترکہ دستخط سے امداد دی جائے۔ممبران اپنا مالی اسٹیٹس تحریراً مہیا کریں

۶۔وڈیرا، سیاستدان اور صنعت کار اس کمیٹی کا ممبر نہ ہو۔

۷۔مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کی بھی مدد مؤلفۃ القلوب کی مد سے کی جائے تاکہ وہ دشمن کا آلہ کار نہ بنیں

۸۔زکوۃ کی تقسیم ممبران کے دستخط کے بعد کسی بینک کو مخصوص کر کے وہاں سے کی جائے تاکہ حسابات چیک کرنا آسان ہو

۹۔جو طبقہ یا شخص حکومت کو زکوۃ ادا نہیں کرتا وہ کسی بھی درجہ میں اس کا ممبر نہیں بن سکتا

۱۰۔زکوۃ کی تقسیم کو شرعی شفاف بنایا جائے

۱۱۔حکومت کا یہ اختیار ختم کیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے اس مد سے رقم نکال کر جہاں خرچ کرنا چاہے، خرچ کر سکے

۱۲۔خواتین کے بینک اکاؤنٹ نہیں ہوتے لہذا ان سے زکوۃ بھی وصول نہیں ہوتی انہیں زکوۃ کی ترغیب دلائی جائے

۱۳۔لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ اور زکوۃ کی ادائیگی کی ترغیب میڈیا و مذاکرہ کے ذریعہ دلوائی جائے

۱۴۔اسلامی نظامِ کفالت کو رائج کیا جائے۔کفالت کے لئے یتیموں و معذروں کے ٹریننگ سنٹر قائم کر کے انہیں کام کے ساتھ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے، یہ سینٹر علاقہ کی جامع مسجد، درگاہوں اور رفاہی پلاٹوں پر قائم ہو سکتے ہیں

۱۵۔قرضِ حسنہ ضرورت مندوں کو دیا جائے تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکیں

۱۶۔سادگی کو فروغ دیا جائے تاکہ لوگوں میں اعلیٰ سٹیٹس کی دوڑ ختم ہو

۱۷۔نومسلموں کو سماجی، قانونی، معاشی و معاشرتی تحفظ فراہم کرنے کے لئے زکوۃ فنڈ سے رقم مختص کی جائے تاکہ وہ دباؤ کا شکار ہو کر دوبارہ کفر کی طرف نہ لوٹیں۔ورنہ سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔

؎ یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں ۔ کہ کام آئے دُنیا میں انساں کے انساں

﴿حواشی وحوالہ جات﴾

۱۔ سورۃ النساء، ۵

۲۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاول پور، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، ۱۴۰۱ھ، صفحہ ۲۷۸

۳۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فقہ الزکوٰۃ (مترجم) ساجد الرحمان صدیقی، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۱، ج ۳، ص ۸

۴۔ سورۃ التوبہ، ۵۸۔۶۰

۵۔ ابی الحسن، الواحدی کے مطابق وہ حرقوص بن زہیر بن ذی الخویصرہ التمیمی (بانی فرقہ خوارج) تھا اور کلبی کے مطابق یہ منافقین تھے۔ دیکھئے اسباب نزول القرآن ابی الحسن الواحدی (م ۴۶۸ھ) تحقیق کمال بسیونی زغلول دار الکتاب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸ء، ص ۴۵۳

۶۔ حمید اللہ، ایضاً، ص ۲۷۶۔۲۷۷

۷۔ ہاشمی، عبدالقدوس، سہ ماہی منہاج، لاہور، ۱۹۹۱ء، دیال سنگھ لائبریری، ص ۱۶۴

۸ کیلانی، محمد اقبال، کتاب الزکوٰۃ، حدیث پبلی کیشنز، گوجرانوالہ، ۱۹۹۴ء، ص ۲۲۔۲۳

۹۔ البخاری، محمد اسماعیل، صحیح البخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۶۵ء، کتاب الزکوٰۃ

۱۰۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ، پرگریسو بکس، لاہور، ص ۴۲۹، ج ۱

۱۱۔ البخاری، کتاب الایمان

۱۲۔ ندوی، مجیب اللہ، ایضاً، ج ۱، ص ۴۲۴

۱۳۔ سورۃ الحج، آیت ۴۱

۱۴۔ القرضاوی، ایضاً، ج ۳، ص ۱۲۔۴۱

۱۵۔ العبادی، الدکتور عبدالسلام داؤد، الملکیة ف الشریعة الاسلامیة طبیعتها و ظیفتها و قیود ها دراسة مقاررنة بالقوانین الوضعیة، مکتبة الاقصیٰ، ج ۱، ص ۶۲۔۶۷

جیسا کہ مفسرین نے سامری کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل سے سونا چاندی جمع کر کے اس سے بچھڑا بنایا۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کے پاس ملکیت تھی۔ القرضاوی، ایضاً، ج ۳، ص ۱۳۔۱۴

۱۸۔ العبادی، ایضاً، ج ا، ص ۷۰

۱۹۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان، اسلام کا اقتصادی نظام، دار المصنفین، دہلی، ص ۳۳۳

۲۰۔ منوسمرتی، ۱۲۸/۸

۲۱۔ محمد یوسف الدین، اسلام کے معاشی نظریے، الائیڈ بک، جامعہ کراچی، ۱۹۸۴، ج ا، ص ۱۱۸

۲۲۔ Incyclopedia Britanica vol-4, p.75

۲۳۔ سیوہاروی، ایضاً، ص ۳۳۳

۲۴۔ القرضاوی، ایضاً ج ا، ص ۶۲

۲۵۔ سورۃ الانبیاء۔ ۷۳

۲۶۔ سورۃ مریم۔ ۵۴

۲۷۔ سورۃ بقرہ۔ ۸۳

۲۸۔ سورۃ المائدہ۔ ۱۲

۲۹۔ حمید اللہ، ایضاً، ص ۲۷۸

۳۰۔ احبار: ۲۷، ۳۰، ۳۲

۳۱۔ خروج: ۳۰، ۱۳، ۱۵

۳۲۔ خروج: ۳۰، ۳۸، ۲۶

۳۳۔ العہد القدیم سفر التثنیۃ الاصحاح: ۳۵/۲

۳۴۔ سفر الخروج الاصحاح: ۱۵/۵۔۱۶

۳۵۔ سفر العدد: ۵۲/۲۶۔۵۴

۳۶۔ العبادی، ایضاً، ص، ۶۱

۳۷۔ سورۃ القصص، ۷۶۔ ان قارون کان من قوم موسیٰ

۳۸۔ سورۃ النساء۔ ۱۶۱ فبظلم من الذین ھادوا

۳۹۔ البخاری، صحیح، باب ماذکر عن بنی اسرائیل

۴۰۔ العبادی، ایضاً، ص ۶۲

۴۱۔ سورۃ مریم۔ ۳۱

۴۲۔ سورۃ البینہ۔ ۵

۴۳۔ تورات سفر امثال۔الاصحاح ۲۱

۴۴۔ ایضاً۔۲۲

۴۵۔ سفر امثال۔۲۷

۴۶۔ سفر التثنیہ الاصحاح۔۱۵

۴۷۔ الاصحاح۔۱۴

۴۸۔ الاصحاح۔۱۳اور انجیل لوقا فقرہ ۴۳

۴۹۔ انجیل لوقا فقرہ ۱۰۰،۱۴۰

۵۰۔ الاصحاح۔۱۱فقرہ ۴۱

۵۔ الاصحاح۔۲۱

۵۲۔ الاصحاح ۵،انجیل متی ۴۱۔۴۲

۵۳۔ الاصحاح ۱۔۴

۵۴۔ الاصحاح ۱۰۔۴۲

۵۵۔ انجیل لوقا ۱۸۔۱۰

۵۶۔ انجیل لوقا ۲۱ باب کی پہلی آیت

۵۷۔ متی ۱۹۔۲۴

۵۸۔ متی ۱۷۔۲۴

۵۹۔ سعد اللہ،حافظ،غریبوں کا والی،دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری،۱۹۹۴ء،ص ۳۰

۶۰۔ حمید اللہ،ایضاً،ص ۲۷۲

۶۱۔ دیکھئے بلوغ الارب فی معرفتہ احوال العرب،ج ا،ص ۴۶

۶۲۔ بشریٰ امام الدین،پیارے بچوں کے پیارے نبی ﷺ،مکتبہ یادگار شیخ الاسلام،کراچی،مئی ۲۰۰۰ء ص ۳۷

۶۳۔ باسلامہ،حسین عبداللہ،حیاۃ سید العرب،دارالفکر اسلامی،بیروت،۱۹۹۲ء،ج ا،ص ۴۴

۶۴۔ البخاری،الصحیح،ج ا،ص ۳

۶۵۔ ابن ہشام،سیرۃ النبی،مطبوعہ مصر،ج ا،ص ۳۳۸

۶۶۔ ابن حجر عسقلانی،فتح الباری،ج ا،ص ۶ اور صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۷۳

۶۷۔ ابی یوسف، کتاب الخراج، ص۱۱۴

۶۸۔ سہریانی، بلوچ، پروفیسر عبدالخالق۔ اسلامی ریاست میں علاقائی حقوق کا تصور، مکتبہ اصلاح، جیکب آباد، ص۷۴۔۷۵

۶۹۔ ملاٹھوی، مظفر حسین۔ معاشیات اسلام، غضنفر اکیڈمی، کراچی، ص۵۵، ۱۹۸۷ء

۷۰۔ سورۃ ہود۔۶، فرمایا گیا ہے کہ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

۷۱۔ سورۃ ق۔۳۲، نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیاۃ الدنیا

۷۲۔ سورۃ الماعون۔۷، سے عاریتاً اشیاء دینے کا حکم ہے

۷۳۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ من غش فلیس منا

۷۴۔ سورۃ بقرہ۔۲۸۰

۷۵۔ مہر محمد نواز۔ اسلامی معیشت، نیو بک پیلس اردو بازار لاہور، ص۱۳۱، ۱۹۶۸ء

۷۶۔ محمد زبیر بدر بن محمد۔ بیت المال فی نظام الاسلام فی القانون الباکستانی، مقالہ، غیر مطبوعہ، ص۴۱

۷۷۔ المنجد فی اللغۃ، ص۶۹۱

۷۸۔ قاسم بن عبداللہ الرومی الحنفی۔ انیس الفقہاء، دارالوفا، جدہ، ص۲۲۲، ۱۹۸۶

۷۹۔ العسکری، ابی ہلال الحسن بن عبداللہ۔ الفروق اللغویۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص۲۳۳، ۲۰۰۰

۸۰۔ سورۃ آل عمران۔۳۷، سورۃ النحل۔۹۱، سورۃ آل عمران ۴۴، سورۃ طہ۔۴۰، سورۃ القصص۔۱۲ میں کفالت نفس کے معنی میں استعمال ہوا ہے

۸۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا انا و کافل الیتیم کھاتین، صحیح البخاری، کتاب الادب، ج۱، ص۴۳۶ اور صحیح مسلم کتاب الزہد

۸۲۔ شامی، محمد امین بن عابدین۔ ردالمختار، ایچ ایم سعید، کراچی، ج۵، ص۲۸۱

۸۳۔ والکفالۃ ضم ذمۃ الی حق المطالبۃ، دیکھئے التعریفات للجرجانی، ص۱۲۴

۸۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا انا و کافل التیم کھاتین۔ البخاری ایضاً

۸۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج۱۰، ص۶۵۔۴۷۳، ۱۹۷۳ء

۸۶۔ المنجد فی اللغۃ، ص۳۰۳

۸۷۔ دیکھئے المعجم المفہرس محمد فواد عبدالباقی۔ دانش گاہ تہران ۱۳۷۶، ص ۴۲۱۔۴۲۲ اور قرآنی اشاریہ از سرور حسین تعلیمات القرآن ۱۹۹۲ء، ص ۳۹۳، موسوعۃ النعیمکے مطابق ۵۱ مقامات پر، ج ۶ ص ۲۱۹۹

۸۸۔ جیسے هو ازکیٰ لکم، النور۔۲۸

۸۹۔ جیسے فلینظر ایها ازکیٰ لکم طعاماً، الکہف۔۱۹

۹۰۔ جیسے اَقتلت نفسا زکیۃ، الکہف۔۷۴

۹۱۔ جیسےان یبدلهما ربهما خیرا منه زکاۃ، الکہف۔۷۴

۹۲۔ جیسے ما زکیٰ منکم من احد، النور۔۲۱

۹۳۔ جیسے ومن تزکیٰ فانما یتزکیٰ لنفسه ، الفاطر۔۱۸

۹۴۔ وما علیک الا یزکیٰ، عبس۔۷ ۹۵۔ جیسے فلا تزکوا انفسکم، النجم۔۳۲

۹۶۔ جیسے قد افلح من زکاها، الشمس۔۹

۹۷۔ جیسےو اتو ا الزکوٰۃ، البقرہ۔۴۳، البینۃ۔۵، وغیرہ

۹۸۔ قاسم بن عبداللہ القونوی الرومی الحنفی۔ انیس الفقہاء (محولہ بالا) ص ۱۳۱۔۱۳۲، ابن منظور کی لسان العرب، ج ۱۴، ص ۳۵۹ وغیرہ

۹۹۔ القرضاوی۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۰

۱۰۰۔ ابن نجیم، زین الدین۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۲۰۱

۱۰۱۔ موسوعۃ النظر، ج ۶، ص ۲۱۹۷۔۲۱۹۸

۱۰۲۔ یہ شبلی نعمانی کی رائے ہے دیکھئے سیرت النبی ﷺ ج ۵، ص ۱۳

۱۰۳۔ یہ ڈاکٹر حمیداللہ کی رائے ہے۔ دیکھئے خطبات بہاول پور، ص ۲۷۱

۱۰۴۔ سورۃ المائدہ۔، ۲۷۔۳۱

۱۰۵۔ سورۃ المعارج۔۲۴

۱۰۶۔ سورۃ التوبہ۔۱۰۳

۱۰۷۔ اس نے زکوٰۃ کی وصولی کے بعد یہ کہا کہ یہ آپ ﷺ کے لئے زکوٰۃ کا مال جمع کیا ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ ملا ہے تو آپ ﷺ سخت خفا ہوئے۔ یہ واقعہ صحیح مسلم کتاب الامارات، باب تحریم ہدایا العمال میں موجود ہے۔

۱۰۸۔ ھاشم خطیب، السید۔ کتاب الاوائل فی الاسلام، مطبعہ الجاحظ، بغداد، ص ۶۹، ۱۸۸۰ء
۱۰۹۔ ابن حجر، ایضاً، ج ۱۳، ص ۷۲۸۴۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۰
۱۱۰۔ حمید اللہ، ایضاً، ص ۲۸۳
۱۱۱۔ الدجیلی، خولہ شاکر۔ بیت المال نشائتہ وتطورہ، مطبعۃ وزارۃ الاوقاف، بغداد، ص ۱۰۳
۱۱۲۔ القرضاوی، ایضاً ج ۴، ص ۳۱۷۔ ۳۱۸
۱۱۳۔ ندوی، سید، ریاست علی۔ عہد اسلامی کا ہندوستان، ادارۃ المصنفین، پٹنہ، ص ۲۶۳
۱۱۴۔ سورۃ بقرہ۔ ۱۷۳
۱۱۵۔ سورۃ مریم۔ ۵۵
۱۱۶۔ سورۃ مریم ۳۰
۱۱۷۔ موسوعۃ نظرۃ النعیم، ج ۶، ص ۲۱۹۹
۱۱۸۔ سورۃ النور۔ ۵۶
۱۱۹۔ سورۃ التوبہ۔ ۱۰۳
۱۲۰۔ سورۃ آل عمران۔ ۱۸۰
۱۲۱۔ سورۃ التوبہ۔ ۳۴۔ ۳۵
۱۲۲۔ البخاری الصحیح، کتاب الایمان حدیث ۸
۱۲۳۔ الترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ جامع الترمذی، حدیث نمبر ۶۱۶
۱۲۴۔ ابن حنبل، امام احمد۔ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۴، ج ۵
۱۲۵۔ ابن حجر۔ ایضاً، ج ۳، حدیث نمبر ۳۰۷۲
۱۲۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اسعث۔ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۵۶۳
۱۲۷۔ مسلم بن الحجاج القشیری۔ صحیح المسلم، حدیث نمبر ۱۰۷۲
۱۲۸۔ ابن حجر، ایضاً، ج ۶، حدیث نمبر ۳۰۷۲
۱۲۹۔ ایضاً، حدیث نمبر ۱۴۲۷
۱۳۰۔ قاسم بن عبداللہ القونوی۔ انیس الفقہاء، ص ۱۳۴
۱۳۱۔ الواحدی، ابی الحسن علی بن احمد۔ اسباب نزول القرآن، دار الکتب العلمیہ، ص ۲۵۳، ۱۹۹۸ء
۱۳۲۔ سورۃ التوبہ۔ ۶۰

۱۳۳۔ سورۃ آل عمران۔۸۱،النساء۔۶،الحج ۲۸،القصص۔۲۴

۱۳۴۔ جیسے سورۃ محمد۔۳۸اورالضحیٰ۔۸میں استعمال ہوا ہے

۱۳۵۔ بازمول،محمد بن عمر بن سالم۔احکام الفقیر والمسکین،دارالبشائر بیروت،ص۲۱،۱۹۹۹ء

۱۳۶۔ ندوی،ایضاً،ج۱،ص۴۶۳

۱۳۷۔ الترمذی۔جامع الترمذی،کتاب الزہد

۱۳۸۔ حاشیۃ الدسوقی،ج۱،ص۴۹۲

۱۳۹۔ بازمول،ایضاً،ص۲۲۔۲۴

۱۴۰۔ الزبیدی،محمد مرتضیٰ۔تاج العروس،ج۹،ص۲۳۷

۱۴۱۔ ندوی۔ایضاً،ج۱،ص۴۶۴

۱۴۲۔ البخاری،کتاب النفقات،باب فضل النفقۃ علی الاہل

۱۴۳۔ سورۃ المائدہ۔۸۹اور۹۵،سورۃ المجادلۃ۲۔۴

۱۴۴۔ سورۃ الاسراء۔۲۶،سورۃ البقرہ۔۲۱۵ اور۱۷۷

۱۴۵۔ الترمذی،کتاب الزہد،باب ماجاء ان فقراء و المساکین یدخلون الجنۃ قبل الاغنیاء سنن ابن ماجہ کتاب الزہد،باب مجالسۃ الفقراء

۱۴۶۔ ہاشم الخطیب،ایضاً،ص۹

۱۴۷۔ البخاری،کتاب الاحکام باب رزق الحکام اورالمسلم کتاب الزکوٰۃ اباحۃ الاخذ لمن اعطی من غیر مسئلۃ

۱۴۸۔ السجستانی،سنن ابی داؤد،باب این تصدق الاموال

۱۴۹۔ البخاری،الصحیح،باب لاتوخذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ

۱۵۰۔ المنذری،ابی محمد ذکی الدین۔الترغیب والترہیب،دارالاحیاء التراث العربی،۱۳۸۸ھ،باب لترغیب فی العمل علی الصدقۃ بالتقویٰ

۱۵۱۔ ندوی،ایضاً، ج۱،ص۴۶۵

۱۵۲۔ ایضاً

۱۵۳۔ حمیداللہ۔ایضاً،ص۲۸۰۔۲۸۱

۱۵۴۔ القشیری،صحیح المسلم،کتاب الزکوٰۃ،باب اعطاء المولفۃ القلوب علی الاسلام

۱۵۵۔ البخاری، کتاب الایمان، باب اذا لم یکن الایمان علی الحقیقة. ال مسلم، کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء من یخاف علی ایمانہ

۱۵۶۔ سعد اللہ، حافظ محمد۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا، اقبال پبلشنگ، لاہور، ص ۱۵۰، ۱۹۹۹ء

۱۵۷۔ حمید اللہ، ایضاً، ص ۳۵۷

۱۵۸۔ ایضاً

۱۵۹۔ ایضاً، ص ۲۸۲

۱۶۰۔ ایضاً، ص ۲۸۱۔۲۸۲

۱۶۱۔ مبشر احمد، قرض حسنہ (سہ ماہی) منہاج لاہور، ص ۲۹۶، جنوری ۱۹۹۲ء

۱۶۲۔ حمید اللہ، ایضاً

۱۶۳۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (مترجم: نور محمد اصح المطابع) ج ۲، ص ۱۷

۱۶۴۔ الطبری، ابن جریر۔ تفسیر طبری، ج ۱۰، ص ۱۱۵

۱۶۵۔ البخاری، ایضاً، کتاب الزکوٰۃ

۱۶۶۔ سنن ابی داؤ، باب فی الزکوٰۃ ھل تحمل من بلد الی بلد

۱۶۷۔ القرضاوی، ایضاً، ج ۳، ص ۱۲ ۱۶۸۔ سورۃ الاسراء۔ ۱۰۰ وکان الانسان فتورا

۱۶۹۔ سورۃ النساء۔ ۱۲۸

۱۷۰۔ الحشر۔ ۹، التغابن۔ ۱۶

۱۷۱۔ سورۃ البقرہ۔ ۱۔۳ اور ۲۷۴

۱۷۲۔ سورۃ الشوریٰ۔ ۳۶۔۳۸

۱۷۳۔ سورۃ آل عمران۔ ۱۷ اور ۱۳۴

۱۷۴۔ سورۃ الذاریات۔ ۱۴۔۱۹

۱۷۵۔ سورۃ المعارج۔ ۲۴۔۲۵

۱۷۶۔ القرضاوی، ایضاً، ج ۴، ص ۲۵۔۲۶

۱۷۷۔ سوررۃ التغابن۔ ۱۵، یہی حکم سورۃ الانبیاء۔ ۳۵ میں ہے

۱۷۸۔ سورۃ التوبہ۔ ۱۰۳

۱۸۹۔ المسلم، باب فضل الصدقۃ علی الاقربین

۱۸۰۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الزکوٰۃ

۱۸۱۔ المنذری۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۲۷

۱۸۲۔ شافعی، مسند الشافعی، الباب الاول فی الامر بها و التحدید علی ترکها

۱۸۳۔ سورۃ البقرہ۔ ۲۶۱

۱۸۴۔ سورۃ الروم، ۳۹

۱۸۵۔ سورۃ السباء۔ ۳۹

۱۸۶۔ سورۃ بقرہ۔ ۲۷۶

۱۸۷۔ عبدالحمید نظام الدین۔ العبادۃ و آثارها النفسیة و الاجتماعیة، مکتبہ القدس، بغداد، ص ۸۰

۱۸۸۔ ایضاً ج ۶، ص ۸۰

۱۸۹۔ القرضاوی، ایضاً، ج ۴، ص ۳۱۹

۱۹۰۔ Annual Report of the Ideological Council 1980 to1992,p.45

۱۹۱۔ یہ تفصیل ''تاریخی فیصلہ'' کے نام سے سپریم کورٹ کی روداد کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

اسلامی نظمِ معیشت وکفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی۔ کراچی

سید العرب والعجم پیغمبر آخر الزمان، ہادی عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے سب عظیم معجزے، ہدایت وراہنمائی کے ابدی اور مثالی سرچشمے احترام وفلاح انسانیت کے الہامی نسخہ کیمیا' قرآن کریم' فرقان حمید میں رسول اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعے عالمِ انسانیت کے نام پر چودہ سو سال قبل یہ میثاقِ الٰہی جاری کیا گیا کہ:

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور(۱)

ترجمہ: ''یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دے دیں تو یہ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے''۔

مشرق ومغرب اور عرب وعجم کی پوری انسانی تاریخ اس ابدی اور ناقابل، تردید حقیقت کی گواہ ہے کہ پیغمبرِ رحمت' رہبر آدمیت، محسن انسانیت ﷺ نے عالم انسانیت کی پوری سیاسی وحکومتی تاریخ میں پہلی مرتبہ پہلی ہجری ۶۲۲ء میں اسلامی فلاحی ریاست قائم فرمائی' نسلی' طبقاتی اور معاشی ومعاشرتی استحصال کی زد میں پسنے والی انسانیت کو حقوق وفرائض کا مثالی نظام عطا فرمایا' مثالی طرزِ زندگی سے متعارف فرمایا' ظلم واستحصال کے تمام ذرائع کا خاتمہ کیا۔ عبادت ومعاملات اور حقوق وفرائض کو لازم وملزوم قرار دیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت سے آگاہ فرمایا۔ ''زکوٰۃ'' کی شکل میں نظمِ معیشت وکفالت عامہ کا جامع' ہمہ گیر اور فلاحی دستور عطا فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ کی معاشی وکفالتی اسکیم کا ایک اہم ذریعہ ''زکوٰۃ'' قرار پایا۔

علامہ سید سلیمان ندوی کیا خوب لکھتے ہیں:

''جس طرح عام نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ میں آکر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی' اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق مالی خیرات کی ترغیب تو ابتدائے اسلام سے

ہی شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتحِ مکہ کے بعد قائم ہوا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام دو لفظوں سے مرکب ہے' خدا کا حق اور بھائیوں کا حق' پہلے لفظ کا مظہر اعظم ''نماز'' اور دوسرے کا ''زکوۃ'' ہے۔(۲)

فرضیتِ زکوۃ کی حکمت وغایت

زکوۃ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت متعدد آیات قرآنی، متواتر احادیث نبوی اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں ''زکوۃ'' کا ذکر تیس ۳۰ مرتبہ آیا ہے۔ جا میں ستائیس مرتبہ نماز کے ذکر اور حکم کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان تیس مذکورہ مقامات میں سے مکی سورتوں میں آٹھ مرتبہ زکوۃ کا ذکر آیا ہے۔ جب کہ باقی مقامات پر مدنی سورتوں میں آیا ہے(۳)

جب کہ بعض مصنفین کی تحقیق کے مطابق قرآن کریم میں ''الزکوۃ'' کا ذکر نماز کے ساتھ بیاسی مرتبہ آیا ہے(۴)

زکوۃ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ''زکوۃ'' اور اس کی فرضیت کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے بالکل خارج ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی (یا النواوی محی الدین ابو ذکریا یحیٰ بن شرف ۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء) کی رائے ہے کہ اگر کوئی شخص نو مسلم ہو یا اسلامی ماحول سے دور کہیں بیابان میں پلا بڑھا ہو اور زکوۃ کی فرضیت سے انکار کر کے اسے ادا نہ کرے تو اسے اوّلاً فرضیت کی وجوہ اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے گا' اگر وہ اس کے باوجود بدستور اپنے انکار پر قائم رہے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلم معاشرے میں قیام پذیر ہو اور اس کے باوجود انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے(۵)

علامہ نوویؒ کی تائید مشہور حنبلی فقیہ ابنِ قدامہؒ (ابو عمر محمد بن محمد بن قدامہ الحنبلی ۵۲۸ھ تا ۶۹۷ھ/۱۱۳۴ء تا ۱۲۱۰ء) اور دیگر فقہائے اسلام نے بھی کی ہے(۶)

نماز اور زکوۃ...... حقوق اللہ اور حقوق العباد کی روح

قرآن کریم اور تعلیمات نبوی میں متعدد مقامات پر نماز اور زکوۃ کا یک ذکر ملتا ہے۔ لہذا اس سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ نماز اور زکوۃ ایک ہی نظام کے دو اجزاء ہیں اور انہیں علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب منکرینِ زکوۃ کا مسئلہ سامنے آیا تو آپؓ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا:

''زکوٰۃ'' مال کا حق (یعنی عبادت) ہے' جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے' میں ان سے قتال کروں گا۔

حضرت عمرؓ جو اپنی رائے کے اظہار میں زیادہ جری اور بے باک تھے' انہوں نے کہا: آپ لوگوں سے قتال کس بنیاد پر کریں گے؟ حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں کہ جب تک وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' نہ کہیں' لیکن جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں تو ان کی جانیں اور ان کے اموال محفوظ ہو جائیں گے'' مگر ہاں جب ان پر کسی کا کوئی حق ہو۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کا استدلال یہ تھا کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ساتھ آیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں ہے: ''فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم (۷)

یعنی اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ سورۃ فاتحہ کے دعائیہ کلمات کے بعد جو کہ درحقیقت تمہید قرآن کا درجہ رکھتے ہیں' جب قرآن کی پہلی سورۃ ''سورۃ بقرہ'' کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو یہ ناقابل تردید حقیقت روز روشن کی طرح ہمارے سامنے واضح ہو کر آتی ہے کہ اس پہلی سورۃ کی ابتدائی آیاتِ مبارکہ میں انتہائی وضاحت کے ساتھ فرما دیا گیا ہے:

الٓمٓo ذٰلک الکتاب لاریب فیه هدیً للمتقینo الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقونo

ترجمہ: الف لام میم' یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے' اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کا کردار

نماز کے فوراً بعد اہل ایمان پر انسان اور انسان کے درمیان قائم ہونے والے تعلقات کے دائرے میں جو اوّلین حق قائم ہوتا ہے وہ ''انفاق'' ہے۔ یعنی اللہ اسلامی ریاست پر کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انفاق کے احکام اور اس کی ترغیب سے متعلق سب سے پہلے چند آیات ملاحظہ ہوں:

والذین فی اموالھم حق کی عطا کردہ دولت میں سے اس کے حاجت مندوں کی کفالت' یہ ترتیبِ حقوق

صرف اسی ایک آیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ قرآن ''صلوٰۃ'' کے فوراً بعد ''زکوٰۃ'' کے الحقے کو ساتھ ساتھ لئے آگے بڑھتا ہے۔قرآن اور صاحبِ قرآن حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں انسان کے معاشی اور کفالتی مسئلے کی اہمیت اور اسے حل کرنے کے لئے مقتدرِ اعلیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو ہدایات کی نوعیت۔

فلسفہ زکوٰۃ کی غایت و اہمیت اور نظمِ معیشت و کفالت عامہ میں ''زکوٰۃ'' کی اہمیت پر اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب دیکھئے کہ انسان کو معاشی تحفظ فراہم کرنے کے لئے اسلام میں ''انفاق'' پر کس قدر زور دیا گیا ہے،اس کے لئے کیا تدابیر اختیار کی گئی ہیں اور اس سلسلے میں للسائل و المحروم (۹)

''جن (مسلمانوں کے) اموال میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔''

ہر فرد کی آمدنی میں دوسرے افراد کا حصہ مقرر کر کے اسے اجتماعی نظامِ کفالتِ عامہ کا معاون بنا دیا۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (۱۰)

''اور ان کے مال میں مانگنے اور نہ مانگنے والے دونوں کا حق ہے''

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً (۱۱)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو''

سورۃ بقرہ میں یہ فرمایا کر کہ ''نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف۔''

ارشاد ہوتا ہے:

واتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ "(۱۲)

''(نیکی یہ ہے کہ) اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر،مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے،نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔''

مندرجہ بالا احکام وہدایات کے ساتھ ساتھ معاشرے کے مفلوک الحال اور غریب طبقے کے معاشی تحفظ (نظمِ معیشت) اور ان کی کفالتِ عامہ وخوش حالی کے لئے اسلام نے جو عملی تدابیر اختیار کی ہیں وہ مختصراً یہ ہیں:

۱۔معاشرے کے ہر فرد کو معاشی جدوجہد میں بھرپور حصہ لینے کی تلقین کی گئی ہے،تاکہ وہ کسی کے دستِ نگر نہ رہیں۔

ارشاد ہوا!

وان لیس للانسان الا ماسعیٰ (۱۳)

''انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہ،جس کی اس نے سعی کی۔''

۲۔حلال وحرام اور جائز و ناجائز کی حدود متعین کر کے سعی و عمل کا دائرہ مقرر کر دیا گیا۔

شریعت کی رو سے اس پر تفویض کردہ ذمے داریاں حسب ذیل ہیں:

ا۔نفقاتِ واجبہ یعنی صلبی و نسلی قرابت داروں کے علاوہ دیگر رشتے داروں کی کفالت۔

ب۔''زکوٰۃ'' جو معاشرے کے ان عام حاجت مندوں کی کفالت پر صرف ہوگی جن کی صراحت قرآن مجید میں کی گئی ہے' اس رقم سے فقراء، مساکین اور عاملینِ زکوٰۃ کی ضروریات پوری ہوں گی۔ نومسلموں کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی ہوگی معاشرے کے نادار اور حاجت مندوں کی کفالت کی جائے گی۔

ج۔مزید انفاقِ مال یعنی خاندان اور قریبی رشتے داروں کی کفالت اور ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی اہل ثروت پر ذمے داری ہے کہ وہ ناداروں اور حاجت مندوں کے لئے صدقہ وخیرات کرتے رہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کا صریح حکم بھی ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد جو کچھ بھی ہو' دوسرے ضرورت مندوں کو دے دو (۱۴)

زکوٰۃ اور اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ......ایک جائزہ

اسلام دین اور دُنیا کے امتزاج کا داعی ہے۔ اس لئے اس کی عبادات بھی اخلاقی فوز و فلاح کے ساتھ دنیاوی زندگی کی اصلاح اور اس کی صحیح خطوط پر تعمیر کی ضامن ہیں۔ زکوٰۃ جہاں مال کو کم کرتی اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے' وہیں معاشی نقطۂ نظر سے یہ ''نظم معیشت و کفالت عامہ'' اور سماجی فلاح کی ایک ہمہ گیر اسکیم ہے، جس کے ذریعے ملک و ملت کے غریب و نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے اور انہیں زندگی کی جدوجہد میں برابر کی شرکت کے لائق بنایا جاتا ہے۔

سرمایہ درانہ ذہنیت یہ بات پیدا کرتی ہے کہ ہر شخص کی دولت صرف اسی کے لئے ہے اور معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اور جو گر جائے' اسے فنا ہونا چاہئے۔ کش مکشِ حیات میں زندہ رہنے کا حق صرف اسی کو ہے جو مسابقت میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔

اسلام اس ذہنیت کی نفی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے، جو کچھ تم کماتے ہو وہ صرف تمہاری محنت کا نتیجہ ہے بلکہ اس میں فطرت کی بے شمار قوتیں شریک کات ہیں نیز پورا معاشرہ ہزاروں طریقے سے تمہارا شریکِ کار، معاون و مددگار ہے ۔اس لئے تمہارے مال میں تمہارے علاوہ دوسروں کا بھی حق ہے۔ اہل ثروت کی ذمہ داری ہے کہ معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے' اسے سہارا دیں اور آگے بڑھائیں۔ جو معاشرہ کمزوروں کی مدد نہ کرے' نادروں کو سہارا نہ دے اور گرتوں کو تھام نہ لے' وہ انسانی معاشرہ کہے جانے کا مستحق نہیں۔ اسلام نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے سے معیشت کو صحت مند بنیادوں

پر استوار کرتا ہے اور اس میں کفالتِ عامہ اور امداد باہمی کی روح وجاری وساری کر دیتا ہے۔

نامور عرب مصنف علامہ قرضاوی ''نظمِ معیشت میں زکوٰۃ کی اہمیت'' کے حوالے سے اپنی کتاب ''فقہ الزکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں:

''زکوٰۃ کا مقصد صرف یہ نہیں کہ وقتی اور سال بہ سال ضرورت مندوں کو امداد بہم پہنچا کر غربت کے مسئلے سے نمٹا جائے بلکہ ''زکوٰۃ'' کا اصل ہدف یہ ہے کہ معاشی ارتقاء ہو، ملکیت میں توسیع ہو، ملکیت کے حامل افراد کی تعداد زیادہ ہو اور تنگ دستوں اور محتاجوں کی بڑی تعداد ایسے صاحبِ ثروت مالکوں میں تبدیل ہوتی چلی جائے جو اپنی جملہ زندگی کی ضروریات کے بقدر ملکیت کی حامل ہو جائیں۔'' (۱۵)

مزید لکھتے ہیں؛

''زکوٰۃ کا حقیقی مقصد معاشرے کے غریب اور مفلوک الحال طبقے کو اتنا دینا ہے، جس قدر دینے کی زکوٰۃ کی آمدنی میں گنجائش ہو، تاکہ ضرورت کے شکنجے سے نکل کر دائمی کفایت کے دائرے میں داخل ہو جائے، جیسے تاجر کو مالِ تجارت، کاشت کار کو زمین اور دست کار کے اسباب ولوازمات فراہم کر دیئے جائیں۔'' (۱۶)

اسلام نے پہلے ہی دن سے فلاحی اور خدمتی ریاست کا تصور پیش کیا اور زکوٰۃ کی شکل میں کفالتِ عامہ اور امداد باہمی کا ایک ایسا نظام قائم کیا جس کے ذریعے سے عام شہریوں کی بنیادی ضروریات کی ضمانت دی گئی۔ اسلامی حکومت نے اس نظام کو عملاً قائم کیا۔ آبادی کی مردم شماری کی۔ ناداروں کے رجسٹر بنائے۔ ہر ضرورت مند کو سرکاری وظیفے دیئے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ حال ہو گیا کہ بقول مورخ طبری زکوٰۃ دینے والے ہر طرف تھے، زکوٰۃ لینے والے نہ ملتے تھے۔

زکوٰۃ دولت کی تقسیم میں غیر فطری عدم مساوات کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس ذریعے سے امیروں کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اس طرح تقسیمِ دولت صحت مند بنیادوں پر واقع ہوتی ہے۔

معیشت کا ایک اور مسئلہ دولت کی ذخیرہ اندوزی کو روکنا اور سرمایہ کاری کو بڑھانا رہا ہے۔ آج کی دُنیا میں جہاں جہاں معاشی پسماندگی ہے اس کا بڑا سبب دولت کی غلط تقسیم اور صحیح سرمایہ کاری کا فقدان ہی ہے۔ زکوٰۃ کا ایک معاشی وظیفہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے دولت آپ سے آپ سرمایہ کاری کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

دورِ حاضر میں معاشی بحران کے جس چکر میں ہمارا ملک بالخصوص اور سرمایہ دارانہ دنیا بالعموم گرفتار ہے اس کو

دور کرنے میں زکوٰۃ بڑی مفید و معاون ہوسکتی ہے۔ تجارتی چکر سرمایہ کاری اور قوتِ صرف میں عدمِ توازن کی بنیاد پر رونما ہوتا ہے، لیکن زکوٰۃ ایک طرف جہاں پیداواری عمل کو تیز کرتی ہے، وہیں دوسری طرف عوام میں قوتِ خرید کا بھی اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح معیشت میں معاشی توازن قائم کرنے کا ایک خودکار آلہ بن جاتی ہے۔

زکوٰۃ ایک انقلابی معاشی تصور ہے اور یہ حقیقت بڑی افسوسناک ہے کہ خود مسلمانوں نے ابھی تک اس کے ہمہ جہتی معاشی پہلوؤں کا مطالعہ نہیں کیا۔ اگر اس کے معاشی فوائد پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ پورے معاشی نظام کی قلب ماہیت کر دیتی ہے۔ اسے صحت مند اور انسانی بنیادوں پر قائم کرتی ہے اور ایک ایسا نظام قائم کرتی ہے جس میں جدوجہد کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوں اور زندگی کی نعمتیں تمام انسانوں کے لئے عام ہوں (۱۷)

نامور عرب مصنف ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اسلام نظمِ معیشت و کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کے ہمہ گیر اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''زکوٰۃ اسلام کے اجتماعی نظامِ کفالت کا ایک حصہ ہے، اسلام کے ابتدائی ادوار میں عرب عاجز اور تنگ دست افراد کی مدد کیا کرتے تھے۔ تاہم اسلام کی اجتماعی کفالت کا تصور اس سے کہیں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے اور زندگی کے جملہ مادی اور معنوی پہلوؤں کو محیط ہے کہ اس اجتماعی کفالت میں عملی کفالت، دفاعی کفالت، اقتصادی کفالت، معاشی کفالت اور تہذیبی کفالت کے تمام پہلو اسلام کے اس مثالی نظام معیشت و کفالت عامہ ''زکوٰۃ'' میں داخل ہیں (۱۸)

علامہ قرضاوی سید قطب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کا نظامِ کفالت صرف زکوٰۃ تک محدود نہیں ہے، بلکہ زکوٰۃ اس اجتماعی کفالت کا ایک بڑا اور اہم شعبہ ہے جب کہ اجتماعی کفالت کا نظام حیات انسانی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے۔ زکوٰۃ کو جدید اصطلاح میں انشورنس اور اجتماعی ضمانت کہہ سکتے ہیں (۱۹)

اسلامی نظمِ معیشت و کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کے ہمہ گیر اثرات و امتیازات

۱۔ اسلام میں زکوٰۃ صرف ایک اچھا بہترین عمل اور ایک عمدہ اخلاقی صفت ہی نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کا ایک اساسی رکنِ شعائرِ اسلام اور عباداتِ اسلام میں سے ایک ہے۔ اس کے ادا نہ کرنے والا فاسق اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے

اس لحاظ سے زکوٰۃ کوئی اپنی مرضی سے کیا جانے والا حسن سلوک یا نفلی صدقے کے درجے کی شے نہیں ہے بلکہ ایک ایسا لازمی فریضہ ہے جو مسلمان پر اعلیٰ ترین شرعی اور اخلاقی پابندیوں کے ساتھ لازم کیا گیا ہے۔

۲۔ اسلام کی نظر میں زکوٰۃ دراصل مال داروں کے مال میں غریبوں کا ایسا حق ہے جسے مال کے اصلی مالک یعنی اللہ سبحانہ نے اس مال میں اپنے نائب بندوں پر لازم کیا ہے۔ اس لئے درحقیقت زکوٰۃ میں ایسا کوئی مفہوم موجود نہیں ہے کہ کوئی مال دار شخص کسی غریب پر کوئی احسان کر رہا ہو اس لئے کہ اگر خود مال کا حقیقی مالک، اپنے خزانچی کو یہ حکم دے کہ اس کے مال میں سے اتنا حصہ اس کے عیال پر خرچ کر دو تو اس میں احسان کی کوئی گنجائش نہیں ہے

۳۔ زکوٰۃ ایک حق معلوم ہے اور شریعتِ اسلامیہ نے اس کے نصاب، مقادیر، حدود و شرائط اور اس کی ادائیگی کا وقت اور طریقہ کار بتلا دیا ہے تا کہ ایک مسلمان بخوبی آگاہ ہو جائے کہ اس پر کیا لازم ہے؟ کتنا لازم ہے؟ اور کب لازم ہے؟ (۲۰)

۴۔ زکوٰۃ کو اسلام نے لوگوں کے ضمیر پر نہیں چھوڑا بلکہ اسلامی ریاست کو اس امر کا ذمہ دار بنایا ہے کہ انصاف کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے اور حق کے ساتھ اسے تقسیم کرے۔ گویا زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے جسے ہر قیمت پر وصول کیا جائے گا اور یہ کوئی محض احسان نہیں ہے کہ احسان کرنے والا چاہے دے اور چاہے نہ دے۔ اسی لئے قرآن میں یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِم" اور سنت نبوی ﷺ میں یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ "تُوْخَذُ مِنْ اَغْنِيَاءِ هِم" زکوٰۃ معاشرے کے مال دار لوگوں سے وصول کی جاتی ہے اور ان کے غریبوں کو لوٹا دی جاتی ہے۔

۵۔ اسلامی ریاست زکوٰۃ کے نادہندگان کو مناسب تعزیری سزائیں دے سکتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کا نصف مال بھی لے سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ہم زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور نصف مال بھی لیں گے۔

۶۔ اگر کوئی جماعت اپنی قوت کے بل بوتے پر ادائیگی زکوٰۃ سے انکار کر دے تو مسلمانوں کے سربراہ کا فرض ہے کہ ان سے جنگ کرے اور انہیں بزور طاقت مجبور کر دے کہ وہ اپنے مال پر لازم اللہ کا حق یعنی غریبوں کو حق ادا کریں۔ اس کی وضاحت احادیث میں بھی موجود ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرامؓ نے اس کی تطبیق کی ہے۔

۷۔ اسلام میں ہر ہر فرد سے اس عظیم فرض کی ادائیگی اور اس اساسی رکن کے قیام کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ریاست زکوٰۃ کی وصولی میں کوتاہی کرے اور معاشرہ نظام زکوٰۃ برپا کرنے سے گریز کرے تو ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے طور پر زکوٰۃ ادا کرے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ عبادت ہے جو ہر مسلمان پر فرض ہے اور جس سے مسلمان کی جان اور مال کا تزکیہ ہوتا ہے، نیز ہر مسلمان بقدرِ نصاب ایمان کے تقاضوں کے مطابق اور قرآن کے مطالبے کے موافق اس فرض کو ادا کرے۔ (۲۱)

۸۔اسلام میں زکوٰۃ سے حاصل شدہ آمدنی کو حکام کی خواہشوں کی نذر نہیں کیا گیا اور نہ یہودیوں کے کاہنوں کی طرح مذہبی لوگوں کے حوالے کیا گیا ہے اور نہ اس امر کی کوئی گنجائش رہنے دی گئی ہے کہ غیر مستحق لالچی لوگ اسی پر قبضہ کر بیٹھیں۔ بلکہ اسلام نے نہایت وضاحت اور تفصیل کے ساتھ وہ مصارف بیان کر دیئے ہیں جن میں زکوٰۃ کی آمدنی خرچ کی جائے گی۔ چنانچہ قرآن مجید نے آیت ''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ ......'' میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کر دیئے ہیں۔ اور سنت نبوی ﷺ میں ان مصارف کی تشریح و تفصیل بیان کی ہے۔ کیونکہ انسانی تجربات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مال کا جمع کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا اس کو موزوں مصارف پر خرچ کرنا اہم ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی اولاد کے لئے مالِ زکوٰۃ حلال نہیں ہے اور یہ کہ زکوٰۃ ایک علاقے کے دولت مندوں سے لے کر ان کے فقیروں (غریبوں) کو لوٹا دی جائے گی۔ بالفاظ دیگر ایک علاقے کے لوگوں کی زکوٰۃ اسی علاقے کے لوگوں پر صرف کر دی جائے گی۔

۹۔اسلام مین زکوٰۃ غربت، فاقہ کشی، تنگی اور مصائب کا صرف وقتی علاج ہی نہیں بلکہ زکوٰۃ کا اصل مقصد غربت کو بالکل مٹا دینا' غریبوں کو ہمیشہ کے لئے غنی بنا دینا' ان کی زندگیوں سے بھوک کے اثرات کا قطعی استیصال کر دینا اور ان کو قدرت فراہم کر دینا ہے کہ وہ زندگی کے بوجھ کو سنبھال سکیں۔ اسی لئے زکوٰۃ کا ایک منظم اور مربوط نظام قائم کیا گیا تا کہ غریب زندگی کی سہولت حاصل کر سکے اور یہ ہو کہ اسے بھوک میں چند لقمے اور تنگ دستی میں چند درہم عنایت کر دئے جائیں (۳۲)

۱۰۔اسلام میں نظام زکوٰۃ قرآن وسنت کے بیان کردہ مصارفِ زکوٰۃ کے علاوہ متعدد روحانی' اخلاقی' اجتماعی اور سیاسی مقاصد کا حامل ہے اور اس کے دیگر مذاہب کے نظامِ صدقات سے کہیں زیادہ فوائد اور وسیع مقاصد ہیں، چنانچہ زکوٰۃ کا ایک مصرف مئولفۃ القوب ہیں' غلاموں کو آزاد کرنا زکوٰۃ کا مصرف ہے' قرض داروں کو قرض کے بوجھ سے چھٹکارا دلا زکوٰۃ کا مصرف ہے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں پر خرچ کرنا زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

غرض اسلام کا نظام زکوٰۃ ایسی اہم اور امتیازی خصوصیت کا حامل ہے جن سے سابق مذاہب بالکل خالی ہیں کیونکہ ان مذاہب میں نیکی اور حسنِ سلوک کی تلقین اور وعظ و نصیحت اور محض بخل کی برائی بیان کی گئی ہے۔ نیز اسلام کا نظام زکوٰۃ اس نظامِ ٹیکس سے بھی ممتاز ہے جو بادشاہ اور سلاطین وصول کرتے رہے ہیں اور جو دراصل غریبوں سے وصول کئے جاتے ہیں اور امیروں کو بخش دیئے جاتے ہیں' تا کہ حکمرانوں اور دولت مندوں کی شان و شوکت بڑھے اور ان کی عیش و عشرت میں اضافہ ہو اور ان کے حامی وانصاران کے اقتدار کا سامانِ تحفظ بنے رہیں (۳۳)

اسلامی نظمِ معیشت وکفالتِ عامہ میں محسنِ انسانیت ﷺ کا کردار

نظامِ انفاق وزکوٰۃ کے تناظر میں

ہادی آخر واعظم، محسن عالم حضرت محمد ﷺ کو محسنِ انسانیت اور نبی رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا۔ آپ ﷺ کی بابرکت آمد اور مقصدِ بعثت بیان کرتے ہوئے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رء وف رّحیم (۲۴)

''البتہ تمہارے پاس آیا ایک رسول تمہی میں سے، جو تمہیں تکلیف پہنچے اسے گراں گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کا بہت خواہش مند ہے، مومنوں پر شفیق، نہایت مہربان۔''

رحمۃ للعالمین، سید المرسلین ﷺ کے مثالی اسوۂ حسنہ میں ایک اہم اور نمایاں ترین وصف انسان دوستی، فلاحِ انسانیت اور معاشرے کے غریب، لاچار اور بے بس و بے کس افراد کی ہر ممکن مدد اور کفالت بھی ہے۔ چنانچہ رازدارِ نبوت، زوجہ رسول سیدہ خدیجہؓ نے بعثتِ نبوی کے اس اہم اور تاریخی موڑ پر جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ کی تائید اور حوصلہ افزائی کے طور پر جو تاریخی کلمات کہے، وہ آپ ﷺ کی شخصی عظمت، انسان دوستی، فلاحِ انسانیت اور صفت رحمۃ للعالمینی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

کلا و اللہ ما یخزیک اللہ ابداً، انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب
المعدوم و تقری الضیف و تعین علیٰ نوائب الحق(۲۵)

''ہرگز نہیں، بخدا اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، بے آسرا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہلِ حق کی اعانت کرتے ہیں۔''

محسنِ انسانیت کا ارشادِ گرامی ہے:

الخلقُ عیالُ اللہ، فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیاله(۲۶)

''پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔''

شاعر نے قرآن اور صاحبِ قرآن کی فکری ترجمانی کیا خوب انداز میں کی ہے:

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالق دوسرا کا ۔ خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین وایماں ۔ کام آئے دنیا میں انسان کے انساں

رسول اکرم ﷺ کی سیرت وسنت اور تعلیمات مبارکہ اس حقیقت کی قولی اور عملی ترجمان ہیں۔ آپ ﷺ
احترام وتکریم انسانیت کا درس دیا، حقوق وفرائض کا مثالی اور ابدی ضابطۂ زندگی عطا کیا۔

بعثتِ نبوی کے ابتدائی ۱۳ سال مکی زندگی میں عالم انسانیت کے سالار قافلہ پیغمبر آخر واعظم ﷺ نے مدینے
کی مثالی اسلامی فلاحی ریاست میں اسلام کی عالم گیر حکومت اور انسانیت کی صلاح وفلاح پر مبنی مثالی نظام پیش فرمایا۔

مدنی زندگی کے ابتدائی سال صحابہ کرام ﷺ اور اہل ایمان کے فقر وفاقے اور عسرت کا دور ہے۔ ریاست
مدینہ کے اسی ابتدائی دور میں، انسانی تاریخ کے تمام رسولوں کے خاتم، محسن اعظم حضرت محمد ﷺ جو اپنی مثالی اور ابدی
تعلیم کو سارے جہاں کے مذہبی ذخیروں کے صحیح عناصر کا خلاصہ قرار دیتے تھے، دنیا کی وہی سب سے عظیم ہستی اپنے ہاتھ
اٹھاتی ہے اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ اپنے رب کیسامنے اپنی امّت کو پیش کرتے ہوئے التجا کرتی ہے:

اللّٰهم انهم حفاة فاحملهم، اللّٰهمّ انّهم عراة فاكسهم، اللّٰهمّ انهم جياع فاشبعهم

''پروردگار یہ لوگ پیادہ ہیں یعنی سواری نہیں رکھتے انہیں سوار کیجئے۔ پروردگار یہ لوگ ننگے ہیں انہیں
پہنایئے۔ پروردگار یہ لوگ بھوکے ہیں انہیں سیر کیجئے''

اسلامی تاریخ کے اسی دور میں بعض صحابہؓ غربت وافلاس کے سبب کمبل بدن پر ڈالے ننگے پاؤں سردار
جہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں۔ ''صحیح مسلم'' میں حضرت جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ ان کم
پوشوں پر سرورِ کائنات ﷺ کی نظر کا پڑنا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کا چہرۂ انور اداس پڑ گیا۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ معاً
لوگوں کے اس حال کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے غالباً کوئی چیز نہیں ملی، پھر باہر تشریف
لائے اور حضرت بلالؓ کو بلوا کر ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو جمع کرو، لوگ جمع ہوئے، ان غریبوں کی امداد پر صحابہؓ کو آمادہ
کیا گیا جس پر کافی سرمایہ جمع ہو گیا، جو ان کے حوالے کر دیا گیا۔ حضرت جابرؓ ہی راوی ہیں کہ وہی چہرہ مبارک جو اب
تک ان غریبوں کے دیکھنے کے بعد اداس پڑ گیا تھا۔ فرایتُ وَجه رسول الله ﷺ يتهللُ كانّه مذ[illegible]
(۲۷)

محسن انسانیت کے فلسفۂ زکوٰۃ کی روح

رسول اللہ ﷺ نے نظمِ معیشت اور کفالت عامہ کے حوالے سے ارتکاز و اکتنازِ دولت کی ممانعت اور زکوٰۃ و ...دقات کے مثالی نظام کے ذریعے انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دی۔ معاشی استحصال اور غربت و افلاس کے حوالے سے ...احبِ قرآن کو وحی کی گئی۔

ولقد مکنّاکم فی الارض و جعلنالکم فیھا معایش (۲۸)

''بے شک ہم نے ہی تم کو زمین میں جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے سامانِ معاش پیدا کئے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضاً سخریاo(۲۹)

''ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیاوی زندگی میں تقسیم کر دیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے تا کہ ان میں ایک دوسرے سے کام لے سکے''

اسلام میں نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ کے حوالے سے ''انفاق فی سبیل اللہ'' یا بالفاظِ دیگر ادائیگی زکوٰۃ کی ...لیم دیتے ہوئے اسے بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ یہ معاشی مساوات، نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ، منصفانہ دولت کی تقسیم، ...عاشی و معاشرتی ناہمواریوں اور معاشرے سے غربت و افلاس کے خاتمے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کا بنیادی مقصد ہی ارتکاز ...زر اور معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ ہے۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ ناقابل تردید حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ...کسی بھی معاشرے کی سب سے بڑی خرابی ارتکازِ زر ہے۔ اسلام کے نزدیک دولت ایک متحرک شے کا نام ہے۔ یہ ...معاشرے کے مختلف طبقات میں دولت کی عادلانہ تقسیم کا علم بردار ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت اور انفاق فی سبیل اللہ کی حکمت ...ہی یہ قرار پائی:

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم(۳۰)

''تا کہ دولت تم میں سے صرف مال داروں کے درمیان ہی دائر ہو کر نہ رہ جائے''

علامہ قرضاوی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زکوٰۃ'' کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ایک اقتصادی مہمیز کے اثر انداز ہوتی ہے اور جو مال صاحب ثروت سے ''زکوٰۃ'' کی حیثیت میں لایا جاتا ہے وہ اسے اس امر پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ مزید جدوجہد کرے اور اکتسابِ رزق میں

مصروف ہو۔نقود (زرنقد) کی زکوٰۃ میں یہ حقیقت زیادہ وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ اسلام نے ارتکاز کو حرام قرار دیا ہے اور اس امر کو ناجائز قرار دیا ہے کہ زرنقد روک لیا جائے اور اسے گردش میں نہ آنے دیا جائے۔ چنانچہ اس (ذخیرہ اندوزی/ارتکاز زر) کرنے والے پر اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں وعید فرمائی ہے!

والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها فى
سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم (۳۱)

''دردناک عذاب کی خوش خبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔'' (۳۲)

معلم انسانیت نے فلسفہ زکوٰۃ کی غرض و اہمیت اور نظمِ معیشت و کفالت عامہ میں اس کے موثر کردار کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ بعث معاذ الى اليمن فقال انك تاتى قوما اهل كتاب فادعهم الى شهادة ان لااله الا الله فان هم اطاعوا لذلك فاعلم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوٰة فى اليوم والليلة فان هم طاعوا لذلك فاعلمهم ان الله قد فرض عليهم صدقة توخذ من اغنيا ئهم فترد على فقرائهم فان هم اطاعوا لذلك فاياك و كرائهم اموالهم واتق دعوة المظلوم فان ليس بينها و بين الله حجاب (۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا فرمایا کہ تو ایک ایسی قوم کی طرف جا رہا ہے جو اہل کتاب ہے۔ پس تو ان کو اس امر کی شہادت کی طرف بلانا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور اگر وہ اس کو مان لیں یعنی اسلام قبول کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، رات اور دن میں۔ اگر وہ اس مان لیں تو پھر ان کو بتلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو دولت مندوں سے لی جائے گی اور غرباء پر تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کا بہترین مال نہ لے۔ (زکوٰۃ وصول کرنے میں) مظلوم کی دعا سے اپنے آپ کو بچا اس لئے کہ مظلوم کی دعا اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

زکوٰۃ...... عہد نبوی ﷺ کے معاشی، مالیاتی نظام اور کفالتِ عامہ کا اہم ستون

''زکوٰۃ'' عہد نبوی ﷺ کے مالیاتی نظام کا بنیادی ستون تھا۔ اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ

بنیادی اہمیت حاصل تھی۔مکی زندگی میں زکوٰۃ کی ترغیب کی آیات نازل ہوئیں (۳۴)

تاہم زکوٰۃ کارِ خیر اور احسان کا معاملہ تصور کیا جاتا تھا۔نہ اس کا کوئی باقاعدہ نظام معین تھا اور نہ اس کی ادائیگی کے بارے میں تشریعی احکامات مقرر کئے گئے تھے (۳۵)

جب کہ ہجرتِ مدینہ اور ریاستِ مدینہ کے باقاعدہ قیام کے بعد فرضیتِ زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها (۳۶)

''آپ ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کریں اور اس طرح انہیں پاک وصاف کریں۔''

فرضیتِ زکوٰۃ کے بعد باقاعدہ عاملین زکوٰۃ کا تقرر عمل میں آیا۔اکثر و بیشتر عاملین ومحصلین زکوٰۃ مستقل عہدے دار ہوتے تھے اور عام طور پر ایک معین قبیلے یا مخصوص علاقے کے افسر محاصل مقرر کئے جاتے تھے۔تحقیق کے بعد متعدد ماخذ کے حوالے سے تقریباً تیس (۳۰) باقاعدہ محصلین و عاملین زکوٰۃ وصدقات کا ذکر ملتا ہے (۳۷)

رسول اکرم ﷺ نے ریاست کے حاکم اور سربراہِ مملکت کی حیثیت سے فرمان جاری کیا:

انا اولى بالمومنين من انفسهم فمن مات وترك مالاً فمالهٔ لموالى العصبة ومن ترك كلاً او ضياعاً فادع لهٔ (۳۸)

''میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں لہذا جو شخص ترکہ میں مال چھوڑے وہ اس کے ورثاء اور رشتہ داروں کا ہے اور جو عاجز اور درماندہ قرابت داروں اور بچوں کو چھوڑے،اس کے لئے مجھے بلا لو''۔

مندرجہ بالا فرمانِ نبوی ﷺ سے عہدِ نبوی میں زکوٰۃ وصدقات کے نظمِ معیشت وکفالت عامہ کا پتہ چلتا ہے۔

مشہور حنفی فقیہ سید علی زادہ زکوٰۃ کی وصول یابی اور اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ میں اس کے کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''امیر اپنی مملکت کے اندر کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے اور نہ کسی قرض دار کو قرض دار باقی رکھے اور نہ کسی بے روزگار کو بے روزگار رہنے دے اور نہ کسی مظلوم کو دادرسی سے محروم کرے اور نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور ہر ننگے کو لباس مہیا کرے۔'' (۳۹)

علم بردار عدل وانصاف سیدنا عمر بن خطابؓ جن کا عہدِ خلافت پوری اسلامی اور انسانی تاریخ میں مثالی حیثیت رکھتا ہے،آپؓ نے زکوٰۃ وصدقات اور دیگر محاصل کو نظم معیشت وکفالتِ عامہ میں امیر المومنین کی حیثیت سے کس طرح استعمال کیا اور آپ کو رعایا کی کفالتِ عامہ کا کس درجے احساس تھا،ذیل میں درج آپ کے اس فرمان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

انی حریص علیٰ ان لا أریٰ حاجة الا سددتها ماالتسع بعضنا لبعض فاذا عجز
ذلك عنّا تا ئیستنا فی عیشنا حتیٰ تستوی فی الکفاف.ولو ددت انکم علّمتم من نفسی
مثل الذی وقع فیها لکم ولست معلمکم ا لّا بالعمل .انی والله لست بملك فاستعبدکم
ولکنی عبدالله عرض علی الامانة فان ابیتها ورددتها علیکم و اتبعتکم حتیٰ تشیعوا فی
بیوتکم و اودّان اسعدت بکم وان انا حملتها و ا ستبتعتکم الیٰ بیتی شقیت بکم. ففرحت
قلیلاً و حزنت طویلاً فبقیت لا اقال ولا اردّ(۴۰)

ترجمہ: میری خواہش یہ رہتی ہے کہ کسی کی کوئی حاجت دیکھوں تو اسے فوراً پورا کردوں ۔ جہاں تک ہوسکے ہم ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت کریں اور جب ہم تنہا ایسا کرنے سے عاجز آجائیں تو پھر مل کر کریں ۔ یہاں تک کہ سب کا معیارِ زندگی برابر ہو جائے ۔ کاش کی تمہیں پتہ چل جاتا کہ تمہارے بارے میں میرے دل میں کیا جذبات ہیں ۔ لیکن میں تو صرف عمل کے
ذریعے تمہیں بتانا چاہتا ہوں ۔ اللہ کی قسم! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں اپنا غلام بنائے رکھوں ۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں ، جس پر خلافت کی امانت مسلط کر دی گئی ہے ۔ مجھے چاہیئے کہ میں اسے پورا کروں اور پھر اسے تمہیں واپس کر دوں ۔ اس صورت میں کہ تمہاری ضروریات کے پیچھے چلوں ، یہاں تک کہ تم سیر ہو کر اپنے گھروں میں سو جاؤ اور اس طرح میں تمہارے معاملات میں سعادت مند ہو جاؤں اور اگر میں امانت کو اٹھا لوں مگر تمہیں مجبور کر دوں کہ تم اپنی ضروریات کے ساتھ میرے گھر تک آؤ ، میں تمہارے معاملے میں بد بخت بن جاؤں گا ۔ پھر کیا ہوگا ؟ چند دن عیش کروں گا مگر ایک لمبی مدت تک افسوس کرتا رہوں گا اور میرا حال یہ ہوگا کہ کچھ نہ کہہ سکوں گا اور نہ مجھ سے جواب دیا جائے گا ۔

عہدِ نبوی میں ۔ مدنی زندگی ، ریاست مدینہ (۶۲۳ء تا ۶۳۲ء) ۔ خلافتِ راشدہ (۱۱ھ تا ۴۰ھ/۶۳۲ تا ۶۶۱ء) اور اسلامی تاریخ کے سنہری ادوار میں زکوٰۃ ، صدقات نے نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں حیران کن کردار ادا کیا ہے ۔ اس کے اثرات اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں تا دیر محسوس کئے گئے اس کا اندازہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مثالی فلاحی دور کے اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے ۔ یحییٰ بن سعد کا بیان ہے:

''مجھے امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے افریقہ صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا
میں نے صدقات اکٹھے کئے اور ایسے لوگوں کو تلاش کیا جنہیں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کر دوں
ایسا کوئی
شخص نہیں ملا جو زکوٰۃ وصول کر لے ، بالآخر زکوٰۃ کی اس رقم سے غلام خرید کر آزاد کئے (۴۱)
یہ زکوٰۃ و صدقات کے اسلامی نظمِ معیشت و کفالت عامہ پر اثرات کے نتائج تھے ۔ جب کہ تاریخ کے

سنہری ادوار کے مقابلے میں، محسنِ انسانیت کی بعثت، زکوٰۃ کی فرضیت اور اسلامی معاشروں میں نظم معیشت و کفالت عامہ میں اس کے اثرات سے قبل متمدن اور مہذب ملکوں اور اقوام کی تاریخ اس کے برعکس نظر آتی ہے۔

عرب محقق علامہ محمد فرید وجدی نے قدیم تہذیبوں میں مالکین (Haves) اور محرومین (Haves Not) کے تعلقات پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ کے اس سیاہ باب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''تاریخ عالم میں آپ کسی بھی قوم پر نظر ڈالئے، آپ کو دو طبقے نظر آئیں گے۔ ایک خوشحال اور مال دار طبقہ اور دوسرا غریب اور بدحال طبقہ اور اس کے ساتھ ہی قابلِ توجہ بات یہ نظر آتی ہے کہ مال دار، خوشحال طبقہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا جا رہا ہے اور اس کے برعکس غریب طبقہ غریب سے غریب تر اور بدحال ہوتا جاتا ہے۔ جس سے معاشرے کی بنیادیں ہل جاتی ہیں اور سماج ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے مگر صاحبِ ثروت لوگوں کو اندازہ تک نہیں ہوتا کہ یہ مصیبت ان پر کس طرف سے ٹوٹ پڑی ہے۔ مصر جو کبھی جنتِ ارضی کا نمونہ تھا، جہاں کی زمین سونا اُگلتی تھی اور اس کی پیداوار باشندوں کی ضروریات سے بھی زیادہ تھی، لیکن تنگ دست و غریب طبقے کو کھانے کو بھی میسر نہ تھا اور ان کے لئے دولت مندوں کے جھوٹے لقموں کے سوا کچھ نہ بچتا تھا۔ چنانچہ جب بارہویں خاندان کے عہد میں قحط پڑا تو غریب لوگ اپنے آپ کو ایک لقمے کے عوض فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس کے بدلے میں امیروں نے ان پر ذلت کا کوڑا برسایا۔''

بابل کی حکومت میں غریبوں کا وہی حال تھا جو مصر میں تھا۔ وہاں بھی وطن کی پیداوار میں غریبوں کا کوئی حصہ نہ تھا۔ حالانکہ وہاں کی پیداوار بھی مصر کی طرح بکثرت تھی اور ایسا ہی کچھ حال ایران کا تھا۔ قدیم یونان کی صورت حال بھی اس سے زیادہ مختلف نہ تھی۔ ان سب ممالک میں غریبوں کے ساتھ ہولناک برتاؤ کیا جاتا رہا اور کوڑے مار مار کر ان سے بے گار لی جاتی رہی اور معمولی باتوں پر ذبح کیا جاتا رہا۔ اسپارٹا (SPARTA) میں مالداروں نے غریبوں کے لئے غیر پیداواری زمین چھوڑی ہوئی تھی اور وہاں بھی غریب فاقہ کشی کرتے رہے۔ ایتھنز میں یہ رواج تھا کہ اگر غریب مال داروں کے قرضے اور تاوان ادا نہ کرتے تھے تو وہ انہیں بلا تکلف غلاموں کی طرح بیچ ڈالتے تھے۔

روم جو قوانین اور ضابطوں کا مرکز اور ماہرینِ قانون کا وطن رہا ہے اس میں بھی مال دار طبقہ غریبوں پر ہر طرح حاوی تھا اور مال داروں کو عام لوگوں کے درمیان بڑا امتیاز حاصل تھا اور غریبوں کے ساتھ ہندوؤں کے اچھوتوں جیسا سلوک ہوتا تھا۔ رومی حکومت کے بارے میں مشیلیہ کہتا ہے کہ:

> ''جب رومی حکومت ختم ہوئی اور اس کے کھنڈرات پر یورپی ممالک قائم ہوئے
> تو غریبوں کی حالت اور بھی زیادہ بدتر ہو گئی۔ وہ ہر جگہ مویشیوں کی طرح فروخت
> کئے جانے اور ہانکے جانے لگے (۴۲)

محسنِ انسانیت کا فلسفہ زکوٰۃ......

نظمِ معیشت وکفالتِ عامہ کی اساس۔تقابلی جائزہ

دُنیا کے معاشی اور اقتصادی نظاموں کا جائزہ لیں تو سرمایہ دارانہ نظام اگرچہ غربت اور افلاس کو ایک آفت قرار دیتا ہے لیکن اس کی رائے میں ہر شخص اپنے مال و دولت میں تصرف کا اتنا وسیع حق رکھتا ہے کہ دوسرے کو وہ اگر ایک حبہ بھی نہ دے تو کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں ۔ یہ ایک قارونی تصور ہے ۔گویا قارونی نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت دراصل انسان اپنی عقل و مہارت سے حاصل کرتا ہے ۔لہذا اس مال پر اگر حق ہے تو صرف اس کا ہے جس نے کمایا۔ اسے اس امر کا وسیع اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے، جتنا چاہے خرچ کرے ۔ اگر کوئی شخص دولت کمانے کی دوڑ میں کسی وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے

اس کے مقابلے میں ایک دوسرا اقتصادی نظام ہے، جسے ''اشتراکیت'' کہتے ہیں ۔اس کا موقف یہ کہ غربت اور افلاس کا خاتمہ اس طور پر ممکن ہے کہ صاحبِ ثروت لوگوں نے جو کچھ کمایا ہے وہ ان سے بغیر کسی استحقاق کے لے لیا جائے اور اس دولت کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے ۔کمانے والے کو اپنے کمائے ہوئے مال پر ملکیت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

ان مختلف نظاموں کے مقابلے میں پیغمبرِ رحمت ﷺ نے زکوٰۃ وصدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی شکل میں نظمِ معیشت وکفالت عامہ کا مثالی نظام تجویز کیا جو انتہائی معتدل اور متوازن ہے ۔جس نے غربت اور افلاس کا نظری نہیں بلکہ عملی حل پیش کیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کے سنہری دور میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا۔

رحمتِ عالم ﷺ نے غربت وافلاس کا ایک پنجگانہ عملی حل پیش کیا، جو درج ذیل ہے۔

۱۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے محنت کی عظمت کی تلقین کی ۔ مسلمان کو کسی بھی صنعت و پیشہ سے عار نہیں ہونا چاہیئے ۔ اسے کسبِ حلال کی طرف توجہ دینی چاہیئے ۔کسبِ حلال کی کوشش ہر مسلمان پر فرض قرار دی گئی ہے ۔

۲۔دوسری بات یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے انسان کی اخلاقی حس کو بیدار کیا ہے ۔اخوت ومساوات کا درس دیا کہ محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو سکیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کر سکیں ۔ آپ ﷺ نے پوری نوع انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیا۔خدا خوفی اور خدا ترسی کے جذبات کو ابھارا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت ''لَن تَنَالُوا الْبِرَّ'' میں نیکی کے تصور کو غریبوں کی مدد سے مربوط کیا گیا ہے ۔اخلاقی حس کو بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ معلمِ انسانیت نے مسلمانوں کو زکوٰۃ وصدقات کی صورت میں ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی ترغیب دی ہے ۔

۳۔اس کے بعد غربت اور محتاجی کے کلی ازالے کے لئے محسنِ انسانیت ﷺ نے زکوٰۃ،انفاق اور اجتماعی کفالت عامہ

کا عظیم فلاحی نظام نافذ فرمایا ہے۔قرآن وحدیث میں نظامِ صلوٰۃ کے ساتھ نظامِ زکوٰۃ کو بھی اسی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس کا اندازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے منکرینِ زکوٰۃ کے سلسلے میں اقدام سے کیا جاسکتا ہے۔

۴۔زکوٰۃ وصدقات کے عمومی نظام کے علاوہ صاحبِ ثروت مسلمانوں پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان محتاجوں کی جو بالخصوص ان کے رشتہ دار ہیں،مدد کریں اوران کی کفالت کا بوجھ اٹھائیں۔

۵۔اور سب سے بڑھ کر اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غریب اور محتاج افراد کی کفالت کا انتظام بیت المال سے کرے۔

المختصر،پیغمبر اسلام نے نظم معیشت وکفالت عامہ اورغربت ومحتاجی کے ازالے کے لئے نہ صرف یہ کہ ایک اعلیٰ وارفع تصور دیا ہے بلکہ ایک معتدل ومتوازن عملی اور قابلِ عمل نظام عطا فرمایا ہے،جس پر اگر عمل کیا جائے تو غربت اور افلاس کے مسئلے کو احسن طریقے سے حل کیا جاسکتا ہے۔(۴۳)

اسلامی معیشت اور کفالتِ عامہ کے حوالے سے محسنِ انسانیت کا مثالی منشور

اسلامی نظمِ معیشت وکفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کے حوالے سے اسلام کی یہ تعبیر پیش نظر رہے کہ معاشی دائرے میں ہر انسان کا ایک حق ہے،دنیا کی پیداوار میں اس کا ایک حصہ ہے۔پیغمبر اعظم ﷺ نے انسانی سوسائٹی کے ہر رکن کے لئے مندرجہ ذیل حقوق متعین فرمائے۔

۱۔رہائش کے لئے گھر

۲۔تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا

۳۔پیٹ بھرنے کے لئے روٹی

۴۔استعمال کے لئے پانی

مملکت کا خزانہ (بیت المال) بطورِ خاص ان شہریوں کا ذمہ دار ہے،جن کے ہاتھ خالی ہیں۔فاروق اعظمؓ کا قول ہے کہ ''اگر میں پیٹ بھر کر کھڑا ہو جاؤں اور دوسرے انسان بھوکے ہوں تو اس کے معنیٰ ہیں کہ میں عوام کا اچھا والی نہیں ہوں'' یہ حقوق عامہ نظمِ معیشت وکفالتِ عامہ کے احساس کی انتہا ہیں اور ریاستی ذمہ داری کی آخری حد۔(۴۴)

محمد بن علی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پران کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایہ پورا کرنا فرض قرار دیا ہے،لہٰذا اگر وہ بھوکے ننگے ہوں،یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں تو یہ محض اس لئے ہوگا کی اہلِ ثروت ان کا حق (زکوٰۃ وصدقات کی صورت میں) ادانہیں کرتے

لہذا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ان سے باز پرس کرے گا اوران کی کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا(۴۵)

علامہ قرضاوی معاشرے کے مفلوک الحال طبقے پر زکوٰۃ کی کفالتی حیثیت اور کفالتِ عامہ میں اس کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلام کا نظام زکوٰۃ اجتماعی ضمانت کے سلسلے کا اولین قانون ہے جو محض نفلی صدقات پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کا حکومتی سطح پر ایک نظام قائم کرتا ہے، جس کے تحت معاشرے کے ہر فرد کو لباس، غذا، رہائش اور دیگر ضروریاتِ زندگی فراہم کی جا سکیں اور کوئی فرد اور خاندان ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے۔(۴۶)

اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت......

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تناظر میں

مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان، ''لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ '' کے نعرے اور نظریے کے تحت معرضِ وجود میں آئی۔ چنانچہ حکمِ ربانی کے بموجب:

الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (۴۷)

ترجمہ: یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دے دیں تو یہ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

چاہیئے تو یہی تھا کہ آزاد مسلم ریاست مملکتِ خداداد پاکستان کے وجود پذیر ہوتے ہی قرآن و سنت پر مبنی فلاحی ریاست اور معاشرہ قائم کر دیا جاتا لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا...... تاہم خوش قسمتی سے ۱۹۷۹ء کی حکومت کی طرف سے پاکستان میں ''اسلامائزیشن'' کے حوالے سے نفاذ زکوٰۃ کا اعلان اور بالآخر ۲۰ رجون ۱۹۸۰ء کو نفاذِ نظام زکوٰۃ وعشر کا اعلان کیا گیا اور اسی روز بذریعہ آرڈیننس نمبر ۱۸۔۱۹۸۰ سے نظام زکوٰۃ ملک میں نافذ کر دیا گیا اس کے بعد اور بھی ترمیمی احکامات جاری ہوتے رہے۔ اور الحمدللہ، ملک میں یہ نظام جاری ہے(۴۸)

صدر مملکت نے اپنی تقریر مورخہ ۲۰ رجون ۱۹۸۰ء میں نظام زکوٰۃ کے اسلامی نظمِ معیشت و کفالتِ عامہ میں اہمیت کے فلسفے کے تحت اس کے عملی قیام کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی:

الف۔ زکوٰۃ کی ادائیگی جس کے متعلق قرآن مجید میں سو سے زیادہ مرتبہ تاکید کی گئی ہے اور جو اسلام کے

رفاہی اور فلاحی نظام کا نہایت اہم ستون ہے۔۲۰/جون ۱۹۸۰ء کے بعد پاکستان میں اس کی وصولی بذریعہ قانون ہوا کرے گی تا کہ اس کی وصولی سے ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری ہوسکیں۔

ب۔زکوٰۃ کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے یا منجمد نہ ہونے پائے۔کیونکہ دولت کا چند ہاتھوں میں جمع ہونا معاشرے کے لئے نقصان دہ ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں اسلام نے اپنے پیروکاروں کو رزقِ حلال کمانے کی پوری آزادی دی ہے اور جائیداد یا بینک بیلنس پر کوئی حد مقرر نہیں کی وہاں اس نے یہ بھی لازم قرار دیا ہے کہ اپنی کمائی کا ایک خاص حصہ مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور دیگر حاجت مندوں کے لئے وقف کردیں، تا کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کے تمام بندے مستفید ہوتے رہیں اور خالق ومخلوق کے درمیان ایک مسلسل رابطہ قائم رہے(۴۹)

ملک میں بڑھتی ہوئی غربت، بے روزگاری، معاشی ابتری، بیرونی قرضوں اور دیگر مالی مشکلات کا حل ''زکوٰۃ'' جو کہ فی الحقیقت نظمِ معیشت اور کفالت عامہ کا بنیادی محرک وضامن ہے، میں مضمر ہے۔

موجودہ حکومت کے وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود غازی نے ''نظام زکوٰۃ'' کے حوالے سے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ موجودہ حکومت غربت، معاشی ابتری اور بے روزگاری کے عملی اور حقیقی حل کے لئے خود روزگار اسکیم کے تحت مستحق افراد کو روزگار اور کاروبار کے ذرائع فراہم کرے گی۔اگر فی الحقیقت نظام زکوٰۃ کا اسلام کی حقیقی روح ''نظمِ معیشت وکفالت عامہ'' کے فلاحی اور رفاہی جذبے کے تحت بروئے کار لایا جائے تو اس کے معاشی اور کفالتی مقاصد ان شاءاللہ ضرور حاصل ہوں گے بشرطیکہ زکوٰۃ کے حقیقی فلسفۂ نظمِ معیشت وکفالت عامہ کو پیش نظر رکھا جائے کہ:

نکتہ دینِ مبین این است وبس　　　کس نہ باشد در جہاں محتاج کس

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الحج/۴۱

۲۔ ندوی، سید سلیمان۔ سیرت النبی، اعظم گڑھ انڈیا،۱۹۶۴، ج ۷، ص ۲۰۵

۳۔ فواد عبدالباقی۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، قاہرہ، دارالکتب المصریہ،۱۹۴۵، ذیل مادہ ''الزکوۃ''

۴۔ القرضاوی، محمد یوسف۔ فقہ الزکوٰۃ (مترجم: ساجدالرحمان صدیقی) البدر پبلی کیشنز لاہور،۱۹۸۳، ج۱، ص ۵۹

۵۔ النووی۔ المجموع شرح المہذب، قاہرہ مطبعہ المصریہ، ج ۵، ص ۳۳۴

۶۔ ابن قدامہ۔ المغنی، طبع المنار، ج ۲، ص ۵۷۳ نیز دیکھئے القرضاوی۔ فقہ الزکوٰۃ ج ۱، ص ۱۲۰

۷۔ ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ج ۲، ص ۳۱۱

۸۔ البقرۃ/۱۔۳

۹۔ المعارج/۲۴

۱۰۔ الذاریات/۱۹

۱۱۔ المزمل/۲۰

۱۲۔ البقرۃ/۱۷۷

۱۳۔ النجم/۳۹

۱۴۔ البقرۃ/۲۱۹

۱۵۔ القرضاوی۔ ایضاً ج ۱، ص ۴۵۰

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ قریشی، اشتیاق حسین۔ اسلامی نظریہ حیات، جامعہ کراچی، کراچی، ۱۹۷۱ء، ص ۳۳۰

۱۸۔ مصطفیٰ السباعی۔ اشتراکیۃ الاسلام، دمشق، ص ۶۸

۱۹۔ القرضاوی، ایضاً، ص ۲۴۱

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے مطابق مغرب کا سوشل ویلفیئر سسٹم یا بالفاظ دیگر انشورنس سسٹم کفالت عامہ اور نظمِ معیشت پر جو اثرات مرتب کرتا ہے، محسن انسانیت کا فلسفہ زکوٰۃ معیشت پر اس سے کہیں زیادہ اور حیرت انگیز اثرات مرتب کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو: Encyclopedia Britanica, Edition

11,vol.14,p:556 نیز ملاحظہ ہو حسین حامد حسان۔حکم الشریعۃ الاسلامیۃ فی عقود التامین، دار الاعتصام ، قاہرہ، ۱۹۷۲ء۔ص ۳۱

۲۰۔ القرضاوی۔ایضاً، ج ا ص ۱۲۱
۲۱۔ ایضاً ص ۱۲۲
۲۲۔ ایضاً ص ۲۳
۲۳۔ ایضاً
۲۴۔ التوبۃ/۱۲۸
۲۵۔ بخاری، اسماعیل۔الجامع الصحیح، اصح المطابع، کراچی، ۳/۱ (باب بدا الوحی)
۲۶۔ مشکوٰۃ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ص ۴۲۵
۲۷۔ مسلم بن الحجاج۔صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۳۲۷/۱، باب حث علی الصدقۃ
۲۹۔ الاعراف/۱۰
۳۰۔ الزخرف/۳۲
۳۱۔ التوبہ/۳۴
۳۲۔ القرضاوی۔ایضاً، ۴۴۵/۱
۳۳۔ مسلم الصحیح، ۳۷/۱۔۳۸، (کتاب الایمان باب الامر بایمان اللہ)
۳۴۔ المومنون/۱۔۴
۳۵۔ احمد امین بک۔فجر الاسلام، لجنۃ التالیف والترجمہ، قاہرہ، ۱۹۳۵، ج ا، ص ۲۸۰
۳۶۔
۳۷۔ بلاذری۔انساب الاشراف، قاہرہ، ۱۹۵۹، ج ا۔ص ۵۲۹ نیز دیکھئے ابن خلدون۔کتاب العبر (تاریخ ابن خلدون) بیروت، ۱۹۵۶، ۵۳۸/۲۔یسین مظہر صدیقی۔عہد نبوی کا نظام حکوم، الفیصل ناشران، لاہور، ص

۶۹

۳۸۔ ابو عبید۔کتاب الاموال، قاہرہ، ۱۳۵۳ھ، ص ۲۰۲
۳۹۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان۔اسلام کا اقتصادی نظام، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۵۹، ص ۱۲۹
۴۰۔ ابن کثیر، ایضاً ج ۷، ص ۴۵

خلافتِ راشدہ میں فلاح عامہ کے جذبے کے تحت بیت المال سے معصوم بچوں کے وظائف مقرر کئے گئے

۔دیکھئے ابوعبید۔کتاب الاموال،ص۲۳۸

۴۱۔ ابن عبدالحکیم۔سیرۃ عمر بن عبدالعزیز،بیروت،۱۳۸۷ھ،ص۶۹

۴۲۔ فرید وجدی۔الاسلام دین العالم الخالد،بحوالہ القرضاوی،ایضاً،۶۲/۱۔۶۳

۴۳۔ صدیقی،بشیر احمد ڈاکٹر۔تجلیاتِ رسالت،مکتبہ زاویہ،لاہور،ص۲۴۶۔۲۴۷

۴۴۔ حامد انصاری غازی۔اسلام کا نظام حکومت،مکتبہ عالیہ لاہور،ص۴۰۱

۴۵۔ ابن حزم۔المحلی،قاہرہ۱۵۸/۶

۴۶۔ القرضاوی،ایضاً۴۴۲/۱

۴۷۔ الحج/۴۱

۴۸۔ سہ ماہی منہاج (زکوۃ وعشر نمبر) اپریل۔جولائی۱۹۸۳ء،مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری،لاہور،۱۴۶/۱

۴۹۔ ایضاً،۱۴۷/۱

اسلامی نظمِ معیشت و کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

مولانا اکرام اللہ جان قاسمی۔ پشاور

زکوٰۃ کا معنیٰ و مفہوم

ا۔لغوی معنیٰ:

لغت میں زکوٰۃ کے معنیٰ بڑھنے کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے زَکَـا الـزَّرْعُ کھیتی بڑھ گئی۔چونکہ خدا کے نام پر دینے سے مال بڑھتا ہے اور آخرت کے لحاظ سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے سال گزرنے پر مال سے ایک معینہ حصہ دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں یا یہ زَکَاء'' بمعنی پاکی سے مشتق ہے۔چونکہ زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خُـذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبۃ:۱۰۳)''آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیا کریں اس سے ان کو ظاہری صفائی اور باطنی پاکیزگی حاصل ہوگی''۔اس لئے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور چونکہ جانور ذبح کرنے سے ناپاک خون نکل جاتا ہے اس لئے ذبح شدہ جانور کو مُـزَکّـیٰ کہتے ہیں۔زکوٰۃ کے معنیٰ برکت کے بھی آتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے زَکَـتِ الْبُـقْـعَةُ (زمین کے حصے میں برکت ہوگئی) چونکہ اس عمل کی تاثیر سے مال میں برکت ہوتی ہے اس لئے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔(۱)

II۔اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاح شریعت میں مال کا مقررہ نصاب تک پہنچنے اور سال گزرنے کے بعد ایک معینہ حصہ صاحب نصاب کا کسی مستحق زکوٰۃ کو محض رضائے الٰہی کی خاطر بہ نیتِ زکوٰۃ کلی طور پر حوالہ کردینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔(۲)

زکوٰۃ کی اہمیت اور تاکید

زکوٰۃ جسے قرآن و سنت میں کبھی صدقہ، کبھی انفاق اور کبھی حق کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے محض ایک کارِ خیر ہی نہیں بلکہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے تیسرا رکن ہے اور قرآن مجید میں ۳۷ مقامات پر اقامۃ صلوٰۃ کے ساتھ اداءِ زکوٰۃ کا حکم آیا ہے اور بڑے زور اور تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں عبادات لازم و ملزوم ہیں۔نماز اگر بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور اسلام اپنے پیروکاروں سے جسمانی اور مالی دونوں عبادات کا متقاضی ہے۔قرآن

پاک کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کا مال اور جان خرید لئے ہیں اور اس کے بدلے میں ان کو جنت دے دی ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

ا۔ و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و اقرضوا اللہ قرضاً حسناً (۳)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور دو اللہ تعالیٰ کو قرض بہتر انداز سے

۲۔ قد افلح المومنون ο الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ο والذین ھم عن اللغو معرضون ο والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ο

فلاح کو پہنچ گئے وہ لوگ جو نماز میں خشوع کرتے ہیں اور جو لغویات سے منہ موڑتے ہیں اور جو زکوٰۃ کی ادائیگی پر کاربند ہیں۔

۳۔ وویل للمشرکین الذین لایوتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون ο (۵)

ہلاکت ہے ان مشرکوں کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

۴۔ و اوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ۔(۶)

اور ہم نے حکم دیا ان پیغمبروں (ابرہیمؑ، لوطؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ) کہ وہ بھلائی کے کام کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔

۵۔ وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہٖ مرضیاο (۷)

اور وہ (اسمٰعیلؑ) اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اس کا رب اس سے راضی تھا۔

۶۔ واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دُمتُ حیاο (۸)

اور میرے رب نے مجھے (عیسیٰ کو) تاحیات نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے جہاں زکوٰۃ کی تاکید و تائید ہوتی ہے وہاں مؤخر الذکر تین آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ایک عالمی حقیقت اور آسمانی نظام معیشت کا بنیادی ستون ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے سابقہ تمام انبیاء کو دیا تھا۔

مندرجہ ذیل روایات بھی زکوٰۃ کی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ کو رسول اکرم ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، تو بھیجتے وقت چند اہم ہدایات دیں چنانچہ بخاری کی کتاب الزکوٰۃ میں ہے

عن ابن عباسؓ انّ النبی ﷺ بعث معاذاً اِلی الیمن فقال ادعھم الی شھادۃ ان لا اِلٰہ اِلا اللہ و انّی رسول اللہ فان اطاعو لذلک فاعلمھم ان اللہ قد افترض علیھم خمس

الصلوٰت فی کل یوم و لیلة فان اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله افترض علیهم صدقةً فی اموالهم توخذ من اغنیائهم وتردّ فی فقرائهم (۹)

اسی طرح حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ہجرت حبشہ کے بعد نجاشی کے دربار میں کہا تھا:

وامرنا ان نعبد الله وحدهٗ لا نشرک به شیئاً و امرنا بالصلوٰة والزکوٰة (۱۰)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا:

والله لاقاتلن من فرّق بین الصلوٰة و الزکوٰة حق المال والله لو منعونی عناقا کانو ا یودونها الی رسول اللهﷺ لقاتلتهم علیٰ منعها (۱۱)

اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے

ملکیتِ مال کے بارے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے اس کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔انسان کے ہاتھ میں اسے امانتاً دیا گیا ہے۔انسان اس کا ایسا مالک نہیں کہ اسے ہر طرح خرچ کرنے کا کلی اختیار دیا گیا ہو۔اگر انسان اس کا مالک ہوتا تو پھر جس طرح چاہتا اسے خرچ کر سکتا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ بہت سارے مواقع میں اسے خرچ کرنے سے روک دیا گیا ہے۔جیسے گناہ کے کاموں،خواہشات کی تکمیل اور اسراف وتبذیر میں خرچ کرنا۔اس سلسلے میں بعض اوقات انسان کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ میرے کمائے ہو مال پر اللہ تعالیٰ کے حق اور اختیار کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ اس میں میرا خون پسینہ ایک ہوا ہے جیسا کہ قارون کو یہ گھمنڈ تھا۔قال انما اوتیتہٗ علیٰ علم عندی (القصص:۷۸) کہ جو کچھ میں نے کمایا ہے اپنے علم اور تجربہ کی بنا پر کمایا ہے۔سو اس کا جواب ایک مثال سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔۔ایک کارخانہ ہے جس میں مزدور کام کرتے ہیں اور وہ بے قیمت یا کم قیمتی مواد اور دھاتوں سے قیمتی اشیاء تیار کرتے ہیں بظاہر نظر آتا ہے کہ ساری محنت اور کمال مزدور کا ہے مگر پھر بھی وہ صرف اپنی مزدوری کا حق دار ٹھہرتا ہے اور سارا مال مالک کا تصور کیا جاتا ہے۔یہ اس لئے کہ اصل مواد،کارخانہ اور جملہ سہولتیں مالک نے فراہم کی ہیں اور مزدور کا کام صرف ہاتھ پاؤں کی محنت ہے۔اسی طرح اگر کوئی انسان اس دنیا میں کوئی چیز تیار کرتا ہے تو وہ خدا کی بنائی ہوئی چیزوں سے ہی تیار کرتا ہے اور اس کا کام خالی ہاتھ پاؤں کی محنت ہے اور حقیقی اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔اسی لئے فرمایا:

واتوهم من مال الله الذی اٰتاکم (۱۲)

اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے

نیز ارشاد ہے:

وما لکم ان لا تنفقوا فی سبیل الله و لله میراث السمٰوٰت والارض (۱۳)

تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کا حقیقی مالک اللہ ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے انتہائی کرم نوازی اور کمالِ شفقت کے باعث اس مال کی اضافت بندے کی طرف کردی ہے اور اسے اس کا مالک گردان کر اس سے صدقات کا طلب گار ہے:

جیسے ارشاد ہے:

من ذی الذی یقرض اللہ قرضاحسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ (۱۴)

گویا اللہ تعالیٰ بندے کے ایثار کی قدر کرتے ہوئے اس قربان شدہ مال کو اپنے ذمے قرض قرار دیتا ہے اور وعدہ فرماتا ہے کہ بندے کا یہ قرض وہ کئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا۔

صحابہ کرامؓ کے خرچ کرنے کا والہانہ انداز

صحابہ کرامؓ کی برگزیدہ جماعت جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا اور دنیا کی متاع کے مقابلہ میں آخرت کی ابدالآباد نعمتوں کا استحضار اور یقین ان کو پورا پورا حاصل تھا۔ جب ان کے علم میں یہ بات آئی کہ اس دنیا میں اللہ کے راستے میں خرچ کئے ہوئے ایک ایک پیسہ کا بدلہ آخرت میں بے حد و بے حساب ملے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے مالوں اور جانوں کو جنت کے بدلے خرید چکا ہے تو انہوں نے ایثار و قربانی کے وہ جوہر دکھائے کہ رہتی دنیا تک تعجب اور حیرت کا سامان ہیں غزوہ تبوک کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پورے گھر میں جھاڑو پھیر دینا اور حضرت عمرؓ کا آدھا مال حاضر کرنا ایثار و قربانی کی بلند ترین مثال ہے۔

دینی مشاغل کی کثرت اور معاشی ذرائع کے فقدان کے باعث خود رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ فاقہ سے رہتے۔ ایک بار دربارِ رسالت کے ایک مہمان کو حضرت ابوطلحہؓ اپنے گھر لے گئے۔ معلوم ہوا کہ صرف بچوں کے لئے معمولی مقدار میں کھجوریں موجود ہیں۔ ابوطلحہؓ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو بہلا کر سُلا دو اور چراغ کو درست کرنے کے بہانے بجھا دو۔ اس طرح مہمان سیر ہو جائے گا اور ہمارا فاقہ اس پر عیاں نہ ہوگا۔ صبح کو دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو اس صحابی کے بارے میں وحی کے ذریعے ابدی ستائش کا نقش ثبت ہو چکا تھا کہ ویوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بہم خصاصۃ (۱۵) صاحبِ اولاد لوگ جان سکتے ہیں کہ خود بھوکا پیاسا رہنا تو گوارا ہو سکتا ہے مگر چھوٹے بچوں کے منہ کا نوالہ چھیننا اور اس سے ایک مہمان کی مہمان نوازی کرنا بڑے دل گردہ کی بات ہے۔

جنگِ بدر کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے رائے طلب کی کہ باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یا اندرونِ شہر رہ کر لڑا جائے۔ دراصل ہجرت کے بعد انصار نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ وہ اپنے گھروں میں رہ کر آپ ﷺ کی حمایت و نصرت کریں گے۔ حضرت سعد بن معاذؓ سمجھ گئے انہوں کھڑے ہو کر عرض کیا:

''شاید حضورﷺ کو اس کا خیال ہے کہ انصار نے صرف اپنے دیار میں حضور کی نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ میں
ہمار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جہاں چاہیں سفر فرمائیں جس سے چاہیں رشتہ جوڑیں جس سے چاہیں قطع تعلق
رلیں ہمارے مالوں میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں چھوڑ دیں جو آپ لے لیں گے وہ ہمیں چھوڑے ہوئے
ں سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوگا جو آپ حکم فرمائیں گے وہمیں بسر وچشم قبول ہوگا۔ خدا کی قسم! اگر آپ ''برک غمدان''
ب جانا چاہیں گے تو ہم
پ کے ساتھ چلیں گے اور خدا کی قسم! اگر آپ سمندر میں جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں کود
ئیں گے''(۱۶)

زکوۃ کے بنیادی مصالح اور فوائد

زکوۃ کو عموماً ایک مذہبی ٹیکس سمجھا جاتا ہے اور جدید روشنی سے متاثر مذہبی سکالرز اس کا عام ٹیکسوں سے موازنہ
کر کے ایک کم اور آسان ٹیکس کے طور پر تعارف کراتے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ زکوۃ بنیادی طور پر عبادت
ہے اور اس کے مالی و معاشی فوائد کے علاوہ بعض روحانی فوائد بھی ہیں جن کا تعلق زکوۃ دینے والے کی اپنی ذات سے ہے
اس کے علاوہ اس کے ساتھ بہت سی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حکمتیں وابستہ ہیں۔ جن کا ذیل میں مختصراً ذکر کیا جاتا
ہے۔

۱۔ تزکیہ نفس

زکوۃ کو اگر عبادت سمجھ کر رضائے خداوندی اور معاشرے کے تنگ دستوں کی معاشی حالت کو سنبھالا دینے کی
نیت سے ادا کیا جائے تو اس کا پہلا اور فائدہ زکوۃ دینے والے کو ملتا ہے اور وہ ہے تزکیہ نفس۔ جو انسان زکوۃ ادا کرتا ہے
ایک طرف وہ اپنے مال کو پاک کر لیتا ہے تو دوسری طرف اپنے دل کو بھی دولت کی ہوس اور لالچ سے پاک کر دیتا ہے
قرآن پاک میں زکوۃ کی یہی حکمت بیان کی گئی ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها (۱۷)

یعنی آپ ان کے مال میں سے زکوۃ وصول کر لیا کریں اس سے ان کے اموال ظاہرہ بھی پاک ہونگے اور ان
کے باطن کو بھی پاکیزگی میسر آئے گی۔

ادائیگی زکوۃ انسان کے غرور و انانیت کو توڑ کر اس میں عجز و انکساری پیدا کرتی ہے کیونکہ اس کے دل میں یہ
بات بیٹھ جاتی ہے کہ یہ مال دراصل اللہ تعالیٰ کا ہے جو مجھے امانت کے طور پر دیا گیا ہے۔ مجھے اس کے استعمال پر کھلا

تصرف حاصل نہیں ہے اور یہ کہ مجھ سے اس کا حساب و کتاب لیا جائے گا۔

۲۔غریبوں اور محتاجوں کی امداد کی عملی تدابیر

معاشرہ میں ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو مالی وسائل اور معاشی ذرائع کے فقدان کے باعث تنگ دستی سے گذر بسر کرتے ہیں۔ان میں کچھ بوڑھے، بیمار، بے سہارا، بیوہ عورتیں اور یتیم بچے ہوتے ہیں جو کسبِ معاش کے قابل نہیں ہوتے یا بعض وہ افراد جو کسبِ معاش کے طور طریقوں جانتے اور مال جمع کرنے کا انتظام کر سکتے ہیں مگر وہ دینی یا ملی خدمت میں اس قدر ہمہ تن مصروف ہوتے ہیں کہ انہیں کمانے کا موقع ہاتھ نہیں آتا۔ایسے افراد کی ضروریات کی تکفیل جہاں انسانی ہمدردی کا عملی مظاہرہ ہے وہاں ملک و ملت کی خدمت کا بڑا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

۳۔سوال اور گداگری کی روک تھام

انسان پر بعض اوقات ناگہانی مشکل حالات آتے ہیں، جن میں وہ پائی پائی کا محتاج ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں جہاں اضطراری حالت میں اُسے دستِ سوال پھیلانے کی محدود اجازت ہے وہاں اہلِ اسلام کو حکم ہے کہ اس کے دستِ سوال دراز کرنے سے پہلے ہی اس کی خبر لینی چاہیئے اور اسے سوال کی ذلت سے بچانا چاہیئے۔زکوٰۃ اس مد میں بہترین کردار ادا کرتی ہے۔جس سے ایک طرف تنگ دستوں کی اعانت کی جاسکتی ہے تو دوسری طرف بعض ان لوگوں کے لئے جو سوال اور گداگری کو پیشے کے طور پر اختیار کرتے ہیں، مستقل طور پر کوئی ذریعہ معاش بنا کر ان کو اِس قبیح عمل سے بچایا جا سکتا ہے۔

۴۔امراء کی بیماریوں کا علاج

معاشرہ میں دولت کی حیثیت وہی ہے جو انسانی جسم میں خون کی ہے۔اگر یہ سارا خون دل یعنی (مال دار طبقہ) میں جمع ہو جائے تو پورے اعضاء جسم (یعنی عوام) کو مفلوج کر دینے کے ساتھ ساتھ خود دل کے لئے بھی مضر ثابت ہوگا۔اگر ایک مفلس طبقہ ناداری کے مصائب سے دوچار ہوگا تو دوسری طرف صاحبِ ثروت طبقہ دولت کی فراوانی سے ہونے والے اخلاقی اور روحانی امراض مثلاً عیاشی، آرام کوشی اور فکرِ آخرت سے غفلت شعاری کا شکار ہو جائے گا۔ظاہر ہے ایسی صورت میں ان دونوں طبقوں میں حسد اور حقارت کے علاوہ کوئی رشتہ باقی نہ رہے گا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ کشیدگی بڑھتی جائے گی اور کسی نہ کسی وقت ضرور رنگ لا کر رہے گی۔زکوٰۃ ان مذکورہ بیماریوں کا شافی علاج اور اس صورتِ حال کا بہترین حل ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے تقسیم دولت کے باب میں فرمایا ہے: كي لا يكون دولة بين الاغنياء منكم (۱۸) یعنی تقسیم دولت کا یہ نظام اسی لئے ہی قائم کیا گیا ہے تاکہ دولت صرف مال داروں ہی کے پاس نہ رہے

غرباء میں بھی گردش کرتی رہے۔

۵۔سودی نظام کا تدارک

سودی نظامِ معیشت میں محنت کو مقابلہ میں چونکہ سرمایہ کی افادیت کہیں زیادہ ہے۔اس لئے محنت کش اور کارکن طبقہ مسلسل غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور سرمایہ دار طبقہ مختلف طریقوں سے اس طبقے کی دولت ہتھیاتا چلا جاتا ہے۔اس سے معاشی نظام مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔زکوٰۃ اس صورت حال کا بہترین حل ہے۔نظام زکوٰۃ کے ذریعے دولت کا ایک دھارا امیر طبقے سے غریب طبقے کی جانب بھی مڑ جاتا ہے جس سے غریب لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

اس حقیقت کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

یمحق اللہ الربوٰ و یربی الصدقات(۱۹)

اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کے مال کو بڑھاتا ہے۔

۶۔اشتراکیت کا سدِّ باب

اشتراکیت میں سارے وسائل پر حکومت کا قبضہ ہوتا ہے اور عوام کو بے وقوف گردان کر محض روٹی، کپڑے اور مکان کے خوشنما مگر تشنہ تکمیل نعروں پر ٹرخایا جاتا ہے۔پہلے عرض کیا گیا کہ مال کی حیثیت ایسی ہے جیسے انسانی بدن میں کون کی۔لہذا مال چاہے صاحبِ ثروت لوگوں کے پاس جمع ہو جائے یا اس کے وسائل اربابِ حکومت کے پاس مرتکز ہو جائیں اور اس کے بالمقابل عوام کو مسائل کی بھٹی میں جھونک دیا جائے تو بالآخر حکومت اور عوام، مال دار اور غریب اور آجر و مزدور کے درمیان نفرت و حقارت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہو گا اور جنگ و جدل کا بازار گرم ہو گا اسلام نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے بیت المال کا نظام قائم کیا ہے تاکہ غریبوں اور محتاجوں کی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، لباس، علاج اور تعلیم وغیرہ کا بندوبست ہو سکے اور اس ضمن میں معاشرے میں کسی فرد کی کوئی تکلیف اور شکایت باقی نہ رہے۔

مصارفِ زکوٰۃ۔کفالتِ عامہ کا ہمہ گیر نظام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے ہیں۔ارشاد ہے:

انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم و فی الرقاب

والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضۃ من اللہ ط واللہ علیم حکیمo (۲۰)

''زکوٰۃ حق ہے فقیروں کا اور مسکینوں کا اور زکوٰۃ کے شعبوں میں کام کرنے والوں کا اور جن کے دل اسلام پر جمانا مقصود ہوں اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو قرضوں میں گھر چکے ہوں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں پر خرچ ہو، اللہ کا مقرر کردہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

یہ آٹھوں مصارف نیکی، بھلائی اور خیر و فلاح کی تمام قسموں اور صورتوں کا جامع ہے۔ چنانچہ فقیر وہ ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کا باعث مدد کا محتاج ہو (۲۱) اور مسکین بقول حضرت عمرؓ وہ شخص ہے جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع ہاتھ نہ پاتا ہو (۲۲) چنانچہ بوڑھے، بیمار، اندھے، لولے لنگڑے، مفلوج، کوڑھی وغیرہ افراد یا وہ جو محنت کر سکتے ہیں مگر سرِ دست دین و ملت کی کسی ایسی ضروری خدمت میں مصروف ہیں کہ اپنی روزی کمانے کی فرصت نہیں پاتے اس میں مبلغین،، مذہبی معلمین اور بالغ طالب علم داخل ہیں۔ عاملین سے زکوٰۃ کی وصولی پر لگایا گیا عملہ سے مراد ہے ان کی تنخواہوں اور ضروریات پر زکوٰۃ کی رقم خرچ ہو سکتی ہے۔ مولفۃ القلوب سے مراد وہ نومسلم ہیں جن کی مدد کر کے ان کا دل اسلام پر جمانا مقصود ہو۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ غلبۂ اسلام کی وجہ سے یہ مصرف ساقط ہو چکا ہے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ کا طرزِ عمل تھا مگر قاضی ابو بکر ابن العربی کی رائے ہے کہ اگر اسلام کو غلبہ و اقتدار حاصل ہو تو یہ مد ساقط شمار کی جائے گی اور اگر کسی خطہ میں اسلام کمزور ہو تو وہاں مولفۃ القلوب پر زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔ (۲۳) وفی الرقاب گردنیں چھڑانا یعنی غلاموں کی آزادی میں مدد دینا۔ زکوٰۃ کے مصارف میں اس کے لئے مد خاص کرنے سے دُنیا سے عملاً غلامی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ نیز وہ مسلمان جو جنگ کے دوران کافروں کے ہاتھوں قید ہو گئے ہوں ان کا فدیہ بھی اس مد میں دیا جا سکتا ہے۔ والغارمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوں یا جنہوں نے دوسروں لوگوں اور قبیلوں میں مصالحت کرانے کے لئے کسی مالی ضمانت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہو۔ یہ مال ضمانت ایک قومی نظام کی حیثیت سے اسلامی حکومت کے بیت المال اسے ادا کی جا سکتی ہے (۲۴) وفی سبیل اللہ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے جو ہر قسم کے نیک کام کو شامل ہے اس نیک کام میں مشغول مسلمان کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے خصوصاً حج اور زکوٰۃ کے موقع پر حجاج اور مجاہدین کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے (۲۵) ابن السبیل، زکوٰۃ کی مد مسافروں کی خیر خبر اور فلاح و بہبود کے ساتھ خاص ہے۔

زکوٰۃ کے مذکورہ بالا مصارف ہشت گانہ کو سامنے رکھ کر، اگر سوچا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ بنیادی ضروریات اور مسلمانوں کی روزمرہ حاجات کی کفالت عامہ کا ایسا منظم اور احسن بندوبست کیا گیا ہے جس پر اگر اجتماعی طور پر اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ عمل کیا جائے تو یہ مسلمانوں کے اجتماعی نظام معیشت کے استحکام کا جامع و اکمل ذریعہ ہو اور کوئی حاجت مند اس سے بے بہرہ نہ رہ سکے۔

کفالتِ عامہ کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات کی ضرورت

قرآن وسنت میں غور کریں تو مختلف قسم کے لوگوں اور مختلف مواقع پر مسلمان کو اپنا مال خرچ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔کہیں ذوی القربیٰ (رشتہ داروں) کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے گویا ایک آدمی کی کمائی پر اس کی اپنی ذات کے سوا اس کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ چنانچہ اگر کسی خاندان کے صاحبِ حیثیت لوگ اس اصول پر عمل کریں تو پورے خاندان کے مفلس اور نادار افراد کے مالی مسائل حل ہوں اور اس اصول کو پورے معاشرے میں اگر وسعت دیں تو شاید کوئی فرد مفلوک الحال باقی نہ رہے۔

اسی طرح قرآن مجید آدمی کی دولت پر اس کے ہمسایوں کا حق بھی عائد کرتا ہے یعنی ہر محلے اور گلی میں جو لوگ نسبتاً خوش حال ہوں وہ ان لوگوں کو معاشی حالت بہتر بنانے میں مدد دیں جو نسبتاً بدحال اور اعانت کے محتاج ہوں۔

ان دو ذمہ داریوں کے بعد قرآن مجید ہر کھاتے پیتے آدمی پر یہ ذمہ ڈالتا ہے کہ وہ اپنی ممکنہ حد تک ہر اُس شخص کی مدد کرے جو مدد مانگے یا مدد کا محتاج ہو۔ارشاد ہے: **وفی اموال حق للسائل و المحروم (۲۶)**

گویا اسلام پورے معاشرے سے فقر و احتیاج کا سدِ باب چاہتا ہے۔اب یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے وہ یہ کہ صرف زکوٰۃ یعنی اڑھائی فی صد سالانہ اور وہ بھی صرف صاحبِ حیثیت لوگوں کی! پورے معاشرے کے فقر و احتیاج کا سدِ باب کیسے کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کے لئے مزید تعاون اور صدقات وخیرات کی ضرورت ہوگی۔ جیسے فرض نماز کی ادائیگی سے سنن اور نوافل سے انسان مستغنی نہیں ہو سکتا اور کسی وقت ذکر و تلاوت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان دوسرے اوقات میں خدا کو بھول جائے۔ بالکل اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کا یہ جذبہ ہمہ وقت مسلمان میں موجود اور موجزن رہنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ مال دار لوگوں پر جتنی فرض کی گئی ہے وہ اتنا ہی خدا کی راہ میں صرف کریں اور اس کے بعد کوئی ضرورت مند آئے تو اسے جھڑک دیں یا دین کی کسی مالی خدمت کا موقع آئے تو کہہ دے کہ ہم تو زکوٰۃ دے چکے ہیں۔ زکوٰۃ جو فرض کی گئی ہے وہ صدقات کی کم از کم مقدار ہے۔ اور اس سے مراد اسلام کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں انفاق فی سبیل اللہ کا بیج بونا ہے۔ اسلام کا مقصود یہ کہ مسلمان زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات وخیرات پر ہمہ وقت کمربستہ رہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ **انّ فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ** یعنی انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں اور محتاجوں کا حق ہے۔ چنانچہ اگر انسان کے اندر قرآن وسنت کی ہدایات کے مطابق انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ موجزن رہے تو معاشرے میں کوئی مفلوک الحال باقی نہ رہے اور اس طرح کفالتِ عامہ کا فطری نظام بہ سہولت معاشرہ میں جاری وساری ہو۔ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں جب یہ نظام پوری آب وتاب سے جاری تھا تو ایک دور ایسا تھا کہ لوگوں کے گھروں میں سونے اور چاندی کے ڈھیر لگ گئے تھے اور زکوٰۃ کا مستحق کہیں ڈھونڈے نہیں ملتا تھا (۲۷)

زکوٰۃ اور معاشی بہبود کے ادارے

مصارفِ زکوٰۃ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی کہ زکوٰۃ فقیروں، تنگ دستوں اور محتاجوں کا حق ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو دین وملت کی خدمت مثلاً تبلیغ وتدریس یا جہاد جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہوں، زکوٰۃ کے مال سے ان کی اعانت کی جاسکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس سے اداروں کو مستفید کیا جاسکتا ہے یا کیا اس سے مسجد، سکول یا ہسپتال وغیرہ جیسی رفاہی اور عمومی خدمت کے ادارے یا غریبوں کی بہبود کے لئے کوئی کارخانہ قائم کیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک اداروں کے اندر افراد کا تعلق ہے مثلاً کسی مسجد کے اندر دینی کاموں پر مامور عملہ ہے یا کسی دینی مدرسہ میں طالب علم ہیں یا ہسپتال میں مریض ہیں ان کو دوا اور علاج کی ضرورت ہے یا کائی یتیم خانہ ادارہ برائے بحالی معذوراں ہے تو بے شک ان اداروں کیا افراد پر براہر است انفرادی یا اجتماعی طور پر زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے مگر جہاں تک ان اداروں کی تعمیر اور قیام کا مسئلہ ہے تو اس کی اجازت زکوٰۃ کی رقم سے نہیں دی جاسکتی کیونکہ ایک تو شرعی لحاظ سے زکوٰۃ میں تملیک (کسی حاجت مند مسلمان کو مالک بنانا) شرط ہے اور کوئی عمارت (مثلاً مسجد، مدرسہ، ہسپتال) مالک بننے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ دوسرے زکوٰۃ دراصل اس غرض کے لئے ہے کہ معاشرے میں کوئی شخص اپنی لازمی ضروریات مثلاً غذا، لباس، مکان اور بچوں کی تعلیم وغیرہ سے محروم نہ رہنے پائے اور ہم اپنے معاشرے کے ان تمام لوگوں کی معاشی ضروریات فراہم کریں جو یا تو اپنی معاشی جدوجہد کرنے کو قابل ہی نہ ہوں یا عارضی طور پر بے روزگار ہو گئے ہوں یا ذرائع کی کمی کے باعث اپنی روزی ہی کمانے کی کوشش نہ کر سکتے ہوں اور کچھ مدد پاکر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں یا کسی نقصان کے چکر میں آگئے ہوں۔ زکوٰۃ اس طرح کے لوگوں کی دست گیری کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ عام معاشی ترقی کے لئے آپ کو دوسرے ذرائع تلاش کرنا ہوں گے۔

اسلامی نظامِ معیشت کے لئے بیت المال کا قیام ناگزیر ہے

قرآن پاک میں بار بار نماز کے ساتھ زکوٰۃ کیا دائیگی کا حکم آیا ہے۔ نماز اگر بدنی اور روحانی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی اور مادی عبادت ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم بار بار ایک ساتھ کیوں آیا ہے؟ سو حقیقت ہے کہ یہ دونوں عبادات اجتمائی طریقے سے ادا کرنے کی ہے۔ نماز کے باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے بڑی نماز عید کے دن عیدگاہ میں ادا کی جاتی ہے اُسے مسلمانوں کے امیر یا سلطان کی اقتداء میں ادا کرنا سنتِ نبوی اور سنتِ اسلاف ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں جمعہ یا جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز کی ادائیگی ہے جو مقامی امام وخطیب کے پیچھے ادا کی جاتی ہے اور تیسرے درجے میں منفرد کی نماز ہے جو اکیلے ادا کی جاتی ہے۔ بالکل یہی نظام زکوٰۃ میں رائج ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہے تو وہ بیت المال قائم کرے گی اور اس میں تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ وصدقت وعطیات

وغیرہ جمع کرے گی جو اجتماعی طور پر مفاد عامہ میں تقسیم ہوگی۔ دوسرے درجے میں اگر کسی ملک یا علاقہ میں اسلامی حکومت نہیں ہے تو وہاں مسلمان اپنے علماء و صلحاء کی نگرانی میں کوئی کمیٹی تشکیل دے کر زکوٰۃ جمع کریں گے اور یہ اجتماعی مفاد میں مقررہ مصارف پر خرچ کی جائے گی اور تیسری صورت میں
اگر یہ دونوں نہ ہوں تو مسلمان انفرادی حیثیت سے زکوٰۃ کسی مستحق کو ادا کریں گے۔ اس سلسلے میں مشہور عالم و محقق مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی کتاب ''ارکانِ اربعہ'' میں رقم طراز ہیں:

''جس طرح نماز کا مزاج اور شرعی حیثیت یہ کہ اس کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے اسی طرح زکوٰۃ کا مزاج اور شرعی حیثیت یہ ہے کہ وہ پہلے بیت المال میں جمع کی جاوے اور ان خلفاء و امراء کے سپرد کی جائے جو اس کے منتظم اور ذمہ دار ہیں'' (۲۹)

قرآن مجید میں اس بات کو اسلامی حکومت کے بنیادی مقاصد میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو اجتماعی طور پر قائم کرے۔

ارشاد ہوتا ہے:

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ ومروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ط وللہ عاقبۃ الامور (۳۰)

نیز ارشاد ہے:

وعداللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم طولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ط ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً ط یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ط ومن کفر بعد ذلک فاولٰئک ھم الفاسقون o واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و اطیعوا الرسول لعلکم ترحمون o (۳۱)

نیز رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا:

ان اللہ افترض علیھم الصدقۃ فی اموالھم توخذ من اغنیائھم وترد فی فقرائھم (۳۲)

سید سلیمان ندویؒ نے سیرت النبی میں امیر جماعت کے ہاتھ زکوٰۃ جمع کرنے اور بیت المال کے ذریعہ تقسیم کرنے کی بڑی اچھی حکمت لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

''اسلام نے زکوٰۃ ادا کرنے کا صحیح طریقہ یہ مقرر کیا ہے کہ دینے والے خود کسی کو نہ دیں بلکہ وہ اس کو امیر جماعت کے بیت المال میں جمع کر دیں اور وہ امیر حسبِ ضرورت مستحقین کو بانٹ دے تا کہ اس طرح غریب لینے والے مگر شریف مسلمان ذاتی طور پر کسی دوسرے شخص کا ممنون احسان بن کر اپنی ذلت محسوس نہ کرے اور دینے والے کو ذاتی طور پر کسی پر منت رکھنے کا موقع نہ ملے اور اس طرح پوری قوم کا اخلاقی معیار اپنی پوری بلندی پر قائم رہے، ساتھ ہی معذروں اور فقراء کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کی رسوائی اور ہر ضرورت کے لئے ایک ایک پیسہ کی بھیک جمع کرنے کی ذلت سے بچا جائے''۔(۳۳)

مولانا مودودیؒ ''تقسیمِ دولت اور کفالتِ عامہ'' کے تحت بیت المال کے بارے میں لکھتے ہیں:

'' اس چیز کا نام زکوٰۃ ہے اور اس کے انتظام کی صورت جو اسلام نے تجویز کی ہے یہ کہ اسے جماعت کے مشترکہ خزانہ میں جمع کیا جائے اور خزانہ ان تمام لوگوں کی ضروریات کا کفیل بن جائے جو مدد کے حاجت مند ہیں''۔(۳۴)

وہ بیت المال کا فلسفہ اور حکمت بتاتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''اسلام زکوٰۃ اور بیت المال کے ذریعے سے ان ساری خرابیوں (انشورنس، فقر فاقہ، ارتکاز زر) کا استیصال کرتا ہے۔ بیت المال ہر وقت آپ کی پشت ہر ایک مددگار کی حیثیت سے موجود ہے۔ آپ کو فکر فردا کی ضرورت نہیں۔ جب آپ حاجتمند ہیں، بیت المال میں جائیے اور اپنا حق لے آیئے پھر بینک ڈپازٹ اور انشورنس پالیسی کی کیا ضرورت؟ آپ اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر باطمینان تمام دُنیا سے رخصت ہو سکتے ہیں۔ آپ کے پیچھے جماعت کا خزانہ ان کا کفیل ہے۔ بیماری، بڑھاپے، آفاتِ ارضی وسماوی ہر صورت میں بیت المال وہ دائمی مددگار ہے جس کی طرف آپ رجوع کر سکتے ہیں۔ سرمایہ دار آپ کو مجبور نہیں کر سکتا کہ آپ اس کی شرائط پر کام کرنا قبول کریں۔ بیت المال کی موجودگی میں آپ کے فاقے اور برہنگی اور بے مائیگی کا کوئی خطرہ نہیں۔ پھر یہ بیت المال سوسائٹی کے ان تمام لوگوں کو اشیاءِ ضرورت خریدنے کے قابل بنا دیتا ہے جو دولت پیدا کرنے کے بالکل نا قابل ہوں یا کم پیدا کر رہے ہوں اس طرح مال کی تیاری اور اس کی کھپت کا توازنِ پیہم قائم رہتا ہے''۔(۳۵)

آخری گزارش۔۔۔صرف زکوٰۃ نہیں۔۔۔پورا نظام

گزشتہ سطور سے یہ بات بہ وضاحت عیاں ہوگئی ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کی ادائیگی لازم ہے اس کے فوائد اور حکمتوں پر بھی بحث ہوئی اور اس کے اجتماعی طور پر جمع کرنے اور خرچ کرنے کے لئے بیت المال کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی۔ مگر یہ بات سمجھنے کی ہے کہ زکوٰۃ پورا اسلام نہیں بلکہ یہ اسلام کا ایک رکن اور جزو ہے۔ عالمِ انسانیت کو فلاح و بہبود کا پورا نظام دینے اور یہود و نصاریٰ کے استبداد یا ور ظالمانہ نظام سے عملاً چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے پوری شریعتِ اسلامیہ کو بحیثیتِ مجموعی نافذ کرنا ہوگا۔ صرف نظامِ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے قائم کرنے سے بات نہیں بنے گی ۔ ورنہ اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص پشاور سے لاہور کا سفر ایک آرام دہ بس میں کرتا ہے اور لاہور پہنچنے پر اس گاڑی کی ایک سیٹ مارکیٹ سے خرید لیتا ہے کہ اس پر بیٹھ کر واپس جاؤں گا۔ واپس پہنچنے پر اسے ویسی ہی مکمل بس، اس میں تیل، ایک ڈرائیور اور صحیح سمت کے تعین جیسی ضروری باتوں کو اختیار کرنا پڑے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا فلاحی نظام جب مکمل طور پر پورے آب و تاب کے ساتھ قائم ہوگا تو یہ دُنیا کے تمام سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تمدنی طریقوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا اور ایسی برکات کا نزول ہوگا جس سے انسانیت سیراب و شاداب ہوکر رہے گی اور یہی خدا کا وعدہ ہے۔ لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم ط یعنی آسمانی نظام کے قیام سے انسانیت آسمانی برکات سے بھی مستفید ہوگی اور زمینی نعمتوں کے خزانے بھی ان پر کھول دیئے جائیں گے۔

اللھم ارزقنا ھذہ النعمة الجليلة فی حیاتنا۔۔۔

﴿حوالہ جات﴾

۱۔ گنگوہی، محمد حنیف: الصبح النوری شرح مختصر القدوری، طبع کراچی، ج۱، ص۲۰۲
۲۔ ایضاً
۳۔ المزمل: ۲۰
۴۔ المومنون: ۱۔۴
۵۔ حم السجدۃ: ۶۔۷
۶۔ الانبیاء: ۷۳
۷۔ مریم: ۵۵
۸۔ مریم: ۳۱
۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، حدیث اوّل
۱۰۔ ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ، طبع دھلی، ج۱، ص۳۶۹
۱۱۔ بخاری، ایضاً، کتاب الزکوٰۃ، الحدیث السادس
۱۲۔ النور: ۳۳
۱۳۔ الحدید: ۱۰
۱۴۔ البقرۃ: ۲۴۵
۱۵۔ الحشر: ۹
۱۶۔ ابن قیم: زاد المعاد، ج۱، ص۱۳۶۔۱۳۷
۱۷۔ التوبۃ: ۱۰۳
۱۸۔ الحشر: ۱۸
۱۹۔ البقرۃ: ۲۷۸
۲۰۔ التوبۃ: ۶۰
۲۱۔ ابن منظور، افریقی: لسان العرب، ج۵، ص۶۰
۲۲۔ امام جصاص: احکام القرآن، ج۳، ص۱۵۱
۲۳۔ ابن العربی: احکام القرآن، ص۳۸۵

۲۴۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، ج ۵، ص ۱۲۹

۲۵۔ الجصاص: احکام القرآن، ج ۳، ص ۵۶

۲۶۔ الذاریات: ۱۹

۲۷۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۶، ص ۴۵۱

۲۸۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید: معاشیات اسلام، ص ۱۶۰

۲۹۔ ندوی، ابوالحسن علی: ارکان اربعہ، طبع کراچی، ص ۲۰۵

۳۰۔ الحج: ۴۱

۳۱۔ النور: ۵۵، ۵۶

۳۲۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، حدیث اوّل

۳۳۔ ندوی، سید سلیمان: سیرت النبی ج ۵، ص ۱۳۱

۳۴۔ مودودی، ایضاً، ص ۶۱

۳۵۔ ایضاً، ص ۶۲

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

ایم نسیم خان ۔ مانسہرہ

حب دولت را فنا ساز د زکوٰۃ   ہم مساوات آشنا ساز د زکوٰۃ
دل ز حتیٰ تنفقوا محکم کند   زر فزاید الفتِ زر کم کند   (۱)

معیشت انسانی زندگی کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے۔ اسلام بحیثیت ضابطہ حیات اس شعبہ کے متعلق بھی اصول وضوابط اور احکامات عطا کرتا ہے۔ جب ان اصول وضوابط اور احکامات کی روشنی میں ہم اپنی معیشت کو تشکیل دیتے ہیں یا انتظام و انصرام کرتے ہیں تو اسلامی نظمِ معیشت (Islamic Economic Order) وجود میں آتا ہے۔ اس نظم کے اداروں (Institutions) میں سے ایک اہم ادارہ، زکوٰۃ ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے زکوٰۃ وصدقہ کے معانی ومفہوم کی وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ بحث کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

زکوٰۃ وصدقہ کے مفہوم کی وضاحت

''زکوٰۃ'' زکا کا مصدر ہے۔ جس کا ایک معنیٰ بڑھنا اور نشو نما پانا ہے جیسے کہا جاتا ہے، زکا الزرع یعنی کھیتی بڑھ گئی۔ چونکہ خدا کے نام پر مال دینے سے بڑھتا ہے۔ اس لئے سال تمام ہونے پر مال سے حصہ معین کو زکوٰۃ کہتے ہیں یا ''زکوٰۃ'' زکا، بمعنیٰ پاکی سے مشتق ہے۔ قال تعالیٰ خیر اًمنہ زکوٰۃ۔ چونکہ زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

لغت میں اس کے معنیٰ برکت کے بھی ہیں۔ یقال زکت البقعہ ای بورک فیھا۔ اس عمل کی تاثیر سے چونکہ مال میں برکت ہوتی ہے اس لئے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں (۲)

لسان العرب میں ہے: لغت میں زکوٰۃ کے اصل معنیٰ طہارت، نمو، برکت اور صلاح کے ہیں۔ قرآن وحدیث میں یہ لفظ ان سب معنوں میں استعمال ہوا ہے (۳)

امام راغب کے مطابق زکوٰۃ وہ حصہ ہے جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے۔اس کو زکوٰۃ اس
وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے مال میں برکت کی امید ہوتی ہے اور نفس پاکیزہ ہوتا ہے (۴)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کہتے ہیں: شریعت میں زکوٰۃ کا اطلاق مال کے اس مقررہ حصہ پر ہوتا ہے جسے اللہ نے مستحقین کے لئے فرض کیا ہے۔ نیز اس کا اطلاق اس حصہ کے نکالنے کے فعل پر بھی ہوتا ہے۔(۵)

فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ مسلمان فقیر کو مال کے اس حصے کا مالک بنا دینا ہے جس کو شریعت نے معین کیا ہے۔ بشرطیکہ وہ فقیر ہاشمی اور اس کا آزاد کردہ نہ ہو اور مالک بنانے والے کی منفعت ہر اعتبار سے منقطع ہو جائے اور یہ مالک بنانا بہ نیت تعمیل خداوندی ہو (۶)

شرعی زکوٰۃ کے لئے قرآن وسنت کی دوسری اصطلاح صدقہ ہے۔ ماوردیؒ کہتے ہیں: صدقہ زکوٰۃ کو کہتے ہیں اور زکوٰۃ کا دوسرا نام صدقہ ہے۔اسم مختلف ہیں لیکن مسمّٰی ایک ہی ہے۔(۷) امام راغب کہتے ہیں کہ صدقہ ہر وہ چیز ہے جو انسان اپنے مال سے قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور یہی معنیٰ زکوٰۃ کے ہیں۔مگر صدقہ اسے کہتے ہیں جو واجب نہ ہو اور زکوٰۃ وہ ہے جس کا دینا واجب ہو اور کبھی واجب کو بھی صدقہ سے موسوم کر دیا جاتا ہے جب کہ خیرات دینے والا اس سے صدق یعنی صلاح وتقویٰ کا قصد کرے۔قرآن میں ہے خذ من اموالهم صدقة اور انما الصدقات للفقراء (۸) قاضی ابوبکر ابن عربی کہتے ہیں کہ زکوٰۃ کو صدقہ اس لئے کہتے ہیں کہ صدقہ جو صدق سے ماخوذ ہے قول و اعتقاد میں یکسانیت اختیار کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے......اور صدقہ کو صدق سے اس طور مماثلت ہے کہ جس کو یقین ہو کہ دوبارہ اُٹھایا جانا برحق ہے اور دُنیا آخرت کے لئے پُل کی حیثیت رکھتی ہے وہ آخرت کے لئے عمل کرے گا اور اپنا مال آخرت کی کامیابی کے لئے خرچ کرے گا......صدقہ ایمان میں صادق ہونے اور یوم جزاء کی تصدیق کی دلیل ہے

اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: ''الصدقة برهان''۔

قرآن میں الزکوٰۃ کا لفظ (معرفہ) تیس مرتبہ آیا ہے۔ ان میں ۲۷ مرتبہ زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ ہوا ہے......ان تیس مقامات میں سے آٹھ مقامات مکی سورتوں میں ہے اور بقیہ مدنی صورتوں میں۔''صدقۃ'' یا ''صدقات'' کا لفظ قرآن میں بارہ مرتبہ آیا ہے اور یہ مقامات سب کے سب مدنی سورتوں میں ہیں (۹)

زکوٰۃ کی فرضیت اور اسلام میں اس کا مقام

زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رُکن ہے۔ایک پہلو سے یہ بھی ایک عبادت ہے اور دوسرے پہلو سے اسلام کے مالی واجتماعی نظام کا جز ہے۔ایک اعتبار سے اگر یہ تعلق مع اللہ اور اخروی نجات کا باعث بنتی ہے تو دوسرے

اعتبار سے معاشرہ کے محروم طبقات کی ناگزیر ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے۔

''جس نے طالبِ اجر بن کر زکوٰۃ ادا کی اس کو اجر ملے گا اور جس نے زکوٰۃ روک لی اس سے ہم زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور اس کا نصف مال بھی ضبط کرلیں گے کہ یہ اللہ کا حق ہے'' (۱۹)

اسلام نے طاقتور مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف قتال کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اگر وہ یہ کام کرتے ہیں تو اُن کا خون معصوم ہوگا بجز اسلام کے حق کے اور اُن کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا (۲۰)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کے منکر قبائل عرب کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا اور فرمایا: ''خدا کی قسم! میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا کیونکہ بلاشبہ مال کا حق زکوٰۃ ہے...... (۲۱)

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ قرآن، سنتِ متواترہ اور اجماعِ امت کی رو سے ضروریاتِ دین میں شامل ہے اور جو کوئی بھی اس کے وجوب سے انکار کرے گا وہ کفر کا مرتکب ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

زکوٰۃ کے وجوب اور اسلام میں اس کے مقام کے بعد زکوٰۃ کے اسلامی نظمِ معیشت میں کردار اور اہمیت پر روشنی ڈالیں گے۔

اجتماعی تکافل (SOCIAL SECURITY) اور زکوٰۃ

انسانی تاریخ شاہد ہے کہ فقر و فاقہ اور غربت و افلاس ہر دور میں انسانی سماج کا ایک مسئلہ رہا ہے۔ اس لئے ہر دور میں اس مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں مختلف لوگوں نے رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق تقریباً تمام انبیاء و رُسل نے غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے خاتمہ کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا (۲۳) ان انبیاء کے ہاں زکوٰۃ کی ادائیگی لازمی تھی یا زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا کوئی باقاعدہ انتظام تھا؟ اس کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے اس بارے میں بھی تکمیلی کارنامہ انجام دیا۔ اس نے زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا ایک باقاعدہ نظم قائم کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کے نصاب کا تعین کیا، مدتِ ادائیگی، اموالِ زکوٰۃ اور اُن کی شرحوں کا تعین اور سب سے بڑھ کر مصارفِ زکوٰۃ کا تعین و تحدید کر کے اجتماعی تکافل کے نظام کے قیام کی طرف راہ ہموار کی۔ کیونکہ یہ مصارف (Head of Expenditure) زیادہ تر غرباء، مساکین اور دوسرے مجبور و محروم طبقات معاشرہ سے متعلق ہیں۔

زکوٰۃ اور کفالتِ عامہ کے نظام کے باہمی تعلق پر مزید گفتگو سے پہلے، کفالت عامہ کے تصور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جے۔ایل ہینسن کفالت عامہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

Provision by the stste of assistance to people in need as a result of sikness, unemployment,or ol

age (23

اے۔ایس۔ہارن بائی سوشل سیکورٹی کی تعریف یوں کرتا ہے:

Government provision for helping people who are unemployed,ill,disable,etc(24)

ڈاکٹر نور محمد غفاری اسلامی نظام کفالت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''......اسلام کے نظام کفالت......کا مقصد اسلامی ریاست کے صاحب ثروت وصولت سے کچھ جائز طریقے سے لے کر اور غرباء اور معذورین سے کچھ نہ لے کر ریاست کے تمام شہریوں۔ باتمیز مسلم و کافر۔ کی تمام سماجی و معاشی حاجات کی کفالت، غیر متوقع حادثات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی کی ضمانت دینا ہے۔......اسلام جس قسم کا نظام انشورنس پیش کرتا ہے اس میں اوّلیت اس بات کو دی گئی ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شخص بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے......(۲۵)

کفالت عامہ کے نظام کے ذریعے اسلامی ریاست کن سہولیات فراہم کرنے کی پابند ہوگی۔اس کے متعلق شہاب الدین احمد الرملی لکھتے ہیں:

''......عوام کے لئے روٹی، کپڑے اور مکان اور اپاہجوں کی دیکھ بھال اور اسی قسم کی بنیادی ضروریات کا بندوبست کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے(۲۶)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اسلامی نظام کفالتِ عامہ پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''......اسلام نے یہ بات لازمی قرار دی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو کم از کم مندرجہ ذیل ضروریاتِ زندگی میسر ہونی چاہئیں: خورد و نوش، رہائش، گرمیوں اور سردیوں کا لباس، اگر وہ کسی فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس فن کی وہ کتابیں جن کی اس کو ضرورت ہو، اگر وہ کوئی دستی کام کرتا ہے تو اس کام کے ہتھیار و اوزار اور اگر وہ شادی کا خواہش مند ہو تو اس کی شادی کا انتظام......اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو اس کے مناسب حال وہ معیارِ زندگی میسر آسکے جو اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اس کے لئے مدد و معاون ہو......(۲۷)

قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت آدمؑ کو ان کی پیدائش کے وقت جن بنیادی ضروریات کی ضمانت دی گئی تھی وہ لباس، خوراک، پانی اور رہائش تھیں۔ارشادِ خداوندی ہے:

ان لک لا تجوع فیھا و لاتعریٰ و انک لا تظمنوا فیھا و لاتضحیٰ(۲۸)

''یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے''

حضور اکرم ﷺ کم از کم انسانی ضرورتیں جن میں سب شریک ہیں، کے متعلق فرمایا:

''تین چیزوں کے علاوہ اور کسی میں انسان کا کوئی حق نہیں :۱۔ رہنے کے لئے گھر۔۲۔ تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا۔۳۔ پانی وروٹی کا ٹکڑا (۲۹)

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس کو اللہ بزرگ و برتر نے حاکم بنایا ہے اور وہ لوگوں کی ضروریات واحتیاجات اور فقر سے بے پرواہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات واحتیاجات سے بے پرواہ ہو جائے گا (۳۰)

ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا:

''بادشاہ (حکومت) اس کا سر پرست ہے جس کا کوئی سر پرست نہیں (۳۱)

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اگر اللہ نے مجھے استطاعت دی تو ایسا نظام قائم کر جاؤں گا کہ صفا کی پہاڑیوں میں رہنے والا گڈریا بھی اجتماعی دولت سے اپنا حصہ وصول کرے (۳۲)

حضرت علیؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

''اللہ نے دولت مندوں پر فرض کیا ہے کہ اپنے مال کا اس قدر حصہ دے دیں جو مفلسوں کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ اگر وہ بھوکے اور ننگے رہیں اور دُکھ اٹھائیں تو اس کی وجہ دولت مندوں کا بخل ہوگا''۔ (۳۳)

حضرت عمرؓ کا دور معاشی کفالت کے حوالے سے سنہری دور تھا۔ آپؓ نے تمام مساکین وفقراء حتیٰ کہ غیر مسلموں کے روز ینے مقرر کئے ہوئے تھے۔ مدینہ اور دوسرے مقامات پر لنگر خانے قائم تھے۔ لاوارث بچوں کی کفالت کے لئے بیت المال سے رقم فراہم کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ نومولد بچوں کے لئے بھی وظیفہ دیا جاتا تھا۔ یتیموں کی کفالت اور ان کی جائیداد وغیرہ کا انتظام بھی حکومت کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ (۳۴)

اجتماعی تکافل کے نظام میں صحت کی سہولیات کی فراہمی بھی شامل ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر نہر کے کنارے خارشی بکری بھی اس حال میں چھوڑ دی جائے کہ اس پر (بطور علاج) تیل کی مالش نہ ہو تو ڈر ہے کہ قیامت کے دن عمر سے اس کی باز پرس ہوگی۔ (۳۵) اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو حکومت جانوروں کے علاج کے بارے میں فکر مند ہو وہ انسانوں کے بارے میں کس قدر ذمہ دار ہوگی۔

آنحضور ﷺ کا مفلس اور غریب خاندانوں اور ان کے اہل وعیال کے بارے میں فرمان ہے:

من ترک مالاً فلاهله ومن ترک ضیاعاً فالیّ یعنی جس نے مال چھوڑا وہ اس کے گھر والوں کے لئے ہے اور جس کو بے سہارا وہ میرے (یعنی رسول اللہ بحیثیت سربراہ حکومت) کے ذمہ ہے (۳۶)

ایک دوسری روایت میں ہے ''جس نے بوجھ (یعنی زیر کفالت افراد) کو چھوڑا وہ اللہ کے ذمہ ہے۔

بسا اوقات فرمایا: اللہ و رسول کے ذمہ ہے''۔(۳۷)

اجتماعی کفالت کے نظام میں تعلیم کی سہولت کی فراہمی بھی شامل ہے۔اس کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کے عملی اقدامات و تعلیمات میں اور خلفاء راشدین کے طرز عمل میں بھی ملتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ صُفہ کی اقامتی جامعہ میں طلباء کو نہ صرف مفت تعلیم کا بندبست کیا، بلکہان کے طعام، لباس اور رہائش کا بھی بندوبست کیا۔ آپ ﷺ نے تعلیم کے انتظام کے لئے مدینہ منورہ سے مختلف صحابہ کرامؓ کو بھی روانہ کیا(۳۸) آپ ﷺ نے سعد بن العاص ؓ کو لکھنا سکھانے کے لئے مقرر کیا(۳۹) حضرت عمرؓ کے زمانے میں میں قرآن کی ہمہ گیر تعلیم کا بندبست کیا گیا۔ خانہ بدوشوں کے لئے قرآن حکیم کی جبری تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔ آپؓ کے دور میں اساتذہ اور طلبہ کو بیت المال سے وظائف دیئے جاتے (۴۰) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دیہاتی علاقوں میں معلم مقرر کئے۔(۴۱)

معاشی کفالت کے متعلق بعض روایات میں شادی کے لئے مدد کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ابن ماجہ میں ہے: تین قسم کے آدمیوں کی مدد اللہ کے ذمہ ہے۔۱۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔۲۔مکاتب جو کتابت کی رقم ادا کرنا چاہتا ہے۔۳۔نکاح کرنے والا جو پاکیزہ زندگی گزارنا چاہتا ہے(۴۲) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گورنر حضرت زید بن عبدالرحمان کو لکھا کہ وہ ایسے غریب افراد کی مالی معاونت کریں جو غریب ہیں اور ازدواجی زندگی اختیار کرنا چاہتے ہیں(۴۳)

اسلام کا نظام کفالت عامہ مسافروں کے سفر کو آرام دہ اور منزل مقصود کو یقینی بنانے کے لئے اسلامی ریاست کو حکم دیتا ہے کہ وہ سرائیں تعمیر کرائے تا کہ مسافر وہاں بغیر کچھ خرچ کئے آرام کر سکیں۔حضرت عمرؓ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان سرائیں تعمیر کرائیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں بھی مسافروں کے لئے سرائیں تعمیر کرائی گئیں جہاں ان کو خوراک وغیرہ ملتی تھی(۴۴) حضرت عمرؓ نے ''دار الدقیق'' کے نام سے مسافروں کے لئے ایک مکان مخصوص کیا ہوا تھا جہاں انہیں ضرورت کی اشیاء آٹا اور ستُو وغیرہ رکھے ہوئے تھے(۴۵)

آج کل سویڈن وغیرہ فلاحی ریاستوں میں معذور افراد وغیرہ کے لئے خدمات کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اسلامی نظام میں یہ سہولیات صدیوں پہلے معذور افراد کو حاصل تھیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شام کے نابیناؤں اور دیگر معذورین کے لئے خدام مقرر کئے جو ان کی ضروریات کی فکر کرتے اور انہیں آرام پہنچاتے(۴۶)

قرآن کریم نے زکوٰۃ کی آٹھ مدات کا تعین کیا ہے۔آٹھ مدات یہ ہیں:

''صدقات تو درحقیقت i۔فقراء۔ ii۔مساکین۔ iii۔عاملین اور۔ iv۔مولفۃ القلوب کے لئے ہیں نیز۔v۔گردنیں چھڑانے (فی الرقاب)۔vi۔قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں۔ vii۔اللہ کی راہ میں اور

-viii-ابن السبیل پر خرچ کیے جائیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے (۴۷)

اب اجتماعی کفالت اور زکوٰۃ کے حوالے سے زکوٰۃ کی آٹھ مدات میں سے مد ا، دو، چھ اور آٹھ پر گفتگو کریں گے

فقراء و مساکین

فقراء و مساکین ایک ہی نوع کی دو صنفیں ہیں اور وہ نوع ہے حاجت مندان۔ احناف کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جو نصابِ زکوٰۃ سے کم کا مالک ہو اور مسکین وہ شخص جو کسی کا مالک نہ ہو۔

احناف کے نزدیک فقر و مسکنت کی وجہ سے زکوٰۃ کا مستحق:

۱۔ وہ مفلس ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یعنی مسکین

۲۔ وہ شخص ہے جس کے پاس گھر، گھریلو سامان اور فرنیچر جیسی ضرورت کی چیزیں ہوں خواہ ان کی قیمت کچھ ہو۔

۳۔ وہ اشخاص جن کے پاس نقدی اور اجناس و اموال کے نصاب سے کم ملکیت ہو۔

آئمہ ثلاثہ کے مطابق فقر و مسکنت نصاب کی عدمِ ملکیت پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار بقدرِ ضرورت ملکیت نہ ہونے پر ہے۔ اُن کے نزدیک مسکین وہ شخص جو کم و بیش نصف کفاف پاتا ہو اور فقیر وہ ہے جو نصف سے کم پاتا ہو۔ اس تعریف کی رو سے زکوٰۃ کے مستحق درج ذیل افراد ہیں:

۱۔ جس کے پاس مال نہ ہو اور نہ ہی جس کا کوئی ذریعہ معاش ہو۔

۲۔ جس کے مال یا ذریعہ معاش ہو، لیکن وہ نصف کفاف سے کم پاتا ہو

۳۔ جس کے پاس مال یا ذریعہ معاش ہو جس سے اس کے زیرِ کفالت افراد کی ضرورت کم و بیش نصف حد تک پوری ہوتی ہو (۴۸)

نبی اکرم ﷺ کی بعض احادیث میں تندرست و توانا اور غنی شخص کے لئے صدقہ لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ جسمانی قوت اور بدنی صلاحیت کے ساتھ کسبِ معاش کا ہونا بھی ضروری ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''جب کمانے والا کوئی روزگار نہ پائے تو اس کے لئے زکوٰۃ کا لینا جائز ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عاجز ہے''۔ (۴۹)

صغرسنی، بڑھاپا، بیماری وغیرہ یا کمانے کی قدرت رکھنے کے باوجود جائز اور موزوں ذریعہ معاش نہ پائے یا اس کی آمدنی اہل و عیال کے لئے کافی نہ ہوتی ہو تو ایسا شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے (۵۰)

کسی مفید علم کے لئے جو شخص خود کو فارغ کر لے اور اس کے لئے یہ ممکن نہ ہو کہ حصولِ معاش اور حصول علم دونوں کوششوں کو ایک ساتھ جاری نہ رکھ سکے تو ایسے شخص کی معاونت زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے۔طالب علم کی مدد اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کے علم کا فائدہ اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ پوری ملت کو پہنچتا ہے۔(۵۱)

امام نوویؒ کے مطابق کسی حاجت مند کو جو کوئی کاروبار یا کوئی اور کام کرنا جانتا ہو، زکوٰۃ کی مد سے اتنا دیا جائے کہ وہ اس سے کاروباری اشیاء یا آلاتِ حرفت خرید سکے اس طرح کاروبار کو ترقی دے کر پوری عمر کے لئے امداد سے مستغنی ہو جائے(۵۲)

مسلم ریاست اموالِ زکوٰۃ سے کارخانے، مکانات، تجارتی ادارے وغیرہ قائم کر سکتی ہے۔ان چیزوں کو غرباء کے لئے وقف کر دیا جائے اور اُن کو بیچنے یا ملکیت منتقل کرنے کا اختیار نہ ہو۔ان وسائل سے ہونے والی آمدنی کو غرباء کی ضرورتوں کی تکمیل پر خرچ کیا جائے(۵۳)

نکاح کرنے کے لئے زکوٰۃ سے امداد لی جا سکتی ہے اس کی تائید حضرت ابوھریرہؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق ایک صحابیؓ نے چار اوقیہ مہر کے عوض نکاح کیا اور زکوٰۃ سے مدد چاہی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اتنا نہیں دے سکتے البتہ ہم تمہیں (یعنی اس صحابیؓ کو) کسی فوجی مہم پر روانہ کریں جس میں تمہیں کچھ حصہ مل جائے(۵۴)

جو لوگ کسبِ معاش کے قابل نہ ہوں اُن کو سالانہ یا اگر اسراف کا ڈر ہو تو ماہانہ بنیادوں پر زکوٰۃ فنڈ سے امداد دی جا سکتی ہے۔اس میں اپاہج، اندھے، بوڑھے۔یتیم، بیوائیں، بے سہارا بچے وغیرہ شامل ہیں(۵۵)

حضرت عمرؓ تو مساکین سے اہل ذمہ کے حاجت مند مراد لیتے تھے اور زکوٰۃ سے اُن کی مدد کیا کرتے تھے(۵۶)

آج کل فقہاء حدیثِ معاذ کی بنیاد پر زکوٰۃ کی مد سے غیر مسلموں کو امداد دینے کے قائل نہیں ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ صرف نفلی صدقات و کفارات وغیرہ سے ان کی امداد کی جا سکتی ہے۔حدیثِ معاذؓ: تو خذ من اغنیائھم وترد علیٰ فقرائھم سے استدلال کے متعلق ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے انہوں (جمہور) نے جس بات کو ثابت کرنا چاہا ہے وہ غیر قطعی ہے کیونکہ حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ جس ملک کے اغنیاء سے لی جائے اس کے محتاجوں کو لوٹا دی جائے۔چنانچہ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنا جائز ہیں''۔(۵۷)

زکوٰۃ سے علمی کتب خریدی جا سکتی ہیں اور حنفی فقہاء محتاج طلبہ کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر میں زکوٰۃ کی منتقلی کو بلا کراہیت جائز قرار دیتے ہیں(۵۸)

زکوٰۃ علاج معالجہ پر بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔کیونکہ علاج بھی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔حدیث میں اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔لہٰذا اگر مسلم معاشرہ اپنے کسی فرد کو

اس حال میں چھوڑتا ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں کرتا تو یہ بے یار و مددگار چھوڑنے ہی کے مترادف ہوگا۔(۵۹)

مولانا مناظر احسن گیلانی ''الفقراء'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جو لوگ اتفاقی حالات کی وجہ سے معاشی ذرائع سے محروم ہو گئے ہوں وہ ''الفقراء'' ہیں مثلاً ناگہانی طور پر کسی پر بیماری کا حملہ ہوا اور علاج معالجہ میں کسی کا سارا سرمایہ ختم ہو جائے یا بیوپار اور کھیتی میں اُسے نقصان پہنچا ہو یا اسی قسم کے دوسرے حوادث کا شکار ہو گئے ہوں، جیسے رسول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کا حال تھا جو مہاجرین بن کر مدینہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اسی لیءقرآن مجید میں ''مہاجرین'' کے ساتھ ''فقراء'' کی صفت کا استعمال کیا گیا ہے(۶۰)

مختصر یہ کہ فقراء و مساکین کی مد سے نہ صرف حاجت مندوں کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کا انتظام کیا جاسکتا ہے بلکہ اُن کی بحالی اور روزگار کے سلسلہ میں بھی مدد کی جاسکتی ہے۔ حاجت مندوں میں معذور، اپاہج، بے روزگار، کثیر العیال، طالب علم، یتیم، بیوائیں اور غرباء وغیرہ شامل ہیں۔

ب۔ الغارمین

غارمین، غارم کی جمع ہے جس کی معنی مدیون یعنی قرض دار کے ہیں۔ صاحبِ ہدایہ کے الفاظ میں ''غارم وہ شخص ہے

جس پر قرضہ ہو اور وہ اپنے قرضہ سے فاضل نصاب کا مالک نہ ہو یعنی مال بقدرِ قرضہ ہو یا اس کا قرضہ لوگوں پر ہو جس کو وصول نہ کر سکتا ہو اور اس کے علاوہ نصاب نہ ہو(۶۱)

امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک غارمین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ذاتی غرض سے مقروض ہو گیا ہو اور دوسرا وہ جو اجتماعی غرض سے مقروض ہو گیا ہو(۶۲)

قسم اوّل:

وہ قرض دار جس نے اپنی ناگزیر ضروریات مثلاً گھر کے اخراجات، لباس، شادی، تعمیر مکان، اولاد کی شادی کسی نقصان کی تلافی جو غلطی سے ہو گیا ہو، کے لئے قرض لیا ہو۔ ایسے قرض دار کے لئے شرط یہ ہے کہ اس نے اخراجات میں اسراف کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ اس قسم کی ذیل میں اتفاقی حادثات کا شکار ہو کر مقروض ہو جانے والے لوگ بھی شامل ہیں مثلاً زلزلہ یا کوئی اور ناگہانی مصیبت۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی اس مصرف کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''یہ مصرف حوادث کے سلسلہ میں اجتماعی بیمہ (Social Indurance) کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کا رائج کردہ انشورنس کا یہ طریقہ جس کی شکل نظام زکوٰۃ کی ہے دورِ حاضر کی انشورنس کے مقابلہ میں کہیں فائق تر، اکمل اور جامع ہے''۔(۶۳)

قسم دوم:

اس قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو نزاعاتِ مالی میں صلح کراتے ہوئے کسی فریق کو ادائیگی کی ضمانت دے دیں ۔ایسے لوگوں کی بھی زکوٰۃ کی مد سے مدد کر کے اُسے زیرِ بار ہونے سے بچایا جاسکتا ہے تاکہ اس کے عزائم پست نہ ہوں۔ اسی ذیل میں وہ مقروض بھی شامل ہیں جو اجتماعی رفاہی کاموں مثلاً یتیم خانہ، ہسپتال، مسجد، مدرسہ وغیرہ کی تعمیر کی وجہ سے مقروض ہو گئے ہوں تو ایسے لوگوں کے قرضے بھی زکوٰۃ فنڈ سے ادا کئے جاسکتے ہیں (۶۴)

قرطبیؒ کہتے ہیں ہمارے علماء نیز دیگر علماء کو کہنا ہے کہ اس مد سے میت کا قرضہ ادا کیا جاسکتا ہے کیونکہ میت غارمین میں سے ہے۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔اس رائے کی تائید اس حدیثِ نبوی ﷺ سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے میت کے قرض کی کو خود اُٹھایا ہے (۶۵)

ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق زکوٰۃ فنڈ سے قرضِ حسنہ دیا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے اس لفظ غارمین سے استنباط کر کے ایک نئی چیز آتی ہے وہ سرکاری خزانہ سے لوگوں کی امداد نہیں بلکہ قرض دینا ہے (۶۶) اس سلسلے میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:''

> ''ہمارے خیال میں قیاس صحیح اور زکوٰۃ کے عام مقاصد اس بات کی تائید میں ہیں کہ غارمین کی مد سے حاجت مندوں کو قرض دیا جائے۔اس کا باقاعدہ نظم ہونا چاہیئے اور اس کے مخصوص فنڈ قائم کیا جانا چاہیئے۔اسی صورت میں زکوٰۃ عملاً سود کا مقابلہ کر سکتی ہے اور اسی طرح 'سودی' فوائد کا خاتمہ ہوسکتا ہے''۔(۶۷)

ج۔ابن السبیل

ابن السبیل سے مراد مسافر ہے جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو سفر کرتا ہے۔ابن زید کہتے ہیں کہ ابن السبیل سے مراد مسافر ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔اگر اس کے خرچ کی پونجی کسی حادثہ کی زد میں آ گئی ہو یا گم ہو گئی ہو یا وہ خالی ہاتھ ہو تو اس کا حق واجب ہے (۶۸)

قرآن و حدیث میں سفر، سیر و سیاحت اور علم کے حصول کے لئے اور درسِ عبرت کے لئے سفر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔اس لئے یہ بات عجیب معلوم نہیں ہوتی کہ اسلام نے مسافروں کو دورانِ سفر مالی مشکلات سے نجات دلانے کے لئے زکوٰۃ کے مال سے مدد کرنے کی ہدایت کی ہے۔یہ اسلام کے اجتماعی کفالت کے نظام کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں لوگوں کی دائمی ضرورتوں کے ساتھ اتفاقی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا ہے۔(۶۹)

جمہور علماء کی رائے ہے کہ آیتِ مذکورہ میں ابن السبیل کو غریب الوطنی پر محمول کیا جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے مراد وہ غریب الوطن بھی ہے جس کے سفر کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہو اور وہ بھی جو سفر اختیار کرنا چاہتا ہو لیکن اس کے پاس اخراجات کے لئے کچھ نہ ہو۔ ایسے لوگوں کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے اُن کی مدد کی جاسکتی ہے (۷۰) حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر دورانِ سفر کسی جگہ جانا چاہتا ہو تو اس کے وہاں جانے اور وطن کو واپسی کے اخراجات اسے دیئے جائیں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں دیئے جائیں گے (۷۱)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی رائے کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے لوگوں کی سفر کے لئے مدد کی جاسکتی ہے جو اسلام اور جماعتِ مسلمین کے مفاد میں ہو۔ مثلاً ذہین طلباء، ماہر صنعت کار، اور اہل فن وغیرہ جو اس بات کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ کسی مفید علم میں تخصیص یا کسی کام میں ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے انہیں باہر بھیجا جائے تاکہ وہ دین وملت کے لئے مفید ثابت ہوں (۷۲)

بعض حنبلی علماء کی رائے کہ ابن السبیل میں وہ بے گھر لوگ بھی شامل ہیں جو فٹ پاتھوں پر پڑے رہتے ہیں اور مانگ تانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔ راستے کی مٹی ان کے لئے بستر اور اس کی ہوا ان کے لئے پناہ گاہ ہے ابنائے سبیل ہونے کی بنا پر ایسے لوگوں کے لئے ان کے مناسب حال رہائشی مکان کا انتظام کیا جاسکتا ہے اور فقراء ہونے کی حیثیت ان کی ضروریات کے لئے مدد کی جاسکتی ہے۔ (۷۳)

اب تک کی گفتگو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے کفالت عامہ کا نظام صدیوں پہلے قائم کر کے، دنیا میں سب سے پہلے فلاحی ریاست کی بنیاد رکھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اسی حوالہ چند اہل کی آراء کا ذکر بات کو مزید واضح کر دے گا۔

زکوٰۃ کے متعلق مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے۔ یہ اُن کی انشورنس کمپنی ہے۔ یہ اُن کا پراویڈنٹ فنڈ ہے۔ یہ اُن کے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے۔ یہ اُن کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بے واؤں اور بے روزگاروں کا ذریعہ پرورش ہے...... یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ مسلم معاشرہ میں کوئی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے گا''۔ (۷۴)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کہتے ہیں:

''نظام زکوٰۃ اجتماعی کفالت عامہ کے معاملہ میں پہلی منظم قانون سازی ہے جو محض انفرادی اور رضا کارانہ طور پر دیئے جانے والے صدقات ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ باقاعدہ میعادی سرکاری امداد پر قائم ہے۔ ایسی امداد جس کا مقصد یہ ہے کہ ہر محتاج اور اسکے اہل وعیال کی خورد ونوش، لباس، رہائش اور

زندگی کی دوسری تمام ضروریات بغیر اسراف اور کنجوسی سے کام لئے پوری ہوا جائیں۔اس امداد کا
دائرہ صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی جو مسلمانوں کی کی
حکومت کے زیرِ سایہ زندگی گزار رہے ہوں وہ بھی اگر محتاج ہوں تو اس امداد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
یہی وہ اجتماعی کفالت (Social Security) ہے جس کا تخیل مغربی دُنیا میں اب پیدا ہوا۔'' (۷۵)
پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:
''جدید معیشت میں سماجی فلاح کا تصور بہت نیا ہے۔لیکن اسلام نے پہلے ہی دن سے فلاحی اور خدمتی
ریاست کا تصور پیش کیا اور زکوٰۃ کی شکل میں کمزور اور جمہور انسانوں کی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت
دی۔'' (۷٦)

۴۔کساد بازاری اور زکوٰۃ

زردمندی کی معیشت کساد بازاری کی ایک نمایاں خصوصیت وقفہ وقفہ سے تجارتی چکروں (Business Cycly) کا شکار ہو جانا ہے۔تجارتی چکر سے مراد معیشت کی ایک ایسی کیفیت ہے جس میں وقفہ وقفہ سے آمدنی کی سطح کبھی گر جاتی ہے اور کبھی بلند ہو جاتی ہے۔تجارتی چکروں کی مختلف حالتوں میں ایک حالت کو کساد بازاری کہا جاتا ہے۔اس میں معیشت زوال کی انتہائی حالت پر پہنچ جاتی ہے۔اس حالت میں منڈیاں اشیاء سے بھر جاتی ہیں۔اجرتوں اور قیمتوں کی سطح گر جاتی ہے۔کارخانے بند ہو جاتے ہیں۔اشیاء کی طلب کم ہو جاتی ہے۔بے روزگاری کا دور دورہ ہوتا ہے اور آمدنی کا معیار گر جاتا ہے (۷۷) (تجارتی کساد بازاری کی مختلف وجوہات ہیں لیکن ان میں سے ایک وجہ معیشت کی کم صرفی قوتِ خرید کم ہو جانے کی وجہ سے پروان چڑھتی ہے۔قوتِ خرید Purchasing Power) میں کمی کی بھی کئی وجوہات ہیں۔ان میں نمایاں ترین یہ ہیں:

مزدوروں کی کم اجرتیں، سود کی شمولیت کی وجہ سے پیداواری لاگت کا زیادہ ہونا اور نتیجتاً مہنگی اشیاء سے مارکیٹوں کا بھر جانا اور دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز وغیرہ (۷۸)

کم صرفی کی کیفیت سے باہر نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ وسائل دولت اُن طبقوں کی طرف منتقل ہو جائیں جن کا مختتم رجحان صرف (Marginal Propensity to Consume) نسبتاً زیادہ ہو اور یہ طبقے غرباء و مساکین ہی ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارتے ہیں۔

زکوٰۃ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی بدولت کم صرفی کے رجحان پر قابو پایا جا سکتا ہے۔جب غرباء و مساکین کی طرف وسائل منتقل ہو جائیں گے تو اُن کی قوتِ خرید بڑھ جائے گی تو معیشت میں اشیاء و خدمات Good & Services) کی

مجموعی طلب میں اضافہ ہوگا۔ جب طلب بڑھے گی تو نہ صرف موجودہ کارخانے اور کھیت وکھلیان اپنی پیداوار بڑھائیں گے بلکہ نئے نئے کارخانے لگیں گے۔ نئے کھیت زیرِ کاشت لائے جائیں گے۔ روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔ آمدنیاں بڑھ جائیں گی اور معیشت سرد بازاری یا کساد بازاری سے نکل کر گرم بازاری کی طرف رواں دواں ہوگی۔ اس طرح زکوٰۃ کی بدولت معیشت کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر زکوٰۃ وصدقات کی وجہ سے مال بڑھنے اور سود سے گھٹنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ وصدقات کی وجہ سے نہ صرف آخرت میں اجر وثواب ملے گا بلکہ اس دُنیا میں بھی مال کی بڑھوتی ہوتی ہے۔ جیسا کی سطور بالا میں وضاحت کی جا چکی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: جو مال تم خرچ کرو گے اس کی جگہ وہ تمہیں اور دے گا اور وہ بہترین دینے والا ہے (۷۹)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے (۸۰)

پھر فرمایا: اور جو تم سود دیتے ہوتا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو تو وہ اللہ کے نزدیک ہرگز نہیں بڑھتا۔ بڑھوتی تو ان اموال کو نصیب ہوتی ہے جو تم اللہ کے لئے زکوٰۃ میں دیتے ہو۔ (۸۱)

مذکورہ بالا آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''یہ ایک نیا نظریہ ہے جو سرمایہ داری کے نظریہ کی بالکل ضد ہے۔ خرچ کرنے سے دولت کا بڑھنا اور خرچ کئے ہوئے مال کا ضائع نہ ہونا بلکہ اس کا پورا بدل کچھ زائد فائدے کے ساتھ واپس آنا، سود سے دولت میں اضافہ ہونے کی بجائے اُلٹا گھاٹا ہونا...... سود پر دولت کو چلانے کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ دولت سمٹ سمٹ کر چند افراد کے پاس اکٹھی ہو جائے۔ جمہوری قوتِ خرید روز بروز گھٹتی چلی جائے۔ صنعت، تجارت اور زراعت میں کساد بازاری رونما ہونا قوم کی معاشی زندگی تباہی کے سرے پر جا پہنچے...... بخلاف اس کے خرچ کرنے اور زکوٰۃ وصدقات دینے سے مآل یہ ہے کہ قوم کے تمام افراد تک دولت پھیل جائے۔ ہر ہر شخص کو کافی قوتِ خرید حاصل ہو، صنعتیں پرورش پائیں، کھیتیاں سرسبز ہوں، تجارت کو خوب فروغ حاصل ہو اور چاہے کوئی لکھ پتی اور کروڑ پتی نہ ہو مگر سب خوشحال اور فارغ البال ہوں...... ابتدائے عہدِ اسلامی کو دیکھئے کہ جب اس معاشی نظریہ کو پوری شان کے ساتھ عملی جامہ پہنایا گیا تو چند سال کے اندر قوم کی خوش حالی اس مرتبہ کو پہنچ گئی کہ لوگ زکوٰۃ کے مستحقین کو ڈھونڈتے پھرتے تھے......'' (۸۲)

تجارتی بحرانوں سے نکالنے میں، زکوٰۃ کے کردار کے متعلق پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

''معاشی بحران کے جس چکر میں سرمایہ دارانہ دُنیا گرفتار ہے اس کو دور کرنے میں بھی زکوٰۃ بڑی مفید و معاون ہو سکتی ہے۔ تجارتی چکر، سرمایہ کاری اور قوتِ صرفہ میں عدمِ توازن کی بنا پر رونما ہوتا ہے لیکن زکوٰۃ جہاں ایک طرف پیداواری عمل کو تیز کرتی ہے وہیں دوسری طرف عوام میں قوتِ خرید کا اضافہ بھی کرتی ہے اس طرح یہ معیشت میں معاشی توازن قائم کرنے کا آلہ بن جاتی ہے''۔(۸۳)

۵۔ عادلانہ تقسیمِ دولت اور زکوٰۃ

نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا اور زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے متعلق ہدایات دیں تو زکوٰۃ کا مقصد اور فلسفہ یوں بیان کیا:

''اُن کے اغنیاء سے زکوٰۃ لی جائے اور اُن کے فقراء میں لوٹا دی جائے''(۸۴)

گویا دولت گردش میں لانے کا ایک ذریعہ زکوٰۃ کا نظام ہے۔

انسانوں کی ذہنی صلاحیتوں، مہارت، تربیت، مواقع معیشت اور وسائل پر کنٹرول کے فرق کی وجہ سے کوئی زیادہ کماتا ہے اور کوئی کم۔ اس لئے دولت کی غیر مساویانہ تقسیم ایک فطری چیز ہے اور اس تقسیم کو اسلام بھی تسلیم کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''اور اللہ تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے پھر ایسا نہیں ہوتا کہ جن کو روزی دی گئی ہے وہ اپنی روزی کو زیردستوں پر لوٹا دیں حالانکہ اس روزی میں وہ سب برابر کے حق دار ہیں''۔(۸۵)

اس چیز کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ کہ معاشی تفاوت ایک فطری چیز ہے وہ تفاوت کو اعتدال میں رکھنے کا خواہاں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ ایک طرف دولت کے انبار ہوں اور دوسری طرف فقر، افلاس اور بھوک کا راج ہو۔ ایک طرف عیش و عشرت کا دور دورہ ہو اور دوسری طرف نانِ شبینہ سے بھی محرومی ہو۔ اسلامی معیشت کا یہ اصول ہے کہ دولت امیروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔ ۔کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم ۔(۸۶) دولت کی عادلانہ تقسیم کا ایک ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کو امیروں کے مال میں فقیروں کا ایک حق قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے''اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے''(۸۷) اور ''تم ادا کرو (پیداوار) زمین کا حق اس کے کٹ جانے کے وقت''(۸۸) پھر فرمایا''اور جن کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم کا معلوم حق ہے''(۸۹)

زکوٰۃ تقسیم کے نظام کو کس طرح متاثر کرتی ہے اس کے متعلق ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''اسلام اگرچہ کہ معاش اور رزق کے معاملے میں تفاوت کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ صلاحیت، استعداد

اور قدرت وطاقت کے فطری تفاوت کا لازمی نتیجہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام امیر کو اور زیادہ امیر بننے اور غریب کو اور زیادہ غریب کے لئے چھوڑ دیتا ہے کہ دونوں گروہوں کے درمیان خلیج وسیع ہو اور مال دار لوگ سوسائٹی کا عیش کوش طبقہ بن کر رہیں اور غریب ایسا طبقہ بن کر رہ جائیں کہ جن کے حصے میں تنگ دستی اور حرماں نصیبی کے سوا کچھ نہ آئے۔ ایسا نہیں بلکہ اسلام قانونی احکام، عملی تنظیم اور اپنے ترغیبی وتربیتی احکام کے ذریعے دونوں کے فاصلے کو کم کرتا ہے اور زکوٰۃ اس کا نمایاں ترین ذریعہ ہے''۔(۹۰)

اسی ضمن میں مفتی محمد شفیعؒ کہتے ہیں:

''۱۹۶۵ء میں پاکستان کی قومی آمدنی تقریباً پندرہ ارب تیس کروڑ تھی۔ زکوٰۃ کی ادنیٰ ترین شرح یعنی ۲٫۵٪ کے حساب سے اگر قومی آمدنی کی پوری زکوٰۃ نکالی جائے تو کم از کم تیس کروڑ پچیس لاکھ روپے سالانہ غریبوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر تمام عاملینِ پیدائش پر ہر سال باقاعدگی کے ساتھ زکوٰۃ نکالیں تو سالانہ کتنی رقم غریبوں اور ناداروں کے پاس پہنچتی ہے اور اس طرح تقسیم دولت کی ناہمواری کتنی تیزی سے رفع ہوسکتی ہے''۔(۹۱)

ایک اندازہ کے مطابق آج کل پاکستان میں عوام کا بیس کھرب کے قریب روپیہ یا تو کاروبار میں لگا ہوا ہے یا بینکوں میں محفوظ پڑا ہے۔ اگر اس پر زکوٰۃ کا حساب لگائیں تو ۵۰ ارب روپے بنتی ہے (۹۲) اس روپے کو غریبوں کی طرف منتقل کیا جائے تو ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے (۹۳)

۶۔ سرمایہ کاری، ذخیرہ اندوزی اور زکوٰۃ

معیشت کے بنیادی مسائل میں سے ایک مسئلہ جو بنیادی نوعیت کا ہے یہ رہا ہے کہ دولت کی ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کو کس طرح روکا جائے اور سرمایہ کاری (Investment) کو کس طرح بڑھایا جائے۔ زکوٰۃ کی ایک خوبی، جس کا ملکی معیشت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے وہ دولت کی ذخیرہ اندوزی کو روکنا اور منافع بخش مقاصد میں سرمایہ کاری کی طرف پھیرنا ہے۔ ہر مسلمان اس بات سے آگاہ ہے کہ اگر دولت کو نقد شکل میں یا زیورات کی شکل میں محفوظ کرلیا جائے تو ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی لازمی کرنا پڑے گی۔ اس طرح ہر سال زکوٰۃ کی کٹوتی سے دولت کا صفایا ہوجائے گا۔ اس لئے وہ کوشش کرتا ہے کہ دولت کو کاروبار میں لگایا جائے تاکہ اس سے منافع بھی ملتا رہے اور زکوٰۃ بھی ادا ہوتی رہے۔ جب دولت کی سرمایہ کاری ہوگی تو روزگار کے مواقع بڑھیں گے اور قومی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ حضور پاک ﷺ کی ایک حدیث میں بھی ذخیرہ اندوزی یا وسائل کو بے کار (Unproductive) چھوڑنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''آگاہ ہو جاؤ جو شخص کسی ایسے یتیم کا ولی ہو جو مال رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ اس مال سے کوئی

کاروبار کرے اور اسے یونہی نہ رکھ چھوڑے کہ اس کا سارا مال زکوٰۃ کھا جائے"۔(۹۴)

ایم اے منان اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:

the main basis of "Zakat"bing unused hoarded wealth . it serves a noble purpose.It is only through Zakat that it is possible to uneath hoarded wealth and utilize it for the greate benefit of society .Actualy Zakat checks the tendency to hoard money and povides a powerful stimulus as investment in productive purposes.(95)

عرفان محمد رانا نے اسی حوالہ سے لکھا ہے:

Zakat is leviedon hordedwealth soit willdecrease yeally,if the assessee does not expend it in profitable business or acts in some otherway to keep the capital increasing.(96)

اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ سرمایہ کاری اور روزگار کے مواقع بڑھانے میں بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

۷۔قیمتوں کا استحکام

جدید معیشتوں میں حکومت کی مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کے مقاصد میں ایک مقصد قیمتوں کا استحکام (Price Stabilization) بھی ہے۔کیا اسلامی مالیاتی پالیسی میں زکوٰۃ کو قیمتوں کے استحکام کے لئے بطور آلہ (Instrument) استعمال کیا جاسکتا ہے۔اس بارے میں اسلامی ماہرین معاشیات کی دو آراء ہیں۔ایک کے مطابق چونکہ حکومت کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ کی وصولی کے بعد کسی خاص مدت کے دوران لازمی طور پر زکوٰۃ کو تقسیم کردے اس لئے وہ افراطِ زر کی کیفیت (Inflationary Situation) میں زکوٰۃ کی تقسیم کو کچھ عرصہ کے لئے روک سکتی ہے اور اس طرح قیمتوں کے استحکام کا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔دوسری رائے کے مطابق چونکہ زکوٰۃ کی وصولی کے مقاصد بھی شریعت نے خود متعین کردیے ہیں۔اس لئے زکوٰۃ کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں ہے اور زکوٰۃ کی وصولی کا مقصد غرباء کی مدد کرکے اُن کی بنیادی ضرورت زندگی کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔اس لئے ایسے حالات میں جب آبادی کی معتد بہ تعداد غربت کی حالت میں زندگی گزار رہی ہو اس کی امدادی رقم روکنا درست نہیں ہوگا۔ہمیں قیمتوں کے استحکام کیلئے دوسرے آلات (Devices) کا سہارا لینا چاہیئے۔(۹۷)

۸۔خود انحصاری اور زکوٰۃ

جدید فلاحی ریاستوں میں فلاحی اقدامات کے ذریعے بے روزگاروں محتاجوں اور معذوروں کی مدد کی جاتی ہے۔لیکن ان ممالک میں ایک مسئلہ یہ پیدا ہوگیا ہے کہ جو لوگ ایک دفعہ سوشل سیکورٹی پر انحصار کرنا شروع کردیتے ہیں وہ

مستقل طور پر اسی امداد کے سہارے زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور کام کرنے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کمانے سے کتراتے ہیں۔

زکوٰۃ کا نظام قطعاً نہیں چاہتا کہ لوگوں میں کسل مندی اور دوسروں پر انحصار کو فروغ ملے۔ نبی اکرم ﷺ نے کئی مواقع پر زکوٰۃ طلب کرنے والوں کو زکوٰۃ دی لیکن ساتھ ساتھ خود انحصاری کی بھی تعلیم وتلقین کی۔ بعض مواقع پر آپ ﷺ نے مانگنے والوں کے لئے روزگار کا بندوبست کیا۔ جو لوگ صاحبِ استطاعت ہوں اُن کو زکوٰۃ لینے سے منع کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جہاں تک مانگنے سے بچ سکتے ہو، بچو اور خود کمانے سے نہ جھکو'' (۹۸)

ایک اور موقع پر فرمایا:

''تم میں سے کسی شخص کا اپنی پیٹھ پر رسّی ڈال کر نکلنا اور لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچنا کہ اس طرح اللہ اس کی آبرو بچائے، اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے، پھر وہ اسے دیں یا نہ دیں''۔ (۹۹)

ان احکام کی روشنی میں زکوٰۃ کے نظام کو صحیح طور پر نافذ کرنے کے سلسلے میں دو امور کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے: ابو سعید خدریؓ کا ایک واقعہ بھی اس ضمن میں چشم کشا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر ایک وقت میں بڑی تنگی پیدا ہوگئی تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں 'الصدقات' کی رقم سے امداد لینے کے لئے حاضر ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے عرض کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو بے نیازی کا رویہ اختیار کرے گا خدا اُسے بے نیاز رکھے گا اور جو دوسرے سے لینے میں احتیاط برتے گا خدا بھی اُس کی آبرو کی حفاظت کرے گا''۔ (۱۰۰)

۱۔ جو شخص بے روزگار ہو لیکن کوئی پیشہ اختیار کر سکتا ہو اس کی مدد ضروری سامان یا سرمایہ سے کی جا سکتی ہے یا اسے متعلقہ کام کی تربیت دی جا سکتی ہے۔ اس طرح اجتماعی طور پر ایسے منصوبے اور اسکیمیں بنائی جا سکتی ہیں جن کے ذریعے بے روزگاروں کو کام مہیا ہو سکے اور وہ کلی یا جزوی طور پر اِن کی مشترکہ ملکیت ہوں مثلاً کارخانوں وغیرہ کا قیام (۱۰۱)

۲۔ ہر اُس شخص کے لئے جو بقدرِ کفاف کمانے سے عاجز ہو مناسب طور پر گزر بسر کی ضمانت دی جائے۔ مثلاً یتیموں، معذوروں اور مریضوں و بیواؤں وغیرہ کو جو کسبِ معاش نہ کر سکتے ہوں بقدرِ ضرورت زکوٰۃ دی جائے۔ اسی طرح اُن لوگوں کو بھی جو کمانے کی طاقت تو رکھتے ہوں لیکن حلال ذرائع رزق اپنے لئے مسدود پاتے ہوں۔ (۱۰۲)

حرفِ آخر

معاشیات میں اسلام جس مطمع نظر کو سامنے رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ دولت کسی جگہ جمع نہ ہونے پائے۔ وہ چاہتا ہے کہ جماعت کے جن افراد کو اپنی بہتر قابلیت یا خوش قسمتی کی بنا پر اُن کی ضرورت سے زیادہ دولت میسر آ گئی ہو وہ اس کو سمیٹ کر نہ رکھیں بلکہ خرچ کریں اور ایسے مصارف میں خرچ کریں جن سے دولت کی گردش میں سوسائٹی کے کم نصیب افراد کو بھی کافی حصہ مل جائے۔ اس غرض کے لئے اسلام ایک طرف اپنی بلند اخلاقی تعلیم اور ترغیب و ترہیب کے نہایت موثر طریقوں سے فیاضی اور حقیقی امداد باہمی کی اسپرٹ پیدا کرتا ہے...... دوسری طرف وہ ایسا قانون بناتا ہے کہ جو لوگ فیاضی کی اس تعلیم کے باوجود اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے روپیہ جوڑنے اور مال سمیٹنے کے خوگر ہوں یا جن کے پاس کسی نہ کسی طرح مال جمع ہو جائے اُن کے مال میں سے کم از کم ایک حصہ سوسائٹی کی فلاح و بہبود کے لئے ضرور نکلوایا جائے۔ اسی چیز کا نام زکوٰۃ ہے (۱۰۳)

انصفت اهل الفقر من اهل الغناء   فالكل فی حق الحیوٰۃِ سواء

لو ان انساناً تخير ملة !   ما اختار الا دینک الفقراء

(۱۰۴)

ماخذ و مراجع

۱۔ ہاشمی، شفیق الرحمان: اقبال کا تصورِ دین، فیروز سنز، لاہور

۲۔ گنگوہی، محمد حنیف: معدن الحقائق شرح اردو کنز الدقائق، المکتبہ الاشرفیہ، لاہور، جلد اول، صفحہ ۱۹۵

۳۔ یوسف، القرضاوی، ڈاکٹر: فقہ الزکوٰۃ، ترجمہ و تلخیص، شمسی پیرزادہ، شہزاد پبلشرز، لاہور، ص ۹

۴۔ اصفہانی، امام راغب: مفردات القرآن، ترجمہ و حواشی محمد عبدہ، فیروز پوری، اہل حدیث اکادمی، لاہور، ج ۱، ص ۴۳۵

۵۔ القرضاوی، ایضاً، ص ۹

۶۔ گنگوہی، ایضاً: الصبح النوری شرح مختصر القدوری، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، ص ۱۶۹

۷۔ القرضاوی، ایضاً

۸۔ امام راغب، ایضاً، ص ۱۱

۹۔القرضاوی، ایضاً،ص ۱۱

۱۰۔بخاری،محمد بن اسماعیل:الصحیح البخاری،ترجمہ علامہ وحید الزمان، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، جلد اول، ص ۱۱۱، ۱۹۸۵ء

۱۱۔ایضاً، کتاب الزکوٰۃ

۱۲۔ایضاً،ص ۶۰۶

۱۳۔القرآن۔۲:۱۰

۱۴۔ایضاً۔۹:۵

۱۵۔ایضاً۔۹:۱۱

۱۶۔ایضاً۔۹:۳۴۔۳۵

۱۷۔ایضاً۔۹:۶۷

۱۸۔ ۔۹:۱۰۳

۱۹۔القرضاوی: ایضاً،ص ۳۹

۲۰۔ایضاً،ص ۴۰

۲۱۔بخاری، ایضاً، ج ۱،ص ۶۰۵

۲۲۔القرآن۔(۲۱:۷۳)۔(۱۹:۵۴۔۵۵)۔(۲:۸۳)۔(۹۸:۵)

۲۳۔ Hanson,J.L:A Dictionary of Economics and Commerce,Pitman publishing Ltd.,London,(6th ed.,)p. 346

۲۴۔ Hornby, A.S.:Oxford Advanced Learner's Dictionary-The english Languafe book Society, G.Britian(11enp)1997,p.834

مغربی فلاحی ریاستوں کے کفالت عامہ کے نظام میں حکومت ٹیکسوں کے ذریعے آمدنی حاصل کر کے ضرورت مندوں کو امداد و سہولیات فراہم کرتی ہے۔اس پرگرام میں بے سہارا بچوں کی امداد، بے رزگاری الاؤنس،فوڈسٹیمپ سکیم ہاؤسنگ کے لئے subsidies،صحت کی سہولیات (Midical and Medicare)،تعلیم کی سہولیات وغیرہ شامل ہیں۔ایک اور پرگرام سوشل انشورنس کا ہے۔جس میں آجیر و متاجر دونوں ادائگیاں (Contribution) کرتے ہیں اور ریٹائرمنٹ وقتی بے روزگاری، معذوری، بیماری اور بڑھاپے کی صورت میں اسی پرگرام سے امداد لینے کے مستحق ہوتے ہیں۔بحوالہ Compbell.R.Mc-Economics وغیرہ pp678-679

۲۵۔غفاری، ڈاکٹر نور محمد: سرمایہ دارانہ نظامِ انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ، مرکزِ تحقیق دیال سنگھ

ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص۳۶، ۱۹۹۱

۲۶۔خان، محمد نسیم: اسلامی فلاحی مملکت اور اس کے قیام کے لئے عملی تجاویز اسوہ نبوی ﷺ کی روشنی میں۔مقالہ غیر مطبوعہ، بحوالہ اسلامی ثقافت، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص۲۵۴

۲۷۔القرضاوی: اسلام اور معاشی تحفظ، ترجمہ عبدالحمید صدیقی، البدر پبلیکیشنز، لاہور، ص۳۹، ۱۹۹۲ء

۲۸۔القرآن۔۲۰:۱۱۸۔۱۱۹

۲۹۔تقی امینی، مولانا۔اسلام اور جدید دور کے مسائل، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، ص۲۳۹، ۱۹۸۸

۳۰۔ایضاً، ص۲۳۴

۳۱۔ایضاً، ص۲۳۹

۳۲۔خان محمد نسیم۔ایضاً، ص۱۱، بحوالہ اسلام اور جدید ریاستی نظام، پروفیسر سرور، ص۷۰

۳۳۔ایضاً، ص۱۱

۳۴۔ایضاً

۳۵۔تقی امینی۔ایضاً، ۲۳۹

۳۶۔ایضاً، ص۲۴۰

۳۷۔ایضاً

۳۸۔خان ایضاً، ص۵۔

۳۹۔تقی امینی۔ایضاً، ص۲۳۹

۴۰۔خان ایضاً، ص۵

۴۱۔تقی ایضا، ۲۴۰

۴۲۔ایضاً، ص۲۴۱

۴۳۔غفاری۔ایضاً، ص۵۲

۴۴۔ایضاً، ص۵۲

۴۵۔القرضاوی، فقہ الزکوٰۃ، ص۴۱۱

۴۶۔غفاری۔ایضاً، ص۵۴۔۵۵

۴۷۔القرآن۔۹:۶۰

۴۸۔القرضاوی۔ایضاً، ص۳۲۷۔۳۳۰

۴۹۔ایضاً،ص۳۳۴

۵۰۔۔ص۳۳۶

۵۱۔۔ایضاً

۵۲۔۔ص۳۳۹

۵۳۔۔ایضاً

۵۴۔۔ص۳۴۰۔۳۴۱

۵۵۔۔ص۳۴۲

۵۶۔حمیداللہ،ڈاکٹر:اسلامی ریاست:عہدرسالت کے طرزِعمل سے استشہاد،الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور،ص۴۸۔۴۹،۱۹۹۲ء

۵۷۔القرضاوی۔ایضاً،ص۳۴۳

۵۸۔۔ص۳۴۲

۵۹۔۔ص۳۴۴

۶۰۔گیلانی،سید مناظر احسن۔اسلامی معاشیات،دارالاشاعت اردو بازار،کراچی،ص۳۹۷۔۳۹۸

۶۱۔غفاری۔ایضاً،ص۱۳۷

۶۲۔القرضاوی۔ایضاً،ص۳۶۹

۶۳۔۔ص۳۷۰

۶۴۔۔ص۳۷۵۔۳۷۶۔

۶۵۔۔ص۳۷۷

۶۶۔حمیداللہ۔ایضاً ص۵۰

۶۷۔القرضاوی۔ایضاً،ص۳۸۷

۶۸۔۔ص۴۰۸

۶۹۔۔ص۴۱۰

۷۰۔۔ص۴۱۲

۷۱۔۔ص۴۱۳

۷۲۔۔ص۴۱۷

۷۳۔ ..ص ۴۱۷۔۴۱۸

۷۴۔ مودودی: معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، ص ۱۳۲، ۱۹۸۶ء

۷۵۔ القرضاوی: اسلام اور معاشی تحفظ، ص ۱۱۴۔۱۱۵

۷۶۔ خورشید احمد، پروفیسر۔ اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، ص ۴۶۱، ۱۹۸۶

۷۷۔ i.Edward Shapiro.Macro Economic Analysis, Harvourt,Brace & World,Inc., Reproduced by National.Book Foundation ,Pak, pp428, 1984

ii.Kewal Krishan Dewett and Adarsh Chand, Shyam Lal Charitable Trust, New Dehli, India,pp394-395, 1983

ii. خان۔ عصر حاضر کے مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں، مقالات سیرت، وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد، ص ۸۳۔۸۴، ۱۹۹۵ء

۷۸۔ K.K. Dewatt etc., p396

۷۹۔ القرآن۔ ۳۴:۳۹

۸۰۔ ..۲:۲۷۶

۸۱۔ ..۳۰:۳۹

۸۲۔ مودودی: سود، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص ۲۰۔۲۲، ۱۹۹۱ء

۸۳۔ خورشید: ایضاً، ص ۴۶۱

۸۴۔ بخاری: ایضاً، ج ۱، کتاب الزکوٰۃ ص ۱۱۱

۸۵۔ القرآن۔ ۱۶:۷۱

۸۶۔ ..۵۹:۷

۸۷۔ ..۱۹:۵۱

۸۸۔ ..۶:۱۴۱

۸۹۔ ..۷۰:۲۴۔۲۵

۹۰۔ القرضاوی۔ ایضاً، ص ۵۱۲۔۵۱۳

۹۱۔ شفیع محمد، مفتی۔ اسلام کا نظام تقسیم دولت، دارالاشاعت، کراچی، ص ۴۶، ۱۹۷۳ء

[۱۹۹۵۔۹۶ کے ''اکنامک سروے'' کے مطابق پاکستان کا GNP ۶۳۴۶۰۳ ملین روپے

ہے۔اگر اس پر زکوٰۃ کا حساب کیا جائے تو تقریباً ۱۶ارب روپے بنتی ہے۔شماریاتی ضمیمہ، ص۲۹]

۹۲۔کریم بخش، ملک اور صدیقی، ہمزاد۔اسلام اور جدید معاشی تصورات اور تحریکیں، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز ،لاہور، ص۱۶۳

۹۳۔امریکہ میں (Tex & Transfer Payments) کے نظام کے ذریعے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا علاج کیا جا رہا ہے۔یہ نظام زکوٰۃ سے ملتا جلتا ہے۔اس سے حاصل ہونے والے نتائج کو نظامِ زکوٰۃ کے اثرات کے ساتھ compare کیا جا سکتا ہے۔اکنامکس کے ماہرین اس بارے میں لکھتے ہیں:

Government tax and transfer payment to reduce significantly the degreeof inequality in the distributaion of income.Most of the reduction in income inequality-roughy 80% of it -is attributable to transfer payments.Government transfer payments accounts for over 75%of the income of the lowest quintiles and havebeen most important means of alleiviating poverty in the U.S.(Ref.,Campbell R.Mcconnel and Stanely L.Brue: Economics, Mc Graw Hill, Inc.,USA,pp.678-697, 1996

۹۴۔مودودی، ایضاً، ص۳۳۶

۹۵۔ M.A.Mannan.Islamic Economics-Theory & Practice-,Sheikh M.Ashraf,Lahore,p296,1970

۹۶۔ Irfan M.Rana.Economic System under Umer the great,Sheikh M.Ashraf,Lahore pp.66-67

۹۷۔ Ziauddin Ahmed, et,al (edit):Money & Banking in islam, Institute of Policy Studies,.Islamabad,p.17,1983

۹۸۔مناظر احسن۔ایضاً، ص۴۲۱

۹۹۔القرضاوی۔فقہ الزکوٰۃ، ص۵۱۳.

۱۰۰۔مناظر۔ایضاً، ص۴۲۰

۱۰۱۔القرضاوی۔ایضاً، ص۵۱۶

۱۰۲۔ایضاً

۱۰۳۔مودودی۔ایضاً معاشیات اسلام، ص۱۳۰

۱۰۴۔غفاری۔نبی کریم کی معاشی زندگی، ص۱۰۲

[آپ ﷺ نے مال داروں کے مال میں سے انصاف کے ساتھ فقراء کو لے کر دیا اور یوں زندگی (کی

بنیادی) ضروریات میں تمام انسان برابر ہو گئے۔ اگر انسان کو اپنی مرضی سے دین اختیار کرنے کا حق دیا جاتا تو یقیناً محتاج لوگ آپ ﷺ کا دین اختیار کرتے]

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر اشرف شاہین قیصرانی۔کوئٹہ

زکوٰۃ کا معنی و مفہوم

زکوٰۃ کا مادہ ز،ک،و ہے۔اس کے معنی پاک ہونے ،بڑھنے اور نشوونما پانے ،مبارک اور اچھا ہونے کے ہیں (۱) شریعت کی اصطلاح میں اس لفظ کا اطلاق مال کے اس مخصوص حصے پر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مستحق افراد کے لئے مقرر فرمایا ہے۔مال سے نکالے جانے اس خاص حصے کا نام زکوٰۃ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ اس مال جس سے زکوٰۃ نکالی گئی ہو، بڑھاتا اور آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔مخصوص حصے سے زکوٰۃ نکالنے سے انسانی دل و دماغ کو روحانی بالیدگی حاصل ہوتی ہے جسے اصطلاح میں تزکیہ نفس کہا جاتا ہے۔قرآن و حدیث میں اس کے لئے بعض مقامات پر انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔زکوٰۃ کی فرضیت جس آیت میں نازل ہوئی ہے اس میں بھی اسے لفظ صدقہ سے ہی بیان کیا گیا ہے(۲) اگر چہ لفظ صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ نفلی صدقات کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔بہرحال اس مقالہ میں لفظ زکوٰۃ ،صدقہ یا انفاق فی سبیل اللہ سے وہ فرض صدقہ مراد ہے جو مال کے مخصوص حصے پر پورا سال گزرنے کے بعد اڑھائی فی صد کی شرح سے عائد ہوتا ہے مزید برآں معدنی و زرعی پیداوار پر عائد ہونے والا عشر، خمس اور مویشیوں کی مخصوص تعداد پر نکالا جانے والا حصہ بھی زکوٰۃ کے زمرے میں شامل ہے۔

زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کا تاریخی پسِ منظر

مال و جائیداد ایسی چیز ہے جس سے انسان کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔یہی وجہ کہ قرآن مجید نے اسے فتنہ قرار دیا ہے(۳) انسان کی فطرت اسے مال کی محبت میں گرفتار کر کے احکام الٰہی سے روگردانی کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔زکوٰۃ کی ادائیگی ایسا عمل ہے جس سے انسانی دل سے مال کی محبت کم ہوتی ہے اور انسان بے شمار گناہوں سے بچ کے نیکی کے کاموں کی طرف پیش رفت کرتا ہے۔اس طرح انسان کے قلب و ذہن کو فکرِ آخرت اور ذکرِ الٰہی میں پختگی اور رسوخ حاصل ہوتا ہے۔اس کے دل میں نور و جلا پیدا ہوتا ہے اور اس کی روح میں تازگی و لطافت، پاکیزگی اور محبتِ الٰہی کے جذبات نشوونما پاتے ہیں۔

زکوٰۃ کی فرضیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ تربیت دینا چاہتا ہے کہ وہ اس کی راہ میں اپنا مال، جان اور جسمانی و ذہنی صلاحیتیں صرف کرنے میں ذرہ بھر پس و پیش نہ کریں۔ زکوٰۃ گزشتہ تمام انبیاء کی امتوں پر اسی طرح فرض رہی ہے

جس طرح نماز فرض تھی۔ سورۃ الانبیاء میں بالترتیب حضرت موسیٰ، حضرت ہارونؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد فرمایا گیا:

وجعلنھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ و کانوا لنا عابدین (۴)

''اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا وہ ہمارے حکم سے راہ بتاتے تھے اور ہم نے ان کو حکم دیا نیکیوں کے کرنے کا، نماز قائم کرنے رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا اور وہ ہماری بندگی میں لگے ہوئے تھے''۔

حضرت اسماعیلؑ کی تعریف کرتے ہوئے قرآن کریم نے یوں صراحت کی ہے:

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا ٥

''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے''

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے جو عہد لیا تھا اس میں زکوٰۃ کی ادائیگی اور معاشرے کے لئے اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

واذاخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربیٰ و الیتمیٰ والمساکین وقولو اللناس حسنا و اقیمو االصلوٰۃ و اتو االزکوٰۃ(٦)

''اور جب ہم نے عہد لیا بنی اسرائیل سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین سے نیک سلوک کرنا، رشتہ داروں سے، یتیموں اور محتاجوں سے اور سب لوگوں سے نیک بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو''۔

بنی اسرائیل کے معاشرے میں زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد و نصرت کو قیامِ نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔

الفاظ قرآنی پر غور فرمائیں:

وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ و اتیتم الزکوٰۃ (۷)

''اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے''

حضرت موسیٰ نے اپنے منصبِ نبوت کے تعارف کی خاطر اپنی قوم سے خطاب کیا اور فرمایا:

واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاo(۸)

''اور تاکید کی مجھ کو (رب نے) نماز اور زکوٰۃ کی جب تک کہ میں زندہ رہوں''۔

تمام آسمانی مذاہب میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی تلقین کی گئی ہے اور اسے بنیادی عبادات میں شمار کیا گیا ہے۔ مگر ان اقوام نے الہامی احکامات کو کبھی تو ماننے سے انکار کیا اور کبھی پسِ پشت ڈالا یا ان میں اپنی طرف سے کمی و بیشی کر دی۔ دیگر مذاہب مثلاً ہندو مت وغیرہ میں بھی اگرچہ خیرات وغیرہ کے احکام وغیرہ موجود تھے تاہم ان کے لئے کوئی اصول اور رقم کا کوئی طریقہ کار مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ ان میں کسی شخص پر قانوناً کوئی رقم ادا کرنا لازم نہیں تھا جس پر اُسے مجبور کیا جا سکتا ہو۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل مکہ مکرمہ میں صدقات کا رواج موجود تھا تاہم اس کی نہ کوئی باقاعدہ شکل تھی اور نہ ہی اسے لازمی امر سمجھا جاتا تھا(۹)

حضرت خدیجہؓ کے ان الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو آپؓ نے حضور اکرم ﷺ کو پہلی وحی کے بعد تسلی دیتے ہوئے کہے تھے کہ حضور ﷺ بعثت سے قبل بھی محتاجوں کو کھانا کھلاتے اور ناتوانوں کا بوجھ اُٹھاتے تھے(۱۰)

زکوٰۃ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم میں اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کی ہدایات کے ساتھ ساتھ اسے ایک فلاحی معاشرہ بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں بتیس (۳۲) مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ حکم آیا ہے۔ جس طرح بدنی عبادات میں نماز پورے دین کی نمائندگی کرتی ہے اس طرح مالی عبادات میں زکوٰۃ پورے دین کی نمائندگی کرتی ہے۔ فلاحی معاشرے کے لئے مال و دولت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو زکوٰۃ وصدقات وغیرہ سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے نہ صرف معاشرے کے ایسے افراد کی مدد کریں جو معاشی لحاظ سے کمزور ہوں بلکہ اپنے لئے توشہ آخرت کا بھی بندوبست کریں ارشادِ رب ذوالجلال ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ ط واللہ یضاعف لمن یشآء ط واللہ واسع علیمo(۱۱)

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ایسے ہے جیسے ایک دانہ (زمین میں ڈالیں) اس سے سات بالیں اُگیں، ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتے ہیں بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہایت وسعت والے جاننے والے ہیں''

یعنی اللہ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی بہت ثواب ہے جیسا کہ ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوں اور اللہ

جس کے لئے چاہے اس سے بھی زیادہ کردیں۔ سات سو سے سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کردیں کیونکہ وہ بہت بخشش کرنے والا ہے اور ہر ایک خرچ کرنے والے کی نیت، اس کے خرچ کی مقدار اور مال کی کیفیت کو خوب جانتا ہے یعنی ہر ایک سے اس کے مناسب معاملہ فرماتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ولاینفقون نفقة صغیرة ولا کبیرة ولا یقطعون وادیا الا کتب لهم لیجزیهم الله احسن ما کانوا یعملونo (۱۲)

ترجمہ: ''اور جو بھی وہ خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا زیادہ اور وہ جو بھی میدان (جہاد کے لئے) طے کرتے ہیں ان کے لئے اجر لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہتر بدلہ عطا فرمائے''

اپنے مال سے غرباء اور مساکین کا حصہ نکالنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وفی اموالهم حق للسائل و المحرومo (۱۳)

''اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے''

اسلامی معاشرے میں موجود ایسے افراد جو مالی لحاظ سے تنگی کا شکار ہوں ان کی نشان دہی کرتے ہوئے قرآن کریم نے ان پر زکوٰۃ کی رقم اور مال خرچ کرنے کی اہمیت بیان کی ہے۔ ارشاد ہے:

انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل ط فریضة من الله ط والله علیم حکیمo (۱۴)

''بے شک زکوٰۃ جو ہے سو وہ مفلسوں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہو اور گردنوں کے چھڑانے میں اور کوتاوان بھریں (مقروض) ہوں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے حکمت والے ہیں''

قرآن پاک نے معاشرے میں تعلیم و تربیت کے ذریعے رضا کارانہ انفاق فی سبیل اللہ کی ایک عام روح پھونک دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی کہ آپ انفاق کی کم سے کم حد مقرر کر کے سلطنت اسلامی میں ایسا مالی نظام نافذ کریں کہ نہ تو معاشرے کی دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر اکثریت کا استحصال ہونے لگے اور نہ ہی غرباء اور مساکین کو معاشرے پر ایک بوجھ سمجھا جائے لہذا اللہ تعالیٰ نیاس مد میں خرچ کرنیوالوں کو یہ باور کرایا ہے کہ وہ معاشرے کے غریب افراد پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے رہے ہیں جس کا انہیں کئی گنا زیادہ اجر ملے گا۔ اس وعدے کا ذکر قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں ہے:

من ذی الذی یقرض الله قرضاً حسناً فیضٰعفه له اضعافاً کثیراً (۱۵)

''کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض پھر دو گنا کر دے اللہ اس کو کئی گنا''

کسی بھی معاشرے میں غرباء و مساکین کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ایک وہ جو اپنی مفلسی کے باعث لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مالی مدد مانگتے ہیں جب کہ دوسری قسم ایسے غرباء کی ہوتی ہے جو باوجود تنگ دستی کے دست سوال دراز نہیں کرتے اگر معاشرے کے خوش حال افراد ایسے لوگوں کو تلاش کریں اور ان کی مدد کریں تو معاشرے میں امن وسکون کی فضا پیدا ہوگی اور یہ امر تمدنی و اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کا باعث بنے گا۔

اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن حکم دیتا ہے:

''صدقہ ان فقیروں کے لئے ہے جو رُکے ہوئے اللہ کی راہ میں، چل پھر نہیں سکتے زمین میں،

ناواقف ان کو مال دار سمجھتا ہے ان کے سوال نہ کرنے سے، آپ پہچانتے ہیں ان کو ان کے چہرے سے،

وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور جو کچھ خرچ کرو گے کام کی چیز بے شک اللہ کو معلوم ہے''(۱۶)

زرعی و معدنی پیداوار سے بہترین مال بطور زکوٰۃ نکالنے اور اس کی اہمیت کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

یایها الذین اٰمنوا انفقوا من طیّبٰت ما کسبتم و مما اخرجنا

لکم من الارض و لاتیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم

باخذیه الا ان تغمضوا فیه ط واعلموا ان الله غنی حمیدo(۱۷)

''اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں اور قصد نہ کرو اس میں سے گندی چیز کا کہ اس کو خرچ کرو حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ہے''۔

فلاحی معاشرے کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ اغنیاء اور تاجر لوگوں کی دولت جمع کرنے کی حرص ہوتی ہے اس ارتکازِ دولت کے باعث معاشرے میں تعفن کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور مستحق افراد کا معاشی استحصال ہوتا ہے اس وجہ سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہو جاتا ہے۔چنانچہ قرآن نے ایسے لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو مال و دولت کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریزاں رہتے ہیں۔آخرت میں یہی جمع کردہ مال گرم کر کے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا(۱۸)

زکوٰۃ وصدقات کی حکمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم(۱۹)

''تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے''

آیتِ بالا کے مطابق اغنیاء پر یہ ذمہ داری عائد کر دی گئی ہے کہ وہ معاشرے کے مفلوک الحال لوگوں کی کفالت کریں۔ غریب لوگوں کی امداد کا ثواب دے کر اُمراء کو ترغیب دی گئی ہے اور اپنی اس ذمہ داری کے پورا نہ کرنے کے عواقب سے ڈرایا گیا ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت حدیثِ نبوی کی روشنی میں

معیشتِ اسلامی میں زکوٰۃ کی اہمیت اور حکومتِ اسلامی کی ذمہ داریوں کی نشان دہی کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

''زکوٰۃ امراءِ حکومت کو ادا کرو۔ ایک شخص نے کہا، یہ لوگ تو اسے صحیح مصرف میں خرچ نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھی انہی کو ادا کرو'' (۲۰)

خلفاء و عاملین زکوٰۃ کا اخلاقی و دینی معیار بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ ہی فرماتے ہیں:

ما اقاموا الصلوٰۃ فادفعوھا الیھم (۲۱)

''جب تک یہ لوگ نماز ادا کرتے رہیں تم انہی کو زکوٰۃ ادا کرتے رہو''

حضرت ابوبکرؓ نے مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف عملی جہاد کیا۔ حکومت کی اس ذمہ داری کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے مجمع میں کھڑے ہو کر واشگاف الفاظ میں اعلان کیا:

واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ (۲۲)

''اللہ کی قسم! ایسے لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں''

رسول اللہ ﷺ نے مال جمع کرنے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے عواقب سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

مامن صاحب کنز لا یودی حقه الا جعل اللہ یوم القیٰمه یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جبھته و جنبه وظھرہ (۲۳)

''جو مالدار (صاحبِ نصاب) شخص مال کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اس کے مال کو قیامت کے دن جہنم کی آگ میں گرم کر کے اس کی پیشانی، اس کے پہلو اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا''

اسلامی معاشرے میں زکوٰۃ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الالیطیب ما بقی من اموالکم (۲۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اس لئے فرض کیا ہے تا کہ وہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے''

زرعی پیداوار سے زکوٰۃ نکالنے اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس زمین کو بارش، نہریں اور چشمے سیراب کریں اس میں دسواں حصہ ہے اور جس زمین کو مصنوعی آب پاشی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے''۔(۲۵)

زکوٰۃ کی وصولی کیلئے جن لوگوں کو مقرر کیا جائے ان کا دیانت دار ہونا لازمی ہے تاکہ نہ ہی کسی صاحبِ نصاب پر ظلم ہو اور نہ ہی مستحقینِ زکوٰۃ کا حصہ کسی ایسے شخص کو پہنچے جو اس کو حق دار نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ایسے دیانت دار عاملینِ زکوٰۃ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

العامل علی الصدقة بالحق کالغازی فی سبیل اللہ حتیٰ یرجع الی بیته (۲۶)

''حق کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل خدا کی راہ میں (جہاد کرنے والے) غازی کی طرح ہے جب تک وہ اپنے گھر لوٹ کر آئے''۔

زکوٰۃ کی وصولی میں زیادتی کرنے والے کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تجاوز کرنے والا ایسا ہی گناہ ہے جیسے (ادائیگی زکوٰۃ سے) منع کرنے والے پر جب وہ منع کرے''۔(۲۷)

مویشیوں کی زکوٰۃ اسلامی معیشت می اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ زکوٰۃ کے مویشی مستحقین کے لئے ایک مستقل ذریعہ معاش کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مویشیوں کی زکوٰۃ کے متعلق فرمایا کہ:

''اونٹوں، بکریوں اور گائیوں میں سے زکوٰۃ نکالی جائے''۔(۲۸)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے انہیں دیگر نصیحتوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا:

''پھر انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں کے مال سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کو دے دی جائے گی۔ اگر وہ اسے مان لیں تو تم (یہ یاد رکھنا کہ ان سے زکوٰۃ میں) اچھا مال لینے سے پرہیز کرنا''۔

مال جمع کر کے رکھنا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جب لوگ زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے''۔(۳۰)

اسلامی مملکت کے ذرائع آمدن میں سے ایک ذریعہ آمدنی معدنیات ہوتا ہے۔ اسلام نے معدنیات سے بھی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حد مقرر کرتے ہوئے فرمایا:

وفی الرکاز خمس (۳۱) ''معدنیات میں سے خمس بطور زکوٰۃ نکالا جائے''

اس مد کے علاوہ معیشتِ اسلامی کے استحکام کے لئے صدقہ فطر بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عید کے دن خوشیوں میں امراء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صدقہ فطر ادا کر کے غرباء و مساکین کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کریں۔

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فطر کی زکوٰۃ مقرر کی''۔(۳۲)

حدیثِ بالا کی تشریح کرتے ہوئے علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

''جمہور علماء کے نزدیک صدقہ فطر کی فرضیت باقی ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہے'' (۳۳)

عہدِ خلافت راشدہ میں معیشت کو قرآن وسنت کی بنیاد پر استوار کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ صدقات دینے کے لئے نکلتے تھے مگر کوئی لینے والا نہ تھا، حضرت عمرؓ تو راتوں میں گلیوں میں گشت کر کے لوگوں کے حالات معلوم کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک گشت کے دوران آپؓ نے ایک نابینا یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، جو موجود تھا اُسے دیا اور بیت المال کے خازن کے پاس فرمان بھیجا کہ:

''یہ اور اس قسم کے دوسرے حاجت مندوں کی تفتیش کرو۔ اللہ کی قسم! ہم ہرگز انصاف پسند نہیں ہو سکتے اگر ان (ذمیوں) کی جوانی کی محنت (جزیہ) تو کھائیں اور ان کی پیری کے وقت ان کو بھیک مانگنے کی ذلت کے لئے چھوڑ دیں (قرآن مجید میں ہے) بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔ میرے نزدیک یہاں فقراء سے مراد مفلس مسلمان ہیں اور مساکین سے اہل کتاب کے غرباء مراد ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس سے اور ایسے تمام مفلسوں سے جزیہ معاف کر دیا''۔ (۳۴)

نظامِ زکوٰۃ، کفالت عامہ اور اسلامی حکومت

حدیث نبوی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں جو ایسی حالت میں پیٹ بھرے کہ اس کا ہمسایہ بھوکا سوئے'' (۳۵)

اس حدیث کی رُو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلم معاشرے کے تمام افراد خصوصاً صاحبِ نصاب لوگوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گرد وپیش میں یہ یقین کریں کہ کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جسے دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔ ایک فلاحی مملکت کی بنیادی ذمہ داری یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر فرد کی کم از کم بنیادی ضروریات کو پورا کرے۔ اگر ہر شخص اپنے آپ کو درج بالا حدیث کے معیار پر لے آئے تو نہ صرف معاشرے سے غربت وافلاس ختم ہو سکتے ہیں بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں خوش حالی کا دور دورہ ہو جائے، آنحضرت ﷺ کے اس فرمان میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

حضور نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھی۔ سلطنتِ اسلامی کو سب سے بڑا مسئلہ جو پہلے پہل درپیش آیا وہ مہاجرین کی آبادکاری اور ان کی فلاح و بہبود کا تھا۔ اگرچہ قرآنی آیات کی صورت میں اللہ کی راہ میں غریبوں کی مدد کے لئے مال خرچ کرنے کے احکام آچکے تھے مگر باقاعدہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم نہیں آیا تھا۔ آپ ﷺ نے مواخاۃ کے عمل سے آبادکاری کو مسئلہ فوری طور پر حل کیا۔ اس کے

ساتھ ساتھ بے روزگاروں کی مدد کے لئے لوگوں کو ترغیب بھی دی۔ جس کی بدولت بہت کم عرصہ میں ہر مسلمان اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا۔ اس کے باوجود جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے ان کے خاندان والے ان سے قطع تعلق کر لیتے اور ان سے تمام مال و اسباب چھین کر انہیں نے آبرو اور بے سہارا کر دیتے۔ اس زمانے میں لوگ صدقہ و خیرات مسجدِ نبوی میں لاتے جہاں اسے کسی سرکاری مرے (بیت المال) میں جمع کر کے مستحق لوگوں تک پہنچایا جاتا تھا۔ اصحاب صُفہ جن کی تعداد ستر (۷۰) تک بتائی گئی ہے، کا خرچ مستقل طور پر بیت المال سے ادا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو مجھے اچھا یہی معلوم ہوگا کہ تین دن نہ گزرنے پائیں کہ وہ سب خرچ ہو جائے اور میرے پاس کچھ بھی نہ رہے۔

مسلم معاشرے کو عوام کے لئے فلاحی بنانے کی خاطر مختلف مدات میں جن رقوم کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سب سے اہم زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ وہ مستقل آمدنی ہے جس کی بنا پر حکومتِ وقت طویل المعیاد منصوبہ بندی کر سکتی ہے۔ جب کہ نفلی صدقات کو بنیاد بنا کر منصوبہ بندی نہیں کی جا سکتی کیونکہ نفلی صدقات عوام کی مرضی پر ہوتے ہیں اس مد سے کسی وقت زیادہ آمدنی بھی ہو سکتی ہے مگر حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا جب کہ زکوٰۃ کی رقم سے متعلق پہلے سے تشخیص اور اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

معاشرے کے محروم طبقات کی کفالت کی ذمہ داری واضح طور پر اسلامی برادری پر ڈالی گئی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض مغربی ممالک میں بے روزگار افراد کے لئے حکومت نے مستقل وظیفے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ وظیفے ان افراد کو سستی اور کسلان میں مبتلا کر کے انہیں نہ صرف غیر پیداواری افرادی قوت میں تبدیل کر دیتے ہیں بلکہ یہ طریقہ دیکھ کر باروزگار افراد بھی محنت و مشقت کی زندگی چھوڑ کر بے کار اور آزادانہ زندگی اختیار کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ رویہ معاشرے میں منفی رجحان پیدا کرتا ہے۔ اسلام دراصل افراد کو بے کار نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسلام کا منشاء ہے کہ لوگ محنت و مشقت کے عادی بنیں اور کسبِ حلال کو بطور عبادت اپنائیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک سوالی کو کچھ عطا کرنے کی بجائے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا کیا مال ہے اس نے جواب دیا کہ ایک پیالہ اور ایک کمبل۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں منگوائیں اور ایک صحابیؓ کے ہاتھ دو درہم میں بیچ کر ایک درہم کی کلہاڑی منگوا کر اپنے ہاتھ سے دستہ لگا کر سوالی کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بقیہ ایک درہم کا سامانِ خورد و نوش خرید کر گھر والوں کو دو اور یہ کلہاڑی لے کر جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچو۔ وہ شخص چند دن کے بعد واپس آیا تو نہ صرف یہ کہ اپنی ضروریات خود پوری کرنے کے قابل تھا بلکہ اس نے کچھ رقم پس انداز کر لی تھی۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے زکوٰۃ کی جو رقم وصول ہوا سے ایسے پیداواری یونٹوں میں لگایا جائے جو لوگوں کی ملکیت ہوں۔ جہاں سے غرباء اور مساکین محنت کر کے اپنی اور اپنے عیال کی معاش کا بندوبست کر

سکیں۔دوسری طرف پیداواری یونٹوں سے حاصل شدہ منافع کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ مزید پیداواری یونٹس لگ سکیں'' سال ۱۹۹۹ء ۲۰۰۰ء کے لئے کئے جانیوالے معاشی سروے میں بھی یہ تجویز دی گئی تھی کہ ملک سے غربت ختم کرنے کے لئے طبعی یا مالی سرمایہ تک غریب کو رسائی دی جائے اس میں ایک طریقہ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ایسے صنعتی یونٹ لگائے جائیں جن کی پیداوار محنت و مزدوری کی مرہونِ منت ہو'' (۳۶)

یہ ایک اچھی تجویز ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ عمل بھی ہے۔اگر نظامِ زکوٰۃ کو اس کی روح کی ساتھ نافذ کیا جائے تو نہ صرف فلاحی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے بلکہ اس معاشرے کی پیداواری صلاحیت بڑھا کر پہلے مرحلے میں عوام میں خوش حالی بھی آسکتی ہے۔جب کہ اسی نہج پر کام کر کے پوری مملکت بشمول حکومت کی معاشی بنیادیں مستحکم کی جا سکتی ہیں۔

اسلامی معیشت نے نوعِ انسانی کو یہ درس دیا ہے کہ مال خرچ کرنے سے دولت بڑھتی ہے اور خرچ کی ہوئی ضائع نہیں ہوتی بلکہ کچھ اضافہ کے ساتھ اس کا اصل واپس آتا ہے۔اسلام نے یہ ایک زریں اصول دیا ہے کہ سود سے مال میں اضافہ ہونے کی بجائے کمی اور گھاٹا آتا ہے۔جب کہ زکوٰۃ اور صدقات سے دولت میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا ہے۔اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ نظریات ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہیں۔دولت کو جمع کرنے اور سودی تجارت کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتوں میں رہ جاتی ہے اور قوم کی معاشی زندگی تباہی کے دھانے پر پہنچ جاتی ہے جب کہ زکوٰۃ وصدقات سے مال ودولت قوم کے تمام افراد تک پہنچ جاتی ہے اور ہر شخص خوش حالی کی زندگی بسر کرتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں جب اس بنیادی اصول کو معیشت میں نافذ کیا گیا تھا تو عوام میں خوش حالی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ زکوٰۃ کے مستحقین کو ڈھونڈتے پھرتے تھے مگر کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا۔(۳۷)

اسلامی معیشت میں جہاں زکوٰۃ کی تحصیل کی اہمیت ہے وہاں اس سے بڑھ کر اس کی تقسیم اہم ہے اگر اغنیاء سے زکوٰۃ تو وصول کر لی جائے لیکن مستحق افراد تک یہ رقم نہ پہنچے تو یہ پوری مشق رائیگاں جائے گی۔حکومت اسلامی کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ مستحق افراد کا تعین بھی کرے تاکہ زکوٰۃ کی رقم غیر مستحق افراد میں تقسیم نہ ہو جائے۔ورنہ ایسے افراد بھی معاشرے پر بوجھ بن جائیں گے جو درحقیقت خود بھی کمانے کے قابل ہیں۔اس کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے سید قطب شہید لکھتے ہیں:

''واضح رہے کہ اسلام ان مستحقینِ زکوٰۃ میں سے حصہ پانے کا حق اسی وقت دیتا ہے جب کہ یہ کسبِ مال کی کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں اور اس کے باوجود ان کا کام نہ چلے۔اس پالیسی کی وجہ یہ کہ اسلام عزتِ نفس اور خودداری کو اہم چیز سمجھتا ہے.....زکوٰۃ کی رقم سے دی جانے والی امداد آخری اجتماعی بچاؤ ہے۔یہ درحقیقت ایسے افراد کے لئے سماجی تحفظ ہے جو باوجود کوشش کے نہ کما سکیں

یا ضرورت سے کم یا بقدرِ ضرورت ہی کما سکیں'' (۳۸)

دراصل حکومتِ اسلامی میں زکوٰۃ ایک مستقل آمدنی کا نام ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے وہ مستقل طور پر اپنا کسبِ معاش بند کر دیں۔ زکوٰۃ لینے اور دینے میں چند مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ ان مصلحتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فیلسوفِ اسلام شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ لکھتے ہیں:

''واضح رہے کہ زکوٰۃ میں دو مصلحتوں کی رعایت پیشِ نظر رکھی گئی ہے۔ تہذیبِ نفس اور مدنی واجتماعی حاجات کا انسداد۔ تہذیبِ نفس سے مراد یہ کہ مال بخل، خود غرضی، جنسی عداوت اور جنسی بد اخلاقیاں پیدا کرتا ہے اور ان بد اخلاقیوں کے انسداد کا بہترین علاج ''انفاق'' یعنی صرفِ مال اور سخاوت ہے۔ اس سے بخل کا خاتمہ ہوتا ہے۔ خود غرضی مٹ جاتی ہے اور جنسی عداوت کی بجائے جنسی محبت پیدا ہوتی ہے.... زکوٰۃ مدنی واجتماعی حاجات کے انسداد کا بہترین علاج ہے اس لئے کہ نظام اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس نظام میں مضبوط مالی نظام نہ ہوتا کہ اس کے ذریعے سے مدنی نظام کے اعلیٰ وادنیٰ عمال اور رعایا کے مناسب حال حاجات وضروریات کو پورا کیا جا سکے.... یہ تمام مشترک ذمہ داریاں اسی طرح پوری ہو سکتی ہیں کہ من جملہ دیگر ذرائع آمدنی کے حکومت کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ سرمایہ سے وصولی زکوٰۃ کی شکل میں حاصل ہو''۔ (۳۹)

قرآن وحدیث اور فقہاء وعلماء کی درج بالا آراء سے یہ نتیجہ بخوبی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظمِ معیشت اور کفالت عامہ کے لئے زکوٰۃ کی اہمیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ آج مملکتِ خداداد پاکستان میں اگر نظامِ زکوٰۃ کو اس کی روح کے ساتھ نافذ کیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا شہری ہو جو محروم معیشت رہ جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ:

''زکوٰۃ ایک ایسا اجتماعی سوشل سیکورٹی کا نظام ہے جس کے ذریعے معاشرے کے نادار اور مفلوک الحال لوگوں کی کفالت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کے خدائی نظام سے افلاس اور ناداری کا تسلی بخش حل ہو سکتا ہے اور یہ ٹیکس نہیں بلکہ خالص عبادت ہے''۔ (۴۰)

خلاصۂ بحث

اسلام کا معاشی نظام ایک ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے۔ یہ نظام دنیائے انسانی کی صرف معاشی فلاح ہی کا خواہش مند ہی نہیں بلکہ روحانی، اخلاقی، سیاسی ومعاشرتی فلاح وبہبود اور رشد وہدایت کا علم بردار ہے۔ معیشتِ اسلامی ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کسبِ معاش کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ ناکارہ رہنے اور بلاوجہ دوسروں پر بوجھ بننے والوں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ اس کے باوجود معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو یا تو کمائی کے قابل نہیں ہوتے یا اپنی

بساط بھر کوشش کے باوجود بقدرِ ضرورت کما نہیں سکتے چنانچہ حکومتِ اسلامی اپنے ذرائع آمدنی سے ایسے لوگوں کی کفالت کرتی ہے۔حکومت اسلامی کے ذرائع آمدنی میں سے ایک ذریعہ زکوٰۃ کی رقم یا جنس ہے۔

زکوٰۃ ایک اجتماعی تعبدی فریضہ ہے۔جس کی مرکزی سطح پر وصولی کے لئے ''خذ من اموالھم صدقة'' کا حکم دیا گیا ہے۔جو لوگ اس رقم کی وصولی پر مامور ہیں قرآن انہیں عاملینِ زکوٰۃ کا نام دیتا ہے۔یہ نام بھی ظاہر کرتا ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر پڑتی ہے لہذا انفرادی طور پر زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔بہر حال اگر حکومت کے کارندے اس فریضے کی انجام دہی میں پس وپیش کریں تو لوگ اپنے طور پر مل کر یہ ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

جس طرح زکوٰۃ کی وصولی ایک اہم فریضہ ہے اسی طرح اس کو مستحقین زکوٰۃ تک پہنچانا بھی انتہائی ضروری ہوتا ہے تاکہ معیشت کی بنیادوں میں کوئی رخنہ نہ پڑے اور ملک سے مفلسی ونا داری کا خاتمہ ہو جائے۔تعلیماتِ نبوی سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مملکت کے اندر اگر ایک آدمی بھی اپنی مفلسی کی وجہ سے بھوکا سویا تو سب سے پہلے قریب ترین پڑوسی کو غفلت کی بنا پر جواب دہ ہونا پڑے گا۔اور یہ دائرہ بڑھتے بڑھتے پوری مملکت تک پھیل جاتا ہے۔

زکوٰۃ حکومتِ اسلامی کے پاس ایک ایسا مستقل اور دیرپا فنڈ ہوتا ہے جس کی بنیاد پر حکومت ملک سے غربت ختم کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرسکتی ہے۔معیشتِ اسلامی میں زکوٰۃ کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔اموال، زرعی پیداوار، مویشیوں اور معدنیات سے وصول کی جانے والی زکوٰۃ حکومتِ اسلامی کو مدد دیتی ہے کہ وہ مملکت کے غرباء و مساکین کو اس طرح مالی امداد دے کہ وہ خود کمانے کے قابل بن جائیں اور نفع بخش کاروبار کر کے معیشتِ اسلامی کو مستحکم بنائیں۔رسول اللہ ﷺ کے فرمان الید العلیاء خیر من الید السفلیٰ سے غرباء و مساکین میں بھی یہ ترغیب پیدا ہوتی ہے کہ وہ صرف ناگزیر حالات میں ہی زکوٰۃ کی رقم وصول کریں اور اس رقم کو ایسی جگہ استعمال کریں کہ وہ صرف خورد ونوش کا سامان ہی نہ بنے بلکہ مزید پیداوار دینے کا باعث بھی بنے۔

واقعہ یہ ہے کہ افراد کی سخاوتیں اور فیاضیاں وقتی طور پر کتنی ہی بیش از بیش کیوں نہ ہوں امت اور قوم کے اجتماعی نظامِ معیشت کی تکمیل نہیں کرسکتیں۔اس حقیقت کے پیشِ نظر اسلام نے یہ اصول بنایا کہ متمول افراد کے اموال سے ایک مخصوص حصہ نکال کر غرباء و مساکین اور دیگر اہم شعبوں میں خرچ کیا جائے، جن کی تفصیل قرآن میں دی گئی ہے۔اسی مخصوص حصہ کا نام زکوٰۃ ہے اور یہ حصہ یعنی زکوٰۃ معیشتِ اسلامی کو مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔البتہ پاکستانی معاشرے میں نظامِ زکوٰۃ کے حقیقی ثمرات تبھی نظر آسکتے ہیں جب اس نظام کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ جاری وساری کرنے کے لئے حکومت اور عوام دونوں کی سطح پر اس نظام میں موجود سقم قرآن وسنت اور فقہاء وعلماء نیز جدید تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دور کردیئے جائیں تب وہ دن دور نہیں جب زکوٰۃ دینے والے تو موجود ہوں گے لیکن لینے والا شاید کوئی نہ ہو۔

حوالہ جات

۱۔المنجد (عربی لغت) دارالاشاعت، کراچی، ط۱۱، ۱۹۹۴، ص ۴۳۷

۲۔التوبۃ۔آیت ۱۰۳

۳۔التغابن، آیت ۱۵

۴۔الانبیاء، آیت ۷۳

۵۔مریم۔آیت ۵۵

۶۔البقرۃ۔آیت ۸۳

۷۔المائدۃ۔آیت ۱۲

۸۔مریم۔آیت ۳۱

۹۔نشانِ منزل (انتخاب) شعبہ دینی تعلیمات، جنرل ہیڈ کوارٹر، راولپنڈی، ص ۱۲۹

۱۰۔بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب کیف بدا الوحی

۱۱۔البقرہ۔۲۶۱

۱۲۔التوبۃ۔۱۲۱

۱۳۔الذاریات۔۱۹

۱۴۔التوبۃ۔۶۰

۱۵۔البقرۃ۔۲۴۵

۱۶۔ایضاً۔۲۷۳

۱۷۔ایضاً۔۲۶۷

۱۸۔التوبہ۔آیات ۳۴۔۳۵

۱۹۔الحشر۔۷

۲۰۔صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ

۲۱۔ایضاً

۲۲۔ایضاً

۲۳۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی۔سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب حقوق المال

۲۴۔ایضاً

۲۵۔ایضاً،باب صدقۃ الزرع

۲۶۔ترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔الجامع الترمذی،ابواب الزکوٰۃ،باب ماجاء فی العامل

۲۷۔ایضاً،باب فی المعتدی فی الصدقہ۔ صحیح مسلم وابن ماجہ

۲۸۔الجامع ترمذی،ابواب الزکوٰۃ

۲۹۔الصحیح بخاری۔کتاب الزکوٰۃ

۳۰۔پھلواری،جعفر شاہ۔انتخاب حدیث،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور، ط۲،۱۹۷۳،ص۱۱۸

۳۱۔نسائی،ابوعبدالرحمان،احمد بن شعیب۔سنن نسائی،کتاب الزکوٰۃ،باب المعدن

۳۲۔ایضاً،باب فرض زکوٰۃ رمضان علی المسلمین

۳۳۔ایضاً۔اردو ترجمہ وحیدالزمان،ج۲،قرآن محل،کراچی،ص۱۰۴

۳۴۔قاسم بن سلام،ابوعبید۔کتاب الاموال (مترجم عبدالرحمان سورتی) ادارہ تحقیقاتِ اسلامی،اسلام آباد،
۱۹۸۶،ص۶۷

۳۵۔مسند احمد،بحوالہ معارف القرآن،تفسیر سورۃ النساء،آیت ۳۶

۳۶۔Economic Survey 1999/2000,Finance Division, p.45

۳۷۔مودودی،ابوالاعلیٰ۔اسلام اور جدید معاشی نظریات،اسلامی پبلی کیشنز،لاہور،ص۱۰۳۔۱۰۴

۳۸۔قطب،سید،شہید۔اسلام میں عدل اجتماعی (مترجم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی) اسلامک پبلی کیشنز،لاہور،
ص۳۵۱۔۳۵۲

۳۹۔ولی اللہ،شاہ۔حجۃ اللہ البالغہ،نور محمد کارخانہ تجارت،کراچی،ج۱،ص۱۲۹

۴۰۔نیازی،لیاقت علی،ڈاکٹر۔جدید دور کے مسائل اور ان کا حل،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۴ء،
ص۱۳۹

اسلامی نظامِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

ڈاکٹر غلام محمد جعفر۔ کوئٹہ

اسلام کی بنیاد جن ارکان خمسہ پر رکھی گئی ہے ان میں ایک اہم رکن زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ قرآن مجید میں بیس سے زیادہ مواقع پر اقام الصلوٰۃ کے ساتھ ایتاء الزکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ قرآن پاک میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی مدح، ان کے لئے تبشیر اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے سخت وعید اور انذار کا ذکر اس کے علاوہ ہے۔

زکوٰۃ کا لفظ زکوا (زکا) سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی پاکیزگی اور طہارت کے ہیں۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف میں زکوٰۃ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

''زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت و برکت کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اپنے مال کی مقدار معین کے اس حصہ کو جو شریعت نے مقرر کر رکھا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ زکوٰۃ کے لغوی اور اصطلاحی معنی دونوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ لیجئے کہ یہ فعل (اپنے مال کی مقدار معین کے ایک حصہ کا کسی مستحق کو مالک بنا دینا) مال کے باقی حصہ کو پاک کر دیتا ہے۔ اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف یہ کہ دُنیا میں بڑھتا ہے اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اُخروی طور پر اللہ تعالیٰ اُس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اُس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بُری خصلتوں مثلاً بُخل سے پاک وصاف کرتا ہے۔ اس لئے اس فعل کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ کو صدقہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والے کے دعویٰ ایمان کی صحت وصداقت پر دلیل ہوتا ہے'' (۱)

زکوٰۃ کی ادائیگی سے جہاں مال و دولت کی تطہیر و پاکیزگی ہوتی ہے وہاں انسان کا نفس بخل جیسی قبیح خصلت سے پاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں بہت اہتمام اور تاکید کے ساتھ زکوٰۃ کے اس بنادی مقصد (تطہیر و تزکیہ) اور حقیقی فائدہ کا ذکر کیا ہے اور سب سے زیادہ زور اسی مرکزی نقطہ پر دیا ہے۔ کلام پاک میں ارشاد الٰہی ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها (۲)

''اُن کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کر کے اُن کو پاک اور صاف کر دو''۔

ابوداؤ میں حضرت ابن عباسؓ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''نہیں فرض کی اللہ نے زکوٰۃ مگر اسلئے کہ تمہارا مال و دولت پاک ہو جائے''

مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ اپنی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' میں تحریر کرتے ہیں کہ زکوٰۃ چونکہ ''دولت کو نجس اور ناپاک سرمایہ کاری سے بچاتی اور باز رکھتی ہے اور انسان کے دل و دماغ اور ذہنیت کو غرورِ مال اور قارونیت سے پاک کرتی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام زکوٰۃ ہے''۔(۳) مولانا مودودیؒ کے نزدیک ''اپنے مال میں سے ایک حصہ حاجت مندوں اور مسکینوں کے لئے نکالنے کو زکوٰۃ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس طرح آدمی کا مال اور اس کے ساتھ خود آدمی کا نفس بھی پاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے خدا کے بندوں کا حق نہیں نکالتا، اس کا مال ناپاک ہے اور مال کے ساتھ اُس کا نفس بھی ناپاک ہے''۔(۴)

قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ، صدقات اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بار بار حکم آیا ہے۔ کلام پاک میں مومنین اور متقین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں اُن میں سے ایک اہم صفت انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ قرآن مجید کھولتے ہی جن آیات پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے وہ یہ ہیں:

ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یؤمنون باالغیب ویقیمون الصلوٰة وممارزقنٰهم ینفقون(۵)

اسی سورۃ میں ان آیات کے بعد حکم ہوتا ہے۔

اقیمو االصلوٰة و ا توا الزکوٰة وارکعو ا مع الراکعین ۔(۶)

آیات مذکورہ بالا میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ ہے۔ بقول مولانا شبلی نعمانیؒ ''نماز اور زکوٰۃ توام ہیں اور ان ہی دو اجمالی حقیقتوں کی تشریح کا نام اسلام ہے''۔(۷)

جس طرح نماز کے بغیر دین کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح زکوٰۃ کے بغیر دین کی عمارت نامکمل ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایمان کے بعد صرف دو اعمال صالحہ کا ذکر آتا ہے۔ ایک نماز کا اور دوسرے زکوٰۃ کا۔ اللہ کی نگاہ میں نماز اور زکوٰۃ یہی دو چیزیں دین کی اصل عملی بنیادیں ہیں۔ جس نے ان دونوں فرائض کو اچھی طرح ادا کر لیا گویا اس نے پورے دین پر عمل کرنے کی پکی ضمانت اور عملی شہادت فراہم کر دی(۸)

مسلمانوں پر زکوٰۃ کی فرضیت ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔ بعض علماء کے نزدیک زکوٰۃ ۲ھ میں فرض ہوئی اور بعض کے نزدیک فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں۔ قرآن مجید کی مکی سورتیں اور بعض مکی زندگی کے واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں آ چکا تھا۔

سورۃ مزمل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واقیمو االصلوٰة واٰتو الزکوٰة واقرضو االله قرضاً حسناً .
وما تقدمو ا لانفسکم من خیرٍ تجدوهُ عندالله هو خیراً

و اعظم اجراً (۹)

سورۃ مومنون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلا تھم خشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون (۱۰)

اسی طرح اور بھی مکی سورتوں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ بعثت نبوی کے پانچویں سال جب بعض صحابہ کرامؓ کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئے وہاں کے بادشاہ نجاشی نے جب مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اُن سے اُن کے مذہب اور پیغمبرِ اسلام کے بارے میں استفسار کیا تو اس موقع پر حضرت جعفر طیارؓ نے خطاب کرتے ہوئے نجاشی کو بتایا کہ ''وہ پیغمبر ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ ہم نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں (۱۱) زکوٰۃ کی ادائیگی کا مکی سورتوں میں جہاں ذکر آیا ہے وہاں اس مراد قطعی طور پر خیرات مطلق ہے۔ گو زکوٰۃ کا حکم مکہ میں آ چکا تھا لیکن اس کی فرضیت اور مکمل نظام کی صورت میں اس کا نفاذ اور اس کے تفصیلی احکام واصول مدینہ میں نازل ہوئے۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ ''جس طرح عام نماز کا حکم آغازِ اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور مدینہ آ کر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی۔ اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق خیرات کی ترغیب بھی ابتدائے اسلام ہی سے شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔...محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام صرف دو لفظوں کا مرکب ہے۔ خدا کا حق اور بھائیوں کا حق۔ پہلے حق کا مظہرِ اعظم نماز اور دوسرے کا زکوٰۃ ہے۔ اس لئے محمد رسول ﷺ کی دعوتِ حق جب بلند ہوئی تو اس کی پکار کی ہر آواز ان ہو دو لفظوں کی تفصیل و تشریح تھی (۱۲)

مال و دولت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور اس میں مقرر شدہ زکوٰۃ ادا کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کرنا ہے جو اس نے انسان کو مال و دولت کی صورت میں عنایت کیا ہے۔ رزق اور مال و دولت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا نام دیا ہے۔ سورۃ جمعہ میں آتا ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (۱۳)

رزق میں وسعت اور کشائش انعام الٰہی ہے اور جس کو چاہتا ہے اُس کے رزق میں کشائش اور برکت پیدا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی روزی میں کمی کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اللہ یبسط الرزق لمن یشآء و یقدر (۱۴)

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور اُن کے رزق میں وسعت عطا کی ہے اُن کا فرض بنتا ہے کہ احسانِ خداوندی کا شکر ادا کرتے ہوئے اُسی رزق کو اللہ کے راستے میں خرچ کریں اور مقرر شدہ حصہ زکوٰۃ کے طور پر محتاجوں اور غریبوں کو دیں۔ جو شخص خدا کی عطا کردہ دولت میں خدا کے بندوں کا حق ادا نہیں کرتا اُس کا مال ناپاک ہے اور

مال کے ساتھ اس کا نفس بھی ناپاک ہے۔ کیونکہ اس کے نفس میں احسان فراموشی بھری ہوئی ہے۔ اس کا دل اتنا تنگ، اتنا خودغرض اور اتنا زر پرست ہے کہ جس خدا نے اُس کی حقیقی ضروریات سے زیادہ دولت دے کر اس پر احسان کیا ہے اس کے احسان کا حق ادا کرتے ہوئے اس کا دل دکھتا ہے

نماز کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہے اور یہ ایک روحانی عبادت ہے۔ جب کہ زکوٰۃ کا تعلق اللہ کے بندوں کے ساتھ ہے اور یہ ایک مالی عبادت ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول ہے 'خدا کی قسم میں ان کے خلاف لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں'' حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی لازم و ملزوم ہے۔ نماز انسان کو خدا اور آخرت کی طرف لے جاتی ہے اور زکوٰۃ اسے دُنیا کی طرف لڑھک جانے سے محفوظ رکھتی ہے۔ نماز حقوق اللہ کا مغز اور زکوٰۃ حقوق العباد کا۔ جس طرح اگر ایک شخص واقعی نماز کا حق ادا کر دے تو ممکن ہی نہیں کہ مسجد سے باہر آ کر خدا کو بھول جائے اسی طرح اگر ایک شخص زکوٰۃ کا حق ادا کر دے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ بندگانِ خدا کے حقوق پامال کرتا ہے (۱۵)

بعض دانشور اور اہل قلم زکوٰۃ کے اقتصادی مصالح اور فوائد پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اسے محض ایک منصفانہ اور عادلانہ ٹیکس کے مترادف قرار دیتے ہیں اور اس کے روحانی پہلو سے صرف نظر کرتے ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ایسے حضرات پر گرفت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بہت سے معاصر اہل قلم اور اہلِ فکر جو جدید معاشی فلسفوں اور علم الاقتصاد کی غیر معمولی اہمیت اور ہمہ گیری سے کم وبیش اور ذہنی طور پر مرعوب ہیں۔ سارا زور زکوٰۃ کے اقتصادی اور اجتماعی مصالح پر زور دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ محتاط الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی تحریروں کو پڑھنے والا کم از کم ایسا محسوس کرتا ہے کہ اُن کی رائے' زکوٰۃ کے بارے میں یہ ہے دُنیا کے معاشی نظاموں نے اب تک جتنے ٹیکس سوسائٹی پر عائد کئے ہیں، یہ اسلامی ٹیکس سب سے زیادہ منصفانہ، حکیمانہ اور متوازن ہے۔ اس لحاظ سے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ زکوٰۃ اس اشتراکیت (سوشلزم) کی نہایت مستحکم بنیاد ثابت ہو سکتی ہے جسے اسلام نے اپنے ترقی وعروج کے بہترین زمانہ میں دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ وہ (چند مستثنیات کو چھوڑ کر) زکوٰۃ کی اس حقیقی روح کو فراموش کر دیتے ہیں جو اس کے پورے نظام میں جاری وساری ہے۔ یہ روح ہے عبادت اور تقرب الی اللہ کی۔ اس طرح وہ اس کے بنیادی مقصد اور اصل مصلحت وحکمت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یعنی نفس کو بُخل، خودغرضی، انانیت، فقراء کی حق تلفی اور قلب کی قساوت سے پاک و صاف کرنا اللہ تعالیٰ کی قبولیت ورضا حاصل کرنا اور فقراء اور ضعفاء کی دل داری اور ہمدردی کے نتیجہ میں مال کی پاکی اور نورانیت اور خیر وبرکت کا ظہور (۱۶)

شاہ ولی اللہؒ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں زکوٰۃ کے روحانی اور معاشرتی مصالح کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

''جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ میں سب اہم مصالح دو ہیں۔ پہلی مصلحت تہذیب نفس ہے اس لئے کہ نفس اور حرص و بخل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حرص بدترین اخلاق میں سے ہے۔ جو معاد میں انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے۔ جو حریص ہو گا مرتے وقت بھی اس کا دل مال میں اٹکا رہے گا اور اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلاء کیا جائے گا۔ اگر زکوٰۃ کی مشق اس کو ہو گی تو یہ حرص اس سے ختم ہو چکی ہو گی جو بالآخر اس کو نفع پہنچائے گی۔ انابت اور رجوع علی اللہ کے بعد اخلاق میں سب سے اعلیٰ سخاوت نفس ہے۔ جس طرح رجوع الی اللہ، انابت و عبودیت، دعا اور تضرع سے عالم جبروت سے مناسبت اور قرب پیدا ہوتا ہے، اسی طرح سخاوت، خسیس اور پست دنیاوی صورتوں اور شکلوں کو توڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ بہمیت کی ضد ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ ملکوتی صفات غالب ہوں اور بہیمانہ صفات اُن سے دب جائیں، بلکہ اُن کے رنگ میں رنگ جائیں اور اُن پر اس حکم کو اطلاق ہونے لگے، جو ملکوتی صفات پر ہوتا ہے۔ اس کا راستہ یہی ہے کہ مال کو باوجود ضرورت و احتیاج کے خدا کی راہ میں صرف کیا جائے .... دوسری مصلحت کا تعلق شہر سے ہے اس لئے ضعفاء و حاجت مند جمع ہونگے۔ اگر ان میں ہمدری اور اعانت کی یہ سنت نہ ہو تو وہ سب بھوک سے ہلاک ہو جائیں۔ اس کے علاوہ شہروں کا نظام مال پر قائم ہوتا ہے اور اُن شہروں کے ذمہ دار اور وہاں کے مدبرین اور منتظمین اپنی ان مشغولیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش اختیار نہ کر سکیں۔ اُن کی معیشت کا انحصار بھی اُسی پر ہوتا ہے۔ مشترکہ اخراجات اور چندے نہ سب کے لئے آسان ہیں نہ ممکن۔ اس لئے رعیت سے اُن مصالح کے لئے رقم وصول کرنا مناسب دستور ہے اور چونکہ مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ دو مصالح لازم و ملزوم رہیں۔ اس لئے شرع نے بھی اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ رکھا (۱۷)

زکوٰۃ کے معانی و اہمیت واضح کرنے کے بعد اس کے ضروری احکام و اصول کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آنحضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا تو انہیں روانگی سے قبل جو ہدایات دیں وہ زکوٰۃ کی قانونی اساس، گویا اس کا سرکاری منشور ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو۔ جو اہل کتاب ہیں۔ پس انہیں اس بات کی دعوت

دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات قبول کرلیں، تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اسے مان لیں، تو پھر اس کے بعد انہیں آگاہ کریں کہ اللہ نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور اُن کے فقراء کو دی جائے گی۔ اچھا مال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی دُعا سے ڈرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں'' (۱۸)۔

آنحضور ﷺ کے فرمان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اس پر نماز اور زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ نماز تو ہر عاقل، بالغ، مرد اور عورت پر فرض ہے لیکن زکوٰۃ کا معاملہ مشروط ہے۔ زکوٰۃ صرف صاحبِ ثروت مسلمانوں سے وصول کی جائے گی اور انہیں لوٹائی جائے گی جو صاحبِ ضرورت ہوں گے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس سے زکوٰۃ وصول کی جائے؟ کتنی وصول کی جائے؟ کہاں تقسیم کی جائے؟ مختلف اموال کی شرحِ زکوٰۃ کیا ہوگی؟ زکوٰۃ کے مستحقین کون ہیں؟ اور غیر مستحقین کون؟ اِس سلسلے میں اسلام کا ایک مکمل نظامِ زکوٰۃ ہے۔ اس کے احکام و اصول مقرر ہیں۔ اُن کی روشنی میں زکوٰۃ جمع کی جاسکتی ہے اور اسے خرچ کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں زکوٰۃ کے ضروری احکام واصول اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

شرائطِ فرضیت زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کی دس شرائط ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ آزاد ہونا ۳۔ عاقل ہونا ۴۔ بالغ ہونا ۵۔ مال کا مالک اور مالک کا بقدرِ نصاب ہونا

۶۔ مال نصاب کا پورے طور پر مالک ہونا ۷۔ مال نصاب کا حاجات اصلیہ سے زائد ہونا ۸۔ مال نصاب کا بڑھنے کے قابل ہونا ۹۔ مال نصاب کا دَین (قرض) سے فارغ ہونا ۱۰۔ مال پر سال کا پورا گزر جانا

نصابِ زکوٰۃ

نصابِ زکوٰۃ مال کی اس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ مال نصاب سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ مال کا مالک ہونا زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک شرط ہے۔ مال سے مراد رائج الوقت سکے اور سونا، چاندی اور ان دونوں کے زیورات، جنگل کی چرائی پر گذر کرنے والے گھریلو جانور اور سامانِ تجارت ہے۔ اس مال کا بقدرِ نصاب شرط ہے۔

نصاب کی اقسام

نصاب کی دوقسمیں ہیں:

ا۔نامی یعنی بڑھنے والا مال

۲۔غیر نامی، نہ بڑھنے والا مال

نصاب نامی کی دوقسمیں ہیں ا۔حقیقی ۲۔تقدیری

حقیقی کا اطلاق تو تجارت کے مال اور جانوروں پر ہوتا ہے کیونکہ تجارت کا مال نفع سے بڑھتا ہے اور جانور اپنے توالد و تناسل سے بڑھتے ہیں۔تقدیری کا اطلاق سونے اور چاندی پر ہوتا ہے کیونکہ یہ چیزیں بظاہر تو نہیں بڑھتیں لیکن بڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

مالک نصاب نامی اور غیر نامی کے مابین فرق

نصاب نامی اور غیر نامی میں فرق یہ ہے کہ نصاب نامی کے مالک پر تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔اس کے لئے دوسروں سے زکوٰۃ،نذر،صدقات واجبہ کا مال لینا درست نہیں اور اس کے لئے صدقہ فطر دینا اور قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔نصاب غیر
نامی کے مالک پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔مگر اس کے لئے بھی زکوٰۃ،نذر اور صدقہ واجبہ کا مال لینا درست نہیں ہوتا۔اس پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہوتا ہے(۱۹)

سونے چاندی کا نصاب

سونے چاندی کا شرعی نصاب کچھ یوں ہے:

سونا ساڑھے سات تولہ ۸۷٫۴۸گرام پانچ اوقیہ(بیس مثقال)

چاندی ساڑھے باون تولہ ۶۱۲٫۳۶ گرام

سونے چاندی کے نصاب مقررہ پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا ان کی رائج الوقت قیمت کے مساوی نقد رقم یا مال تجارت جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو۔آج کل سونے اور چاندی کے نصابِ مالیت میں کافی فرق ہے۔فقہاء کرام نے کہا ہے کہ اگر اموال متفرق ہوں یعنی کچھ سونا،کچھ چاندی اور دیگر اموال یا صرف چاندی ہو تو چاندی ہی کے نصاب کا اعتبار ہوگا تاکہ ناداروں کا فائدہ ہو۔

مویشیوں کا نصاب

مویشیوں کا کم سے کم نصاب کچھ یوں ہے:

بھیڑ بکریاں: ۴۰

گائے بھینس: ۳۰

اونٹ: 5

اس تعداد سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہوگی

زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ

فصل کی پیدوار پر کوئی متعین نصاب نہیں کہ کتنی پیداوار ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی۔

قرآن مجید میں ہے:

کلو من ثمرہٖ اذا اثمر و اتوا حقہٗ یوم حصادہٖ (۲۰)

شرح زکوٰۃ

نقدی اور سونا چاندی پر اڑھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی اموال تجارت پر بھی اسی حساب سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

معادن پر ۲۰% کے حساب سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی

رکاز کا خمس زکوٰۃ کے طور پر ادا کرنا ہوگا۔

مواشی کی زکوٰۃ نقدی کی صورت میں بھی وصول کی جاسکتی ہے اور مواشی بھی زکوٰۃ میں لئے جاسکتے ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ کا فتویٰ ہے (۲۱) مواشی کی شرح کو مولانا شبلی نعمانیؒ کی سیرت النبی جلد پنجم میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

زرعی پیداوار پر شرحِ زکوٰۃ (عُشر)

قرآن مجید کی آیات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی جسے عُشر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ عشر کے بارے میں تفصیلی احکام احادیث رسول اللہ ﷺ میں موجود ہیں۔ اُن کے مطابق بارش

،چشموں اور دریاؤں سے سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار میں سے بیسواں حصہ لیا جاتا ہے۔

معدن، رکاز اور زرعی پیداوار کے سوا تمام صورتوں میں وجوبِ زکوٰۃ کے لئے یہ شرط ہے کہ قدرِ نصاب یا اس سے زائد مال پر ایک سال گزر جائے۔ معادن اور رکاز کے لئے ایک سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ زرعی پیداوار پر فصل کٹنے کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ خواہ سال میں دو یا دو سے زائد فصلیں کاٹی جائیں۔ سبزی، ترکاری اور پھل جو ذخیرہ کر کے نہیں رکھے جاتے اُن پر عشر تو نہیں لیکن اگر زمیندار انہیں مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے تو اس پر تجارتی زکوٰۃ عائد ہوگی جب کہ وہ بقدرِ نصاب ہو۔ اس معاملے میں نصاب وہی ہوگا جو تجارت میں معتبر ہے۔ یعنی اس کاروبار کا تجارتی سرمایہ سال کے آغاز و اختتام پر دو سو درہم یا اس سے زائد ہو۔

مصارفِ زکوٰۃ

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ حق دار بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں ان مصارف کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

انما الصدقات للفقرآء والمساكين والعاملين عليها والموء لفة قلوبهم و في الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل ط فريضة من الله ط والله عليم حكيم٥(۲۲)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے اجتماعی نظم ضروری ہے

جو صدقات قانونی نوعیت کے ہوتے ہیں انہیں انفرادی طور پر جس طرح چاہیں دیئے جاسکتے ہیں اور تقسیم کیئے جاسکتے ہیں۔ لیکن قانونی زکوٰۃ کے بارے میں یہ آزادی حاصل نہیں ہے۔ جس طرح نماز کے بارے میں اس کا با جماعت ادا کرنا ضروری ہے اس طرح زکوٰۃ کا بھی اجتماعی نظم مقرر ہے اور ضروری ہے کہ اس نظم کے مطابق اسے وصول کیا جائے اور مقررہ نظم کے مطابق کرچ کیا جائے۔ پوری مملکت کی زکوٰۃ عاملین کے ذریعے وصول کی جائے اور پھر اسے مستحقین میں تقسیم کیا جائے۔ محکمہ زکوٰۃ کے سرکاری ملازمین (عاملین علیھا) کا ذکر بھی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ زکوٰۃ کا حکومت کے ذریعے وصول کر کے تقسیم کیا جانا ایک مسلمہ فریضہ اور اسلامی نظامِ مالیات کا ایک معروف تقاضا ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی زکوٰۃ حکومت کے حوالہ کرنے سے انکار کردے اور مرضی کے مطابق جہاں چاہے اور جس طرح چاہے تقسیم کرے۔ زکوٰۃ کا مزاج اور شرعی حیثیت یہ ہے کہ وہ پہلے بیت المال میں جمع کی جائے اور اُن خلفاء اور امراء کے سپرد کی جائے جو اس کے ذمہ دار ہیں۔ زکوٰۃ کی وصولی حکومت کو فرض ہے۔ انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے فریضہ تو ادا ہو جاتا ہے لیکن زکوٰۃ کے جو اجتماعی مصالح ہیں وہ پورے نہیں ہوتے۔

مصارف و نصابِ زکوٰۃ کے تعیّن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے نظامِ زکوٰۃ کے قیام کا اہتمام فرمایا۔ آپ ﷺ

نے جزیرۃ العرب کومختلف انتظامی حصوں میں تقسیم کر کے ان میں عمال مقرر فرمائے۔ان عاملین زکوٰۃ میں سے چند معروف کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت علیؓ،حضرت معاذ بن جبلؓ،حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ،حضرت عمرو بن مخزومؓ،حضرت عتاب بن اسیدؓ، حضرت حارث بن عبدالمطلبؓ اور حضرت علاء بن الحضرمیؓ۔یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔خدا،قرآن اور قیامت پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے تھے۔کتاب وسنت کی تعلیمات پر دل و جان سے فدا اور اُن پر عمل کرتے اور حکمت و دانائی سے اُن کے نفاذ کے لئے بے چین و بے قرار تھے۔انسانیت کی دینی و دنیاوی فلاح و بہبود اسلام کی اساسی تعلیمات میں سے ہے اور نظامِ زکوٰۃ فقر ومسکنت اور غربت وافلاس کے انسداد کا مؤثر ذریعہ ہے۔

عہدِ رسالت میں نظامِ زکوٰۃ اپنی تمام تفصیلات و جزئیات کے ساتھ باقاعدہ طور پر تقریباً ۹ ھ میں نافذ ہوا ۔رسول اللہ کے وصال تک صرف ایک سال میں اس کے جو اثرات مرتب ہوئے اس کی تفصیل مشہور سیرت نگار ابن سید الناس نے اپنی معروف تالیف''عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ''میں بیان کی ہے۔اس نے جزیرۃ العرب کے بہت سے ایسے قبائل کا ذکر کیا ہے جن میں آنحضرت ﷺ نے اپنے عاملین مقرر فرما کر نظامِ زکوٰۃ نافذ فرمایا تھا۔آنحضرت ﷺ ہر قبیلے پر ایک عامل مقرر فرمادیتے تھے جو اس قبیلے کے فقراء ومساکین اور دیگر حاجت مندوں کی فہرست تیار کرتے اور قبیلے کے خوش حال اور اصحابِ نصاب سے جمع ہونے والی زکوٰۃ ان میں تقسیم کردیتے۔اس طرح وہ انہیں فقروفاقہ پر قابو پانے میں مدد دیتے۔اس حکمتِ عملی سے محتاج وفقیر مستقل طور پر بھکاری رہنے کی بجائے خود کفیل ہوکر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے گئے۔آنحضرت ﷺ کے قائم کئے ہوئے اس نظام کو خلفائے راشدین نے بھی جاری رکھا اور قلیل ترین مدت میں اسکے جو انتہائی مفید اور کارآمد نتائج برآمد ہوئے وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہیں۔یمن نو ہجری میں فتح ہوا۔حضرت معاذ بن جبلؓ عامل مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ کے عہد تک اس عہدے پر فائز رہے۔عہدِ رسالت سے عہدِ فاروقی تک،چار سال کے مختصر عرصے میں،نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے آپؓ نے ایسا معاشی انقلاب برپا کیا کہ وہاں زکوٰۃ لینے والا کوئی باقی نہیں رہا(۲۳)

مصارفِ زکوٰۃ والی تفصیلی آیت کے آخر میں''فریضة من الله ''کے الفاظ سے مصارف زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح''خذ من اموالهم صدقة ''سے زکوٰۃ کی وصولی کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔جس کی رُو سے مسلمانوں پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلامی حکومت کی موجودگی میں زکوٰۃ کی ادائیگی صرف حکومت کو کریں۔اس حکم کے تحت خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حکومت کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور فرمایا''واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ و الزکوٰۃ ''اسلام نے زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلے میں حکومت کو اتنے وسیع اختیارات اس لئے دیئے ہیں تاکہ اس سے مالی وسائل کی کمی کا عذر نہ رہے ۔یہ سب اختیارات فقر ومسکنت،غربت وافلاس،تنگ

دستی ومحتاجی، جہالت و بیماری کے سدِ باب کے لئے حکومت کو دیئے گئے ہیں۔اگر حکومت ان مسائل کا سدِ باب نہیں کرتی تو ایسی حکومت اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم قرار پاتی ہے۔اگر حکومت اسلامیہ کی موجودگی میں مسلمان زکوٰۃ کی ادائیگی حکومت کو نہیں کرتے تو وہ حکومت کے مجرم قرار پاتے ہیں۔زکوٰۃ کا نظام دولت کی گردش کا انتظام کرتا ہے۔دولت اور سرمایہ کے چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے اور دولت کے عدمِ توازن کی وجہ سے معاشرے میں افراط وتفریط پیدا ہوتی ہے۔معاشی مسائل جنم لیتے ہیں۔معاشی مسائل اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے طبقاتی جنگ کا آغاز ہوتا ہے۔انسان ایکدوسرے کے خون کا پیاسا بن جاتا ہے۔بے روزگاری، غربت وافلاس، جہالت و بیماری، معاشرتی بیماریاں اور فواحش و منکرات معاشرے میں جنم لیتے ہیں۔اسلام نے ان مسائل کو علاج اس طرح تجویز کیا ہے کہ جو صاحبِ ثروت ہیں وہ اپنے مال و دولت میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ حصہ غربا، مساکین اور صاحبِ حاجت لوگوں پر صرف کریں۔تاکہ انسانی معاشرہ افراط تفریط سے بچ جائے اور ایک صالح اور مثالی معاشرہ معرضِ وجود میں آئے۔ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے لئے ہمیں اسلام کو مکمل صورت میں اپنے سیاسی ومعاشی نظام میں اپنانا ہوگا۔اسلام کا نظامِ زکوٰۃ جہاں کفالتِ عامہ کا ضامن ہے وہاں صالح اور مثالی معاشرہ کا باعث بھی ہے۔آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی پیروی میں ہماری دنیاوی واخروی نجات وفلاح ممکن ہے۔پاکستان کی ترقی، بقاء، عوام کی خوش حالی اسلام ہی سے وابستہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل طور پر اسلام پر کاربند رہنے کی توفیق عطا کرے اور اسلام کے نظامِ حیات کو پاکستان کا مقدر بنائے۔آج پاکستان جن اقتصادی وسیاسی اور معاشرتی مسائل کا شکار ہے اس کی بنیادی اور بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے من حیث القوم آنحضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے اور نظام اسلام کے نفاذ کے لئے خلوص دل سے کوشاں نہیں ہیں۔

پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔اسی کی بقا وخوش حالی، ترقی صرف اور صرف اسلامی نظام اور آنحضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی پیروی میں مضمر ہے۔

﴿حوالہ جات﴾

۱۔نواب محمد قطب الدین خان دہلوی۔مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ شریف،تزئین وترتیب جدید مولانا عبداللہ جاوید،جلد دوم،دارالاشاعت کراچی،ص۱۷۳،۱۹۹۴ء

۲۔القرآن۔سورۃ توبہ:۱۰۳

۳۔مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی۔اسلام کا اقتصادی نظام،ادارہ اسلامیات،لاہور،ص۳۰۳،1981

۴۔مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔معاشیاتِ اسلام،اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور،ص۳۰۱،۱۹۸۸ء

۵۔القرآن۔سورۃ البقرہ:۱تا۳

۶۔ایضاً۔ ایضاً:۴۳

۷۔مولانا شبلی نعمانی۔سیرت النبی،جلد پنجم،آرمی بک کلب،ص۱۷۷،۱۹۸۳ء

۸۔مولانا صدرالدین اصلاحی۔اسلام ایک نظر میں،اسلامی پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور،ص۹۶،طبع ۱۹۹۹ء

پروفیسر خورشید احمد۔اسلامی نظریہ حیات،شعبہ تصنیف وتالیف،کراچی یونیورسٹی،ص۳۲۲،اشاعت ۱۹۸۸ء

۹۔القرآن۔سورۃ مزمل:۲۰ ۱۰۔القرآن۔سورۃ المومنون:۱تا۴

۱۱۔شبلی نعمانی،ایضاً ۱۲۔ایضاً

۱۳۔القرآن۔جمعہ:۱۰

۱۴۔القرآن۔سورۃ الرعد:۲۶

۱۵۔پروفیسر خورشید۔ایضاً

۱۶۔سید ابوالحسن علی ندوی۔ارکانِ اربعہ،مجلسِ نشریات کراچی،ص۱۵۵،اشاعت ۱۹۷۶ء

۱۷۔شاہ ولی اللہ۔حجۃ اللہ البالغہ،ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی،دارالاشاعت کراچی،ص۳۵۸،ت۔ن

۱۸۔نواب قطب الدین۔ایضاً،ص۱۷۷ ۱۹۔ایضاً

۲۰۔القرآن۔سورۃ الانعام:۱۴۳

۲۱۔مودودی۔ایضاً،ص۳۴۶

۲۲۔القرآن۔سورۃ توبہ:۶۰

۲۳۔محمد یوسف گورایہ۔زکوۃ اور اس کا نفاذ،ماہنامہ فکر ونظر،جلد ۱۸،شمارہ ۲،اگست ۱۹۸۰،ص۲۱

۲۴۔نواب قطب الدین۔ایضاً جلد سوم،ص۱۹۳

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

(پروفیسر) رشید احمد قاسمی۔ برنالہ آزاد کشمیر

پس منظر

اس وقت پورے عالم اسلام میں اضطراب اور بے چینی کا دور دورہ ہے۔اس اضطراب میں بڑی تیزی سے زیادتی اور بڑھوتی ہورہی ہے۔عام معیشت دان اور عوام الناس اس خیال کے حامل ہیں کہ اضطراب معیشت کی وجہ سے ہے۔یہ درست ہے کہ انسانی زندگی میں معاشی عوامل فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس اضطراب کی بنیادی وجوہات دو ہیں:

ا۔مادہ پرستی اور ۲۔کفالت عامہ کا فقدان۔

اس بے چینی اور اضطراب کو دور کرنے کے لئے مختلف انداز میں کوششیں ہوئی ہیں اور جاری ہیں مگر حالات پہلے سے زیادہ بدتر ہورہے ہیں۔مفکرین نے کہا ہے کہ اگر پیداوار کو بڑھا دیا جائے تو خرابیاں دور ہوسکتی ہیں۔لیکن پیداوار کئی سو گنا بڑھنے کے باوجود بھی خرابی اور بگاڑ اسی طرح ہے۔

مادہ پرستی اور مسیحت

یورپ کو موجودہ مذہب عیسائیت نہیں بلکہ مادہ پرستی ہے۔معروف محقق ڈاکٹر اسد اپنی کتاب Islam at the Cross Road میں تحریر کرتے ہیں:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو دینی طریقہ پر سوچتے ہیں اور مذہبی احساس رکھتے ہیں لیکن یہ مستثنیٰ مثالیں ہیں۔یورپ کا عام اور متوسط آدمی وہ جمہوری ہو یا فاسشٹ، سرمایہ دار ہو یا اشتراکی، ہاتھ سے کام کرنے والا ہو یا دماغی محنت کرنے والا، وہ ایک ہی مذہب جانتا ہے۔وہ کیا؟ مادی ترقی کی پرستش اور یہ عقیدہ کی اس کی زندگی کی غرض وغایت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کو زیادہ آسان اور پُر راحت، آزاد اور بے قید بنا دیا جائے......اور جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے انسانوں کا ایسا گروہ پیدا ہوا ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نیکی اور اخلاق نام ہے عملی فائدہ کا۔اس کے نزدیک معیار محض مادی کامیابی ہے۔'' (۱)

اس وقت پوری دُنیا غربت اور کسمپرسی کا شکار ہے ۔محتاط اندازے کے مطابق ۳ بلین لوگ غربت کا شکار ہیں ۔بالفاظ دیگر کُل آبادی کو نصف غربت میں مبتلا ہے ۔ان میں چالیس فی صد ۲ء ۱ بلین لوگ انتہائی غریب ہیں ۔۱۹۹۵ میں کوپن ہیگن میں معاشرتی ترقی کے لئے جو چوٹی کانفرنس منعقد کی گئی تھی اس میں ۲۰۱۵ تک غربت کی مقرر شدہ لکیر سے نیچے انتہائی غربت میں زندگی میں بسر کرنے والوں میں ۵۰٪ کمی کا ہدف مقرر کیا گیا تھا۔لیکن صورت حال یہ ہے کہ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے چھ سال گزر چکے ہیں مگر ماہرین کو خدشہ ہے کہ یہ گروپ غربت کی طرف مزید بڑھ رہا ہے۔

- اس وقت ایک تجزیہ کے مطابق غربت کی وجہ سے ۲۰٪ بیماریاں بڑھ رہی ہیں سانس کی بیماریوں کا تناسب ۱۳٪ اور غیر مصفیٰ جراثیم آلودہ پانی کی بیماریوں سے اموات کا تناسب ۱۱٪ ہے۔

پاکستان اور غربت

پاکستان بھی معاشی عدم استحکام وتوازن کا شکار ہے ایک آدمی بہت غریب ہے تو دوسرا بہت امیر ہے ۔فیڈرل بیورو آف سٹیٹکس کے سروے کے مطابق پاکستان میں معاشی طور پر درج ذیل درجہ بندی ہے:

۱۵۰۰ روپے ماہوار تک آمدنی والے ۴۶.۵٪

۱۵۰۰ سے ۴۰۰۰ روپے تک ماہوار آمدن والے ۴۴.۵٪

۴۰۰۰ روپے سے اوپر والے ۹٪

اس طرح نصف آبادی غربت پر گزارہ کر رہی ہے ۔وہ نہ تو معیاری خوراک کھا رہی ہے اور نہ ہی ان کے پاس معیاری رہائش گاہیں ہیں ۔بیمار ہونے کی سورت میں علاج کرانا بھی ان کے بس سے باہر ہے ۔دوسری طرف سہولت یافتہ طبقہ کئی کئی ایکڑ کوٹھیوں اور دیگر تعیشات میں پڑا ہوا ہے ۔جس معاشرے میں مال دار طبقہ کے کتے اور گھوڑے مکھن اور پنیر کھائیں اور غریب فاقوں مر رہا ہو، بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔

مال دار طبقہ تعداد میں کم اور غریب طبقہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود، مال دار اپنے مال کے زور پر کم مال دار لوگوں کے وسائل بھی کھینچ لیتا ہے اور اسے مزید غربت کی طرف دھکیل دیتا ہے ۔اس طرح اسبابِ معیشت غریبوں سے چھینے جا رہے ہیں۔

مادہ پرستی اور اسلام

مادہ پرستی ہر زمانہ میں اسلام کی حریف رہی ہے ۔یہ شیطان کا بڑا کارگر حربہ ہے ۔اس لئے کہ اس میں انسان کے لئے قدرتی کشش ہے مختلف اسباب کی بنا پر اس زمانہ میں مادہ پرستی نے بحران کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔

یہ مسئلہ کسی ایک جماعت کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے سوچنے کا ہے ۔اس لئے کہ مادہ پرستی کے ساتھ موجودہ

دور کی تمام طاقتیں ہیں اور دُنیا کا یہ دستور رہا ہے کہ فیصلہ اس کا مانا جاتا ہے جسکے ہاتھ میں طاقت اور قوت ہے۔اس حالت میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی:

''اے ہمارے رب آپ نے فرعون اور اسکی قوم کو دُنیا کی دولت اور زینت عطا کی ہے۔اس سے وہ لوگوں کو تیرے رستہ سے گمراہ کرتے ہیں۔اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد اور ان کے دلوں کو سخت کردے۔جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے''۔(۲)

مال کی اہمیت اسلام میں

قرآن مجید میں مال کو انسانیت کی بقا اور انسانیت کے قیام کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے: اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً (۳) اس لحاظ سے قرآن میں اس چیز کا اب سے چودہ سو سال پہلے ذکر آچکا ہے کہ مال کی بڑی اہمیت ہے۔تفسیر قرطبی میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

'ای ولا تولوا السفھاء اموالکم التی تصلح بھا امورکم فیقوموا بھا قیاماً(۴)

اللہ تعالیٰ نے مال کی اہمیت اور انسانی معاش میں اِس کا بڑا دخل ہونا بیان فرما کر اُس کی حفاظت کا داعیہ قلوب میں پیدا کیا ہے اور دوسری طرف حفاظتِ مال میں عام کوتاہی (عورتوں، بچوں اور کم عقلوں کو مال سپرد کرنا) کی اصلاح فرمائی گئی۔

مال کی حفاظت ضروری امر ہے۔اس کو ضائع کرنا گناہ ہے اور اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی شخص قتل ہوجائے تو شہید ہے۔

حدیث پاک ہے کہ'من قتل دون مالہٖ فھو شھید ''(۵) یعنی اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جو شخص قتل ہوجائے وہ شہید ہے (یعنی ثواب کے اعتبار سے)۔

نیز ارشاد فرمایا''نعما بالمال الصالح للرجل الصالح''(۶) نیک آدمی کے لئے اس کا اچھا اور پاکیزہ مال بہترین متاعِ حیات ہے۔ایک اور حدیث پاک ہے۔لاباس بالغنیٰ لمن اتقیٰ اللہ عزوجلّ (۷) جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اس کی مال داری میں دین کا کوئی حرج نہیں ۔گویا اسلام میں مال کی اہمیت بالکل واضح ہے البتہ جو مال ناجائز ذرائع سے بنایا گیا ہو اسے انسان ضائع کرے۔یہ امور اسلام کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہیں۔

موجودہ اضطراب اور بے چینی کی اصل وجہ مادہ پرستی ہے کہ انسان دولت کو سب کچھ سمجھ لے اور اپنی ساری صلاحیتیں اسی پر

رف کردے۔ اضطراب کی دوسری بڑی وجہ کفالت عامہ کی طرف توجہ نہ دینا۔ اگر دُنیا میں موجود مال دار لوگ اپنی دولت
ں سے دوسرے انسانوں کی مدد اور معاونت کریں تو غربت اور کسمپرسی بہت حد تک کم ہو سکتی ہے۔

سلامی نظمِ معیشت اور جدید مغربی معیشت

دُنیا میں اس وقت جتنے بھی نظام موجود ہیں ان کے دو پہلو ہیں:

۔ فکری اساس (روح)
۔ عملی اساس (جسم)

فکری اساس

جس طرح کسی معاملہ پر اس کی فکری اساس سے ہٹ کر گفتگو ممکن نہیں، اسی طرح اسلام کے نظمِ معیشت پر بھی
اس کی نظریاتی اساس اور بنیاد سے ہٹ کر بات ممکن نہیں۔ مغربی معاشیات کی بھی فکری اساس ہے۔ دونوں چند بنیادی
رق موجود ہیں۔

کائنات

مغربی معاشیات کی بنیاد اس فکر سے تیار ہوئی ہے کہ کائنات محض ایک مادی وجود ہے اور اس کے اندر مادہ کی
تمام خصوصیات موجود ہیں۔ محدودیت اور عدمِ فنا پذیری وغیرہ۔ اس تصور سے وسائلِ رزق کی محدودیت اور کم یابی نے جنم
لیا اور وسائل کی یہ کم یابی ہی معاشی مسئلہ کے وجود میں آنے کی اصل بنیاد ہے۔

وسائل کائنات کی کم یابی کا یہ تصور افراد میں جارحانہ خودغرضی، مسابقت اور باہمی کشمکش کو جنم دیتا ہے۔ جس
کے نتیجے میں زور آور اور بہتر وسائل سے بہرہ ور افراد اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ وسائل رزق سمیٹ لینے میں کامیاب
ہو جاتے ہیں جب کہ کمزور افراد اس معاشی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتے ہیں اور محرومیوں کی وجہ سے اضطراب کا شکار
ہو جاتے ہیں۔

اسلام کا نظمِ معیشت اس بنیاد پر قائم ہے کہ کائنات کے اللہ تعالیٰ خالق ہیں اور وہ علیم وخبیر ہیں۔ اس نے
کائنات کے شش جہت میں زمین کی تہوں، مٹی کے ذروں اور سمندر کی گہرائیوں میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جملہ
موجودات کے لئے رزق کے اتھاہ خزانے اور متناہی وسائل پیدا کیے ہیں۔ اس نے اپنی مخلوق جسے وہ اپنا کنبہ گرداننا ہے کی
پرورش اور ضرورت کا سامان مہیا کر رکھا ہے۔ وسائل رزق کی کم یابی کے تصور سے اس کی صفات عالیہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا

ہے۔

انسان

مغربی معاشیات کے نزدیک انسان دیگر حیوانات کی طرح ایک حیوان ہے اور وہ اپنے جبلی داعیات کے تحت اعمال حیات سرانجام دیتا ہے۔ اسلام کے نظمِ معیشت میں انسان کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ اس زمین پر اللہ کا خلیفہ یعنی نائب ہے۔ وہ محض ایک حیوان نہیں بلکہ قدوسی وجود ہے۔ اس لئے وہ اعلیٰ اور کریمانہ سلوک کا مستحق ہے اور اسے روٹی و رروزی کے لئے ذلیل نہیں کیا جا سکتا۔

معیشت

مغربی معاشیات اپنے اندر Economic Man کی موجودگی کا بھی تصور رکھتی ہے۔ یہ تصور افرادِ معاشرہ میں خودغرضانہ، مفاد پرستی، گردن توڑ مقابلہ اور بے درد کشمکش کو ہی جنم دے سکتا ہے۔ ایثار، ہمدردی، ترحم وتعاون کے جذبات ایسے انسانوں میں موجود نہیں ہو سکتے۔

اسلامی معاشیات اپنے اندر Moral Man اخلاقی انسان کی موجودگی کا تصور رکھتی ہے۔ اس کی نگاہ میں انسان کی معاشی سرگرمیوں کو مثبت، تعمیری اور مفید خطوط پر استوار رکھنے کے لئے اخلاقی انسان کی بیداری اور برتری زیادہ طلب ہے۔ اخلاقی انسان اپنے صفات عدل وانصاف، ایثار واحسان اور امداد وتعاون سے افراد کی احتیاجات ایسا خوشگوار اور سازگار ماحول وجود میں لاتا ہے، جس میں کفالت عامہ کا تصور موجود ہو اور وہ ظلم وستم کی ہر شکل سے پاک ہو۔

عادلانہ معیشت کے محرک

ڈاکٹر برہان الدین فاروقی نے اپنی کتاب قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل میں عادلانہ معیشت کے قیام کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ عادلانہ معیشت علم بالوحی کی روشنی میں قائم ہوگی۔ ان کے نزدیک علم بالوحی سے جو ہدایات ملتی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

محرک نمبر ا:

صاحب ثروت کا فریضہ ہے کہ وہ معاشی تعطل کو دور کرنے کے لئے قرضِ حسنہ دے۔ جس کی جبری واپسی نہ ہوگی۔ جس میں مقروض اللہ تعالیٰ ہوگا وہ نہیں ہوگا جس کو معاشی تعطل دور کرنے کے لئے قرضِ حسنہ دیا گیا۔

محرک نمبر ۲:

انما المومنون اخوۃ کے تحت ضروری ہوگا کہ مومن اپنے مومن بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے کرتا

ہے کیونکہ حدیث کی رو سے مومن ہونے کا معیار یہی ہے۔

محرک نمبر۳:

جب تک اس میں سے خرچ نہ کیا جائے جو تمہارے نزدیک پسندیدہ ہے نیکی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

لن تنالوا البرّ حتیٰ تنفقوا مما تحبون (القرآن۔ پارہ نمبر۴ کی پہلی آیت)

محرک نمبر۴:

کوئی معاشرہ انسانی نہیں ہوسکتا جو اپنے اندر افراد کی معاشی تخلیق کی جدوجہد میں تعطل رفع کرنے کی ذمہ داری قبول نہ کرے۔

محرک نمبر۵:

کوئی ریاست فلاحی ریاست متصور نہیں ہوسکتی جب تک وہ افراد کی معاشی تخلیق میں تعطل کو رفع کرنے کا پائیدار نظام قائم نہ کرے۔(۸)

اسلامی نظمِ معیشت کا خلاصہ

بنیادی طور پر اسلامی نظمِ معیشت درج ذیل دو باتوں پر زور دیتا ہے:

۱۔ رزق کا ذمہ اللہ نے لیا ہے

۲۔ دُنیا کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

رزق کی ذمہ داری

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین پر بسنے والی ہر مخلوق کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر فرد کی معاشی زندگی کے خود کفیل ہیں:

ا۔ وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها(۹)

ب۔ وفی السمآء رزقکم وما توعدون (۱۰)

ج۔ لاتقتلوا اولادکم من خشية املاق نحن نرزقکم و ایاکم (۱۱)

د۔ ومن یرزقکم من السمآء والارض ء اله مع الله(۱۲)

ہ۔ ان الله هو الرزاق ذوالقوة المتین (۱۳)

ز۔ وجعلنا لکم فیها معایش ومن لستم له برٰزقین (۱۴)

ان آیات میں بغیر کسی تخصیص کے ہر فرد و بشر کو خطاب ہے۔ اور اس کی روح یہ کہ معیشت و اسبابِ معیشت اللہ

تعالیٰ کے خزانہ عامرہ کی ایسی عطاء وبخشش ہے جس سے فائدہ اُٹھانے پر ہر جاندار کا برابر حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالکِ حقیقی اسلامی نظمِ معیشت میں ہر چیز کے اصل مالک اللہ ہیں۔انسان کو صرف ایک چیز کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔وہ چیز ہے منصبِ خلافت۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ا۔واٰتوھم من مال اللہ الذی اتاکم (۱۵)

ب۔وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ (۱۶)

ج۔ و للہ میراث السمٰوٰت و الارض (۱۷)

انسان کی طرف اضافتِ مال کا راز

اللہ تعالیٰ کی رحمت وحکمت نے انسان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا کہ اموال واملاک اور انسانی جدوجہد کے نتائج وثمرات صرف خدا کی طرف منسوب کر کے انسان کو محروم کردے۔اگر ایسا ہوتا تو انسان خود اعتمادی، ولولہ کار، جذبۂ مسابقت، ذوقِ جستجو اور مختصر الفاظ میں زندگی کے کیف وسرور سے محروم ہو جاتا۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ چیزوں کو اپنی جانب منسوب کر کے خوش ہوتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے مال انتساب بار بار انسان کی طرف کیا۔

ا۔ ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (۱۸)

ب۔ یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الخ (۱۹)

مختصر یہ کہ اسلام کے نظمِ معیشت کی فکری بنیاد (روح) یہ ہے کہ رزاق اللہ تعالیٰ ہیں اور کسی چیز کا حقیقی مالک انسان نہیں ہے اور انسانی زندگی کی اصل بنیاد معاش نہیں بلکہ معاد ہے۔

عملی اساس (جسم)

اسلام نے معاشی نظم میں فکری اساس کے بعد جس چیز کی طرف توجہ دلائی ہے وہ ہے پورے نظام میں فکر وعمل میں عدل وقسط کا قیام۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جو شانیں بیان ہوئیں ہیں ان میں سے ایک قائماً بالقسط (۲۰) بھی ہے۔یعنی اللہ قسط اور عدل وانصاف کا قائم کرنے والا ہے۔پھر اسی کا حکم سورۃ النسآء میں فرمایا:

ا۔ یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للہ (۲۱)

ب۔ یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط (۲۲)

ج۔ لقد ارسلنا رُسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس

بالقسط (۲۳)

سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" تم (اے محمد) اسی دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا جیسا کہ تمہیں حکم ہوا ہے اس پر قائم رہنا اور ان کی کواہشات کی پیروی نہ کرنا اور کہہ دو جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں (۲۴)

گویا کتابوں کو نازل کرنے اور رسولوں کو بھیجنے کا اصل مقصد اور اسلام کے پورے نظام کا مرکزی خیال ہی عدل وقسط کا نظام قائم کرنا ہے۔

انسانی اجتماعیت کے بہت بڑے عالم اور جدید معاشرتی اور سماجی مسائل ی طرف بہت پہلے توجہ دلانے والے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے عدل وقسط کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر عادلانہ نظام نہ رہے اور انسان حیوانوں کی طرح زندگی گزارنا شروع کر دیں اور اسی طرح وہ کولہو کے بیل اور بار برداری کے اونٹ کی طرح دو وقت کی روٹی کے لئے جان گسل محنت میں شام تک مصروف رہیں تو کہاں اللہ سے لو لگانا، اس کو چاہنا اور کسی اعلیٰ فکر کی طرف متوجہ ہونا۔ (۲۵) اسی طرح عوام الناس میں عدل وانصاف کا قیام اور کفالت عامہ کی ذمہ داری پوری کرنا انتہائی ضروری ٹھہرا۔

کفالت عامہ

کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی حدود کے اندر بسنے والوں کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اہتمام اس حد تک ہونا چاہیئے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے محروم نہ رہے۔ ان ضروریات میں غذا، لباس، مکان، علاج، تعلیم اور شادی شامل ہوں گی۔ کفالت عامہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ اسلامی ریاست ہر فرد کو چاہے وہ خود ان ضروریت کو مہیا کر سکتا ہو یا نہیں، یہ ضروریات مہیا کرے۔ عام حالات میں افراد ان ضروریات کو اپنے بل بوتے پر پورا کرتے ہیں۔ بقدرِ ضرورت مال نہ حاصل کرنے والے افراد کو اپنے خاندان، عام افراد، اجتماع اور ریاست سے اتنی مدد مل سکے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

بالفاظِ دیگر یہ ایک سماجی تحفظ Social Security ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی سی ہر کوشش کے باوجود اس حال میں پایا جائے کہ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہو تو بالآخر اسلامی ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ کوئی فرد ان وسائل سے محروم نہ رہے جو ضروریات کی تکمیل کے لئے درکار ہوں۔ اسلامی نظم معیشت کے ذریعہ ایسا نظام قائم کرنا ہوگا کہ محروم افراد بآسانی اور بلا تاخیر خزانے سے بقدرِ ضرورت مال حاصل کر سکیں۔ خود کفالتی کا یہ نظام اسی صورت میں ممکن ہوگا جب زکوٰۃ کے نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔

کفالتِ عامہ اور دیگر مذاہب

قدیم مذاہب میں زکوٰۃ اور صدقات کا قانون چند منتشر احکام پر مشتمل ہے۔جن کو اخلاقی اور روحانی نصائح یا ہدایات کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ان کی حیثیت فقہی احکام اور قانونی تفصیلات سے زیادہ عام دینی مشوروں کی سی ہے۔مثلاً اگر کوئی جاننا چاہے کہ زکوٰۃ کس شخص اور کن چیزوں پر واجب تھی۔اس کا نصاب کیا تھا۔زکوٰۃ کن لوگوں کو دی جاتی تھی؟ان سوالوں کا بہت کم تشفی بخش جواب ملتا ہے۔لیکن صدقہ وخیرات کسی نہ کسی شکل میں ہر دور میں رہا ہے۔

صدقہ وخیرات ہندو مذہب میں (کفالت عامہ کے حوالے سے)

انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس میں ہندو مذہب پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

مقالہ نگار (Asqeden) لکھتے ہیں:

''خیرات (دان) ہندوؤں کے نزدیک ایک مذہبی فرض ہے...فیاضی کی رسم جتنی ہندوستان میں عام ہے شاید اور کہیں نہیں ہے۔علاوہ ازیں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ فقیروں اور درویشوں کی بڑی بڑی جماعتیں بلا روک ٹوک ادھر اُدھر گھوم سکتی ہیں جب کہ ان کو یقین ہو کہ ایسے فرض کو عمومی طور پر تسلیم کیا جاتا ہو اور اس پر عمل بھی ہوتا ہو۔لیکن اس خیرات کے پانے والے (مستحقین) صرف برہمن اور درویشوں کی مخصوص جماعتیں ہی سمجھی گئی ہیں۔سماج کی دوسری جماعتوں امداد اور ہدیہ (ڈکشنا) حاصل کرنے کا انہی کو حق ہے۔ہندوؤں میں خیرات کی اور شکل بھی ازمنہ قدیم سے چلی آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ گئوشالوں کے لئے عطیات.....(۲۶)

لیکن یہ بات یقینی ہے کہ صدقہ وخیرات کا یہ نظام برہمنوں کے گرد گھومتا ہے۔برہمنوں کے بعد تارک الدنیا سنیاسیوں کا نمبر آتا ہے۔اس طرح ہندو معاشرہ میں طبقہ کا نشوونما ہوا جس کی بسر اوقات کا تمام تر انحصار اس کے ہم مذہب لوگوں کے عطیات و مذہبی خیرات پر رہ جاتا ہے۔اس طرح صدقہ وخیرات جس سے کفالت عامہ کا کام لیا جانا چاہیئے ،مفت خور اور بدکار لوگوں کی ایک جماعت پیدا کرنے کا کام کر رہی ہے اور اس طرح چند مذہبی لوگ ہی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

صدقہ وخیرات یہودی مذہب میں (کفالت عامہ کے حوالے سے)

زکوٰۃ ان عبادات میں سے ہے جو تمام آسمانی صحیفوں میں فرض بتلائی گئی ہے۔بنی اسرائیل سے جو خدا کا عہد تھا اس میں نماز اور زکوٰۃ دونوں تھے۔توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر زمین کی پیداوار اور جانوروں پر زکوٰۃ واجب تھی۔یہودی اپنی تاریخ کے ہر دور میں دولت مند اور سرمایہ دار قوم رہے ہیں۔لیکن قرآن مجید کی ان آیات پر غور کرنا چاہیئے جن میں ان کے بخل، مالی حقوق کی ادائی میں لیت ولعل، تن پروری وحیلہ سازی کا ذکر کیا گیا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا گیا ہے:

لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء سنکتب ماقالوا (۲۷)

دوسری جگہ اس طرح بیان ہوا ہے:

قالت الیہود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدھم و لعنوا بما قالوا....(۲۸)

قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کے یہود جو دولت کے سب سے بڑے حصہ پر قابض تھے، نے زکوۃ کی ادائیگی اور صدقات وخیرات کے کاموں میں ہمیشہ کوتاہی سے کام لیا۔ گویا کفالت عامہ کے فریضہ سے وہ بھی دور رہے تھے۔

صدقات وخیرات عیسائی مذہب میں (کفالت عامہ کے حوالے سے)

چونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کے لئے کوئی مستقل اور فیصل قانون اور شریعت موسوی کے متوازی کوئی شریعت لے کر نہیں آئے۔ مذاہب اور اخلاق کے انسائیکلو پیڈیا میں عیسی علیہ السلام کی تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

''حضرت عیسیٰ نے اپنے پہاڑی وعظ میں اور دوسروں موقعوں پر خیرات دہی کے فریضے کو اتنے عزم وخلوص سے بیان کیا جیسا کہ علمائے یہود کیا کرتے تھے۔ اصل مذہب جس پر خدا اور باپ کی نظر میں کوئی دھبہ نہیں ہے وہ یہ ہے۔ یتیموں اور بیواؤں کے پاس جانا اور ان کے رنج وغم میں شریک ہونا اور اپنی ذات کو فخر ومباحات سے پاک رکھنا (۲۹)

اسلام کی اصطلاحات

اسلام نے زکوۃ وصدقات کے نظام میں بہت سی ایسی تبدیلیاں کیں جن کا معاشرے کے اخلاقی نظام پر بہت گہرا، دیرپا اور انقلاب آفریں اثر پڑا۔

اسلام میں کفالت عامہ کا تصور

اسلام میں کفالت عامہ کے تصور کو دو بڑے عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

۱۔ کفالت عامہ بذریعہ صدقات	مستحب	روحانی اور اخلاقی نظام
۲۔ کفالت عامہ بذریعہ زکوۃ	فرض	قانونی اور فقہی نظام

کفالت عامہ بذریعہ صدقات (روحانی و اخلاقی نظام)

اسلام نے قانون کو نافذ کرنے کے لئے پہلے ذہن تیار کئے جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اعتقادی طور پر مسلمانوں کو دو باتوں کو یقین کروایا گیا۔ پہلی انسان کی ملکیت کی نفی (یعنی اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے) اور دوسری جو کچھ ملتا ہے اللہ کے فضل سے ملتا ہے اور یہ کہ انسان کو بقدر ضروریات مل جانا ہی کافی ہے۔

اخلاقی اور روحانی طور پر یہ تربیت کی کہ جب بنیادی حق تم کو مل گیا اس سے زائد جو ہے وہ تمہارا نہیں دوسروں کا حق ہے۔ ان کو پہنچا دو۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں تک قل العفو کا فلسفہ پہنچانا چاہتا ہے۔ جو قدر زائد ہے وہ خواہ قانوناً تمہارا ہے مگر حقیقتاً تمہارا نہیں۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

''حضرت ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس قوت و طاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیئے کہ اس فاضل سامان کو کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان خورد و نوش ضرورت سے زائد ہو اسے چاہیئے کہ فاضل سامان نادار اور حاجت مندوں کو دے دے۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اس طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کر لیا کہ ہم میں کسی شخص کو فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں'' (۳۰)

مسلم اور ترمذی میں ایک اور روایت منقول ہے:

''عن ابی امامة رضی اللہ عنه قال رسول اللہ ﷺ :یاابن آدم انک تبذل الفضل خیر لک وان تمسکهٔ شر لک (۳۱)

ترجمہ: فرمایا کہ ابن آدم تیرے لئے ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا بہتر ہے اور اسے روکے رکھنا بُرے نتائج کا حامل ہے۔

حضور اکرم ﷺ اور اہل بیت کی زندگی کس قدر سادہ لیکن پُر مشقت تھی۔ ذیل کی حدیث سے اندازہ کیجئے:

''رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت گیہوں کی روٹی سے کبھی سیر نہیں ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے زمانے میں میرے پاس چھ سات دینار تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کو بانٹ دوں

(حوالہ کے لئے دیکھئے کتب احادیث۔ بخاری و مسلم و مسند ابن حنبل وغیرہ)

حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس کے پاس ایک سواری زائد ہو تو جس کے پاس ایک سواری بھی نہ ہو اس کو دے دے۔ جس کے پاس ایک ناشتہ زائد ہو اس کو دے دے جس کے پاس ناشتہ نہ ہو۔ (ابو داؤد۔ روایت ابو سعید خدریؓ)

اس طرح حضور اکرم ﷺ نے کفالت عامہ بذریعہ صدقات کا خود عملی نمونہ دیا اور صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔

کفالت عامہ بذریعہ زکوٰۃ (قانونی وفقہی نظام)

حضور اکرم ﷺ نے انسان کا مرتبہ اور اس کی حاجت برآری کی قیمت اور اہمیت اتنی زیادہ بلند کی کہ اس سے بلند کسی اور معیار کا تصور ہی ناممکن ہے۔ اس میں کوتاہی کرنے والا ایسا ہے جس طرح خاص خدا کی نافرمانی اور کوتاہی کرنے والا۔ مشہور قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرمائیں گے کہ میں بیمار ہوا تو نے میرے عیادت نہیں کی۔ وہ کہے گا میں کیسے آپ کی عیادت کرتا۔ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہے لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا۔ مگر تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ وہ کہے گا اے رب! میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا۔ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ کو خبر نہیں تھی کہ میرے فلان بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو کھانا نہیں دیا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو کھانا میرے پاس پہنچتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ وہ کہے گا کہ اے رب میں آپ کو کیسے پانی پلاتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اس کو پانی نہیں پلایا اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا''۔ (بحوالہ مسلم)

غم خواری اور عدل واحسان کی یہ انتہاء ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا

: ''لایومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (بخاری)

یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

زکوٰۃ ـــــ فرض ـــــ (قانونی شکل)

انسان خارج میں ایک ایسی قوت اور قانون کا شدت سے محتاج ہے جو اسے غلط روی سے باز رکھ سکے۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ صاحب امر کے ذریعہ اس سے زیادہ اصلاح اور درستگی کردیتا ہے جتنی قرآن کے ذریعے سے کرتا ہے''۔ (۳۲)

اسلام نے انسان کے فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ کو فرض کیا۔ قانونی طور پر ہر انسان کو اپنے مال

میں حقِ تصرف ہے۔لیکن زکوٰۃ اس پر فرض ہوگی اور عام حالات میں زکوٰۃ جبراً وصول کی جائے گی۔زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات اضافی ہونگے۔کوئی ثواب کے نیت سے جس قدر چاہے خرچ کر سکتا ہے۔زکوٰۃ کے بعد اسے قانونی حق ہوگا کہ مال کو تجارت میں لگائے یا اس کو وراثتاً منتقل ہونے دے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب کاروبار کی آزادی ہوگی تو اس سے لازماً معاشی اونچ نیچ پیدا ہوگی۔کچھ لوگ بہتر ہوں گے اور کچھ لوگ پیچھے رہ جائیں گے۔

اسلام نے اپنے نظمِ معیشت میں اس فرق کو کم کرنے کے لئے قانونی طور پر اہتمام کیا ہے۔اس طرح اسلام نے ایک حد مقرر کردی ہے جو لوگ اس سے ادہر ہیں وہ دینے والے (Doners) اور جو ادہر ہیں وہ لینے والے (Recipients) یا Haves اور Have Not یا صاحبِ نصاب اور مساکین کہلاتے ہیں۔یہ لائن شرع نے کھینچی ہے کہ جس کے پاس اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنے اونٹ، اتنا روپیہ وہ اِدھر اور دوسرے اُدھر۔اس تقسیم کے بعد نظام زکوٰۃ قائم کیا اور اعلان کیا توخذ من اغنیائهم وترد الی فقرائهم تاکہ معاشرے میں پیدا ہونے والی ناہمواریوں کا سدِ باب ہو سکے ایسا نہ ہو کہ کچھ لوگ بھوکے اور ننگے رہ جائیں اور ان کی بنیادی ضرورتیں پوری نہ ہوں جب کہ کچھ لوگ بہت سرمایہ جمع کرلیں۔

زکوٰۃ کے بنیادی مصالح

شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ میں زکوٰۃ کے اسرار اور حکمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

زکوٰۃ میں اہم مصالح دو ہیں ۱۔تہذیبِ نفس ۲۔ضعفاء اور اہل حاجت کی مدد

۱۔تہذیبِ نفس: نفس اور حرص کو چولی دامن کو ساتھ ہے۔حرص بدترین اخلاق میں سے ہے جو معاد میں انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے۔اگر زکوٰۃ کی شق ہوگی تو یہ حرص اس سے ختم ہو چکی ہوگی جو بالآخر اس کو نفع پہنچائے گی۔

۲۔ضعفاء اور اہل حاجت کی مدد: ہمدردی اور اعانت کی سنت اگر موجود نہ ہو تو ضعفاء بھوک سے ہلاک ہو جائیں۔زکوٰۃ انسان کے اندر انسان کا احترام اور دوسروں سے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

کفالت عامہ اور تعلیماتِ نبوی ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کفالت عامہ کی طرف کس طرح توجہ فرمائی۔

عام ضروریات: آپ ﷺ نے محروم افراد کی ضروریات کا خیال رکھنے کے بارے میں فرمایا جسے سلیمان بن عبدالرحمان دمشقی نے روایت کیا: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ،من ولّاهُ الله عزوجلّ

شیئاً من امور المسلمین فاحتجب دون ما حاجتھم وخلتھم و فقرھم احتجب اللہ تعالیٰ عنہ دون حاجتہ وخلتہ وفقرہ۔قال فجعل رجلاً علی حوائج الناس(ابو داؤد .کتاب الخراج والفیء)

یعنی اگر مسلمانوں کے امیر ونگران لوگوں کی ضروریات اور فقر وغیرہ سے لاپرواہ ہوکر بیٹھ گئے تو اللہ بھی ایسے حکام کی ضروریات وغیرہ سے بے نیاز ہو جائے گا۔راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے یہ سن کر ایک آدمی کو عوام کی ضروریات پوری کرنے کے لئے مامور کیا۔

ایک اور حدیث میں ہے؛

عن سلمان قال:ان الخلیفة ھو الذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرعیّة شفقة الرجل علیٰ اھلہ .فقال کعب الاحبار صدق. سلیمان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ خلیفہ وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جس طرح آدمی اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔یہ سُن کر کعب بن الاحبار نے کہا: سچ کہا۔(بحوالہ ابوعبید کتاب الاموال،ص۴)

بخاری کتاب الاحکام میں ہے: جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

شریعت اسلامیہ نے اسلامی ریاست کو تمام شہریوں کا والی قرار دیا ہے۔سرپرستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہا آبادی کی تمام افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔حدیث ہے کہ السلطان ولی من لا ولی لہ یعنی جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حکمران وقت ہے۔(ترمذی ابواب النکاح)

ابوعبید نے اپنی کتاب ''کتاب الاموال'' میں ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک قبیلہ کے سردار زرعہ بن ذی نیرن کے نام خط تحریر کیا۔اس خط میں آپ ﷺ نے اہل حمیر کو بتلایا کہ ان کے مال میں سے جو حصہ بطور زکوٰۃ وصول کیا جائے گا وہ صدرِ ریاست کے ذاتی مصرف میں نہیں آئے گا بلکہ ضرورتمند مسلمانوں کو دیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے اپنے مال کا خزانچی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے (۴۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی فاطمہؒ کہتی ہیں کہ ایک بار میں آپ کے پاس گئی۔آپ جائے نماز پر تھے اور آپ کی داڑھی تر تھی۔میں نے پوچھا کہ کوئی نئی بات ہوگئی ہے۔آپ نے فرمایا۔میں نے پوری امت کی ذمہ داری قبول کی ہے لہذا میں بھوکے،فقیروں،بے سہارا،مریضوں،مجاہدین،مظلوم،غریب الدیار اور بہت بوڑھے افراد کے بارے میں متفکر ہوں(۴۴)

محتاج اور زکوٰۃ

زکوٰۃ سے محتاجوں کی ضروریات بھی پوری کی جاتی رہی ہیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں زبردست قحط پڑا۔عرب کے لوگوں کا وفد آپ کے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے جسم کی چمڑی سوکھ گئی ہے کیونکہ اب ہڈیاں بھی میسر نہیں آتیں۔ہماری مشکل کا حل بیت المال کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔بیت المال کی حیثیت تین میں سے ایک ہوسکتی ہے یا تو یہ مال خدا کے لئے ہے یا بندگانِ خدا کے لئے یا آپ کے لئے۔اگر خدا کے لئے ہے تو خدا کو ضرورت نہیں۔اگر بندگانِ خدا کے لئے ہے تو انہیں دیدیجئے اور اگر آپ کا ہے تو صدقہ کیجئے۔عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ ان کی ضروریات بیت المال سے پوری کی جائیں (۳۵)

قحط اور زکوٰۃ

۱۸ھ میں عام الرمادہ کا قحط پڑا۔حضرت عمرؓ غذائی اجناس خود تقسیم کرتے۔سرکاری طور پر کھانا پکوا کر دونوں وقت کھلانے کا اہتمام کرتے۔دوسرے علاقوں مصر اور شام سے غلہ آیا۔آٹا، چربی اور اشیاءِ ضرورت منگوائی اور ہزاروں کی تعداد میں مویشی منگوا کر ذبح کئے۔آپؓ نے قحط اور فاقہ کا مقابلہ جنگی حکمت عملی کے مطابق کیا۔کام کرتے کرتے آپ کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ بعد میں لوگ کہہ اُٹھے:

لولا یرفع اللہ المحل عام الرمادة لظننا ان عمر یموت هماً بامر المسلمین (۳۶)

قرض کی ادائیگی اور زکوٰۃ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

انا اولیٰ بالمومنین من انفسهم فمن توفیٰ وعلیه دین" وفعلی قضاه

(ابو عبید، کتاب الاموال، ص ۲۲۰)

ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرض کے علاوہ مرنے والوں کی چھوڑی ہوئی دوسری ذمہ داریوں مثلاً بے سہارا اہل وعیال کی کفالت کے سلسلے میں بھی یہی اعلان فرمایا تھا۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من ترک مالاً فلاهله ومن ترک ضیاعاً فالیّ"(ترمذی .باب الفرائض)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم جاری کیا تھا کہ بیت المال سے مقروض افراد کو ادائے قرض کے لئے مالی امداد دی جائے (۳۷)

علاج اور زکوٰۃ

خلافت راشدہ کے دور میں بے کس لوگوں کا علاج بھی بیت المال سے کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ اگر کسی نہر کے کنارے کوئی خارشی بکری بھی اس حال میں چھوڑ دی جائے کہ اسے علاج کے طور پر تیل کی مالش نہ کی جا سکے تو مجھے خدشہ ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس بارے میں بھی جواب طلب کیا جائے گا (۳۸) اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کفالت عامہ میں دوا اور علاج کو بھی داخل سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ شام جا رہے تھے راستہ میں کچھ عیسائی ملے جو جذام میں مبتلا تھے۔ آپؓ نے ان کی معذوری کے پیش نظر ان کے لئے روزینہ جاری کرنے کا حکم دیا (۳۹)

بڑھاپا اور معذوروں کی مدد حضرت ابوبکرؓ کے دورِ حکومت میں جب حضرت خالد بن ولید نے عیسائیوں سے معاہدہ کیا تو اس میں یہ دفعہ بھی رکھی گئی کہ:

> ''ایسا بوڑھا آدمی جو معذور ہو جائے یا جس پر کوئی مرض یا مصیبت آ پڑے اس کا جزیہ ساقط کر دیا جائے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائے گی۔
> (بحوالہ کتاب الخراج لابی یوسف)

عمر بن الخطابؓ ایک دفعہ مدینہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ لاٹھی لے کر درمیان میں گشت کر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ آپؓ نے اس سے تین بار دائیں ہاتھ سے کھانے کا کہا۔ اس نے جواب دیا وہ مشغول ہے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس بیٹھ گئے اور پوچھا کی داہنا ہاتھ کدھر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا داہنا ہاتھ موتہ کی لڑائی میں کام آ گیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے اور پوچھنے لگے کہ تمہیں وضو کون کراتا ہے۔ تمہارا سر کون دھوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر آپؓ نے ایک غلام منگوایا، سواری دلوائی اور دوسرا سامانِ ضرورت بھی دلوایا۔

تعلیم اور زکوٰۃ

اس عہد میں بچوں کی تعلیم کے لئے معلم مقرر تھے۔ جن کو بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ ثلاثۃ کانوا بالمدینۃ یعلمون الصبیان وکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منھم خمسۃ عشر درھما کل شھر (کنز العمال جلد نمبر ۲) اسی طرح عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی دیہات میں مسلمانوں کو اسلامی آدابِ زندگی کی تعلیم دینے کے لئے تنخواہ دار معلم مقرر کئے تھے

(بحوالہ کتاب الاموال۔ ابوعبید)

اس طرح زکوٰۃ (بیت المال) کی مد سے اس دور میں تعلیم و تعلم پر بھی اخراجات کئے جاتے تھے۔

شادی اور زکوٰۃ

بعض آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر شادی شدہ افراد کو شادی کرنے کے لئے بیت المال سے مالی امداد دی جاتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کوفہ کے والی زید بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ بیت المال کے فاضل مال سے ایسے لوگوں کی مدد کی جائے جنہوں نے شادی کرنی ہو اور ان کے پاس نقد نہ ہو۔

(بحوالہ ابوعبید۔ کتاب الاموال)

خلاصہ

اس طرح تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر زکوٰۃ کا نظام درست ہو جائے تو کفالتِ عامہ کی ذمہ داری بطریقِ احسن پوری کی جا سکتی ہے۔ اس نظام کو کامیاب بنانے کے لئے چند ایک تجاویز تحریر کی جاتی ہیں۔

نظامِ زکوٰۃ ۔۔۔ تجاویز

۱۔ حکومت صاحبِ نصاب لوگوں کا سروے کرے۔

۲۔ حکومت عالم، عاملینِ زکوٰۃ کو مقرر کرے۔

۳۔ بذریعہ ٹی وی و پریس زکوٰۃ کی اہمیت اجاگر کی جائے۔

۴۔ لوگوں کو بتلایا جائے کہ زکوٰۃ عبادت ہے۔ اس سے مال پاک ہوتا ہے۔

۵۔ زکوٰۃ ہی غربت کا حل ہے

۶۔ زکوٰۃ کے مصارف شریعت کے مطابق ہوں

۷۔ امیر ممالک سے کہا جائے کہ وہ غریب ممالک کو زکوٰۃ دیں تا کہ غربت ختم ہو۔

اس طرح عوام الناس اور خصوصاً صاحبِ نصاب لوگوں کو قائل کر لیں کہ زکوٰۃ دینا عبادت ہے اور اس کا مصرف صحیح ہو گا تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک پاکستان میں زکوٰۃ کی وصولی نہ بڑھے۔ پھر اس زکوٰۃ کو باضابطہ شرعی مصارف کے مطابق خرچ کیا جائے تو ملک میں اس کی خود کفالتی کی وجہ سے غربت میں کمی واقع ہو گی اور معاشی طور پر ملک میں مزید استحکام ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے مطابق اپنے اموال سے زکوٰۃ نکال کر خود کفالتی کا نظام رائج کرنے کی توفیق دیں (آمین)

﴿حوالہ جات﴾

۱۔ Islam at the Cross Road.. p. 5

۲۔القرآن۔یونس:۸۸

۳۔القرآن۔النسآء:۵

۴۔احکام القرآن۔قرطبی، جلد ۵، ص ۳۱

۵۔بخاری، ص ۳۳۷

۶۔مشکوۃ، ص ۳۲۶

۷۔ایضاً، ص ۴۹۱

۸۔قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، ڈاکٹر برہان الدین احمد فاروقی، ص ۷۸۔۷۷

۹۔القرآن۔سورۃ ہود

۱۰۔القرآن۔سورۃ الذاریات

۱۱۔القرآن۔سورۃ الانعام

۱۲۔القرآن۔سورۃ النحل

۱۳۔القرآن۔سورۃ الزاریات

۱۴۔القرآن۔سورۃ الحجر

۱۵۔القرآن۔سورۃ النور، آیت ۳۳

۱۶۔القرآن۔سورۃ الحدید، آیت ۷

۱۷۔القرآن۔سورۃ الحدید، آیت ۱۰

۱۸۔القرآن۔سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۸

۱۹۔القرآن۔سورۃ البقرۃ، آیت ۶۷

۲۰۔القرآن۔سورۃ آل عمران، آیت ۸

۲۱۔القرآن۔سورۃ النسآء، آیت ۱۳۵

۲۲۔القرآن۔سورۃ المائدہ، آیت ۸

۲۳۔القرآن۔سورۃ الحدید، آیت ۲۵

۲۴۔القرآن۔سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۵

۲۵۔حجۃ اللہ البالغہ۔شاہ ولی اللہ

۲۶۔ Encyclopaedia fo Religion and Ethics, vol 111,Charity

۲۷۔القرآن۔سورۃ آل عمران آیت ۱۸۱

۲۸۔القرآن۔سورۃ المائدہ آیت ۶۴

۲۹۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics

۳۰۔المحلیٰ۔ابن حزم ۶/۱۵۸۵۔۱۵۷

۳۱۔مسلم ۔ ترمذی

۳۲۔اسلام میں عدل اجتماعی۔از سید قطب شہید ترجمہ نجات اللہ صدیقی، ص ۲۰۱

۳۳۔ابن جوزی۔سیرت عمر بن الخطاب

۳۴۔کتاب الخراج۔ابو یوسف، ص ۱۰

۳۵۔البر المسبوک فی النصائح الملوک۔امام غزالی

۳۶۔الطبقات۔ابن سعد، ۳/۳۱۰

۳۷۔الکامل۔ابن اثیر۔۶/۲۲

۳۸۔البر المسبوک، امام غزالی

۳۹۔فتوح البلدان۔بلاذری

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت (تعلیمات نبوی کی روشنی میں)

ایم نذیر احمد تشنہ۔ بھمبر آزاد کشمیر

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت، مقالہ کا موضوع دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس مقالے میں اِن دونوں پہلوؤں کا جائزہ لینے سے پہلے اسوۂ رسول ﷺ کی اہمیت اور اتباعِ رسول ﷺ کی ضرورت احاطہ تحریر میں لائی جاتی ہے۔

کائنات اور انسان دو بڑی حقیقتیں ہیں۔ بظاہر انسان کا وجود حقیقی ہے لیکن ذرا غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا یہ وجود کائنات میں پھیلے ہوئے بے شمار وسائل کا مرہونِ منت ہے اور کائنات بھی از خود قائم نہیں بلکہ اسے ایک حقیقتِ اصلیہ قائم رکھے ہوئے ہے۔ وہی حقیقتِ اصلیہ، اللہ تعالیٰ کی ذات اس کائنات کا نظام چلا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان حقیقتوں سے پردہ اُٹھانے کے لئے انبیاء کرامؑ اور رسولانِ عظامؑ کو دُنیا میں مبعوث فرمایا اُن پر اپنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے : وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (۱) کہ ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی لئے بھیجا تاکہ بحکمِ خداوندی اُن کی اطاعت کی جائے۔

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ظاہری اور باطنی کمالات سے کامل و اکمل طور پر آراستہ فرما کر مبعوث فرمایا کہ آپ لوگوں کے سامنے ہر دور کے لئے، زندگی کے ہر شعبے کا عملی نمونہ پیش کر سکیں۔ ''زندگی کے وسیع وعریض میدان کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں حبیبِ کبریا ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ کے حسین و جمیل نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ یہ جامعیت یہ ہمہ گیری اسوۂ محمدؐ کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا آدمی اس آب سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔ اس دار الشفا میں انسانیت کے ظاہری و باطنی، سیاسی و معاشی، سماجی اور اخلاقی ہر قسم کے ناقابلِ علاج روگوں کے لئے اکسیر موجود ہے''۔ (۲) اللہ رب العزت اس پر گواہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۳) لبتہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

سیرت کا یہ بہترین نمونہ بنی نوع انسان کے لئے تا حشر قابلِ تقلید اور باعثِ نجات ہے۔ سیرت کی پیروی اطاعتِ خداوندی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۴) کہ جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس

نے اللہ کی اطاعت کی۔ رحمۃ للعالمین کی اطاعت ہی مقصود رب العالمین ہے: **ومن یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیما(۵)**

مقالہ ہذا میں اسوہ حسنہ سے معاشرتی بہبود کے لئے اسلامی نظم معیشت تعلیمات نبوی و عملی اقدامات کا مطالعہ کرنے کی سعی کی گئی ہے تا کہ اس کی روشنی میں زکوٰۃ کو کفالت عامہ کے لئے استعمال کر کے ایک فلاحی مملکت کی بنیادیں مستحکم کی جاسکیں

بعثت کے وقت عربوں کی معاشرتی حالت

قبل از اسلام تہذیب و تمدن کے لحاظ سے عرب مختلف حصوں میں تقسیم تھا۔ یمن معاشرتی لحاظ سے اوج کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ وہ علاقے جو ایران اور شام کے قریب پڑتے تھے وہاں ایرانی اور شامی تہذیبی اثرات نمایاں تھے۔ وسطی عرب کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ تمدنی لحاظ عرب سوسائٹی امیر، متوسط اور غریب تینوں قسم کے طبقوں پر مشتمل تھی مگر غریب طبقہ اکثریت میں تھا۔ عرب میں غلامی کا رواج عام تھا۔ لونڈیوں اور غلاموں کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی تھی۔ آقا اپنے غلاموں سے نہایت ہی برا سلوک روا رکھتے تھے۔ غلام سوسائٹی کا مظلوم ترین طبقہ تھا۔ آبادی کے لحاظ سے عرب سوسائٹی حضری اور بدوی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔

عرب شجاعت اور جواں مردی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان میں قبائلی عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ عزت نفس کے لئے جان کی بازی لگا دینا معمولی بات تھی۔ ہر حالت میں اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے شمشیر بدست رہتے تھے۔ ایفائے عہد، مہمان نوازی، بہادری، وفاداری اور وطن پرستی ان کے معاشرتی کردار کے نمایاں اوصاف تھے۔ لیکن ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان میں بے رحمی، درندگی، شراب نوشی، سود خوری، توہم پرستی، دختر کشی، جنسی بے راہ روی اور قمار بازی جیسی بری عادتیں بھی موجود تھیں۔

اقتصادی لحاظ سے بھی عرب غریب اور مفلوک الحال لوگ تھے۔ ان کا معیار زندگی انتہائی پست تھا۔ وہ عام طور پر اونٹ کے بالوں سے اپنا لباس بناتے۔ بھیڑ بکری اور اونٹ کے دودھ پر بسر اوقات کرتے۔ وہ جنس کا تبادلہ جنس سے کرتے تھے۔ اُن میں سے اکثر نے روپے پیسے کی شکل تک نہ دیکھی تھی۔ دولت اور پیدائش کے ذرائع کی غیر منصفانہ تقسیم نے عرب معاشرے کو معاشی طور پر عدم توازن کا شکار کر دیا تھا۔ اسی طرح شراب نوشی، مسلسل خانہ جنگیوں، وراثت کے نظام کے غلط قانون اور سودی نظام نے عرب معاشرے کو اقتصادی بدحالی کی انتہاء تک پہنچا دیا تھا۔ ایسی کیفیت میں رب العالمین نے بھٹکی ہوئی انسانیت پر رحم کھایا اور اپنا آخری نبی مبعوث فرمایا۔

فرمان الٰہی ہے:

لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ
و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (٦)

آپ ﷺ کی بعثت ٦١٠ء میں ہوئی ۔ مکی زندگی میں اسلام نہ صرف ایک عظیم سماجی انقلاب تھا بلکہ یہ عرب کی قدیم رسوم ورواج کے خلاف ایک زبردست تحریک بھی تھی ۔ آپ ﷺ نے بُت پرستی ،عربوں کے رسوم ورواج ،عقائد و نظریات اورانسانی عدمِ مساوات کے خلاف آواز اُٹھائی ۔ بُت پرستی ان کے آباؤ اجداد کا مذہب تھا ۔اس لئے اس کے خلاف ایک لفظ بھی سُننا گوارانہ تھا ۔ اسلامی مساوات اوراسلامی اخوت کا قبول کرنا ،ان کے خاندانی پندار ونسلی غرور کی موت تھی ۔ بدیں وجہ پورا عرب آپ ﷺ کی مخالفت میں صف آراء ہوگیا اوراہلِ مکہ نے آنحضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنا لیا ۔ چنانچہ ۱۳ سالہ مکی زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی اجازت دے دی ۔

مدینہ منورہ میں شہری مملکت کا قیام

مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں کو سازگار ماحول ملا اور آپ ﷺ نے مدینے میں ایک آزاد اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی ۔ جہاں پہلی دفعہ اسلامی آئین ،دستور اور قانون کا نفاذ ہوا ۔ مدینے میں اب رسولِ خدا ،نبی اور ہادی ہونے کے ساتھ ساتھ اس اسلامی ریاست کے بے تاج فرمانروا بھی تھے ۔ آپ ﷺ کا سیاسی نظام اس قدر مضبوط اور منظم تھا کہ دس برس میں تمام عرب اسلامی ریاست کے زیرِ نگیں ہوگیا ۔ اہلِ عرب جوریت کے ذرات کے طرح منتشر تھے وہ ایک سیسی پلائی ہوئی دیوار بن گئے ۔

آپ ﷺ نے دنیاوی بادشاہت کے برعکس حاکمیت کا ایک نیا تصور پیش کیا ۔ جس کی کی اساس اللہ کی حاکمیت اورشورائی خلافت تھی ۔ آپ و کے رائج کردہ نظام میں امیر وغریب ،اپنے اور غیر سبھی قانونِ خداوندی کے پابند تھے ۔ ریاست کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پاتے تھے ۔ اس طرح سیاست کی اصطلاح میں مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی قائم کردہ شہری مملکت (City State) ایک مکمل دستوری حکومت تھی ۔

مملکت مدینہ میں انتظامیہ اورعدلیہ قانونِ الٰہی کی پابند تھی ۔ عدلیہ انتظامیہ کے دباؤ سے آزاد تھی اور بے خوف و خطر شہریوں کو انصاف فراہم کرتی تھی ۔ آنحضرت ﷺ نے اس نظام کی بنیاد کسی ہنگامی صورت حال کے تحت نہیں رکھی تھی بلکہ اس میں تمام آنے والی نسلوں اور قوموں کی ہدایت وراہنمائی کو ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا ۔ کیونکہ آپ ﷺ صرف ملک عرب کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ ﷺ کی بعثت تمام جہانوں اور قیامت تک آنے والی نسلِ بنی نوع انسان کے لئے تھی ۔ قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (۹۷)

عہد نبوی ﷺ میں اسلامی نظام کی بنیاد پڑی تھی ۔ اس لئے مختلف شعبے ابتدائی صورت میں تھے ۔ خلفائے

راشدینؓ نے ان ہی بنیادوں پر سیاست کی عمارت کھڑی کی اور اُسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ تاہم آپ ﷺ کے دس سالہ مدنی دور میں اہل عرب ایک قوم بن چکے تھے اور مدینہ کی شہری مملکت ایک قومی مملکت (National State) بن چکی تھی جس کا دارالحکومت مدینہ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی مملکت میں جو نظام حکومت قائم کیا ان میں دو شعبے (الف) معاشی نظام (ب) افرادی قوت کی تیاری، قابلِ ذکر ہیں۔ یہی دو صیغے ہمارے مقالے کے موضوع سے متعلق ہیں۔

معاشی نظام

معاشی نظام قومی مملکت کی تعمیر و ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ فلاحِ انسانیت کے لئے سب سے اہم مسئلہ معاشی گھتی کو سلجھانا ہے۔ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت فرمائی تو سب سے پہلے اپنے پیروکاروں کے معاشی مسئلہ کو حل کرتے ہوئے، مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم کیا۔ مواخاۃ کا نظام حقیقی اخوت سے بڑھ گیا۔ بقول قرآن: کہ اللہ نے مومنوں سے ان نفس اور مال، جنت کے بدلے خرید لئے (۸) اس نظام کی تعریف ولیم میور کو ان الفاظ میں کرنا پڑی:

"The brother hood was unique in the history of the world" (۹)

اسلامی نظام معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظامِ زکوٰۃ قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ جس کی فرضیت رمضان فرض ہونے سے پیشتر ۲ ھجری میں ہوئی۔ اس کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماعِ امت تینوں سے ہوتا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: بُنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله و اقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة والحج وصوم رمضان (۱۰)

ارشاد ربانی ہے: فاقيموا الصلوٰة واٰتوا الزكوٰة (۱۱)

زکوٰۃ کا حکم نماز کے ساتھ ۳۲ بار آیا ہے۔

''نماز اور زکوٰۃ توام ہیں اور ان ہی دو اجمالی حقیقتوں کی تشریح کا نام اسلام ہے'' (۱۲)

اسلامی نظام معیشت بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کا علم بردار ہے۔ اس نے اقتصادی بدحالی کے خطرے سے سدِ باب کے لئے نظام زکوٰۃ کو بڑی اہمیت دی ہے۔ زکوٰۃ کو مقصد مال دار مسلمانوں سے ان کے مال و دولت کا ایک حصہ وصول کر کے اسلامی ریاست کے ضرورت مند افراد میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ وہ معاشی بدحالی کا شکار نہ ہوں گردشِ دولت سے معاشرے کی اقتصادی حالت مستحکم ہو۔

زکوٰۃ غیر اسلامی حکومتوں کے عائد کردہ ٹیکسوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اسلامی نظامِ حکومت میں نماز، روزہ کی طرح فرض عبادت کی حیثیت رکھتی ہے جس کا اطلاق صاحبِ نصاب مسلمانوں پر ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا مسلمان اس جذبہ سے زکوٰۃ دیتا ہے کہ وہ اپنے اللہ اور رسولؐ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ وہ نہ تو زکوٰۃ لینے والے پر احسان جتا سکتا ہے اور نہ اُسے سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کا دستِ نگر ہو کر رہے بلکہ وہ زکوٰۃ لینے والے کا ممنون ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے وہ ایک فرض کی ادائی سے سُرخ رُو اہوا۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض ہے، اس لئے اسلامی ریاست کے مسلم باشندے اس کی ادائیگی سے مستثنٰی ہوتے ہیں۔

زکوٰۃ مسلمانوں کو افراط و تفریط کا شکار ہونے سے بچاتی ہے۔ عیسائیت میں حکم ہے کہ ''سب کچھ فقراء کو دے دو اور خود فقیر ہو جاؤ'' لیکن اسلام نے امیروں کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح مسلمان خدا کی راہ میں دے کر بچاتے ہیں۔ خود بھی فقیر نہیں ہوتے اور اسلامی معاشرے میں کسی کو فقیر رہنے بھی نہیں دیتے۔ بقول ماہر القادری:

؎ امیروں کو رازِ اخوت بتایا غریبوں کے حاجت روا بن کر آئے

زکوٰۃ دولت مندوں کی بیماری کا علاج ہے۔ اس سے مال و دولت کی بجا محبت، بخیلی، کنجوسی اور خود غرضی جیسے رکیک جذبات کی بیخ کنی ہوتی ہے اور قانونِ الٰہی کی پیروی کے ساتھ ساتھ سخاوت و مروت اور ایثار و قربانی کے پاکیزہ جذبات نشو و نما پاتے ہیں۔ زکوٰۃ اللہ اور بندے کے درمیان رابطے کا ایک بہترین ذریعہ ہے: الم یعلم ان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہٖ و یاخذ الصدقات (۱۳) یعنی کیا انہیں معلوم نہیں کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے۔ مفسّرِ قرآن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص صدقہ دیتا ہے تو وہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اور وہ اسے اُس بندے کی طرف سے سائل کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔

زکوٰۃ کے اجتماعی نظام میں ہر مسلمان زکوٰۃ کو اللہ کا حق جان کر اسلامی حکومت کے حوالے کرتا ہے اور حکومت اُسے اللہ کے مستحق بندوں پر صرف کرتی ہے۔ ''الغرض زکوٰۃ یا دوسرے الفاظ میں غریبوں کی چارہ گری، مسکین کی دست گیری، مسافر کی امداد، یتیموں کی خبر گیری، بیواؤں کی نصرت، غلاموں اور قیدیوں کی اعانت، نماز کے بعد اسلام کی عبادت کا دوسرا رکن ہے اور اس فریضہ کی یہ سب سے پہلی اہمیت ہے جو مذاہب کی تاریخ میں نظر آتی ہے۔'' (۱۴)

زکوٰۃ کے نظام میں اقتصادی اور تجارتی فائدے موجود ہیں۔ زکوٰۃ ارتکازِ زر پر کاری ضرب لگاتی ہے اور سرمایہ کو گردش میں رکھ کر سرمایہ منجمد ہونے سے بچاتی ہے۔ اس طرح بے روزگار، روزی کمانے کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ملک میں سیاسی استحکام پیدا ہوتا ہے اور غریب و کم مراعات یافتہ طبقہ گداگری اور بے راہ روی کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ قوم کے غرباء کی ربوبیت اور کفالت کا بہترین ذریعہ ہے (۱۵)

اسلامی ریاست کا تنظیمی ڈھانچہ دو بنیادوں پر قائم ہے۔ جن میں سے ایک روحانی (نماز) اور دوسرا مادی (زکوۃ) ہے نماز بندے اور مولیٰ کے درمیان دوستی اور محبت کا ذریعہ ہے۔ جب خالق سے نماز کے ذریعے قریبی تعلق پیدا ہو گیا تو یہی خالق کا تعلق اس بات کا متقاضی ہے کہ اللہ کی مخلوق سے بھی تعلق استوار کیا جائے گا۔ اللہ سے تعلق خاطر نہیں ہو گا تو مخلوق خدا سے بھی لگاؤ نہیں ہوگا: الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن عیاله (١٦)

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا (حالی)

حقوق کی دو قسمیں ہیں:

(الف) حقوق اللہ (ب) حقوق العباد

جو حقوق العباد ہیں دراصل ان میں اللہ کا حق بھی پایا جاتا ہے اور جن کو ہم حقوق اللہ سے موسوم کرتے ہیں ان کے تمام فوائد بندوں ہی کو پہنچتے ہیں۔ زکوۃ اسلامی نظامِ حکومت کا خزانہ ہے۔"الزکوۃ قنطرة الاسلام" اسی سے تمام اقتصادی امور سرانجام پاتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا مقصد ہی" اعطاء کل ذی حق حقه "ہے۔ آپ ﷺ نے اسلامی سٹیٹ کو ہر باشندے کو مساویانہ حقوق دینے کا پابند کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ ہر انسان کے لئے رسول اکرم ﷺ مندرجہ ذیل اشیاء کی فراہمی حکومت کا ذمہ قرار دی ہے:

(i) نان ونفقہ (ii) پانی (iii) لباس (iv) رہائش (v) علاج وتعلیم ۔(١٧)

زکوۃ کا حکم یکم رمضان ٢ھ کو ہوا۔ تاہم مکمل نظام زکوۃ فتح مکہ کے بعد ٨ھ میں قائم ہوا۔"خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها (١٨) محرم ٩ھ میں زکوۃ کے تمام احکام وقوانین مرتب ہوئے اور یہ سورۃ توبہ میں موجود ہیں زکوۃ کا اطلاق ہر مال و دولت، نقدی، سامانِ تجارت، مویشیوں اور زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی)، بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ) سونا، ۵ اونٹ، ۴۰ بکریاں، ۳۰ گائیں، ۲۰ عام مویشی، ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر تجارتی مال اور چالیس روپے نقد نصاب ہے۔ ایک سال محفوظ سرمایہ پر زکوۃ واجب الادا ہے۔ نشو ونما نہ پانے اور ترقی کی صلاحیت سے عاری اشیاء مثلاً آلات، مکان، لباس، گھر کے اسباب، سواری اور جواہرات پر زکوۃ نہیں ہے۔ اگر جواہرات مالِ تجارت ہو تو اس پر زکوۃ ہوگی۔(١٩)

زکوۃ کے مصارف کے لئے قرآن مجید میں آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں (i) فقراء (تنگ دست) (ii) مساکین (شکستہ حال) (iii) عاملینِ زکوۃ (iv) مولفۃ القلوب (نومسلم کی دل جوئی) (v) فی الرقاب (غلامی وقید و بند سے رہائی) (vi) الغارمین (مقروض) (vii) فی سبیل اللہ (راہ جہاد) (viii) ابن السبیل (مسافر)۔ (٢٠)

اسلامی ریاست مدینہ کے معاشی ذرائع میں زکوۃ کے علاوہ مالِ غنیمت، عشر، صدقات، جزیہ، خراج اور فئے کی مدات شامل تھیں۔ جس سے ریاست کے جملہ اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ تاہم زکوۃ کفالتِ عامہ اور فلاح

انسانیت اور معاشرے کے تمام اہلِ حاجت کی کفالت پر صرف ہوتی تھی۔(۲۱)

افرادی قوت کی تیاری

آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے افرادی قوت کی تیاری کے لئے صفہ کی درس گاہ قائم کی۔اصحاب صفہؓ کے پاس کھانے پینے کے وسائل موجود نہ تھے۔آپ ﷺ نے خود ان کی کفالت پر توجہ دی اور دوسرے صحابہ کرامؓ کو بھی ترغیب دی۔اسلام کے فلاحی اقدامات کی بدولت اصحابِ صفہؓ مملکتِ اسلامیہ کے لئے افرادی قوت ثابت ہوئے اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہو کر زندگی کی آسائشوں سے ہم کنار ہوئے۔

؎ افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ (اقبالؒ)

آنحضرت ﷺ کا دس سالہ مدنی دور ہے۔اس دوران آپ ﷺ نے اسلامی ریاست میں جن انقلاب آفرین اصلاحات کی بنیاد رکھی وہ خلفائے راشدینؓ کے دور میں عالم گیر انقلاب پر منتج ہوئیں۔

؎ نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے (اقبالؒ)

عہدِ صدیقی

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان یہی وہ رشتہ تھا جو منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اعلانِ جہاد کا سبب بنا۔آپؓ نے صحابہؓ کی مخالفت کے باوجود پُرزور الفاظ میں فرمایا: خدا کی قسم! جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بھیڑ کا بچہ بھی دیتا تھا وہ اُس کو دینا پڑے گا(۲۲)

حضرت ابوبکر جانتے تھے کہ زکوٰۃ کے روکنے سے احساسِ محرومی، حسد، عداوت، بھوک، افلاس، غربت، بیماری، جرائم پسندی، گداگری، بے راہ روی، دہشت گردی، اشتراکیت، انارکیت، سرمایہ داریت، ذخیرہ اندوزی اور ارتکازِ زر جیسے روگ ہی راہ نہیں پاتے بلکہ اللہ کے حکم اور اطاعت رسول ﷺ جیسے مقدس فرض سے انحراف کی راہ بھی کھلتی ہے۔

؎ خلافِ پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

زکوٰۃ کی ادائیگی ایک طرف ان امراض کا قلع قمع کرتی ہے اور دوسری طرف امیر و غریب اور خدا و رسولؐ کے درمیان رابطے کی حسین کڑیاں قائم کرتی ہے۔''زکوٰۃ و صدقات حقیقت میں ہماری جماعتی زندگی کی جان ہیں اور ان میں ہماری آخرت ہی کی نہیں بلکہ دُنیا کی بھی ساری نعمتیں جمع کر دی گئی ہیں۔''(۲۳) ارشادِ خداوندی ہے: مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبّۃ انبتت سبع سنابل (۲۴)

حضرت ابوبکرؓ نے مقامِ سخ میں بیت المال کی تعمیر کرائی مگر اس میں کوئی بھاری رقم جمع ہونے کی کبھی نوبت نہیں آئی۔حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر صحابہؓ کی معیت میں بیت

المال کا جائزہ لیا تو صرف ایک درہم برآمد ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شروع سے اب تک وہاں تقریباً دولاکھ دینار آئے جو ساتھ ساتھ خرچ کر دیئے جاتے رہے۔

دورِ فاروقی

خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے مجلسِ شوریٰ سے رائے لے کر بیت المال یا خزانہ کی بنیاد رکھی۔ آپؓ نے سب سے پہلے دارالخلافہ ''مدینہ منورہ'' میں بہت بڑا بیت المال قائم کیا اور حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو افسر بیت المال مقرر کیا۔ انہوں نے ہر صوبے میں بیت المال کی عمارت تعمیر کرائی۔ وہاں ہر قسم کے مصارف کے لئے ضرورت کے مطابق رقم رکھ لی جاتی تھی اور باقی ماندہ سال کے اختتام پر مرکزی بیت المال مدینہ منورہ بھیج دی جاتی تھی حضرت عمر بن العاصؓ کے نام یہ فرمان ملتا ہے کہ خزانے میں جو آمدنی جمع ہو اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری اخراجات سے جو بچ جائے وہ مدینہ بھیج دو

امیر المومنین کی زندگی کا ہر لمحہ رعایا پروری کے لئے وقف تھا۔ آپ مجاہدین کے گھروں میں جاتے، ان کے اہل و عیال کی خبر گیری کرتے۔ محاذِ جنگ سے مجاہدین کے خطوط آتے تو خود ان کے گھروں میں پہنچاتے۔ جن گھروں میں کوئی فرد پڑھا لکھا نہ ہوتا خود ان کی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور خط کا جواب لکھتے۔ راتوں میں گلیوں میں گشت کر کے حالات معلوم کرتے۔ آپؓ نے چند ہی سالوں میں وظائف کا ایک نظام قائم کر دیا۔ اصحاب رسول ﷺ کے درجہ بدرجہ وظائف مقرر کئے۔ بیواؤں کو دو سے چار سو درہم تک وظائف ملتے تھے (۲۵) آپؓ کا قول ہے کہ ''خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو صفا کی پہاڑی پر مویشی چرانے والے کو بھی اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس مال میں سے اس کا حصہ پہنچ جائے گا بغیر اس کے کہ اس کا چہرہ سُرخ ہو''۔ (۲۶)

بہر حال زکوٰۃ کا قانون پورے نظام کے ساتھ جاری تھا اور عرب کے آرام و آسائش کا یہ حال تھا کہ ایک زمانے میں کوئی خیرات قبول کرنے والا باقی نہ رہا۔

کفالت عامہ کا نظام

اسلامی نظام معیشت کی، جس کی بنیاد آنحضرت ﷺ نے رکھی تھی حضرت عمرؓ کے عہد میں اُسے اجتماعی کفالت کی صورت دی گئی۔ ''حقیقت یہ ہے کہ خلافت راشدہ اور بالخصوص حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلامی ریاست کی بنیادیں مستحکم اداروں پر استوار کی جا چکی تھیں۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دورِ حکومت میں ان اداروں کو مزید فروغ حاصل ہوا'' (۲۷)

اسلامی حکومت سے مراد اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ مخلوقِ خدا کی خدمت ان کے بنیادی حقوق فراہم کر کے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ (۲۸) ان بنیادی حقوق میں، معاشی تحفظ کو بڑی اہمیت حاصل ہے:

اور اس کا تعلق رعایا کی اکثریت سے ہے۔ اجتماعی معاشیات اجتماعی اخلاقیات پر قابلِ ذکر حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ اجتماعی اخلاق کی استقامت اور درستی کے لئے عادلانہ معاشی نظام کی اقامت ضروری ہے۔ ''انسانیت کا اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہوتا ہے جس وقت کسی طاقت یا جبر کے ذریعے اسے اقتصادی بدحالی پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ اس صورت میں انسان، انسان نہیں رہتے بلکہ جانوروں کی طرح اپنی روٹی کے لئے مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔''(۲۹)

؎ عصرِ حاضر ملک الموت ہے ترا جس نے　　　قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

اسلام کے نظامِ معیشت میں اشتراکیت اور سرمایہ داریت نہیں ہے۔ پہلی صورت میں حکومت تمام وسائل پر قابض ہوکر پوری قوم کو یرغمال بنالیتی ہے اور انہیں تمام آزادیوں سے محروم کر کے حسبِ منشاء کام لیتی ہے۔ دوسری صورت میں وسائل چند ہاتھوں میں مرتکز ہوکر ارتکازِ زر ہوتا ہے اور گنتی کے چند سرمایہ دار پوری قوم کا معاشی استیصال کرتے ہیں۔ اسلام میں اجتماعی کفالت کی صورت ان دونوں نظاموں سے مختلف ہے۔ یہاں کفالت عامہ یا اجتماعی عدل (Social Justice) کی یہ صورت رکھی گئی ہے کہ ہر فرد اسلام کے معاشی و اخلاقی اصولوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ کمائے۔ اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرے اور جو کچھ زائد از ضرورت ہو وہ رشتہ داروں، عزیز و اقارب، معاشرے کے نسبتاً پس ماندہ اور نادار لوگوں کو زکوٰۃ و خیرات کرے تاکہ بتدریج معاشی ناہمواریاں ختم ہوں۔ ''جس طرح بحیثیت انسان کے سب برابر ہیں اور ہم مرتبہ ہیں اور اس کی طرف اشارہ نماز میں ملتا ہے تو زکوٰۃ سے منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ معاشی طور پر سب برابر ہیں۔ جس طرح نسل، رنگ اور خاندان کے اختلافات اور امتیازات جماعت میں شریک ہونے پر ختم ہوجاتے ہیں یا کردیئے جاتے ہیں اسی طرح مسلم معاشرے میں معاشی مساوات کا عمل بذریعہ زکوٰۃ لایا جاسکتا ہے اور وہ اختلافات و امتیازات جو معاشی نوعیت کے ہوں انہیں دور کیا جاسکتا ہے۔''(۳۰)

حضور ﷺ نے معاشی جدوجہد کو جہاد قرار دیا ہے ''اللہ کے لئے صدقہ و خیرات کی کوشش جہاد فی سبیل اللہ کی مانند ہے''(۳۱) اجتماعی کفالت کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ریاست زکوٰۃ کے نظام کو قائم کرے اور مستحقین زکوٰۃ کا حق صاحبِ زکوٰۃ سے وصول کر کے معاشرے کے تمام اہلِ حاجت کی کفالت پر صَرف کرے۔ اسلام نے ریاست کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ اگر زکوٰۃ کی مد اجتماعی اور بہبود اور کفالتِ عامہ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکافی ثابت ہو تو مزید محاصل عائد کر کے ان کے لئے وسائل مہیا کرسکتی ہے۔(۳۲)

زکوٰۃ حکومت کے مقرر کردہ عاملین جمع کریں اور مرکزی حکومت کی طرف سے اس کو تقسیم کیا جائے۔ ۹ھ میں آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے تمام عرب میں محصلوں اور عاملوں کا تقرر فرمایا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے کفالتِ عامہ کی صورت پیدا کی گئی۔ عہد خلفائے راشدین میں زکوٰۃ ایک مرکز پر جمع ہوتی رہی اور وہاں سے ایک ضابطے کے ساتھ خرچ ہوتی رہی (۳۳) اس طرح زکوٰۃ کے نظام سے یہاں کفالتِ عامہ کی صورت پیدا

ہوئی وہاں عاملینِ زکوٰۃ کو روزگار بھی ملا۔ زکوٰۃ، عاملین زکوٰۃ کی مدّ میں حقِ خدمت میں بدل جاتی ہے۔

نظامِ زکوٰۃ میں حکومت کو اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ ہر بستی کی زکوٰۃ اُسی بستی کے مستحقین پر صَرف کی جائے۔ ایک بستی سے جمع شدہ زکوٰۃ دوسری بستی میں بھیجنا اچھا نہیں ہے۔ البتہ قحط اور سیلاب کی صورت میں زکوٰۃ منتقل کی جاسکتی ہے۔ حکومت جو مقامی حکومتوں کا نیا نظام متعارف کرا رہی ہے اگر اسے ایک یونٹ قرار دے کر اُن کا شمار عاملینِ زکوٰۃ میں کرے تو اُس یونٹ کی جمع شدہ نصف زکوٰۃ کارکنانِ حکومت پر صَرف کرسکتی ہے اور بقیہ نصف سے خود کفالت کا نظام قائم کرسکتی ہے۔ اس طرح زکوٰۃ کے نظام سے سودی نظام سے چھٹکارا اور بے روزگاری، پس ماندگی اور ناداری پر قابو پا کر خود کفالت کا نظام متعارف کرایا جاسکتا ہے۔ (۳۴)

زکوٰۃ جمع شدہ رقم اور مالِ تجارت پر روپے، زرعی پیداوار پر جنس (۳۵) اور جو صورت زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کی ہے وہی صنعتی پیداوار کی بھی ہوسکتی ہے۔ ''اگر زرعی پیداوار کو کسان اسی سبب سے ستا بیچنے پر مجبور ہوسکتا ہے کہ اسے روپیہ کی صورت میں لگان دینا ہے تو صنعت کار اس سبب سے اپنی مصنوعات کی قیمتیں بڑھاتا ہے کہ اُسے ٹیکس دینا ہے۔ اگر یہاں بھی زکوٰۃ بمعنیٰ شرعی ٹیکس جنس کی شکل میں وصول کی جائے تو اس کا امکان ہے کہ صنعت کار قیمتوں میں اضافہ کریں۔ اس کی ایک اور شکل یہ ہوسکتی ہے کہ حکومت بجائے رقوم حاصل کرنے یا اجناس جمع کرنے کے صنعتی اداروں میں زکوٰۃ کی شرح کے لحاظ سے صنعتی ادارے کے حصص حاصل کرے اور رفتہ رفتہ صنعت کی حصہ دار بن جائے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں غیر ضروری اور غیر معقول گرانی اشیاء اور مصنوعات ختم ہوجائیں گی۔'' (۳۶)

زکوٰۃ کا نظام ٹیکس کے نظام کی جگہ لے سکتا ہے۔ زکوٰۃ کا ابتدائی نصاب ۴۰ روپے سالانہ کا ہے۔ اس طرح تقریباً ملک کی ساری آبادی محاصل میں شریک ہوجاتی ہے جس سے خود کفالت کا نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یحییٰ بن سعد کو افریقہ میں صدقات اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو صدقہ یا زکوٰۃ قبول کرتا۔ ضیاء دور میں زکوٰۃ کا ادھورا نظام قائم کیا گیا۔ اس سے کفالت میں بڑی مدد ملی۔ اسے کفالت عامہ کی طرف پہلا قدم کہا جاسکتا ہے۔

زکوٰۃ سماجی فلاح کی ایک ہمہ گیر سکیم اور اجتماعی سوشل سیکورٹی کا نظام ہے۔ زکوٰۃ کے اس خدائی نظام سے معاشرے سے بخل، نفاق، افلاس، ناداری، محرومی، سود، جوا، رشوت خوری اور ٹیکس چوری کی لعنت ختم کی جاسکتی ہے اور زکوٰۃ کے ذریعے فلاحی ریاست کی داغ بیل ڈال کر معاشرے کے مفلوک الحال لوگوں کی عمومی کفالت ہوسکتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کے ذریعے فلاحی ریاست کی داغ بیل ڈالی۔ خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اس کے ذریعے مملکتِ اسلامیہ کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ آج بھی بنی نوع انسان جن مصائب ومشکلات سے دوچار ہے ان کا حل صرف اور صرف اتباعِ رسول ﷺ اور اسوۂ حسنہ کی پیروی میں مضمر ہے۔ ایک انگریز مصنف ومحقق (جارج برناڈ شاہ)

یوں رقم طراز ہے:

''حضرت محمد ﷺ جیسا ایک انسان آج کی جدید دُنیا کی حکومت سنبھال لے تو وہ اس کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس دُنیا کو بہت ضروری امن اور خوشی میسر آئے گی۔'' (۴۷)

اسناد و حوالے

۱۔سورۃ نسآء:۶۴

۲۔پیر کرم شاہ: نبی کریم بحیثیتِ معلمِ اخلاق، نقوش رسول نمبر، ج ۴، ص ۲۴۵، لاہور، ۱۹۸۳

۳۔سورۃ احزاب:۲۱

۴۔سورۃ نسآء:۸۰

۵۔سورۃ احزاب:۷۱

۶۔ سورۃ آل عمران:۱۶۴

۷۔سورۃ اعراف:۱۵۸

۸۔سورۃ التوبہ:۱۱۱

۹۔ The Life of Muhammad: William Muir, London, 1894, بحوالہ عبدالحمید صدیقی

The Life of Muhammad, Islamic Publications, Lahore, 1975, p.140

۱۰۔البخاری الصحیح: کتاب الایمان

۱۱۔سورۃ المزمل

۱۲۔شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی، ج ۵، ص ۱۱۴، بار اول، قمر سعید پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۵

۱۳۔سورۃ التوبہ:۱۰۴

۱۴۔سیرۃ النبی ج ۵

۱۵۔مسلم الصحیح، کتاب الایمان

۱۶۔سنن بیہقی

۱۷۔کتاب المحلیٰ۔ بحوالہ ڈاکٹر سید محمد عبدالقادر آزاد، مقالات سیرت محکمہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور ۱۹۸۲، ۱۸۔سورۃ التوبہ:۱۰۳

۱۹۔سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ: خطبات، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ستمبر ۱۹۹۰، ص ۲۰۳

۲۰۔مفتی محمد شفیعؒ: معارف القرآن، ج ۴، ادارہ المعارف کراچی، اگست ۱۹۸۸، ص ۳۹۲ آٹھ حقداروں پر تفصیلاً لکھا گیا ہے۔

۲۱۔قاضی ابو یوسف: کتاب الخراج، مترجم محمد نجات اللہ صدیقی، مطبوعہ مکتبہ چراغِ راہ، کراچی

۲۲۔صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ

۲۳۔خطبات ص ۲۳۰

۲۴۔سورۃ البقرہ:۲۶۱

۲۵۔ شبلی نعمانی: الفاروق، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

۲۶۔کتاب الخراج ص ۲۱۲

۲۷۔محمد صلاح الدینؒ: بنیادی حقوق۔ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، طبع دوم

۲۸۔ایضاً۔محمد صلاح الدین نے اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق ۱۷ گنوائے ہیں۔

۲۹۔شاہ ولی اللہؒ: حجۃ اللہ البالغۃ، غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص ۱۴۵

۳۰۔قاضی عبدالقادر ڈاکٹر: تعلیم اور فلسفہ تعلیم، کفایت اکیڈمی عقب اردو بازار، کراچی ۱۹۷۳، ص ۲۳۰

۳۱۔ابن تیمیہؒ: سیاست شرعیہ، ترجمہ مولانا محمد اسماعیل گودھروی، مطبوعہ کلام کمپنی، کراچی، ص ۱۱۱

۳۲۔حسن ابراہیم ڈاکٹر: مسلمانوں کا نظمِ مملکت، مترجم محمد علیم اللہ صدیقی۔ندوۃ المصنفین، دہلی، ص ۱۹۷

۳۳۔صحیح بخاری کتاب الزکوۃ

۳۴۔غیر مسلم سے فوجی خدمات لی جارہی ہیں۔اس لئے جزیہ کی بجائے ان سے بھی زکوۃ کے برابر ٹیکس (جزیہ) لیا جائے اور اس کو وہی نام دیا جائے جو فقہ کی کتابوں میں ہے۔جو زکوۃ بیت المال (قومی خزانہ) میں جمع کرانے کی بجائے خود ادا کرنا چاہے، وہ بھی زکوۃ کے برابر ٹیکس ادا کریں تا کہ زکوۃ کا نظام قائم کیا جا سکے۔اس طرح زکوۃ کے نظام سے مجموعی کفالت کا نظام ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

۳۵۔محمد عبداللہ مدوسی: اقبال کا مالیاتی وملی نظریہ (اقبال ریویو جنوری ۱۹۶۱) میں لکھتے ہیں کہ محاصل کو بصورت جنس وصول کرنا زیادہ مناسب ہے تا کہ زر مال گزاری کی خاطر کاشت کار اپنی پیداوار کم داموں پر بیچنے پر مجبور نہ ہوں۔

۳۶۔تعلیم اور فلسفہ تعلیم ص ۲۳۲

۳۷۔ایں خیال است ومحال است وجنوں۔آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔آپ ﷺ جیسا نہ کوئی اوّلین میں ہے اور نہ کوئی آخرین میں ہو سکتا ہے۔رسالت کا سلسلہ آپ ﷺ پر تمام ہوا۔یہ کام اب کوئی آپ ﷺ کا غلام ہی سرانجام دے گا۔ان شاءاللہ

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیمات نبوی کی روشنی میں)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق خان۔ میر پور آزاد کشمیر

اسلامی نظمِ معیشت اس لحاظ سے دیگر معاشی نظامات سے اعلیٰ و برتر ہے کہ یہ اللہ اور رسول کے عطا کردہ اصولوں پر مشتمل ہے۔ اس نظام کا خاکہ حسبِ ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

۱۔ رزق من اللہ

ارشادالٰہی: واللہ خیر الرازقین (۱) اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

ارشادنبویﷺ من لم یسال اللہ یغضب علیہ (۲) جو اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

۲۔ رزق حرام سے اجتناب

ارشادِالٰہی: ولا تاکلوا اموالکم بالباطل (۳) اور تم ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے نہ کھاؤ۔

ارشادِنبویﷺ: جس نے حرام مال سے پرورش پائی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۴)

۳۔ انفاق فی سبیل اللہ

ارشادِالٰہی: ویسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفو (۵)
(آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجئے کہ جو بچ رہے)

ارشادِنبویﷺ: (راہِ خدا میں خرچ کرو اور اس کا حساب نہ کرو ورنہ وہ بھی تم کو گن گن کر ہی دے گا)(۶)

۴۔ زکوٰۃ

متعدد بار ارشادالٰہی اقمیوا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) کا حکم دیا ہے اس بارے میں کثیر احادیث بھی ہیں (ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا) زکوٰۃ اسلامی نظمِ معیشت کا مثبت

عنصر (Positive Ingrediant) ہے۔

۵۔ سود

زکوٰۃ کے برعکس سُود اسلامی معیشت کا منفی عنصر (Negative Ingrediant) ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

یمحق الله الربٰوا ویربی الصدقات (۷) اللہ سُود کو مٹھ مارتا اور صدقات (زکوٰۃ) کو بڑھاتا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے الربوٰا سبعون جزءً ایسرھا ان ینکح الرجل اُمہٗ (۸)

سود کے ستر جز ہیں۔ سب سے کم درجہ کا جز اس قدر ہے جسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

۶۔ درجاتِ معاش

ارشادِ الٰہی ہے: اولم یعلموا اَنّ الله یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر (۹)

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ جس کے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۷۔ بد دیانتی کی ممانعت

ارشادِ الٰہی ہے ان الله لا یحب الخائنین (۱۰) بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: جس میں امانت کا مادہ نہیں اسے ایمان سے حصہ نہیں ملا (۱۱)

۸۔ قرض میں مہلت

ارشادِ الٰہی ہے: وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ (۱۲)

اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: جو شخص قرض وصول کرنے میں مفلس کو مہلت دے گا یا قرض معاف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے بچائے گا اور اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ (۱۳)

۹۔ اکتناز و احتکار کی ممانعت

ارشادِ الٰہی ہے: والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل الله فبشرھم بعذاب الیم (۱۴) اور سزا کی خوش خبری سُنا دو انہیں جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: تاجر کو رزق ملتا ہے اور غلہ روکنے والا ملعون ہے (۱۵)

۱۰۔ **درست ناپ تول**

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (۱۶)اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: تمہارے ہاتھ میں دو ایسے کام ہیں جن کے سبب تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں (۱۷)

۱۱۔ **معاشی جدوجہد**

ارشادِ الٰہی ہے: وابتغوا من فضل اللہ (۱۸)اللہ کا فضل تلاش کرو۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: فرض عبادات کے بعد حلال روزی کمانا فرض ہے۔ (۱۹)

۱۲۔ **میانہ روی**

ارشادِ الٰہی ہے: ولا تسرفوا ط انہ لا یحب المسرفین (۲۰)اور بے جا خرچ نہ کرو اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: وہ محتاج نہیں ہوا جس نے میانہ روی اختیار کی۔ (۲۱)

۱۳۔ **انسدادِ گرانی**

منڈی کے نرخوں کے تعین میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔ اللہ ہی نرخ گراتا اور چڑھاتا ہے (۲۲)
حدیث کی رُو سے قیمتوں کا تعین طلب و رسد کے توازن سے ہوتا ہے۔

۱۴۔ **اسلام کے معاشی اقدار**

الف۔ تقویٰ

ارشادِ الٰہی ہے: من یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجاً و یرزقہٗ من حیث لا یحتسب (۲۳)
جو کوئی خدا سے ڈرے گا اس کے لئے (رنج) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

ب۔ عدل و احسان

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (۲۴)
بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

ج۔ ایثار

ارشادِ خداوندی ہے: ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (۲۵)
اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔

د۔اخوت

ارشادِ الٰہی ہے: انما المؤمنون اخوۃ (۲۶) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ہ۔تعاون

ارشادِ الٰہی ہے:وتعاونوا علی البر و التقوٰی (۲۷)اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

و۔توکل

ارشادِ الٰہی ہے: وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (۲۸)

اور مومنین کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے

ز۔صبر

ارشادِ الٰہی ہے: انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب (۲۹)

جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔

ح۔شکر

ارشادِ الٰہی ہے: یآیھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا اللہ (۳۰)

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں دیں ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

ط۔قناعت

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:لیس الغنی عن کثرۃ العروض ولکن الغنیٰ غنی النفس (۳۱)

دولت مندی مال واسباب کی کثرت کا نام نہیں۔ بلکہ اصل دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔

مبنی بر زکوٰۃ معیشت وکفالت عامہ

اسلام واحد دین ہے جس نے نوعِ انسانیت کو مبنی بر زکوٰۃ کفالتِ عامہ اور معاشی فلاح کا نظام عطا کیا ہے۔قرآن وحدیث کی رُو سے زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رُکن اور اسلامی اقتصادیات کا مرکزی ستون ہے۔زکوٰۃ میں پاکی اور افزائش کا مفہوم واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف القرضاوی رقم طراز ہیں۔''نکالے جانے والے حصے کو زکوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے اس مال میں زیادتی ہوتی ہے جس سے یہ نکالا گیا ہے اور معنوی لحاظ سے زکوٰۃ اس مال کو بڑھاتی

اورآفات سے محفوظ رکھتی ہے۔''(۳۲) آنحضرت ﷺ نے دودین پیش فرمایا اس میں غربت کے سدِ باب کا مکمل انتظام موجود ہے۔ جناب قرضاوی 'اسلام اور مسئلہ غربت' کی وضاحت میں لکھتے ہیں ''اسلام نے مسئلہ غربت کا جو حل پیش کیا ہے اور جس طرح ضرورت مندوں اور کمزوروں کی کفالت کا نظام قائم کیا ہے اس کی آسمانی مذاہب میں وضعی قوانین میں کوئی نظیر نہیں ملتی''۔(۳۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کے الفاظ واضح فرمایا کہ قیامت کے دن مجرمین اقامتِ صلوٰۃ کے عدم اہتمام کے جرم کے علاوہ اقرار کریں گے کہ لم نک من المصلین و لم نک نطعم المسکین (۳۴) یعنی ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے''۔ آپ ﷺ نے قلوب میں کفالتِ عامہ کی اہمیت راسخ فرمائی۔ آپ ﷺ نے قرآن کی رُو سے احساس دلایا کہ جو بخیل افراد کفالتِ عامہ سے گریز کرتے ہیں ان کی اجناس و باغات مساکین کا حصہ ادا نہ کرنے کی پاداش میں تباہ ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے وحی کے الفاظ واضح فرمائے:

فطاف علیها طائف من ربک وهم نائمون فاصبحت کالصّریم ٥فتنادوا مصبحین ٥ان غدوا علی حرثکم ان کنتم صرمین ٥(۳۵)''وہ رات کو سوئے پڑے تھے کہ تمہارے رَب کی طرف سے ایک بلا اس باغ پر پھر گئی اور ایسا حال ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔ صبح ان لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر پھل توڑنے ہیں تو سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف نکلو''۔ کفالتِ عامہ سے اعراض کرنے والوں کے لئے یہ تازیانہ عبرت ہے کہ جب ان کی نیتوں میں غرباء و مساکین کی کفالت سے گریز کا فتور پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے اموال و اجناس ان سے چھین لیا کرتا ہے۔

مساکین کی کفالت کے لئے دوسروں کو ترغیب نہ دینے والوں کو جہنم میں دھکیلے جانے والوں کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے۔ ولا یحض علی طعام المسکین (۳۶)''مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا''۔ یتیم کو جھڑکنے اور مسکین کو پامال کرنا آخرت کے جھٹلانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ ارایت الذی یکذب بالدین فذٰلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین (۳۷)''تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی سزا و جزا کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔''

سائل کا حق

جنت کے مستحق متقین کے اموال میں سائل اور محروم کے حصہ کی نشان دہی کرنا کفالت عامہ کا واضح طور پر اجاگر کرنا ہے۔ وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (۳۸)''ان کے اموال میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے''۔ ڈاکٹر قرضاوی لکھتے ہیں ''سائل سے مراد وہ شخص ہے جو مستحق ہو اور از خود سوال نہ کرے اور محروم وہ ہے جس کے پاس نہ کوئی مال ہو اور نہ کوئی حرفت اور کسب ہو جس سے وہ اپنی روزی کما سکے''(۳۹) اسلامی معاشرے کے سفید پوش اف

بے روزگار و مجبور افراد کی کفالت کا یقینی اور ٹھوس انتظام اسلام کے نظام معیشت اور کفالت عامہ کا طرہ امتیاز ہے۔
دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے۔ وآت ذالقربیٰ حقہٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً (۴۰)
''رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو''۔ تعلیماتِ نبوی کا یہ اعجاز ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے اموال میں مساکین کی کفالت کے لئے اپنے ایمانی جذبے اور غریب پروری کے احساس کے تحت کر لیا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ وفی اموالهم حق معلوم ○للسائل والمحروم (۴۱) ''جن کے اموال میں سائل اور محروم کے لئے مقرر حق ہے۔''

حق زرع

کفالت عامہ کا جامع اور ٹھوس انتظام کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے زرعی اجناس سے غرباء اور مساکین کے حق کی ادائیگی کا فوری طور پر اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے۔ لقولہ تعالیٰ: واتوا حقه یوم حصاده (۴۲) ''اور اللہ کا حق ادا کرو جب ان کی فصل کاٹو''۔ زرعی اجناس سے غرباء کی خوراک کا معقول انتظام کر دینے سے احساس محرومی دُور ہو جاتا ہے اور وہ حقیقی توانائی حاصل کر کے معیشت اور معاشرت کے ارتقاء میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کے ذریعے اضافہ دولت

ایک اہم حقیقت جسے ادوارِ زوال میں مسلمان فراموش کر چکے ہیں وہ تعلیماتِ نبوی ﷺ میں وحی کے الفاظ ہیں
وما اٰتیتم من زکوٰة تریدون وجه الله فاولٰئک هم المضعفون (۴۳) اس آیت کے پس منظر میں قربیٰ مساکین اور ابن سبیل کے حقوق کی بنا پر فلاح کا ذکر کرنے کے بعد سود کو مال میں کمی کر دینے والے عنصر کے طور پر واضح کیا گیا ہے۔ گویا اسلامی نظم معیشت میں کفالت عامہ کا اہتمام، سُود سے گریز اور زکوٰۃ کا التزام فلاحی معاشرے کے اہم نکات کے طور پر بیان ہوتے ہیں۔

اسلامی معیشت کے متضاد عناصر کی حقیقت سمجھ لینے والے افراد اقوام کا معاشی، معاشرتی اور سیاسی استحکام حاصل کرنا یقینی امر ہے۔ معیشت کا مثبت عنصر (Positive Ingrediant) زکوٰۃ ہے اور منفی عنصر (negative Ingrediant) سُود ہے۔ اگر یہ نکتہ مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں راسخ ہو جائے کہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی گناہِ کبیرہ اور سنگین جرم ہے اور سُود کا لین دین گناہ عظیم ہے شرمناک فعل ہے تو کفالت عامہ کا اہتمام یقینی ہو جائے گا اور اسلامی معیشت بھی بحال ہو جائے گی۔ سُود اور زکوٰۃ کے متضاد اثرات بیان کرتے ہوئے فرشتہ۔ ج۔ د۔ سائس رقم طراز ہیں
''اور زکوٰۃ انسانی ہمدردی کا تعلق مضبوط کرتی ہے اور ہر مسلم کے دل میں اپنے بھائیوں کے لئے، جن کی معاشی خوش حالی خطرے میں ہو، پُرخلوص شفقت اور باہمی یگانگت کا احساس دلاتا ہے۔'' (۴۴)

مکی دور میں تعلیمات زکوٰۃ

جو افراد قبل از ہجرت ایمان لائے تھے انہیں صلوٰۃ وصدقات کی تعلیم سے آراستہ کیا گیا تھا۔اس دور میں صحابہ کرامؓ کی مختلف اسالیب میں فقراء ومساکین کی کفالت پر ستائش کی گئی تھی۔ڈاکٹر قرضاوی لکھتے ہیں کہ ''قرآن نے ایک مخصوص انداز میں فقیروں اور مسکینوں کی دیکھ بھال کی دعوت دی ہے اور امیروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے انہیں کچھ حقوق ادا کریں تاکہ غریب ومسکین ،مومنین کے معاشرے میں ضائع نہ جائیں'' (۴۵) مومنین کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہے والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون (۴۶) ''اور جو زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔''

مدنی دور کا نظام زکوٰۃ

مکی دور میں تعلیمات نبوی ﷺ نے جو مومنین تیار کیے تھے ان کی قلبی اور ذہنی کیفیات واحوال اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح معلوم تھیں۔انہی احوال وکیفیات کی بناء پر صلوٰۃ وزکوٰۃ پر مبنی نظام معیشت ومعاشرت کے امکانی قیام کے بارے میں ارشادالٰہی ہے الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (۴۷) ''وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔'' ہجرت کے بعد اسلامی ریاست تشکیل ہوئی تو اللہ کے عطا کردہ ریاستی منشور پر عمل درآمد کا اہتمام ہونے پر تعمیم اور اطلاق نے تحدید اور تخصیص کی صورت اختیار کرلی۔حسب تحریر جناب یوسف القرضاوی ''شارع علیہ السلام نے ان اموال کی تحدید فرمادی جن میں زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت کی شرائط اور لازمی مقداروں کا تعین فرمادیا،اس کے مصارف مقرر کردیئے اور اس کی تنظیم اور اسکے دائرہ کار کا ایک لائحہ عمل مقرر فرما دیا۔'' (۴۸)

اسلامی نظام معیشت کی تشکیل کے لئے عملی اقدام کا حکم الٰہی یوں بیان صادر ہوا:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (۴۹)

''اے نبی ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے کر انہیں پاک کیجئے اور نیکی کی راہ میں انہیں بڑھایئے''

زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی کا حکم نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد مسلمان حکمرانوں کے واجب التعمیل ہے۔چنانچہ حضرت بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کو اسی بنا پر آڑے ہاتوں لیا تھا۔

اسلام کا معاشی اور کفالتی نظام تب ہی قائم ہوسکتا ہے جب اس کے لئے مطلوبہ مالی وسائل موجود ہوں۔وسائل کا سرچشمہ دولت مندوں کے اموال ہیں۔ان اموال سے زکوٰۃ وعُشر کی صورت میں مستحقین کا حصہ اسلامی ریاست کو فراہم ہونے سے ہی کفالت عامہ کا اہتمام بھی ہوسکتا ہے۔اور اسی عمل (Process) میں اسلامی اقتصادی نظام

تشکیل ہوسکتا ہے۔مطلوبہ سرمایہ اگر یقینی اور وافر ہو ہو تو کفالت عامہ کا یقینی اور جامع انتظام ہوسکتا ہے۔نظامِ زکوٰۃ متقاضی ہے کہ زکوٰۃ فنڈ میں کثیر سرمایہ یقینی طور پر اکٹھا ہو جائے۔لیکن زکوٰۃ کے سرمایہ کی فراہمی میں دولت مندوں کا بخل مانع ہوتا ہے اور بخل زکوٰۃ نادھندگی کا باعث بنتا ہے۔بخل کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یحسبن الذین یبخلون نما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم ط بل ھو شرّ لھم ط (۵۰)

''اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے اپنے فضل دی ہرگز اسے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے''۔

احادیث میں بھی بخل کی مذمت کی گئی ہے۔چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: واتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم (۵۱) ''بخیلی سے بچو اس نے تم سے پہلے والے لوگوں کو ہلاک کیا''۔

اہم معاملہ

اس موقعہ پر اس امر کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ قومی دولت مین جو رخنے پیدا ہوتے ہیں ان ہی کے سبب اقتصادی بگاڑ (Economic Crisis) اور غربت و مسکن کی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔تاریخ انسانی میں 'بیمار معیشت' کا معاملہ ہی لاینحل رہا ہے۔بخیل افراد ہی دراصل قومی معیشت کی بیماری اور بگاڑ کا باعث ہوتے ہیں۔اس مرض کی نشان دہی اللہ نے ہر دور میں فرمائی اور انبیائے کرام کے ذریعے اس مہلک مرض کا جو نسخہ تجویز فرمایا ہے اسے زکوٰۃ سے موسوم کیا گیا ہے۔

زکوٰۃ نادہندگی

کنجوسی اور میلان بچت کی زیادتی کے سبب گردشِ دولت (Circulation of Wealth) میں رخنہ اندازی ہوتی ہے۔جو معاشی بحران اور غربت پر منتج ہوتی ہے۔بخل جو معاشی بحران اور فقر و فاقہ کا حقیقی سبب ہے اس کے اثرات کا مداوا زکوٰۃ سے ہی ہوسکتا ہے۔جو افراد زکوٰۃ نہیں دیتے وہ اللہ، رسول ﷺ اور انسانیت کے دُشمن ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لئے دُنیا کی ذلت اور آخرت میں سخت عذاب کی فہمائش کی گئی ہے۔حدیث رسول ﷺ ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن آگ میں ہوگا (۵۳) اور یہ کہ ''زکوٰۃ نہ دینے والوں کو اللہ تعالیٰ قحط سالی میں مبتلا کر دیتے ہیں (۵۴) اللہ اور رسول ﷺ کی جانب سے زکوٰۃ و عُشر میں چھوٹ کی گنجائش نہیں ہے۔

کفالت اسکیم

یہ حقیقت ہے کہ انسانی احتیاجات کے اعتبار سے کفالت اور ربوبیت کا جامع نظام اسلام نے ہی پیش کیا۔عقل انسانی کے دائرہ سے یہ بات باہر ہے کہ وہ کفالت اور ربوبیت کا ویسا انتظام کرے جو اسلام نے انسانیت کو عطا کیا ہے۔انسان کی عقل مندی یہ ہے کہ وہ اس نظام کو کامیاب بنائے۔اس کا ادراک کر کے اس کی جزئیات پر عمل کرے۔اس

جامع نظام کفالت کو پسِ پشت ڈال کر Social Security اور عبوری امداد کا جو بھی پروگرام انسانی ذہن تخلیق کرے گا وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ تعلیمات نبوی میں کفالت عامہ کے نظام کے حوالے سے مسلمان غیر مسلموں کو دعوت دے سکتے ہیں کہ اگر انہیں حقیقی فلاح درکار ہو تو وہ صرف مبنی بر زکوٰۃ نظام کفالت ہی میں موجود ہے اور وہ اسلام قبول کر کے اس نظام سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

کفالت عامہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے استحقاق کا ترجیحی درجہ (Preference Order of Right) نبی یا غیر نبی کی صوابدید پر چھوڑنے کی بجائے خود مقرر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیها والمؤلّفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل ط فریضة من الله ط والله علیم حکیم ٥(۵۵)

''یہ صدقات تو دراصل فقراء اور مساکین کے لئے ہیں اور عاملین کے لئے، اور مولفۃ القلوب کے لئے، گردنوں کو چھڑانے، قرضداروں، اللہ کے راستے میں، اور مسافروں کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا بینا ہے۔''

فقراء اور مساکین کی کفالت کا جامع انتظام کرنا نظامِ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد ہے۔ اللہ کی جانب سے متعین شدہ ترجیحی درجہ استحقاق میں سرِ فہرست دونوں مصارف (فقراء و مساکین) کو حدیث میں بھی ترجیح و تقدیم کا درجہ حاصل ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ان الله افترض علیهم صدقة فی اموالهم توخذ من اغنیائهم وترد علیٰ فقرائهم (۵۶) یعنی ''اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں صدقہ (زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے امیروں سے لیا جائے گا اور ان کے غریبوں کو دیا جائے گا۔'' نظام زکوٰۃ میں فقراء و مساکین کو سرفہرست رکھنے کی سنت برقرار رکھنے سے ہی کفالت عامہ کا بہترین انتظام ممکن ہے اور معیشت کی بحالی کا طریقہ بھی یہی ہے۔ اس سنت پر ہی اس کفالت اجتماعی کا انحصار ہے جس کی جزوی نقل یورپ اور امریکہ کے سوشل سیکورٹی سسٹم میں موجود ہونے کے باعث ان ممالک کی معیشت پسماندہ ممالک کے لئے آئیڈیل بنی ہوئی ہے۔ کاش مسلمانوں کو اس نقل کی اصل (زکوٰۃ) کی حکمتیں سمجھ میں آجائیں۔

فقراء اور حاجت مندوں کی احتیاجات پوری کرتے ہوئے انہیں معیشت کی صف اول میں لانے کا ہدف تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی اس رائے پر عمل درآمد کا اہتمام کیا جائے۔ ''میری رائے میں تو ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی ریاست فقراء اور حاجتمندوں کے لئے بطور وقف کارخانے اور تجارتی مراکز بنا دے جن کی آمدنی سے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور انہیں یہ فروخت کرنے کا اختیار نہ ہو'' (۵۷) ڈاکٹر صاحب نے مبنی بر زکوٰۃ کفالت عامہ کے لئے بہت اچھی اجتہادی رائے دی ہے۔ اس اجتہادی رائے سے استفادہ کرتے ہوئے پاکستان جیسے زرعی ملک میں زکوٰۃ کا سرمایہ زرعی صنعت میں لگا کر غرباء کی بنیادی ضروریاتِ زندگی پوری کر دی جائیں اور بتدریج ان کی

پوشاک اور رہائش کا اہتمام بھی کر دیا جائے تو کفالت عامہ کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ دوسرے غریب اسلامی ممالک کے لئے غربت کے سدِ باب کا بہترین نمونہ ہوگا۔

عاملین زکوٰۃ

ربِّ کائنات نے کفالتِ اجتماعیہ کی خاطر جو نظامِ زکوٰۃ ودیعت فرمایا اس کے مستحقین میں اس نظام کے منتظمین کو بھی شامل رکھا ہے۔ ان اہل کاران کے لئے زکوٰۃ سے معاوضہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ عاملین کی خدمات انتہائی مقدس ہیں۔ یہ عاملین کے لئے فقید المثال خود روزگار اسکیم (Self Employment Scheme) ہے۔

عاملین ایک جانب اصحابِ نصاب سے زکوٰۃ کی صورت میں سرمایہ حاصل کرتے ہیں دوسری جانب فقراء و مساکین کی کفالت کے انتظامات کرتے ہیں۔ سنتِ نبوی ﷺ میں عاملین کی تعیناتی، فرائض کی تفویض اور اہم احکام موجود ہیں۔ سنت نبوی ﷺ میں عاملین کے ذریعے نظام زکوٰۃ کی تشکیل اس امر کی ٹھوس دلیل ہے کہ نظام زکوٰۃ کا قیام اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب سیرت وصلاحیت کے حامل اہل کاران دینی جذبہ سے زکوٰۃ کی تعلیم، وصولی اور تقسیم کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

حدیث سے ثابت ہے کہ جن پانچ افراد کو امیر ہونے کے باوجود زکوٰۃ کے مال میں استحقاق حاصل ہے ان میں ایک عامل زکوٰۃ بھی ہے (۵۸) عامل کے معاوضہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو ہم عامل بنائیں اسے کم و بیش جو بھی ملے وہ لے آئے۔ پھر جو (معاوضہ) اس میں سے دیا جائے لے لے اور جس شے سے روک دیا جائے اس سے باز آجائے (۵۹)

ایک قبر سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ فلاں شخص ہے جسے میں نے زکوٰۃ پر عامل بنا کر بھیجا، اس نے ایک ادنیٰ دھاری دار چادر کی خیانت کی اب اسے ویسی ہی آگ کی چادر پہنا دی گئی ہے''۔ (۶۰)

اسلامی سماج کے افراد کی دولت کا جو حصہ گردش میں رکھنے کے سبب متمول افراد کے قبضے میں چلا جاتا ہے اس سے محروم ہونے کے نتیجے میں افراد کا دوسرا طبقہ غربت، محرومی اور بے روزگاری کا شکار ہوتا جاتا ہے۔ امیروں کے زیر تسلط جانے والا غریبوں کا یہ حق عاملین بازیاب کرلیں تو یہ لازمی طور پر غرباء کا معاشی تعطل ختم کرنے کے لئے انہیں فراہم ہونا چاہیئے۔ اگر عاملین سرمایہ کچھ حصہ خود ہی ہڑپ کرلیں تو کفالت اجتماعیہ کا مطلوبہ انتظام نہیں ہوسکتا۔ اس نظام کو سبوتاژ کرنا اللہ کے ہاں بڑا گناہ ہے جس کی پاداش میں زکوٰۃ خور بددیانت افراد کے جسم، قیامت کے دن آگ میں جلائے جانے کی خبر دی گئی ہے تعلیمات اور انتظامات نبوی ﷺ کے مطابق کفالت اجتماعیہ ایک یقینی اور جامع نظام ہے جس میں غربت اور بے روزگاری کا مکمل سدِ باب ہو جاتا ہے۔

غربت کے قلع قمع کے لئے دولت مندوں کی جانب سے زکوٰۃ کی صورت میں سرمایہ فراہم کرنا حضور اکرم ﷺ

کے نزدیک ایک کارِ خیر ہے جس کی انجام دہی پر آپ ﷺ ابی اوفی کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! ابی اوفی کی اولاد کو خیر و برکت عطا فرما (٦١) کفالت عامہ کا اہتمام کرنے والے عاملین کی اعلیٰ خدمت کا اندازہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے: العامل علی الصدقۃ بالحق کالغازی فی سبیل اللہ حتیٰ یرجع الی بیتہ (٦٢) یعنی کما حقہ زکوٰۃ وصول کرنے والا گھر واپس آنے تک اللہ کی راہ میں غازی کی مانند ہے۔ زکوٰۃ کی وصولی کی غرض سے آنے والے عاملین کے خیر مقدم اور احترام کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا اتاکم المصدق فلیسدر عنکم وھو عنکم راض (٦٣)

''جب تمہارے پاس زکوٰۃ لینے والا آئے تو اسے راضی ہو کر لوٹنا چاہیئے''۔

اللہ کے مقرر کردہ ترجیحی درجہ استحقاق اور سنت نبوی ﷺ سے مترشح ہوتا ہے کہ قومی دولت میں زکوٰۃ، عشر اور خمس فقراء اور مساکین کی کفالت کے لئے ہر صورت اور بلا کم وکاست عاملین کی بوساطت سے منتقل ہونا چاہیئے۔ یہ سرمایہ پیداواری اور تجارتی شعبہ جات میں استعمال کر دیا جائے تو غرباء اور مساکین کا معاشی تعطل زیادہ سے زیادہ تین سال میں ختم ہو سکتا ہے۔ کفالتِ عامہ کے اسی عمل کے نتیجے میں قومی معیشت بحال ہو کر ارتقاء پذیر ہو سکتی ہے۔ یہ وہ آئیڈیل پوائنٹ ہے جس پر سود کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور مضاربت بالشرکت کی اسلامی اسکیم نافذ العمل ہو جاتی ہے۔ یہی معاشیاتِ اسلام ہے۔

اس کے بعد بقیہ مصارفِ زکوٰۃ میں، زکوٰۃ استعمال کر کے اسلامی معاشرے سے معاشی مسائل کا مکمل انسداد ہو سکتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں سے غربت کے انسداد کے بعد غیر مسلموں کو اسلام کے معاشی نظام کے حوالے سے دین کی جانب مائل کرنے کی خاطر مولفۃ القلوب کی مد میں زکوٰۃ صرف کرنے کا معقول جواز ہے۔ جناب یوسف القرضاوی نے قاضی ابن العربی کی رائے نقل کی ہے کہ ''اگر ضرورت ہو تو یہ حصہ دیا جائے گا جیسا کی زمانہ نبوت میں دیا جاتا تھا اس لئے کہ حدیثِ صحیح ہے کہ اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا اور اس کی انتہاء بھی عالمِ اجنبیت میں ہو گی (٦٤)

مصارفِ زکوٰۃ کی تقدیم و تاخیر اور ترجیحی درجہ کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر قرضاوی رقم طراز ہیں: ''پہلے چار مصارف اور بعد کے چار مصارف میں قرآن کریم نے فرق کیا ہے اور وہ یہ کہ پہلے چار مصارف سے پہلے لام آیا ہے جس کے معنی ''لئے'' کے ہیں جو ملکیت کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ جب کہ باقی چار مصافر کو ''فی'' کے بعد بیان کیا گیا ہے جس سے معنی ''میں'' کے ہیں اور جو ظرفیت کا مفہوم ادا کرتا ہے'' (٦٥) اوّل الذکر اصناف کو زکوٰۃ کی فراہمی سے دراصل معاشی استحکام کا اہتمام ہوتا ہے اور ثانی الذکر اصناف کے ذریعے دراصل معاشیرتی وسیاسی استحکام پیدا ہوتا ہے اور ریاست کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو تحفظ اور اسلامی اقدار کے فروغ کے انتظامات ہوتے ہیں۔ غرباء ومساکین کے معاشی استحکام کی ترجیح اور تقدیم کے بارے میں ڈاکٹر قرضاوی کی اس رائے کا بطور خاص خیال رکھا جانا

چاہیئے ''مناسب یہ ہے کہ جملہ اصناف میں پہلے فقراء اور مساکین پر صرف کیا جائے کہ ان کی کفالت کرنا اور انہیں غنی بنا دینا نظام اسلام کا اولین ہدف ہے'' (٦٦)

حضرت معاذؓ کی حدیث ''یہ مال ان کے امیروں سے لے کر ان کے فقیروں کو لوٹا دیا جائے گا' کے حوالے سے جناب قرضاوی لکھتے ہیں

> ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام زکوٰۃ میں مصرف فقراء کو خاص اہمیت ہے اور اس لحاظ سے حاکم کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مال زکوٰۃ کو لشکر کی تیاری پر صرف کردے اور فقیروں اور مسکینوں کو یوں ہی بھوکا اور ننگا رہنے دے کہ ان کے پاس غم کے سوا کھانے کو کچھ نہ ہو اور غصہ کے سوا پینے کو کچھ نہ ہو اور حسد اور نفرت کے سوا ان کے پاس کوئی لباس نہ ہو (٦٧)

اس حقیقت پسندانہ رائے کی روشنی میں زکوٰۃ خوری کی ان صورتوں کا جائزہ لیا جائے۔ جب زکوٰۃ پر وزیر، مشیر اور دیگر حکام اور اہل کاران ملی بھگت اور منظم جعلی کارروائی سے بنکوں سے زکوٰۃ نکلوا کر خود کھا جاتے ہیں اور اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے والوں میں زکوٰۃ کمیٹیوں کے ممبران، چیئرمین اور کئی پردہ نشین جعلی شناختی کارڈوں پر زکوٰۃ وصول کرنے والے بھی شامل رہتے ہیں۔ نظام زکوٰۃ کو سبوتاژ کرنے والے افراد بددیانتی اور مجرمانہ ذہنیت کے علاوہ تعلیماتِ نبوی ﷺ سے لاعلمی بھی اس کبیرہ گناہ اور جرمِ عظیم کا بڑا سبب ہے اس کا حل تعلیمات نبوی ﷺ کی وسیع پیمانے پر عام کرنے سے ہی نکل سکتا ہے۔

تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھانے اور باور کرانے کی ضرورت ہے کہ نظام زکوٰۃ یورپ کی سوشل سیکورٹی سسٹم سے بہت بہتر ہے نظام کفالت ہے۔ جو اسلامی معاشرے کے جملہ افراد کو روٹی، کپڑے اور مکان کی فراہمی کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔ یوسف قرضاوی نے امام زہریؒ کی جانب سے عمر بن عبدالعزیزؒ کو ارسال کردہ مکتوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ زکوٰۃ میں اپاہج اور لاچار لوگوں کا بھی حق ہے۔ ہر مسکین کا بھی حق ہے، جو ایسی بیماری میں مبتلا ہے جو اسے کسبِ معاش سے عاجز کردے (٦٨) اس مسکین کو بھی حق ہے جو بقدر کفالت اپنی خوراک کا سوال کرے وغیرہ (٦٩)

معاشی ہمواری

نظام زکوٰۃ غرباء اور مساکین کو عبوری امداد (Interm Relief) ہی فراہم نہیں کرتا بلکہ غرباء اور محتاجوں کو سرمایہ فراہم کر کے ان میں یہ احساس اجاگر کرتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے مفلوک الحال افراد اور ملازم نہیں ہیں، بلکہ وہ اس کے مالک ہیں۔ لوگوں میں مالک ہونے کا احساس جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی ان میں قومی تعمیر کا جذبہ پختہ ہوگا۔ اگر بے اعتدالی اور ناانصافی پر مبنی معاشی سرگرمیوں کو خود کارانہ اور آزادانہ طور پر چلنے دیا جائے اور امیروں سے غریبوں کا حصہ زکوٰۃ کی

صورت میں وصول کر کے غریبوں کا معاشی تعطل دور نہ کیا جائے تو معاشی ناہمواری لازماً پیدا ہو جاتی ہے۔ دیگر بے شمار فتنوں کے علاوہ آجر اور مزدور کے مابین منافرت اور مالک وغلام کی نفسیاتی پُرخاش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ نظام زکوٰۃ اس نوعیت کی جملہ معاشی ناہمواریوں کا سدِ باب کر دیتا ہے۔ حکم الٰہی کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم (۷۰) ''تا کہ دولت تمہارے امیروں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے'' کے بموجب دولت کا بہاؤ غریبوں اور محتاجوں کی جانب ہوتا ہے تو انہیں نئی زندگی ملتی ہے اور وہ تروتازہ اور توانا ہو کر معاشرے میں تخلیقی، تعمیری اور مثبت سرگرمیوں میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر قرضاوی کے الفاظ میں مقصودِ زکوٰۃ یہ ہے کہ غرباء اور مساکین کا معیار بلند ہوتا رہے کہ وہ معاشرے کے متنعم افراد کے درجے تک پہنچ جائیں اور خود بھی اغنیاء مالکین کے زمرے میں داخل ہو جائیں (۷۱) یوں اسلامی سماج میں معاشی ہمواری پیدا ہو جاتی ہے اور کفالت عامہ اور خوش حالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

کفالت کا اہم ذریعہ

موجودہ دور میں کفالت عامہ کا اہم ذریعہ ''رکاز'' ہے۔ لفظ رکاز، کنز اور معدن دونوں پر مشتمل ہے (۷۲) اس میں سونا چاندی، لوہا، یاقوت، کے علاوہ تیل وگیس وغیرہ بھی شامل ہیں (۷۳) رکاز سے خُمس کا وجوب قرآن پاک کے ان الفاظ سے ثابت ہے یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیّبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (۷۴) ''اے ایمان والو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لئے نکالا ہے اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ بروئے ارشاد نبی ﷺ فی الرکاز خُمس (۷۵) رکاز میں پانچواں حصہ لیا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رکاز میں پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ خُمس کے مصارف کا تعین اس آیت نے کر دیا ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسهٗ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل (۷۶) ''اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانواں حصہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسافروں اور مسکینوں کے لئے ہے۔''

ڈاکٹر الرضاوی البحر الزخار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''غنیمت از روئے لغت ہر اس شے کو کہتے ہیں جو بلا کدو کاوش مل جائے۔''

اس لئے اس آیت کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء داخل ہوں گی جو خشکی یا تری سے ملیں یا زمین کی تہہ سے نکالی جائیں (۷۷) عہد حاضر میں رکاز کی اہم ترین مد تیل ہے جسے بلیک گولڈ ''یعنی کالے سونے'' سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ عالم کی کفالت عامہ کا سرچشمہ انبیائے کرام کی اس سرزمین میں رکھا ہے جہاں احکام شریعت اجتماعی شعور میں راسخ ہو چکے ہیں۔ جہاں اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا اہتمام سنت کے مطابق ہوتا ہے اور جہاں زکوٰۃ کی برکات کے نتیجہ میں زکوٰۃ دینے والوں کو زکوٰۃ کے مستحقین ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ کے خُمس یا تجارتی زکوٰۃ کا استحقاق

پاکستان کے غرباء کو حاصل ہے۔ایک منظم حکمت عملی سے خمس یا تجارتی زکوٰۃ پاکستان میں کفالت عامہ کی خاطر حاصل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔لیکن اس تحریک سے قبل اندرون ملک نظام زکوٰۃ شریعت کی روح کے مطابق نافذ العمل ہونا چاہیئے۔فوری طور پر یہ اقدام ہونا چاہیئے کہ کھربوں روپے واجب الوصول زکوٰۃ کی وصولی کو یقینی بنائی جائے اور اس کے ساتھ ہی شریعت کی رُوح کے مطابق غرباء اور مساکین کی کفالت کے ایسے انتظامات کئے جائیں جن کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ غربت اور بے روزگاری کا انسداد ہوتے ہوئے بھی نظر آئے۔مشرق وسطیٰ کے صاحبِ نصاب زون کو عملی طور پر مشاہدہ بھی ہونا چاہیئے کہ پاکستان میں زکوٰۃ وعُشر اور خُمس حقیقی مستحقین کو فراہم کئے جانے کے لئے عملی اقدامات ہو بھی رہے ہیں۔اس نوعیت کے جامع انتظامات کے لئے ایک ایسی تنظیم موزوں ہے جس کا الحاق وزارت مذہبی امور سے ہو اور وہ احکامِ زکوٰۃ کے مطابق کفالت اجتماعیہ کے مختلف پہلوؤں پر عملی اقدامات کرے۔

اسلامی نظمِ معیشت

اسلامی اقتصادیات پر بحث کے دوران مولانا مودودیؒ نے بالکل صحیح تحریر کیا ہے:

"اسلام نے زائداز ضرورت دولت جمع کرنے کو معیوب قرار دیا ہے۔اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جو کچھ مال تمہارے پاس ہے یا تو اسے اپنی ضروریات خریدنے پر صرف کرو یا کسی کاروبار میں لگادو، یا دوسروں کو دو کہ وہ اس سے اپنی ضروریات خریدیں اور اس طرح پوری دولت گردش میں آتی رہے"۔(۷۸)

مولانا محترم نے اسلامی اقتصادی نظم کے لئے جو رہنما طریقہ تجویز کیا ہے وہ انتہائی مناسب و موزوں ہے۔لیکن اس میں عملی رکاوٹ وہ ہے جس کا ذکر موصوف نے اسی تحریر کی پہلی سطور میں کیا ہے کہ:

"اس عالم گیر محاربہ میں بینکروں، آڑھتیوں اور صنعت وتجارت کے رئیسوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تمام دنیا کے معاشی اسباب وسائل پر اس طرح حاوی ہوگئی ہے کہ ساری نوع انسانی ان کے مقابلے میں بالکل بے بس ہے"۔(۷۹)

اس رکاوٹ اور انتہائی ناموافق معروضی صورت حال میں اسلام کے معاشی اصول کا ذکر محض ایک طبع آزمائی اور خیالی گھوڑے دوڑانے کی کارروائی ہوگی۔

اس سلسلے میں حقیقی اور عملی اقدام کی بنیاد نظام زکوٰۃ کی ترویج ہے اور اس ترویج کی خاطر فرد معاشرہ میں زکوٰۃ کی حقیقت اور اہمیت اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے اخلاص صلاحیت اور اچھی سیرت کے حامل مسلمانوں پر مشتمل تنظیم کا ہونا بنیادی ضرورت ہے جو ہر طرح کی سیاسی، گروہی، فرقہ بندی اور دیگر آلائشوں سے مبرا ہوکر احکام شریعت کی روح کے مطابق نظام زکوٰۃ کی تفہیم، تعلیم، تبلیغ، تحقیق اور ترویج کا اہتمام کر سکے۔

تعلیمی اسکیم برائے زکوٰۃ

کفالت عامہ کے اہتمام کی خاطر، اہتمام کے دوران اور اہتمام کے بعد اجتماعی شعور کی اسلامائزیشن کی خاطر اچھی حکمت عملی سے فرد و معاشرہ کی تعلیم و تربیت کے لئے پبلک ایجوکیشن کی جامع اسکیم متعارف کروانی ہوگی۔ جس میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی حقیقت اور اہمیت سمجھانی ہوگی۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوٰا (۸۰) ''اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا''۔ اس حکم خداوندی کی توضیح میں لوگوں کو تجارت اور سود میں فرق بتانا ہوگا اور تجارت کی برکت اور سود کی بے برکتی اور بے شمار روحانی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی نقصانات واضح کرنے ہوں گے۔ اس تبلیغی پالیسی کے تحت سود خوری پر مُصر رہنے والوں کے لئے اللہ کی جانب سے یہ الٹی میٹم فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (۸۱) ''اگر تم ایسا نہیں کرتے (یعنی سود نہیں چھوڑتے) تو اللہ اور رسول کی جانب سے اعلان جنگ قبول کرو'' کی حقیقت سمجھانی ہوگی۔ ایسے لوگ جو سونا اور چاندی اور نقدی وغیرہ کو جمع کر کے رکھ چھوڑتے ہیں انہیں بھی بمصداق قرآن سمجھانا ہوگا کہ ''جو لوگ سونا اور چندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دو (۸۲)

لوگوں کو سمجھانا پڑے گا کہ اموال سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہو تو وہ کنز بن جاتی ہے اور کنز زکوٰۃ نادھندہ بخیلوں کے لئے دُنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کا باعث ہے۔

پاکستان کا نہ صرف غربت کا مسئلہ درپیش ہے بلکہ سودی قرضوں نے اس کے ہر باشندہ کو جکڑ رکھا ہے۔ نظریاتی اور جغرافیائی محاذوں پر یہ ملک چوکھی جنگ میں مصروف ہے۔ مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک میں نکلنے والے تیل پر جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس سے پاکستان کے غرباء و مساکین کی مشکلات آسان ہو سکتی ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی تحریک کے لئے اللہ تعالیٰ کسے توفیق بخشتا ہے۔

مطلوبہ اقدامات برائے کفالت عامہ

☆ کفالت عامہ کا دارومدار زکوٰۃ پر ہے اور زکوٰۃ کی مکمل وصولی کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یہ الفاظ رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لو منعونی عقالاً لجاھدتھم علیه (۸۳) یعنی اگر وہ اونٹ باندھنے کی رسّی بھی نہیں دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ اسلامی ریاست کے حکام اور عاملین زکوٰۃ اسی جذبہ کو سامنے رکھ کر زکوٰۃ و عشر کی وصولی کریں۔

☆ زکوٰۃ و عشر اور خمس میں بددیانتی، بے اعتدالی اور بدانتظامی سے گریز کرتے ہوئے حکام اور عاملین غرباء و مساکین کی کفالت کا جامع انتظام کریں۔

☆ یہ تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان میں زکوٰۃ نادھندگی کا اجتماعی رجحان پایا جاتا ہے۔ یہ رجحان گناہ اور

قہرِ الٰہی کو دعوت دے رہا ہے۔

☆ احکامِ زکوٰۃ کی اجتماعی لاعلمی اور زکوٰۃ ترک کرنا عبرت ناک انجام اور اجتماعی موت کا جواز پیدا کر رہے ہیں۔

☆ اجتماعی موت آفات اور مصائب سے بچنے کی واحد صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کلچر کو فروغ دے کر نظامِ زکوٰۃ کی تشکیلِ نو کی جائے اور کفالت عامہ کا انتظام کر دیا جائے۔

☆ غربت اور بے روزگاری کا اصل سبب سودی نظام ہے اور سودی نظام صرف نظامِ زکوٰۃ کی ترویج سے ہی ختم ہو سکتا ہے۔ جب سود ختم ہو گا تو غربت اور بے روزگاری کا یقینی سد باب بھی ہو جائے گا۔

☆ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نظامِ زکوٰۃ کی تشکیلِ نو کے لئے احکامِ زکوٰۃ کی تعلیم، تربیت اور تحقیق کے لئے جامع انتظام درکار ہے۔

☆ موجودہ صورت حال میں پاکستان مشرقِ وسطیٰ کے تعاون سے ایک آئیڈیل نظامِ زکوٰۃ قائم کر سکتا ہے۔

☆ ''ماس زکوٰۃ ایجوکیشن پروگرام'' (Mass Zakat Education Programme) کے تحت مساجد، خانقاہوں، یونیورسٹیوں، کالجوں میں سیمینارز، کانفرسیں، تربیتی ورکشاپس کے علاوہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ زکوٰۃ کی تبلیغ کا اہتمام کیا جائے۔

☆ بہت مناسب ہے کہ یونیورسٹیوں میں قائم شدہ سیرت سنٹرز ریسرچ چیئرز میں زکوٰۃ کی تعلیم، تحقیق اور تربیت کے انتظامات وزارت مذہبی امور کی زیر سرپرستی شروع کئے جائیں۔

۱۔ کفالت عامہ کا جامع نظام قائم کرنے کی خاطر احکامِ زکوٰۃ سے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ سے ان مال داروں کو آگاہ کرنا ہو گا جو زکوٰۃ و عشر روک کر اس فقید المثال نظام کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ غرباء و مساکین کو بھی سمجھانا ہو گا کہ ان کی غربت اور کسمپرسی کا سبب ان کی بدقسمتی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ غریبوں کی غربت کا باعث زکوٰۃ نادھندہ اور بخیل مال دار ہیں۔

۲۔ غریبوں، سفید پوشوں اور بے روزگاروں کا یہ حق ہے اور ان کا فرض بھی ہے کہ وہ اپنا یہ حق حکومت کے توسط سے حاصل کریں۔ زکوٰۃ نادھندہ مال داروں کے اموال کے کوائف حکومت کو فراہم کرنا غریبوں کا حق بھی ہے اور فرض بھی اور ان اموال میں زکوٰۃ و عشر کی صورت میں غریبوں کا جو استحقاق ہے اس کا مطالبہ کرنا بھی ان کا مسلمہ حق ہے۔ جس سے انکار کفر اور ارتداد ہے۔ اس نوعیت کے کفر وارتداد کی سزا اجماع سے ثابت ہے کہ ایسے منکرین زکوٰۃ سے اسلامی معاشرہ بہر صورت پاک کیا جانا چاہیے۔

۳۔ تعلیمات نبوی کی رو سے زکوٰۃ کی وصولی میں قطعاً چھوٹ نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی متعینہ مصارف کے علاوہ

زکوٰۃ کی ایک پائی بھی دوسری جگہ صرف ہوسکتی ہے۔ زکوٰۃ کی ایک ایک پائی مال داروں سے وصول کر کے کفالت عامہ کا جامع انتظام اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے اور یہ اسلامی ریاست کے منشور کی لازمی شق ہے اس سے انحراف کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ منشور کی اس شق پر عمل کرنے سے کفالت عامہ کا یقینی اہتمام ہوسکتا ہے اور اسلامی معاشرہ کو خوش حال زندگی کے لوازمات کی فراہمی بھی یقینی ہے۔

مراجع وحواشی

۱۔الجمعہ۔۱۱۔اللہ نے فرمایا : جب نماز پوری کرلو تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔جب انہوں نے کھیل اور تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ان سے کہیئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشا اور تجارت سے بہت بہتر ہے واضح ہوا کہ روزی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۲۔ترمذی

۳۔البقرہ۔۱۸۸ارشاد الٰہی ہے:اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے اموال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

۴۔البیہقی

۵۔البقرہ۔ ۲۱۹ مولانا مودودیؒ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہ رضا کارانہ خرچ ہے جو بندہ اپنے رب کی راہ میں اپنی خوشی سے کرتا ہے(ترجمہ قرآن مجید مع حواشی ص ۱۰۹)

۶۔متفق علیہ

۷۔البقرہ۔۲۷۶ اسی تسلسل میں آیت نمبر ۲۷۹ کے الفاظ فاذنوا بحرب من الله ورسوله کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، سیرینؒ، اور ربیع بن انسؒ کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دارالاسلام میں سود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

۸۔مشکوٰۃ المصابیح

۹۔الزمر۔ ۵۲ رزق کی زیادتی یا کمی کی حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر سمجھتے ہیں کہ کس کے لئے زیادہ اور کس کے لئے کم رزق بہتر ہے۔

۱۰۔الانفال ۵۸ کاروبار میں کسی نوعیت کی خیانت بھی معاشی معاملات بگاڑ دیتی ہے اس لئے ہر طرح کی خیانت سے ناپسندیدگی کا اظہار ہوا ہے۔

۱۱۔بیہقی

۱۲۔البقرہ ۲۸۰ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مفلس کو مہلت دینا واجب ہے (مکمل بیان القرآن ص ۱۶۸) اس بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ حکم نکالا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف کرانے کی مجاز ہو گی۔

۱۳۔صحیح مسلم

۱۴۔التوبہ

۱۵۔دارمی

۱۶۔الانعام ۔۱۵۲ یتیم کے مال کا خیال رکھنے کے تسلسل میں ناپ تول میں احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۷۔ترمذی

۱۸۔الجمعہ۔۱۰ نماز جمعہ کے بعد کاروبار کا لازمی حکم نہیں بلکہ اجازت ہے کہ تم چاہو تو اللہ کی اطاعت میں صلوٰۃ جمعہ کے بعد دیگر کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔

۱۹۔بیہقی

۲۰۔الانعام۔۱۴۱ فضول خرچی کا ایک بڑا نقص یہ ہے کہ افراد کے مابین معاشرتی معیار میں خلیج بڑھ جاتی ہے۔

۲۱۔مسند احمد

۲۲۔ابوداؤد

۲۳۔الطلاق۔۲،۳

۲۴۔النحل۔ ۹۰

۲۵۔الحشر۔ ۹

۲۶۔الحجرات۔ ۱۰

۲۷۔المائدہ۔ ۲

۲۸۔المائدہ۔ ۱۱

۲۹۔الزمر۔ ۱۰

۳۰۔البقرہ۔ ۱۷۲

۳۱۔صحیح بخاری

۳۲۔فقہ الزکوٰۃ ، یوسف القرضاوی، حصہ اول، البدر پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۲، ص ۵۳

۳۳۔ایضاً

۳۴۔المدثر۔ ۴۳، ۴۴۔ مساکین کی کفالت کے لئے جدوجہد نہ کرنا ایسا گناہ ہے جو مسلمان کو دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔

۳۵۔القلم۔ ۱۹۔۲۲۔مساکین کو زکوٰۃ سے محروم رکھنے والے امیروں کے اموال، کارخانہ داروں کی مصنوعات اور زمین داروں کی فصلیں تباہ ہونے کے حقیقی اسباب اس آیت میں واضح ہو چکے ہیں۔

۳۶۔الحاقہ ۳۴۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: جو بعث و آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہوا سے مسکین کو کھلانے کی کیا غرض۔ گویا مسکین کے کھانے کا اہتمام نہ کرنے والا حقیقتاً بے ایمان ہوتا ہے۔

۳۷۔الماعون ۲۶ مولانا مراد آبادی کے الفاظ میں: نہ خود دیتا ہے نہ دوسروں سے دلاتا ہے انتہائی درجہ کا بخیل ہے۔

۳۸۔الذاریات ۱۹ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا التزام مالی حقوق کی صورت ہی صالحیت کے لوازمات میں سے ہے۔

۳۹۔فقہ الزکوٰۃ محولہ بالا، ص ۷۸

۴۰۔بنی اسرائیل ۲۶ مولانا نعیم الدین لکھتے ہیں اس میں خمس اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے (کنزالایمان، ص

۴۱۔المعارج ۲۴۔۲۵ ڈاکٹر قرضاوی نے ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مکی دور میں مسلمانوں اپنے اوپر خود لازم کر لیا تھا۔

۴۲۔الانعام ۱۴۱ مولانا اشرف علی تھانوی کے مطابق اس سے مراد عُشر نہیں ہے۔ یہ مطلق خیرات کا حکم ہے۔ مولانا عبدالحق کے مطابق مضعفون کے لفظ میں ہر قسم کا اضافہ شامل ہے دنیاوی بھی اوراخروی بھی (تفسیر حقانی)

۴۳۔الروم ۳۹

۴۴۔زکوٰۃ فلسفہ اور قانون: فرشتہ۔ د۔ سائس، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۴

۴۵۔فقہ الزکوٰۃ محولہ بالا، ص ۸۱

۴۶۔المومنون ۴ اس آیت کے حوالے سے ابن کثیر نے وضاحت کی ہے کہ یہاں پر زکوٰۃ سے مراد اموال کی زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی ہے۔ اصل بات یہ کہ مدینہ میں جو زکوٰۃ فرض ہوئی ہے وہ نصابوں اور خاص مقدار والی ہے۔ ورنہ مطلق طور پر زکوٰۃ تو مکہ مکرمہ ہی میں فرض تھی (تفسیر ابن کثیر۔ ج ۳)

۴۷۔الحج ۴۱ مولانا نعیم الدین لکھتے ہیں کہ اس غیب خبر دی گئی ہے کہ آئندہ مہاجرین کو زمین میں تصرف عطا فرمایا جائے گا۔ ان کی سیرتیں ایسی پاکیزہ رہیں گی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں گے (کنزالایمان)

۴۸۔فقہ الزکوٰۃ بحولہ بالا ص ۸۶

۴۹۔التوبہ ۱۰۳ مال کی محبت اور بخل قلبی مرض ہے اس کا واحد علاج زکوٰۃ ہی ہے

۵۰۔آل عمران ۱۸۰ آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالحق لکھتے ہیں کہ قیامت کے روز اس حُبِ مال اور بُخل کو متشکل کیا جائے گا اور جس طرح یہ محبتِ مال اور بخل میں پڑا ہوا ہے کہ کسی وقت دور نہیں ہوتا اس طرح وہاں اس کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔

۵۱۔صحیح مسلم

۵۲۔صحیح بخاری

۵۳۔الطبرانی۔ الترغیب والترھیب، ابن مالک سے روایت شدہ ہے

۵۴۔الطبرانی

۵۵۔التوبہ ۶۰ مصارف زکوٰۃ کا یہ ترجیحی درجہ استحقاقِ دائمی ہے اس کے مطابق زکوٰۃ کی تقسیم کا اہتمام ہوتا رہے تو اسلامی ریاست میں غربت کا مسئلہ کبھی پیدا ہی نہ ہو۔

۵۶۔صحیح بخاری

۵۷۔فقہ الزکوٰۃ، ج ۲، ص ۴۰

۵۸۔ ابوداؤد کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: غنی کو صدقہ حلال نہیں ہے سوائے پانچ افراد کے، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، عاملِ زکوٰۃ، مقروض یا تاوان رسیدہ، یا جس نے زکوٰۃ کی کوئی شے خرید لی ہو، یا کسی شخص کو کوئی پڑوسی مسکین ہو وہ زکوٰۃ لے کر اسے دے دے اور وہ شے مسکین اسے ہدیہ کر دے۔

۵۹۔ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد۔ اس سے واضح ہوتا ہے کی زکوٰۃ غرباء و مساکین کی کفالت کا ایسا سرمایہ ہے جو مقدس امانت ہے۔ جسے ہر صورت مستحقین کی کفالت کے لئے پیداواری منصوبہ جات میں استعمال کر کے ان کے لئے اجناس اور مصنوعات تیار کر کے انہیں فراہم کرنی چاہیئے۔

۶۰۔نسائی، ابن جریر

۶۱۔صحیحین ۔ مسندِ احمد

۶۲۔ ابوداؤد

۶۳۔ صحیح مسلم

۶۴۔ فقہ الزکوٰۃ ج ۲، ص ۷۸۔ یوسف قرضاوی نے فقہاء کی آراء کی روشنی میں یہ موقف پیش کیا ہے کہ مولفۃ القلوب کی مد ساقط نہیں ہوئی۔

۶۵۔ ایضاً، ص ۹۵

۶۶۔ ایضاً، ص ۱۹۸

۶۷۔ ایضاً، ص ۱۹۸

۶۸۔ اس رائے کو سامنے رکھ کر مسکین اور ہر بے روزگار کی اس مجبوری کا بھی لحاظ کیا جائے گا کہ وہ کام کرنا چاہتا ہے لیکن اسے روزگار ملتا نہیں اس کا بھی برابر استحقاق ہے۔

۶۹۔ سنت کے مطابق نظام زکوٰۃ کو ازسرنو تشکیل کا اہتمام کر کے عمر بن عبدالعزیزؒ نے کفالت عامہ کا ایسا جامع انتظام کر دیا تھا کہ لوگ زکوٰۃ لینے والوں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ نظام زکوٰۃ کی ایسی ہی تشکیل نو موجودہ دور میں ہو جائے تو آج بھی اصحابِ نصاب زکوٰۃ کے مستحقین کو ڈھونڈتے پھریں گے۔

۷۰۔ الحشر ۷ مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں: قرآن مجید کی اہم اصولی ہدایات میں سے ہے کہ اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مالداروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتے چلے جائیں (ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، ص ۱۴۰)

۷۱۔ فقہ الزکوٰۃ، ص ۴۵۳

۷۲۔ فتح القدیر ج ۱، ص ۵۳۷

۷۳۔ المغنی ج ۳، ص ۲۳

۷۴۔ البقرہ ۲۶۷ اس حکم کا اطلاق زرعی اجناس، تجارتی اموال، دیگر آمدنیوں اور رکاز وغیرہ پر ہوتا ہے۔

۷۵۔ البخاری الصحیح

۷۶۔ الانفال ۴۱ میدان جنگ ہو یا زمین کی تہہ، ان میں سے جو مال اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حاصل ہوتا ہے اس کے مصارف کا تعین بھی اللہ ہی کی جانب سے کیا گیا ہے۔ جس سے کسی بھی صورت میں انحراف نہیں کیا جا سکتا۔

۷۷۔ فقہ الزکوٰۃ، ص ۵۷۳

۷۸۔معاشیاتِ اسلام: سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۶۰

۷۹۔ایضاً، ص ۸۱

۸۰۔البقرہ ۲۷۵

۸۱۔البقرہ ۲۷۹

۸۲۔التوبہ ۳۴ دولت کو گردش سے نکال کر خواہ بنکوں میں رکھ دیا جائے یا پلاٹ اور پراپرٹی وغیرہ خرید کر زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی جائے یہ سب کنز کی صورتیں ہیں۔

۸۳۔البخاری والمسلم، موطا امام مالک: امام مالکؒ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔اس مفہوم کی وضاحت دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے۔

معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ و عشر کا کردار
(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

حافظ سعد اللہ۔ لاہور

انسانوں کے درمیان معیشت و معاشرت اور دیگر حسّی و معنوی نعمتوں میں تفاوت، درجہ بندی اور فرقِ مراتب کا ہونا ایک فطری وطبعی امر اور خالقِ کائنات کے تکوینی نظام کا ایک لازمہ ہے جسے بحوائے قرآنی بے شمار مصلحتیں (۱) اور بندگانِ خدا کا امتحان ہے (۲) کنز العمال کی ایک حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لوگوں میں امارت و غربت کا فرق اس لئے نہیں کہ (العیاذ باللہ) رزقِ الٰہی کے خزانوں میں کمی واقع ہوگئی ہے بلکہ اس فرق اور درجہ بندی سے مقصود امراء کی آزمائش ہے (۳) اس لئے بے طبقات معاشرہ (Classless Society) کا لفظ ہی بے معنی ہے۔

چنانچہ انسانی تاریخ کا کوئی ایسا دور اور کوئی ایسا معاشرہ نظر نہیں آتا جس میں امراء و غرباء کے یہ دونوں طبقے موجود نہ رہے ہوں۔ مگر جہاں تک امیر غریب عربی عجمی گورے کالے ہر انسان کی معاشی ضروریات اور حاجات کا تعلق ہے تو یہ انسان کا طبعی تقاضا ہیں جس میں بالتخصیص سارے انسان برابر ہیں۔ کوئی بھی انسان عام حالات میں کھانے پینے لباس اور مکان کے بغیر زیادہ نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ کریم نے انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے جوڑے کو پیدا کیا تو اُن کے لئے کھلا انتظام فرمایا (۴) اس طرح قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر حدیثِ نبوی میں اور فقہائے امت نے بھی انہی درج بالا اشیاء کو انسان کی لازمی ضرورت قرار دیا (۵) پھر خالقِ کائنات نے انسان کے اس طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اس کے رزق کا ذمہ اٹھایا (۶) اور اس وعدہ یا ذمہ داری کو نبھانے کے لئے یہ شکل اختیار کی گئی کہ قدرت کی طرف سے زمین میں قیامت تک کے لئے سارے انسانوں کی معاش اور روزی کا وافر مقدار میں سامان رکھ دیا گیا (۷)

اس انسانی معاش کا زمین میں سامان کس طرح کیا گیا ہے، اس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے:

وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا (سورۃ حم السجدہ: ۱۰)

اور اس (اللہ) نے برکت رکھی زمین میں اور اس نے ناپ تول کر اس میں قوت و خوراک کے ذخیرے کو محفوظ کر دیا ہے۔

یہ برکت ناپ تول اور خدائی اندازہ اس کے علمِ محیط کے مطابق قیامت تک کے لئے ساری مخلوقات کے واسطے

ہے پھر اس کے بعد فرمایا''سواء للسائلین''(یہ خوراکیں تمام ڈھونڈنے والوں کے لئے برابر برابر ہیں۔اسی لئے فرمایا:

ترجمہ: وہ وہی خدا ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کردیا۔سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی (پیدا کی ہوئی) روزی میں سے کھاؤ (پیو) اور اسی کی طرف (سب کو) دوبارہ اٹھ کر جانا ہے''(سورۃ الملک:۱۵)

دوسری جگہ حکم ہوا:

ترجمہ:'' پھر تم اللہ کی زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو''(سورۃ الجمعہ:۱۰)

علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر انسان کی ضروریات اور معاش کی تکمیل کے لئے عجیب وغریب اور وسیع پیمانے پر خدائی انتظامات کا بطور احسان اور قدرت الٰہی کے تذکرہ کیا گیا ہے(۸)

قرآن مجید کی ان بیسوں آیات سے بخوبی ثابت ہوجاتا ہے کہ اللہ کریم نے انسان کو پیدا کرکے یوں بے وسائل نہیں چھوڑ دیا بلکہ قیامت تک آنے ولاے تمام انسانوں کی ضروریات کے لئے اس زمین مین وافر سامانِ زیست بھی پیدا کردیا ہے اور سب لوگوں کو برابر کی اجازت دی ہے کہ وہ ان سامان ہائے زندگی سے استفادہ کریں۔اب زمین پر کوئی آدمی اپنی معاش اور ضروریات سے محروم ہے تو اس کا مطلب ہے وسائل دولت اور اسبابِ معیشت کے تقسیم کنندگان نے ان کے حق پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔انسان کی ہوس بعض اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔انسان کی یہ ہوس قبر کی مٹی ہی پوری کرسکے گی(۹) نبی رحمت اور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت سے قبل اسی قسم کے ہوس پرست حریص اور غاصب لوگ غریب اور کمزور لوگوں کا ساری دنیا میں استحصال کررہے تھے(۱۰)

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ انسانی تمدن کسی دور میں بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا جنہوں نے انفرادی طور پر ہمدردی اور مواسات کی ترغیب نہ دی ہو اور تنگ دستی وحرماں نصیبی سے لوگوں کو نجات دلانے یا کم ازکم ان کی معاشرتی ومعاشی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔اس طرح اسلام سے قبل کے مذاہب ا(آسمانی یا غیر آسمانی) میں بھی غریب اور کمزور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔بیشتر انبیاء کے متعلق تو قرآن میں موجود ہے کہ ان کی دعوت اس پہلو سے جسے قرآن مجید نے''زکوۃ'' کا نام دیا ہے،خالی نہیں تھی(۱۱) مگر اس بات کا کہیں سراغ نہیں ملتا کہ ان مذاہب میں غرباء ومساکین اور کمزور طبقہ ضرورت مند طبقوں کی معاش اور ضروریات کا اہتمام کرنے کا کوئی باقاعدہ نظام بھی تھا۔

معاشرت اور معیشت میں طبعی وتکوینی فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ہر دو طبقات کے حقوق کا خیال کرتے

ہوئے انسان کے اس فطری اور ناگزیر مسئلے کا باقاعدہ منصفانہ قابل عمل کامیاب اور منظم حل دُنیا میں سب سے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے پیش کیا ہے (۱۲)

اسلام میں درجاتِ معیشت کے اندر بعض تکوینی مصالح کے تحت فرق ضرور ہے۔مگر حق معیشت میں اسلام انصاف، مواسات، ہمدردی اور غم خواری کی تعلیم دیتا ہے۔اسلام میں یہ بات سخت ناپسند ہے کہ امت مسلمہ کے کچھ لوگ تو عیش وعشرت کی زندگی گزاریں اور دوسرے خستہ حال اور پریشان رہیں اور یہ خستہ حالی، مفلسی، فاقہ کشی اور کپڑوں سے ننگے رہنے کی حد تک جا پہنچیں۔صحیح مسلم میں حضرت جریرؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ ننگے پاؤں ننگے جسم دھاری دھار چاریں پہنیں اور تلواریں لٹکائے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان کی یہ خستہ حالی اور فقر وفاقہ دیکھ کر آپ ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو نماز کا حکم دیا۔نماز کے بعد آپؐ نے خطبہ دیتے ہوئے انہیں اپنے مضری بھائیوں کے لئے حسب استطاعت صدقہ کرنے کا حکم دیا۔آپ کا فرمانا تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کھڑے ہوئے اور دھڑا دھڑ حسبِ توفیق مختلف چیزیں لانے لگے۔راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر میں کپڑوں اور کھانے کے دو ڈھیر لگ گئے۔حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اس جذبہ ہمدردی کا کو دیکھا تو چہرہ انور یوں کھل اٹھا کہ گویا وہ چمکتا ہوا سونے کا ایک ٹکڑا ہے (۱۳)

اسلام نے اس چیز کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی خود تو سیر ہو کر کھائے اور اس کے پڑوس میں رہنے والا رات بھوکے ہی بسر کرے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''وہ شخص ہرگز کامل ایمان والا نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھاتا ہے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا پڑا ہو'' (۱۴)

اسلام نے انسان کے طبعی بخل کے پیشِ نظر ایثار وانفاق کی صرف اخلاقی تعلیمات اور ترغیبی قسم کی ہدایات پر انحصار کر کے غرباء ومساکین کو دولت مندوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے لئے کچھ قانونی اور لازمی دفعات بھی رکھی ہیں۔جن میں سے سب اہم اور مرکزی ومحوری دفعہ ''زکوٰۃ'' ہے۔اسلام میں زکوٰۃ صرف ایک قانونی دفعہ ہی نہیں بلکہ زکوٰۃ نماز کے ساتھ جڑواں اسلام کو وہ بنیادی رُکن ہے جس کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے (۱۵) یہی وجہ ہے کہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض جلیل القدر صحابہؓ کے اختلاف کے باوجود، زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں سے جنگ کرنا ضروری سمجھا تھا (۱۶) زکوٰۃ کو فرض قرار دیئے جانے کے بعد اس کے مصارف کا تعین بھی خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا (۱۷) اور ان مصارف میں سے پہلے دوہرا حصہ ''فقراء ومساکین'' کا رکھا گیا (۱۸) فرضیتِ زکوٰۃ کا بڑا مقصد ہی یہی ہے کہ اس کے ذریعے باعزت طریقے سے فقراء ومساکین کی معاشرتی ومعاشی حالت بہتر بنائی جائے۔چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت جو ہدایات فرمائیں ان میں زکوٰۃ کا وصولی کا حکم دیا اور وضاحت بھی فرمائی

کہ "توخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم" (۱۹) کہ وہ اسی علاقے کے غنیوں سے وصول کی جائے گی اور انہی کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔

اس کے برعکس جو ٹیکس موجودہ دور میں نام نہاد جمہوری حکومتوں میں لگائے جاتے ہیں وہ زکوٰۃ کی عین ضد ہیں۔ یہ ٹیکس زیادہ تر متوسط طبقہ اور غرباء سے وصول کئے جاتے ہیں اور اغنیاء کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ یہ دولت جو غریبوں سے ٹیکس کے نام پر وصول کی جاتی ہے بڑی بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ صدر مملکت، وزیراعظم، دیگر وزراء و مشیران، منتخب عوامی نمائندوں، بیوروکریٹس اور دیگر افسران بالا کے اللوں تللوں اور شاہ خرچیوں پر خرچ کردی جاتی ہے۔ جب کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مصرف کسی حکومت کی صوابدید پر نہیں بلکہ قرآن مجید میں ان کے مصارف کا تعین کردیا گیا ہے۔ جن سے باہر زکوٰۃ صرف نہیں ہوگی۔ ان مصارف پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ معاشی و اقتصادی طور پر زکوٰۃ کا ادارہ معاشرہ میں معاشی عدل و انصاف اور غربت و افلاس دور کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ عہدِ نبوی، خلفاءِ راشدین اور بعد کے کئی ادوار میں اس مؤثر ذریعہ کو استعمال میں لاکر اسلامی ریاست کے ہر فرد کو یہ باور کرایا گیا کہ وہ دُنیا میں لاوارث نہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے عام اعلان فرمایا تھا: انا ولی من لا ولی لہ (۲۰) کہ میں ہر اس شخص کا والی ہوں جس کا کوئی والی و سرپرست نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا "جو آدمی مال چھوڑ کر مر گیا اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں گے خواہ جو بھی ہوں اور اگر وہ اپنے ذمے دین (قرض) چھوڑ کر مرا، یا بچے چھوڑ کر مرا تو وہ دَین اور بچے میرے ذمہ۔ میں ان کا والی ہوں (۲۱)

زکوٰۃ کی فرضیت پر قرآن و سنت سے دلائل پیش کرنے کے بعد علامہ کاسانی نے فرضیت زکوٰۃ کی عقلی دلیل اور توجیہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "زکوٰۃ کی ادائیگی مالی طور پر کمزور کی اعانت اور بے کس آدمی کی دستگیری کے باب سے ہے۔ نیز یہ نادار اور درماندہ آدمی کو مالی تقویت پہنچا کر اسے من جانب اللہ اپنے ایمانی فرائض اور عبادات ادا کرنے پر قادر بناتی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز کسی فرض کا وسیلہ بنے وہ خود بھی فرض ہوتی ہے۔" (۲۲)

زکوٰۃ کو یوں ہی اسلام کا بنیادی رُکن قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس کے اندر بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں ہیں۔ زکوٰۃ کا فائدہ صرف غرباء اور ضرورت مندوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اقتصادی منافع سے سارا معاشرہ اور خود زکوٰۃ دینے والے بھی مستفید ہوتے ہیں وہ یوں کہ جب زکوٰۃ دی جاتی ہے تو وہ غرباء و مساکین میں قوتِ خرید پیدا کرتی ہے اور جب بازار میں قوت خرید آتی ہے تو اشیاء کی مانگ پیدا ہوتی ہے۔ مانگ کو پورا کرنے کے لئے سپلائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سپلائی قائم رکھنے کے لئے زراعت اور مختلف قسم کی فیکٹریاں اور کارخانے وجود میں آتے ہیں۔ یوں زکوٰۃ سے امیر غریب

اور مزدور و کارخانہ دار سبھی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ نظام زکوٰۃ ایک طرف روزگار فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف دولت کو گردش میں لاتا ہے اور اکتناز و احتکار کا خاتمہ کرتا ہے۔ دولت کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر ہی یہ ہے کہ وہ گردش میں رہنی چاہئے نہ یہ کہ وہ محض چند مال داروں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن جائے (۲۳) جس سے سرمایہ دار تو مزے لوٹیں اور غرباء و مساکین نان جویں کو ترس جائیں۔

فرضیتِ زکوٰۃ کے مصالح پر کلام کرتے ہوئے حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے:

''واضح رہے کہ زکوٰۃ میں دو مصلحتوں کی رعایت پیش نظر رکھی گئی ہے: ا۔تہذیب نفس ۲۔مدنی واجتماعی حاجات کا انسداد۔

تہذیب نفس سے مراد یہ کہ مالی بخل خودغرض جنسی عداوت، جنسی بداخلاقیاں پیدا کرتا ہے اور ان بداخلاقیوں کے انسداد کا بہترین علاج انفاق یعنی حسبۃً للہ صرفِ مال اور سخاوت ہے۔ اس سے بخل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ خودغرضی مٹ جاتی ہے اور عداوتِ جنسی کی بجائے برادرانہ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی جنسی محبت ان تمام اخلاق کریمانہ کی اساس و بنیاد ہے جو انسان کو حسن معاملات کا خوگر بناتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اخلاقِ حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے اور اسی چیز کا نام تہذیبِ نفس ہے۔ اور زکوٰۃ مدنی و اجتماعی حاجات کے انسداد کا بھی بہترین علاج ہے۔ اس لئے کہ نظام مدنی اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس نظام میں مضبوط مالی نظام موجود نہ ہو تا کہ اسکے ذریعے مدنی نظام کے اعلیٰ وادنیٰ عمال اور رعایا کے مناسب حال حاجات وضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ نیز فقراء و مساکین، ضعفاء، یتامیٰ، بیوگان اور اسی قسم کے دیگر حاجت من دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ذلیل و رسوا ہونے سے محفوظ رہیں اور حکومت ان کی پوری کفالت کر سکے۔ یہ تمام مشترکہ ذمہ داریاں اسی طرح پوری ہو سکتی ہیں کہ من جملہ دیگر ذرائع آمدنی کے حکومت کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ اہل سرمایہ سے وصولی زکوٰۃ کی شکل میں حاصل رہے۔'' (۲۴)

اسلام میں زکوٰۃ کی اتنی اہمیت اس وجہ سے نہیں کہ سوشلزم کی طرح پیٹ یا روٹی، کپڑا اور، مکان ہی اس کا مقصود ہیں۔ اسلام ''زیستن برائے خوردن'' کا نہیں بلکہ ''خوردن برائے زیستن'' کا قائل ہے۔ انسان کی نفسیات ہے کہ اسے بھوک لگی ہو تو اس کا ذہن ادھر ہی متوجہ رہے گا۔ غالباً انسان کی اسی نفسیات کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

''جب شام کا کھانا آجائے اور ادھر نماز (جماعت) کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو'' (۲۵)

فقر و فاقہ تنگ دستی، بھوک اور مالی قلت چونکہ عام آدمی کے لئے فطری طور پر بڑی پریشان کن چیزیں ہیں اس لئے نبی کرم ﷺ جیسے صابر پیغمبرِ محتشم نے بھی ان سے پناہ مانگی ہے (۲۶) یہ فقر و فاقہ انسان کو بعض اوقات کفر تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کاد الفقر ان یکون کفراً (۲۷) یعنی قریب ہے کہ فقر و فاقہ کفر کا سبب بن جائے۔

زکوٰۃ سے اسلام کا مقصد مال جمع کرنا اور خزانہ بھرنا نہیں اور نہ ہی اس کا مقصد کمزوروں اور حاجت مندوں کی مدد کرنے تک محدود ہے۔ بلکہ اس کا اوّلین مقصد انسان کو مادیت سے بلند کرنا ہے تاکہ وہ مال پر حکمرانی کرنے لگے نہ کہ اس کا غلام اور پرستار بن کر رہے۔قرآن مجید نے دو لفظوں میں زکوٰۃ کی اصل غرض وغائت بتادی ہے۔ارشاد ہوا ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها (سورۃ التوبہ:۱۰۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر) آپ ان مالوں میں سے (مقررہ) صدقہ (فرض زکوٰۃ) وصول کیجئے۔(یوں) اس کے ذریعے آپ انہیں پاک اور صاف کردیں گے۔

یہ الفاظ ہر قسم کی تطہیر وتزکیہ کا نشان دہی کرتے ہیں۔خواہ وہ مادی تطہیر وتزکیہ ہو یا معنوی۔اپنے خون پسینے کی کمائی اور طبعاً مرغوب مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنے سے انسانی نفس کے آئینہ کا سب سے بڑا زنگ جس کا نام محبتِ مال ہے ،دل سے دور ہو جاتا ہے۔بخل کی طبعی بیماری کا علاج ہوتا ہے۔مال کی حرص کم ہوتی ہے۔دوسروں کی ہمدردی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔علاوہ ازیں زکوٰۃ دہندہ شخص مفاد کی بجائے جماعتی مفاد کو ترجیح دینا سیکھتا ہے اور یہی وہ دیواریں ہیں جن پر تہذیبِ نفس اور حسن خلق کی عمارت قائم اور جماعتی زندگی کا نظام مبنی ہے۔

زکوٰۃ کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ جو شخص زکوٰۃ لیتا ہے اسے ان باتوں سے بچایا جائے جو شرفِ انسانی کے پہلو سے باعث ذلت ہیں۔اسلام چاہتا ہے کہ لوگ اپنی روحوں سمیت اپنے رب کی راہ میں ارتقائی منزلیں طے کریں اور روٹی کی طلب میں پریشانی انہیں اللہ کی معرفت حاصل کرنے ،تعلق باللہ قائم کرنے اور اخروی زندگی کا کامیاب امیدوار بننے میں مانع نہ ہو۔

معیشت ومعاشرت کے ارتقاء میں اسلامی تاریخ کے اندر زکوٰۃ نے کیا کردار ادا کیا؟ اس کا اندازہ ابوعبید کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ یمن کے عامل حضرت معاذؓ نے جب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے پاس وہاں کی زکوٰۃ کا ایک تہائی حصہ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ''میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے مامور کیا کہ تم امیر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرکے ان کے محتاجوں کو واپس کردو'' اس پر حضرت معاذؓ نے کہا ''میں نے کوئی ایسی چیز آپ کو نہیں بھیجی کہ یہاں مجھے اس کا کوئی وصول کرنے والا مل رہا ہو'' پھر اگلے سال حضرت معاذؓ نے انہیں آدھی زکوٰۃ بھیجی اور دونوں میں پہلی جیسی گفتگو کا تبادلہ ہوا۔جب تیسرا سال گزرا تو حضرت معاذؓ نے تمام کی تمام زکوٰۃ مرکز میں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی۔جواباً حضرت عمرؓ نے وہی پہلے والی بات کہی۔تب حضرت معاذؓ نے بتایا: یہاں مجھے ایک ضرورت مند بھی ایسا نہیں ملتا جو مجھ سے کچھ (زکوٰۃ وصدقہ) لینے کا مستحق ہو (۲۸)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی ملک میں صحیح معنوں میں اور اپنی اصل روح کے ساتھ زکوٰۃ کا نظام نافذ ہو اور زکوٰۃ سے وصول ہونے والی رقم کو دیانت داری اور ایک ضابطہ ونظام کے ساتھ ضرورت مندوں اور دیگر ملّی ضرورتوں پر صَرف کیا

جائے تو مسلمانوں ہی نہیں بلکہ معاشرے کا ایک اور ایک لاوارث بیوہ بھی نان نفقہ کی محتاج نہ رہے۔کوئی غریب لڑکا یا لڑکی افلاس کے باعث جاہل نہ رہے۔کوئی معذور، لنگڑا اور لولا نان شبینہ کو نہ ترسے اور اسلامی ریاست یا مسلمانوں کے وہ تمام امور جو روپیہ یا سرمایہ نہ ہونے کے باعث آج نہیں ہو رہے برابر جاری رہیں۔کاش زکوٰۃ کی رقم عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ کی طرح آج بھی بیت المال میں جمع ہوتی اور ایک نظام کے تحت محتاجوں پر صَرف کی جاتی۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر قرآن وسنت میں جو وعید آئی ہے اور جو اخروی سزائیں بتائی گئی ہیں ان کا زیادہ تر تعلق اگرچہ آخرت سے ہے تاہم اس کی نقد سزا بھی ملتی ہے۔جس کا مشاہدہ وطنِ عزیز اور دیگر اسلامی ممالک میں کیا جا سکتا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی اللہ اُسے قحط میں مبتلا کر دیتا ہے'' (رواہ الطبرانی)۔(۲۹)

دوسری حدیث میں فرمایا:

''جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی اسے بارش سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو بارش نہ ہو''۔(رواہُ البیہقی)۔(۳۰)

اس وقت عالمِ اسلام میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں زکوٰۃ وعشر کا باقاعدہ قانون اور کسی حد تک نظام نافذ ہے۔جسے جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے عہد میں جاری کیا گیا تھا۔مگر بدقسمتی سے زکوٰۃ کی تقسیم اور وصولی میں خامیوں، بدانتظامیوں اور بعض ذمہ داران کی بددیانتیوں کی وجہ سے لوگوں کے ذہنی طور پر اس کو قبول نہ کرنے کت باعث اس کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکل سکے۔لہٰذا اس بابرکت نظام کو اگر مزید بہتر بنانے کی طرف توجہ دی جائے تو یقیناً معاشرے پر اس کے بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور غربت دُور ہوگی۔

پاکستان میں صدقہ فطر ہی ایک ایسا صدقہ ہے جسے ہر آدمی باقاعدگی سے ادا کرتا ہے۔اسی طرح اگر زکوٰۃ وعشر کو بھی اگر پورے جذبے اور اس کی اصل روح کے ساتھ وصول اور تقسیم کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وطنِ عزیز سے انتہائی غربت وافلاس ختم نہ ہو۔

مصادرومراجع

۱۔ سورۃ الزخرف:۳۲

۲۔ سورۃ الانعام: آخری آیت

۳۔ علی متقی ہندی: کنزالعمال: ج ۳،ص ۲۹۳ (حدیث نمبر ۴۸۶۱) حیدرآباددکن ۱۳۱۲ھ

۴۔ سورۃ البقرۃ: ۳۵ سورۃ طٰہٰ:۱۱۸

۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔ سورۃ البقرۃ: ۲۳۳ ۔سورۃ الطلاق:۶ ۔

۲۔ امام ترمذی: جامع ترمذی: ص ۳۳۹ طبع کلاں نورمحمد کراچی

۳۔ امام حاکم: المستدرک: ۳۱۲:۴ حیدرآباددکن ۱۳۴۲ھ

۴۔ ولی الدین خطیب: مشکوٰۃ المصابیح :ص ۴۴۲ (کتاب الرقاق) طبع کلاں

۵۔ امام عبداللہ القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۲۵۳:۱۱ قاہرہ ۱۳۸۷ھ

۶۔ امام ابواسحاق شاطبی: الموافقات فی الاصول الشریعہ (کتاب المقاصد) ج ۲ص ۴، مصر

۷۔ امام سرخسی: المبسوط: ۲۶۴:۳۰ مصر

۸۔ مرغینانی: ہدایہ (اردوترجمہ عین الہدایہ): ۳۳۲:۲، قانونی کتب خانہ لاہور

۹۔ ابوبکر الکاسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ۳۸:۴ مصر

۱۰۔ امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۲۲۵:۳، بیروت

۱۱۔ ابن حزم: المحلی: ۴۵۲:۳ (مسئلہ نمبر ۷۲۵) مصر

۶۔ سورۃ ہود:۶ ۔سورۃ العنکبوت:۶۰ ۔سورۃ الانعام:۱۵۲

۷۔ سورۃ الاعراف:۱۰ ۔ سورۃ الحجر:۱۹۔۲۰

۸۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔سورۃ ابراہیم:۳۲ تا ۳۴۔سورۃ الواقعہ :۶۳ تا ۷۴۔سورۃ النحل: ۱۴ ۔سورۃ عبس ۲۴ تا ۳۳

۹۔ (ا) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الرقاق) ص ۴۵۰ طبع کلاں کراچی

(ب) امام احمد: مسند (مسندات ابی واقد اللیثی) ج ۵،ص ۲۱۹ مصر

۱۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ڈاکٹر یوسف القرضاوی: فقہ الزکوٰۃ (اردو ترجمہ) ص ۱۳۔۱۴، شہزادہ، پبلشرز، لاہور

۱۱۔ ملاحظہ ہو: سورۃ الانبیاء: ۷۳۔ سورۃ مریم: ۵۴۔۵۵۔ سورۃ البقرہ: ۸۳ وغیرہ

۱۲۔ ملاحظہ ہو: صحیحین اور دیگر کتب حدیث وفقہ میں ''کتاب الزکوٰۃ''

۱۳۔ صحیح مسلم (کتاب الزکوٰۃ باب حث علی الصدقہ) ج ۱ ص ۳۲۷، قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۴۔ مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الآداب والشفقۃ والرحمۃ علی الخلق) ص ۴۲۴ سعید کمپنی کراچی

۱۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں 'کتاب الایمان'

۱۶۔ (الف) امام بخاری: الجامع الصحیح: ج ۱ ص ۱۸۸ (کتاب الزکوٰۃ) طبع کلاں کراچی

(ب) امام مسلم: الجامع الصحیح: (مع شرح النووی) ج ۱ ص ۳۷ (کتاب الایمان) طبع کلاں کراچی

(ج) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الزکوٰۃ) ص ۱۵۷، سعید کمپنی کراچی

۱۷۔ سورۃ التوبہ: ۶۰ ۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ (الف) امام بخاری: الجامع الصحیح: ج ۱ ص ۱۸۷، ۲۳۷، ۱۹۶۔ طبع کلاں کراچی

(ب) امام مسلم: الجامع الصحیح مع شرح النووی۔ ج ۱ ص ۳۶ طبع کلاں کراچی

۲۰۔ زغلول: موسوعۃ اطراف الحدیث (تحت لفظ ''انا'')

۲۱۔ امام بخاری: الجامع الصحیح (کتاب فی الاستقراض باب الصلوٰۃ علیٰ من ترک دینا) نیز (کتاب النفقات باب قول النبیؐ من ترک دیناً او ضیاعاً فالیّ)

۲۲۔ ابوبکر علاؤالدین کاسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ج ۲ ص ۳، سعید کمپنی کراچی

۲۳۔ سورۃ الحشر: ۷

۲۴۔ شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ۔ ابواب الزکوٰۃ) ج ۲ ص ۲۶۱ تا ۲۶۳ (تلخیص) قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۹۱ء۔

۲۵۔ (الف) صحیح بخاری: ۲: ۸۲۱ طبع کلاں، کراچی

(ب) سنن ابی داؤد: ۲: ۵۲۷ اصح المطابع کراچی

(ج) جامع ترمذی: ص ۷۷ نور محمد کراچی

۲۶۔ (الف) سنن ابی داؤد: ۱: ۲۱۷ کراچی (ب) سنن نسائی: ۲: ۲۷۳ طبع کلاں کراچی

(ج) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۴۰۸۔۴۰۹ بیروت ۱۹۶۰ء

(ھ) ذہبی: تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویۃ) ص ۴۷۷ بیروت ۱۹۸۹ء

٢٧۔ یوسف القرضاوی: مشکلات الفقر وکیف عالجہا الاسلام (اردو ترجمہ) ص ١٦ لاہور

٢٨۔ ابوعبید: کتاب الاموال (اردو ترجمہ) ص ٨٧٨۔٨٧٩ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ١٩٨٦ء

٢٩۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی: فقہ الزکوٰۃ ص ٣٩ شہزاد پبلشرز لاہور

٣٠۔ ایضاً

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت (تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں)

سید عزیز الرحمان۔ کراچی

اسلامی نظام کی اہم خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انفرادی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی مفادات پر بھی بھرپور توجہ مرکوز کرتا ہے۔ اس کے اقدامات کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کے زیر اثر تشکیل پانے والے معاشرے میں انسان کی اجتماعی وانفرادی ضرورتوں پر برابر توجہ دی جائے اور اس فلاحی معاشرے کے فوائد وثمرات سے تمام افراد ہر طرح کی تفریق سے قطع نظر مساوی طور پر متمتع ہوں۔ اسی لئے نبی اکرم، رحمتِ عالم، ہادی اعظم ﷺ کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی وراہنمائی ملتی ہے اور اس تناسب کے ساتھ کہ نہ کسی کو زیادہ توجہ کا مرتکز قرار دیا جاسکتا ہے، نہ کسی فریق کی بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے حقوق ومفادات کی پوری رعایت نہیں رکھی گئی۔ پھر ہر فریق کے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی اسی تناسب سے بیان کئے گئے ہیں کہ یہی اعتدال برقرار رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

بقول شاعر:

انسان کو ہے زیست کا ساماں، تری تعلیم	اس سیپ کو قطرۂ نیساں، تری تعلیم
ہر قوم کے زخموں کا مدوا، ترے افکار	ہر ملک کے آلام کا درماں، تری تعلیم
ہر فلسفۂ عدل پہ حاوی، تری گفتار	ہر دفترِ انصاف کا عنواں، تری تعلیم
ہر قدرِ صداقت کا محافظ، ترا دربار	ہر سلسلۂ حق کا نگہباں، تری تعلیم
دیتے ہیں شاہ وگدا کو، ترے انوار	ہے فیض رساں خلق کو یکساں، تری تعلیم
رفعت کے مسافر کو ہے رہبر، ترا کردار	انسان کو بنا دیتی ہے انساں، تری تعلیم (۱)

اسلامی نظام اور تعلیمات نبوی علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کی یہ خصوصیات وامتیازات مالی امور اور نظام معیشت میں بھی نمایاں نظر آتی ہیں۔

مالی امور کا معاملہ اور معاملات کی بہ نسبت زیادہ پیچیدہ بھی ہے اور خطرناک بھی۔ ذرا سی کم توجہی اور معمولی سی فرو گزاشت کسی فریق کو حد سے زیادہ فوائدرسی کا سبب بن سکتی ہے تو دوسری جانب کسی طبقے کے لئے مشکلات ومصائب کا در بھی وا کر سکتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام کی تعلیم فرمودہ نظم معیشت سے اسلام کا یہ امتیاز واضح ہو کر سامنے آتا ہے کہ اس میں نہ کسی قسم کا ابہام ہے نہ پیچیدگی اور نہ کسی فریق کی حق تلفی کی گئی ہے اور نہ ہی کسی کو بلا جواز نوازا گیا ہے۔

اسلام اس مساوات کا قائل نہیں جس کے تحت ہر ایک کو برابر کی مالی حیثیت اور ایک ہی تناسب سے مادی آسائش اور ملکیت رکھنے کا استحقاق حاصل ہو، کہ یہ بالکل غیر فطری اور قطعاً ناممکن العمل ہوگا۔ البتہ وہ اعتدال کا ضرور قائل ہے۔ اسی لئے اگر کوئی معاشرہ صحیح اسلامی ہدایات اور درست طریقے سے نبوی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو اس کا پہلا ثمرہ یہ سامنے آتا ہے کہ اس معاشرے میں نہ تو کوئی حد سے زیادہ غریب رہتا ہے نہ کسی کی دولت عضو معطل بن کر ''ارتکازِ دولت'' کی حد کو چھوتی ہے، کیونکہ وہ کفالتِ عامہ کی ایسا مکمل و مسلسل رہنے والا نظام پیش کرتا ہے جس پر سنجیدگی اور مکمل دیانت داری سے عمل کرنے والے معاشرے اور ممالک میں ایک وقت بھی ایسا نہیں آتا جب زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے صاحبِ نصاب حضرات زکوٰۃ کو ہاتھ میں لئے مستحقین کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں اور کوئی سچا مستحق زکوٰۃ تو کجا، استحقاقِ زکوٰۃ کا صرف دعوے دار بھی سامنے نہیں آتا۔

زکوٰۃ، اشتقاق ولغوی معنی

لفظِ زکوٰۃ فعلة'' کے وزن پر صدقة'' کی طرح، یہ ان اسماء میں سے ہے جو مخرج و فعل میں مشترک ہیں اور جن کا عین پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور معنی ہے: الطاقة من مال المزکی بها (۲) اور دوسرے اعتبار سے یہ تزکیہ کا فعل ہے۔ جیسا کہ ذکاۃ تذکیة (ذبح کرنا) کا فعل ہے (۳) جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ذکاۃ الجنین ذکاۃ الامہ (۴) زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارۃ (پاکیزگی) نما (بڑھنے) برکت (اضافہ) اور مدح (تعریف) کے ہیں اور لفظ، زکوٰۃ ان تمام معانی میں قرآن وحدیث میں استعمال ہوا ہے (۵) چنانچہ کہا جاتا ہے زکت النفقة جب کہ اس میں اضافہ ہو جائے اور مدح کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے زکی نفسه جب کوئی اپنی تعریف کرے (۶) زکوٰۃ سے مراد تزکیہ ہے۔ سو معنی یہ ہوئے کہ زکوٰۃ مال کی پاکیزگی کا سبب ہے اور زکوٰۃ الفطر طهرة للابدان یعنی بدن کی طہارت کا سبب ہے (۷) زکوٰۃ اصل میں اضافہ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی برکت فرمانے سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں دُنیاوی واخروی دونوں اضافے اور دونوں طرح کی برکتیں شامل ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے زکا الزرع یزکوا جب کہ اس سے نمو اور برکت حاصل ہو (۸)

علامہ شامی کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں زکوٰۃ ان تمام معنوں میں استعمال ہوا ہے جو اہل لغت بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

۱۔ تطہیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزکیهم بها (۹)

لے لیجئے ان کے اموال سے زکوٰۃ تا کہ ان کو پاک وصاف بنادیں اس کے ذریعے۔

۲۔ تمیہ بالخلف جیسے فرمایا: وما انفقتم من شیء فھو یخلفہٗ (۱۰)

اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اس کا عوض ہوتا ہے۔

اور فرمایا: ویربی الصدقات (۱۱)

وہ صدقات کو بڑھاتا ہے۔

۳۔ برکت، اسی سے برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **لاینقص مال من صدقة** (۱۲) زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

۴۔ مدح، زکوٰۃ دینے والے کی مدح کی جاتی ہے اور اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ خود قرآن تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون (۱۳)

یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

اور فرمایا: قد افلح من زکّٰھا (۱۴)

بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا جسے تزکیہ حاصل ہو گیا (۱۵)

وجہ تسمیہ

زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اس سے برکت کی امید رکھتا ہے یا اس لئے کہ اس سے انسان اپنے تزکئے کا خواہاں ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں دونوں مفہوم شامل ہوں کیونکہ زکوٰۃ میں یہ دونوں بھلائیاں موجود ہیں (۱۶)

ابن قتیبہ کے بقول زکوٰۃ زکاء سے مشتق ہے اور اس کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ چونکہ یہ انسان کو مال دار کرتی ہے اس لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں (۱۷) زہری کے بقول چونکہ اس میں تزکی الفقراء یعنی فقراء کا مال دار ہونا پایا جاتا ہے اس لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے تطھرھم و تزکیھم بھا (۱۸) اس میں تطہیر، زکوٰۃ دینے والوں کی مراد ہے اور تزکیہ فقراء کا۔ یعنی فقراء کا مال دار ہونا اور زکوٰۃ دینے والوں کا پاکیزگی حاصل کرنا (۱۹) ابن العربی کے بقول زکوٰۃ کا لفظ صدقہ واجبہ و مندوبہ، نفقہ، حق اور عفو سب پر بولا جاتا ہے۔ (۲۰) زکوٰۃ کو صدقہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بندے کی اپنی عبودیت میں صادق ہونے پر دلالت کرتا ہے (۲۱) قرآن کریم میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے (۲۲)

اصطلاحی معنی

اصطلاح میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے: هی تملیک مال مخصوص لشخص مخصوص (۲۳)

زکوٰۃ مخصوص شخص کو مخصوص مال کا مالک بنانا ہے

جس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے: هی تملیک جز من مال معین شرعاً من فقیر مسلم غیر هاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ (۲۴) اللہ کے لئے اپنے مال کا ایک حصہ جو شرع نے مقرر کیا ہے کسی مسلمان فقیر وغیرہ کو دے کر اس طرح اس کا مالک بنا دینا کہ اپنا نفع بالکل اس سے منقطع کر لے اور وہ فقیر ھاشمی یا ھاشمی کا آزاد کردہ غلام نہ ہو۔

ابن عربی کے بقول اس کی تعریف یہ ہے: اعطا جز من النصاب الحولی الی فقیر و نحوهٔ غیر هاشمی ولا مطلبی (۲۵)

لفظ، زکوٰۃ کا استعمال قرآن کریم میں

لفظِ زکوٰۃ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے (۲۶) یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

واقیمو ا الصلوٰۃ وا تو االزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین o (۲۷)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھکو جھکنے والوں کے ہمراہ۔

فاردنا ان یبدلهما ربهما خیز منهٔ زکوٰۃ واقرب رحماًo (۲۸)

تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار انہیں اس سے بہتر عوض عطا فرمائے، پاکیزگی اور قریب تر مہربانی میں

و حناناً من لدنا و زکوٰۃ (۲۹)

اور ہم نے اسے رحم دلی دی اس اپنی طرف سے اور طہارت نفس، اور وہ پرہیز گار تھا۔

لفظِ زکوٰۃ احادیثِ نبویہ میں

احادیث میں بھی لفظِ زکوٰۃ اور اس کے مشتقات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ ہم صرف تین مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

زکوٰۃ البدن الجوع (۳۰) بدن کی زکوٰۃ اس کا بھوکا رکھنا ہے

زکوٰۃ الجسد الصوم (۳۱) جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے

زکوٰۃ الارض یُبسھا (۳۲) زمین کی پاکی اس کا خشک ہونا ہے

زکوٰۃ زمانہ قبل از اسلام

زکوٰۃ کا شمار ان عبادتوں میں ہوتا ہے جو کسی نہ کسی شکل میں سابقہ امتوں میں موجود رہی ہیں۔ مقدار کا، طریقہ کار کا، اور مصارفِ زکوٰۃ کا اختلاف ہوسکتا ہے، اور ہے لیکن زکوٰۃ کی حقیقت کافی قدیم ہے۔ جس طرح نماز ہر مذہب کا جزو لاینفک ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی تمام مذاہب کو ہمیشہ ضروری جزو رہی ہے۔ اس بارے میں چند اشارے قرآن پاک میں ملتے ہیں۔ مثلاً:

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے جو عہد لیا تھا اس میں نماز اور زکوٰۃ دونوں شامل تھیں، قرآن کہتا ہے:

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (۳۳)

(بنی اسرائیل کو حکم ہوا) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

حضرت اسماعیلؑ کے تذکرے میں یہ ذکر ملتا ہے وکان یامر اھلہٗ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ (۳۴)

اور وہ (اسماعیلؑ) اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔

اور حضرت عیسیٰؑ کے بیان میں ہے واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً ٥ (۳۵)

اور مجھے حکم دیا نماز اور زکوٰۃ کا جب تک میں زندہ ہوں۔

زکوٰۃ اسلام میں

زکوٰۃ کا ذکر ان آیات میں بھی ملتا ہے جو مکی ہیں (۳۶) اس طرح یہ امر تو ثابت ہے کہ زکوٰۃ کو کسی نہ کسی صورت میں مکی زندگی میں موجود تھی۔ البتہ باقاعدہ فرضیت مدنی دور میں ہوئی۔ بقول جناب ڈاکٹر حمید اللہ، زکوٰۃ کا آغاز رضاکارانہ ہوا، زمانہ جاہلیت میں بھی خیرات کی صورت میں مالی کفالت کا طریقہ کار موجود تھا جو اسلام کے آغاز میں بھی باقاعدہ فرضیت زکوٰۃ تک برقرار رہا (۳۷) البتہ مدنی دور میں اس کا مکمل نظام قائم ہوا۔ لیکن اس کی تاریخِ فرضیت میں اختلاف ہے۔ اس موضوع پر علامہ ابن حجرؒ نے تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اکثر کی رائے میں ہجرت کے بعد زکوٰۃ فرض ہوئی، پھر ایک قول یہ ہے کہ سن ۲ ہجری میں رمضان کی فرضیت سے قبل زکوٰۃ فرض ہوئی۔ علامہ نوویؒ کا بھی یہی خیال ہے۔ البتہ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں اس پر جزم کیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سن ۹ ھ میں ہوئی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور نبی ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ثعلبہ بن حاطب کے پاس عاملِ زکوٰۃ بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ یہ تو جزیہ ہے اور جزیہ سن

۹ھجری میں فرض ہوا۔چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے اس سے استدلال درست نہیں۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت سے پہلے ہوئی ہے۔ان کی دلیل ہے کہ حضرت جعفرؓ نجاشی کے دربار میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزے کا حکم دیتے ہیں۔لیکن اس سے مراد یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عام نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ خاص پانچ وقتہ نماز کا،اسی طرح عام روزے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ خاص رمضان کے فرض روزوں کا،ایسے ہی صدقات کا حکم دیتے ہیں نہ کہ خاص زکوٰۃ کی ادائیگی کا۔اگر روایت سے یہ مراد لے لیا جائے تو استدلال درست نہیں ہوگا کیونکہ نماز، روزے اور صدقات کی ادائیگی کا حکم پہلے سے ہے۔جب کہ یہ مخصوص پانچ وقتہ نماز، رمضان کے روزے اور مروجہ زکوٰۃ کی فرضیت اس وقت تک نازل نہیں ہوئی تھی۔اس بات کی دلیل کہ زکوٰۃ کی فرضیت ۹ہجری سے قبل ہوئی تھی یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں ضمام بن ثعلبہؓ کا قول ذکر ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ یہ صدقات (زکوٰۃ) ہمارے اغنیاء سے لے کر ہمارے فقراء میں تقسیم کئے جائیں اور ضمام ۵ہجری میں مدینہ آئے تھے۔

انس بن مالکؓ کی روایت میں مانعینِ زکوٰۃ کے لئے یہ وعید بیان فرمائی:

مانع الزکوٰۃ یوم القیامۃ فی النار (۴۵) زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے یومِ قیامت آگ میں ہوں گے۔

اسلامی نظامِ زکوٰۃ کی خصوصیات

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت کا سطور بالا سے کسی حد تک جائزہ سامنے آچکا ہے۔اس کی خصوصیات بھی اس قدر ہیں کہ پورے ایک مضمون کی متقاضی ہیں۔چند امور کی جانب بالاختصار اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ غرباء، فقراء کا انتظام بہ حسن وخوبی ہوتا ہے، جو اپنی کفالت کے قابل نہیں ہوتے۔

۲۔ غلامی کے انسداد میں اس نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

۳۔ پورے مالی نظام کو منظم صورت میں استوار کرنے کا سبب ہے۔

۴۔ قرآن کے مطابق یہ تزکیہ کا اہم سبب ہے۔

۵۔ زکوٰۃ کی بنیاد باہمی اعانت وامداد پر قائم ہے۔

۶۔ دولت مندوں کے بعض مفاسد مثلاً بخل وغیرہ کا شافی علاج نظامِ زکوٰۃ مہیا کرتا ہے۔

۷۔ اخروی اعتبار سے تھوڑی سی محنت پر زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

۸۔ مال ودولت میں برکت کا ظہور ہوتا ہے۔

۹۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا شخص مصائب ومشکلات، اتلافِ مال اور قحط وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

زکوٰۃ عبادت یا ٹیکس؟

زکوٰۃ وصدقات کوئی حکومتی ٹیکس نہیں، بلکہ اس کا مقصد خود مال داروں کو گناہوں اور رذائل سے پاک کرنا ہے۔ اس کی اصل مشروعیت کسی کا حاجت روائی کے لئے نہیں بلکہ یہ مالی عبادت ہے جیسا کہ نماز، روزہ بدنی عبادات ہیں۔البتہ اس کی خصوصیت اور امتِ محمدیہ علیٰ صاحبھا التحیۃ والسلام کا امتیاز واختصاص یہ ہے کہ جو مال فی سبیل اللہ نکالا گیا ہے، اس امت کے فقراء ومساکین اور حاجت مندوں کے لئے حلال کر دیا گیا ہے(۴۸)لفظِ زکوٰۃ شرع میں ایسی چیز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس سے ہمارا تزکیہ نفس ہو سکے۔اس میں اخلاقی عنصر زیادہ ہے سرکاری وقانونی دباؤ اور جبر کا عنصر نہیں (۴۹)

زکوٰۃ، اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابل

جیسا کہ تحریر کیا گیا ہے زکوٰۃ کا تصور دیگر آسمانی مذاہب میں بھی موجود ہے۔لیکن جزئیات اور فروعات میں اختلاف ہے۔ذیل میں اس کا تقابل پیش کیا جاتا ہے اور یہ کہ اسلام نے ادیان سابقہ کی خصوصیات کو کس طرح برقرار رکھا اور ان کی خامیوں کو کس انداز سے دور کیا؟ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس سے بھی اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔کیونکہ ان تعلیمات میں بنیادی روح جو کارفرما ہے وہ یہی ہے کہ مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔

اس موضوع پر اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کے تقابلی مطالعے کے لئے ہم نظامِ زکوٰۃ کے دو پہلوؤں کو زیرِ غور لائیں گے۔ا۔زکوٰۃ کی مدت اور ۲۔زکوٰۃ کی مقدار

زکوٰۃ کی مدت:

اسلام سے قبل زکوٰۃ کی مدت کے تعین میں بڑی افراط وتفریط سے کام لیا گیا تھا۔کم از کم اس وقت موجود ان کی مقدس کتب سے یہی ثابت ہوتا ہے۔چنانچہ تورات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عُشر یعنی دسواں حصہ تین سال میں ایک بار واجب ہوتا تھا (۵۰) اور انجیل میں کسی مدت اور زمانے کا تعین ہی نہ تھا بلکہ اس میں دوسرے پہلو سے روحانی کیفیات کو ابھارا گیا ہے۔انجیل میں ہے" جو اپنا عشر (زکوٰۃ) نمائش اور فخر کرنے کے لئے نکالتا ہے اس سے وہ شخص بہتر ہے جسے اپنے گناہوں پر ندامت ہے(۵۱) اسلام نے اس سلسلے میں ایک سال کو مدت مقرر کیا ہے کہ یہ فطرت کے زیادہ قریب ہے۔دُنیا بھر کے ممالک اور قوانین میں محصولات اور ٹیکسوں سمیت مالی معاملات کے لئے سال ہی کو پیمانہ مقرر کیا گیا ہے۔

مقدارِ زکوٰۃ :

مقدار زکوٰۃ بھی افراط وتفریط کا شکار تھی مثلاً بنی اسرائیل پر زمین کی پیداوار اور جانوروں میں بغیر کسی تفصیل کے

عشر یعنی دسواں حصہ واجب تھا(۵۲) نیز بیس برس یا اس سے زائد عمر کے ہر شخص بلا تفریق امیر و غریب آدھا مثقال واجب تھا(۵۳) جب کہ حضرت عیسیٰ نے یہ ترغیب دی کہ تمام مال و دولت راہِ خدا میں لٹا دیا جائے(۵۴) اس کے برعکس زمین اور جانور دونوں میں آنحضرت ﷺ نے تفصیل بیان کی ہے کہ بارانی ہوتو الگ شرح ہے، کنویں یا نہر سے سیراب ہوتو الگ شرح ہے۔اس طرح جانوروں میں اونٹ کی زکوٰۃ الگ شرح سے واجب ہوگی۔گائے کی الگ شرح سے اور بھیڑ بکریوں کی الگ شرح سے(۵۵) اس طرح اسلام نے افراط وتفریط دونوں کا خاتمہ کر کے زکوٰۃ کے نظام کو زیادہ مفید، رفاہ عامہ میں زیادہ سرگرم اور عام کفالت کے لئے زیادہ مستحکم بنیادوں پر استوار کیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف میں اسلامی اصلاحات

یہاں پر یہ مناسب ہے کہ ہم زکوٰۃ کے مصارف میں اسلام کی جانب سے کی جانے والی اصلاحات کا بھی جائزہ لیتے چلیں، کیونکہ ان اصلاحات سے بھی اسلام کی اوّلین غرض یہی ہے کہ نظامِ زکوٰۃ مستحقوں اور ضرورت مندوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور نفع رساں ثابت ہو۔اوپر کے عنوان کے تحت بھی اس پہلو کی جانب اشارہ کیا جاچکا ہے۔

حضرت موسیٰ کی شریعت میں تین طرح کی زکوٰۃ تھی:

۱۔آدھا مثقال سونا، چاندی۔یہ جماعت کے امور اور بیت المقدس کی تعمیر و مرمت اور قربانی کے طلائی و نقرئی ظروف وسامان بنانے میں خرچ کی جاتی تھی۔(۵۶)

۲۔فصل کاٹتے ہوئے اور پھل توڑتے ہوئے حکم تھا کہ کچھ غلہ اور پھل کونوں و گوشوں میں چھوڑ دیئے جائیں تا کہ غرباء و مسافران سے فائدہ اُٹھائیں (۵۷)

۳۔ہر تیسرے سال پیداوار اور جانوروں میں سے حصہ نکالا جائے۔اس کا مقصد یہ تھا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اسے لے کر بیت المقدس جائے اور جشن منائے، خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے، کاہنوں اور خدا کے گھر کے خدمت گزاروں میں تقسیم کیا جائے اور اس کے بعد یہ چیزیں سرکاری خزانے میں جمع کردی جاتی تھیں تا کہ ان سے ضرورت مندوں کو کھانا کھلایا جائے۔(۵۸)

شریعت محمدیہ نے اس باب میں جو اصلاحات کی ہیں اُن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱۔کاہنوں اور عبادت گاہوں وغیرہ کا حصہ ختم کر دیا گیا۔اس طرح مستحقوں کے لئے گنجائش پیدا ہوگئی۔

۲۔عبادت میں سادگی اور آسانی پیدا کی گئی اور طلائی و نقرئی برتنوں کا استعمال ختم ہوگیا

۳۔حج کی فرضیت کے لئے زادِراہ کو شرط ٹھہرایا گیا۔اس لئے ہر ایک پر بیت اللہ جانا فرض نہ رہا۔اس مد میں بھی بچت ہوگئی۔

۴۔زکوٰۃ کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ اس سے دینے والے کا مفاد بالکل منقطع ہوجائے۔اس طرح خود نفع

اٹھانے کی ممانعت ہوگئی۔

۵۔عمارات ومساجد وغیرہ پر زکوٰۃ خرچ نہیں کی جاسکتی۔یہ مکمل ضرورتمندوں کے لئے وقف کردی گئی۔

۶۔زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق کو مالک بنانا ضروری قرار دیا گیا تاکہ وہ اپنے اوپر بہتر طریقے سے خرچ کر سکے۔

۷۔زکوٰۃ کے مصارف متعین کردیئے گئے تاکہ یہ حکمرانوں کی ذاتی ملکیت بن کر نہ رہ جائے۔

۸۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے،اپنی آل واولاد حتیٰ کہ بنی ہاشم بلکہ ان کے آزاد کردہ غلاموں تک کے لئے زکوٰۃ حرام قرار دے دی تاکہ شخصی فائدے کی بیخ کنی ہوجائے اور خاندانی مناصب سے ہٹ کر یہ عام لوگوں کی ضروریات کی کفالت کرے۔

۹۔ضرورت مندوں کو ترجیح دی گئی خواہ وہ کوئی ہوں اور کہیں کے رہنے والے ہوں۔

کفالت عامہ کے حوالے سے اسلامی نظم معیشت کے بنیادی نکات

اسلامی نظمِ معیشت کے وہ بنیادی نکات جن پر کفالتِ عامہ کی پوری عمارت استوار ہے اور جس کا ایک حصہ زکوٰۃ بھی ہے،ذیل میں بالاختصار درج کئے جاتے ہیں۔یہ وہ نکات ہیں جن میں اسلامی معیشت کی پوری روح سمٹ آتی ہے اور جن کا تعلق براہِ راست اسلامی معیشت کے رفاہی پہلو سے بھی ہے اور اسلامی نظامِ کفالتِ عامہ سے بھی۔ان نکات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔اسلام شخصی ملکیت کا قائل ہے اور اس کی اہمیت کو پوری طرح تسلیم کرتا ہے(۶۰) کیونکہ اس کے بغیر نہ انسان معاشی فراغت حاصل کرسکتا ہے نہ اس میں معاشی تحفظ کا احساس ابھرتا ہے۔

۲۔لوگوں کا مال غیر قانونی اور ناجائز طریقوں سے کھانے کی ممانعت کرتا ہے(۶۱)

۳۔سود اور جوا حرام کیا گیا ہے(۶۲) کیونکہ اس میں ایک فریق کا لازمی نقصان ہے اور اجتماعی معیشت کا خسارہ

۴۔ارتکازِ دولت سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس کے انسداد کا پورا نظام وضع کیا گیا ہے۔

۵۔مالی امور کا پوری طرح ادراک نہ رکھنے والوں (بچوں،کم عقلوں) کے لئے مالی امور طے کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس میں بھی ان کا نقصان ہے۔

۶۔زکوٰۃ کی فرضیت،جس کی اہمیت اس مضمون میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔

۷۔مقادیرِ زکوٰۃ،جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی فریقین (زکوٰۃ لینے اور دینے والوں) کی مالی حیثیت کے مفاد کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

۸۔زوجہ واہل قرابت کا نفقہ مرد پر واجب کیا گیا ہے کہ یہ بھی کفالت کی ایک صورت ہے۔
۹۔بہت سے گناہوں کا کفارہ مالی مقرر کیا گیا ہے۔(۶۳)
۱۰۔نفلی صدقات وخیرات کی ترغیب دی گئی ہے۔
۱۱۔اسراف وتبذیر اسی طرح بُخل وغیرہ رذائل اخلاق کی مذمت کی گئی ہے۔
۱۲۔اپنی حیثیت کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے مگر اسراف کی ممانعت ہے۔
۱۳۔میانہ روی کو ہر صورت میں پسند کیا گیا ہے(۶۴)

یہ تمام امور جہاں دولت کے ارتکاز کا انسداد کرتے ہیں جو کسی بھی معیشت کیلئے سمِ قاتل کا درجہ رکھتی ہے، وہیں متوسط اور غریب کو ناروا بوجھ سے بھی بچاتے ہیں۔

ان میں سے ایک ایک نکتے پر غور کیجئے، معلوم ہوگا کہ اسلام جہاں جانب مال داروں کو شخصی ومالی آزادی دیتا ہے اور آزاد معیشت کے استحکام میں انہیں اپنا بھرپور اور سرگرم کردار ادا کرنے پر اُبھارتا اور اس کی ترغیب دیتا ہے وہیں وہ فقراء و مساکین اور غریبوں کی کفالت اور ان کے حقوق کی نگہبانی بھی کرتا ہے اور ان کی کفالت کو اسلامی وفلاحی معاشرے میں ممکن بناتا ہے۔

اسلامی نظمِ معیشت میں زکوٰۃ کی اہمیت

اسلام میں زکوٰۃ کی کیا اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں اس کا ذکر نماز سے یوں مربوط ہے کہ دونوں کو الگ کرنا ممکن نہیں۔کوئی بیس مقامات پر اقیموا الصلوٰۃ کے بعد آتوا الزکوٰۃ کا حکم قرآن کریم میں اکٹھے وارد ہوا ہے۔حقیقت یہ کہ نماز اگر حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے تو زکوٰۃ حقوق العباد سے۔دونوں کو ایک ساتھ باہم مربوط کر کے بیان کرنے میں شاید یہ نکتہ بھی مضمر ہے کہ حقوق اللہ وحقوق العباد کو بھی اس طرح باہم ہم رشتہ و پیوستہ تصور کیا جائے۔اسی طرح حضور اکرم ﷺ بھی جب کسی سے بیعت لیتے تو زکوٰۃ نماز کے ساتھ متصل ہی رکھتے۔(۶۵) اور اگر کسی کو دعوتِ اسلام پہنچانے کا حکم دیتے تو اسے بھی یہی تاکید ہوتی کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دینا(۶۶) اور اسی طرح جب کسی نے اسلامی تعلیمات دریافت کیں تو آپ ﷺ نے نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کو بیان کیا۔(۶۷) اسلام کے مادی ومعاشی نظام کی بنیاد بھی زکوٰۃ ہی پر قائم ہے، اگرچہ دوسرے اہم عوامل بھی اپنے اپنے مقام پر متحرک وسرگرم عامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔جس طرح ہم نماز قائم سے خالق کائنات کی فرض کردہ ذمے داری سے سبکدوشی اور روحانی بالیدگی کے ساتھ نظامِ جماعت کا فائدہ بھی اُٹھا سکتے ہیں اسی طرح زکوٰۃ سے بھی مزید مصلحت یہ ہوسکتی ہے کہ نظامِ جماعت کے لئے مالی سرمایہ کی امداد اس سے فراہم کی جائے۔کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے آپس میں ہمدردی اور ایک دوسرے کی اعانت وامداد کے تصور کا

پختہ ہونا قدرتی امر ہے(۶۸) دراصل یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی، ان کی انسورنش کمپنی، ان کا پراویڈنٹ فنڈ سبھی کچھ ہے۔ یہ ان کے بے روزگاروں کا سرمایہ اعانت ہے۔ ان کے مزدوروں، معذوروں، بیماروں، یتیموں، اور بیواؤں کا ذریعہ معاش ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکرِ فردا سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سادہ سا اصول یہ ہے کہ آج اگر تم مال دار ہو تو دوسروں کی مدد کرو اور انہیں اللہ کے دیئے ہوئے مال کے کچھ حصے میں شریک کرو، کل اگر خدانخواستہ تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری کفالت کریں گے(۶۹)

- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ فرماتے ہیں:

''اللہ نے دُنیا میں دولت کا بہت بڑا حصہ جو انسان کی اصلی و فطری ضروریات پر مشتمل ہے اس کی تقسیم کے احکامات نازل فرمائے ہیں اور اس طرح تقسیم فرمائی ہے کہ اس سے ہر طبقہ اور ہر خطہ اور ہر ضعیف و قوی یکساں فائدہ اُٹھا سکے اور اس دولت کی ملکیت اس تقسیم کی بدولت مختلف طریقوں اور ذرائع سے دوسروں کی طرف منتقل ہوتی رہے۔(۷۰)

اور پھر اسلامی نظامِ معیشت کے فلاحی و رفاہی پہلو کو اس طرح اجاگر فرماتے ہیں:

''اگر لوگ اس تقسیمِ الٰہی کے مطابق اپنی دولت کو اس کے مصارف شرعیہ میں خرچ کرتے رہیں اور اس کی گردش پورے انسانی معاشرے میں خاطر خواہ ہوتی رہے تو کوئی انسان بھوکا ننگا نہیں رہ سکتا(۷۱)

اور اس حقیقت میں کسی انصاف پسند، حقیقت شناس کو اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ آزمودہ نسخہ اور برتا ہوا فلسفہ ہے، جس پر جب اس کی روح کے مطابق عمل کیا گیا تو زکوٰۃ دینے والے تو زکوٰۃ لئے لئے پھرتے تھے لیکن زکوٰۃ لینے والا کہیں نظر نہیں آتا تھا(۷۲) یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

کفالت عامہ میں زکوٰۃ کا کردار اور اس کا فلاحی پہلو

زکوٰۃ کے مختلف فلاحی اور رفاہی پہلوؤں پر گفتگو پہلے بھی ہو چکی ہے اور اس میں کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کا کردار بھی زیرِ بحث آ چکا ہے۔ یہاں ذرا وضاحت سے اس پہلو پر بحث ہو گی۔

کفالت عامہ میں زکوٰۃ کے کردار پر غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اسلام میں مصارف زکوٰۃ کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ مصارف قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور احادیث نبویہ میں آنحضرت ﷺ نے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ یہ تمام مصارف وہ ہیں جن کا پایا جانا ہر معاشرے میں لازمی ہے اور اگر غور کیا جائے تو غربت و افلاس کی یہی صورتیں بنتی ہیں۔ حکومت یا معاشرے کی جانب سے اپنی کفالت کے منتظر طبقات انہیں میں سے کسی طبقے سے تعلق رکھنے والے ہوں

گے۔ دورِ جدید میں بھی غربت وافلاس اور مالی کفالت کے مستحقین کی کوئی ایسی صورت سامنے نہیں آسکی جو قرآن کریم کی ان بیان کردہ صورتوں سے ہٹ کر ہو۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز تو ہے ہی، نبوی دعوت ونظام کا کمال وامتیاز بھی ہے۔

ذیل میں بیان ہونے والے طبقات ہائے مستحقین وہ لوگ ہیں جن کی کفالت اگر نہ کی گئی تو وہ معاشرے پر بوجھ بنیں گے اور ان کی ناداری کے منفی اثرات ملکی معاشیات پر بھی پڑیں گے۔ جس کے تدارک کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کی کفالت کی جائے اور اسلام کا نظامِ زکوٰۃ اس کی بہترین صورت مہیا کرتا ہے۔ دوسرے نظاموں اور معاشروں میں اس کا نعم البدل تو گجا اس کا بدل تک موجود نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ نبوی ریاست ہر اعتبار سے ایک فلاحی ریاست تھی۔ جس کا ہر کل پرزہ خلقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف تھا اور جو عوام کی معاشی کفالت ومعاونت، قیام انصاف، انسدادِ غربت وافلاس اور ادائیگی حقوق کے لئے وجود پذیر ہوئی تھی۔ تمام افرادِ ریاست کی بنیادی ضروریات کا بندوبست اور ہر طرح کے مجبور ومعذور اور بے کس وبے بس افراد کی اعانت اس کا لازمی واوّلین فریضہ تھا۔ آپ ﷺ کی نظر میں محاصل کے حصول ومصارف کے مرکزی عوامل بھی یہی تھے درحقیقت یہ نظامِ زکوٰۃ ان طبقات، جو مالی دوڑ میں کسی سبب سے پیچھے رہ گئے ہوں یا ہنگامی حالات اور ناگہانی آفات کے سبب مشکلات کا شکار ہو گئے ہوں، کی معاشی کفالت و مالی سہارے کا ذریعہ تھا اور ہے۔ پھر اس مالی کفالت کا نمایاں وامتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ کسی کی شخصی آزادی وانفرادی ملکیت کی نفی نہیں کرتی۔ نہ مال داروں کی آزادانہ معاشی وتجارتی سرگرمیوں پر قدغن یا پابندیاں عائد کرتی ہے۔ اس قسم کے اقدامات اسلامی مزاج سے کسی صورت میں بھی لگا نہیں کھاتے۔ اس کا بنیادی فلسفہ آنحضور ﷺ کے الفاظ میں یہی ہے کہ:

توخذ من اغنیائهم و ترد علی فقرائهم (۷۳)

ان کے مال داروں سے لے کر ان کے فقراء کو ادا کی جائے۔

اس لئے فقہاء نے زکوٰۃ کی اصطلاحی تعریف میں بھی اس پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے تعریف کا جزو بنا دیا ہے چنانچہ فقہاء کے مطابق زکوٰۃ ہر اس مال پر واجب ہوتی ہے جو خود بڑھتا ہو یا محنت کر کے اسے بڑھایا جا سکتا ہو، تاکہ صاحبِ مال پاک ہو جائے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ہو (۷۴) اسی خیال سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں معذوروں کے لئے وظائف کا الگ انتظام تھا (۷۵) اور قرضوں کی ادائیگی کے لئے الگ مد تھی۔ شیر خوار بچوں کے بھی وظائف جاری ہوتے تھے اور فقراء ومساکین کے لئے لنگر عام قائم تھا (۷۶) ان ہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ ایک سال جو لوگ مستحق زکوٰۃ کی صورت میں زکوٰۃ وصول کرنے والے ہوتے تھے، اگلے برس وہی زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی صف میں شامل نظر آتے تھے (۷۷)

اب ہم مصارفِ زکوٰۃ کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔ مصارفِ زکوٰۃ آٹھ ہیں۔

قرآن حکیم نے انہیں یوں بیان کیا ہے:

انما الصدقات للفقراء والمساکین ......الخ (۷۸)

ترجمہ: ''بلاشبہ زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کارکنوں اور جن کی دل جوئی منظور ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے اور قرض داروں کا قرض ادا کرنے اور اللہ کے راستے (جہاد) میں نکلنے والوں اور مسافروں کے لئے ہے یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا:

ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم فیھا فجزاءھا ثمانیۃ اجزاء (۷۹)

اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف کو کسی نبی یا کسی دوسری شخصیت پر نہیں چھوڑا بلکہ خود اس بارے میں فیصلہ کر دیا اور اس کی آٹھ اقسام مقرر کی ہیں۔

آٹھ مصارف یہ ہیں:

۱۔ فقراء

فقراء، فقیر کی جمع ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو یعنی وہ مال بڑھنے والا ہو اور زائد از قرض ہونے کے باوجود نصاب کی مقدار سے کم ہو یا وہ مال بقدرِ نصاب تو ہو مگر بڑھنے والا نہ ہو اور اس کی ضروریات میں کام آتا ہو (۸۰) حدیث ہے کہ آپ ﷺ سے دو افراد نے صدقہ کا مال مانگا۔ آپ ﷺ نے انہیں تندرست دیکھ کر فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں، لیکن مال دار شخص کا اور طاقت ور اور کمانے کے قابل شخص کا اس میں کوئی حق نہیں (۸۱) غور کیا جائے تو ایسا شخص جس پر فقیر کی تعریف صادق آتی ہو یقیناً اپنے مسلمان بھائیوں اور حکومت کی امداد کا مستحق ہے اور اس کی کفالت ہر فلاحی معاشرے پر لازم ہے۔

۲۔ مساکین

مسکین اسے کہا جاتا ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ اپنے تن ڈھانپنے اور پیٹ بھرنے کے لئے دوسروں کا محتاج ہو اور اس کے لئے سوال کرنا بھی حلال ہو (۸۲) ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مستحقین یہ لقمے یا دو لقمے یا کھجور دو کھجور لے کر ٹل جانے والے نہیں، بلکہ مسکین وہ ہے جو نہ خود سوال کرتے ہیں نہ کوئی انہیں پہچانتا ہے کہ ان کی مدد کرے (۸۳) یقیناً اس کے مستحق ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دوسروں کی نسبت زیادہ مستحق ہے اگرچہ اس تک پہنچنا مشکل ہے۔

۳۔ عاملینِ زکوٰۃ

عامل وہ شخص ہے جسے حاکم وقت (خلیفہ) نے صدقات (زکوٰۃ) وعشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔(۸۴) لیکن عامل کے لئے یہ شرط ہے کہ اسے صرف اوسط درجہ کا سفر خرچ اور روزمرہ ضرورت کے لئے رقم دی جائے گی (۸۵) اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اس کو دی جانے والی رقم، اس کی جانب سے وصول کی جانے والی رقم سے نصف سے زائد نہ ہو(۸۶) اور یہ بھی غیر ہاشمی کے لئے ہے۔ اس طرح زکوٰۃ کوئی ایسی صورت نہیں جو ہاشمیوں اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے لئے جائز ہو۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے قریبی اعزا میں چند نے درخواست کی کہ ہمیں عاملِ زکوٰۃ مقرر فرمادیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا محمد اور آل محمد کے لئے صدقہ (زکوٰۃ) جائز نہیں (۸۷)

۴۔ رقاب

ایک اہم مصرف وہ غلام ہیں جن کو مکاتب (۸۸) کہا جاتا ہے (۸۹) ان کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ،تا کہ ان کی مدد کی جاسکے۔ اس کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آزاد کردہ غلام کے بدلے میں آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے، حتی کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ بھی (۹۰) اور حضرت ابوھریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین طرح کے افراد کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ ان کی مدد کرے۔ ۱۔ مجاہد فی سبیل اللہ۔ ۲۔ وہ شخص جو پاک دامنی کی نیت سے نکاح کرے۔ ۳۔ وہ مکاتب غلام جو ادائیگی قرض کی نیت کرے (۹۱) اس شق نے بھی مستحقوں اور غلامی کے انسداد میں اہم کردار ادا کیا۔

۵۔ غارم

پانچواں مصرف غارم (مقروض) ہے (۹۲) اور آیت مبارکہ میں جو اوپر بیان ہوئی ہے، غارم سے مراد مقروض ہی ہے (۹۳) ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے زمانے ایک باغ خریدا اور قدرتی آفات کے سبب اس میں اُسے نقصان ہو گیا جس کے نتیجے میں وہ مقروض ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں جو ملے لے لو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی حق نہیں (۹۴)

یہ بہت اہم مصرف ہے۔ قرض وہ مصیبت ہے جو چلتا ہوا کاروبار اور آسودہ حال شخص دونوں کو تباہ کر دیتا ہے اور اس کی دلدل میں پھنسنے والا شخص مسلسل اس میں دھنستا ہی چلا جاتا ہے اور راہِ عافیت نہیں پاتا۔

۶۔ فی سبیل اللہ

چھٹا مصرف اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے (۹۵) اس سے مراد بعض کے نزدیک مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں (۹۶) لیکن اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں صحیح یہ ہے کہ اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو اللہ کی اطاعت اور نیکی

کے راستوں میں سعی وجد جہد کرے، جب کہ وہ محتاج ہو(۹۸)اس سلسلے میں بھی کئی ایک احادیث وارد ہیں(۹۹)
فی سبیل اللہ کی تعریف میں آنے والے بھی معاشرے اور حکومت کی جانب سے کفالت کے مستحق ہیں
کہ اس کے بغیر ان کے لئے بھی اپنے معاملات چلانا ممکن نہیں رہتا۔

۷۔ ابن سبیل

ابن سبیل سے مراد مسافر ہیں(۱۰۰)اور ایسا مسافر مراد ہے جو سفر کے دوران فقیر ہو گیا ہو، اگر چہ اس کے پاس اپنے وطن میں اس قدر مال ہو کہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔ ایسے شخص کے لئے بقدرِ ضرورت زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانچ طرح کے افراد کے سوا مال داروں پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ ۱۔ وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو۔ ۲۔ جو مالِ زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خریدے۔ ۳۔ قرض دار۔ ۴۔ مجاہد فی سبیل اللہ۔ ۵۔ جسے کوئی مسکین زکوٰۃ میں ملی ہوئی کوئی چیز بطور تحفہ دے دے(۱۰۲)

۸۔ مولفۃ القلوب

قرآن کریم میں زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف مولفۃ القلوب بیان کیا گیا ہے، یعنی جن کی تالیفِ قلبی منظور ہو۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ۱۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات رحم دلی اور خیر خواہی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ ۲۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام پر اعتقاد پختہ ہو جائے۔ ۳۔ بعض کو اس لئے دیتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسلام قبول کر لیں۔ ۴۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام کو نقصان پہنچانے والی کوششوں سے خود باز رہیں یا دوسروں کو باز رکھیں(۱۰۳)

اس شق کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء نے اس کو بیان نہیں کیا وہ سات اقسام پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ مصرف باجماع صحابہؓ ساقط ہو چکا ہے(۱۰۴) چنانچہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ عہدِ ابوبکرؓ میں انہوں نے عیینہ بن حصنؓ سے فرمایا تھا کہ تالیفِ قلب آج ختم ہو چکی ہے، جس کا دل چاہے مسلمان ہو جائے جس کا چاہے اپنے کفر پر قائم رہے اور اُن کی اس بات کو حضرت ابوبکرؓ نے بھی قائم رکھا تھا(۱۰۵) اسی طرح ابن ابی شیبہ نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ یہ مد عہدِ نبوی ﷺ میں تھی، عہد ابوبکرؓ میں ختم ہو گئی(۱۰۶) ابو یعلیٰ الفراء تالیف قلب کی اقسام بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

فیجوز ان یعطی کل واحد من هذه الاصناف من سهم المولفة، مسلماً کان او مشرکاً
(۱۰۷)

''سو یہ جائز ہے کہ ان اقسام میں سے ہر ایک کو مولفۃ القلوب کی مد سے حصہ دیا جائے، وہ مسلمان ہو یا مشرک''

اس کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے بھی یہ منقول ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ حاکم وقت کا اس بات کی اجازت ہے کہ اس سے مصالحِ سیاسی میں کام لے سکتا ہے (۱۰۸) ان امور کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ کا کہنا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ سے منسوب روایت صحیح بھی ہے تو کیا اذا فات الشرط فات المشروط کی بنا پر یہ ناگزیر نہیں کہ دیگر زمانوں میں اور دیگر ممالک کی حد تک جہاں شوکتِ فاروقی کارفرما نہ ہو، یہ حکم پھر بحال ہو جائے؟ (۱۰۹) بہر حال یہ ایک رائے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

یہاں تک مصارفِ زکوٰۃ کا بیان ہوا جن کی وضاحت سے کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسلام کا امتیاز و اختصاص ہے اور ان مصارف پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ معاشی اور اقتصادی سطح پر نظام زکوٰۃ، اسلامی فلاحی معاشرے میں ضرورت مند اور بے سہارا و بے کفالت افراد کی اعانت و امداد کر کے تقسیمِ دولت، حقوق و فرائض کے تحفظ، غربت و افلاس کے خاتمے اور فقر فاقہ کے شکار افراد کے لئے مناسب بندوبست کرنے اور معاشرے میں معاشرتی عدل قائم کرنے کا مؤثر ترین، مفید ترین اور موزوں ترین ادارہ ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ آزمودہ بھی ہے اور اس کی قوتِ تاثیر پر کسی کو اختلاف بھی نہیں، اپنے تو اس کے قائل ہیں ہی، غیر مسلم بھی اس کی سچائی و صداقت جھٹلانے کی جرات نہیں رکھتے۔

کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کے بعد اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ زکوٰۃ نے مسلمانوں کی تشکیل ذہنیت میں کیا کردار ادا کیا ہے؟ اور خوش دلی زکوٰۃ ادا کرنے والے معاشرے میں زکوٰۃ کی کیا اہمیت ہوتی ہے؟ اور وہ کفالت عامہ کے اس عالم گیر نظام کو کس نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے؟

زکوٰۃ اور تشکیل ذہنیت

زکوٰۃ نے مسلمانوں کی بڑے عجیب انداز میں تشکیل ذہنیت کی ہے۔ اور اس سے بھی مقصود یہی ہے کہ زکوٰۃ کے عبادت ہونے کے تصور کو پختہ کرنے کے ساتھ ساتھ کفالت عامہ کے اس عالم گیر نظام میں زکوٰۃ کے کردار کو مزید وسعت دی جائے اور اسے مزید سرگرم اور فعال بنایا جائے۔ اس موضوع پر وفیسر سید محمد سلیم نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''دُنیا کی ساری اقوام کم و بیش مال کی محبت میں مبتلا ہیں۔ ہندو سال میں ایک مرتبہ تہوار مناتے ہیں۔ جس کو دیوالی کہتے ہیں۔ جس میں دیئے روشن کئے جاتے ہیں۔ اس دولت کی دیوی لکشمی کی پوجا کی جاتی ہے۔ یونانی بھی دولت کی دیوی میمن (Memmon) کی پرستش کرتے تھے۔ بقیہ قوموں کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ اس سے بخل، خودغرضی اور تنگ نظری کی ذہنیت پیدا ہوتی ہے۔ یہودیوں کی خود غرضی اور کنجوسی کو شیکسپیئر نے شائلوک کے کردار میں عریاں کر دیا ہے۔ ہندوؤں کے متعلق بھی ضرب المثل مشہور ہے کہ ''چمڑی جائے دمڑی نہ جائے''۔

جس طرح جسم کو امراض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح نفسِ انسانی کو بھی امراض لاحق ہو جاتے ہیں ۔نفسانی امراض میں مال و دولت کی محبت سے زیادہ مہلک مرض ہے ۔ایسا شخص دین و اخلاق، ملک و ملت سب کو مال کی محبت پر قربان کر دیتا ہے ۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حب الدنیا راس کل خطیئة (۱۱۰) تمام برائیوں کی جڑ مال کی محبت ہے

زکوٰۃ سے ذہن و فکر میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے ۔فراخ دستی اور کشادہ نظری پیدا ہوتی ہے ۔قرآن کریم کہتا ہے کہ بے شک یہ دولت تم نے ہی کمائی ہے لیکن اس کے اندر معاشرے کے ناداروں اور فقیرون کا بھی حق ہے ۔وفی اموالھم حق للسائل والمحروم ۝ (۱۱۱) قرآن مجید یہاں خیرات یا صدقات کا لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ حق کا لفظ استعمال کرتا ہے ۔تبدیلی لفظ سے قرآن کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا ہے ۔ان احکام کے بعد مسلمان معاشرے کے دولت مندوں اور مال داروں کی ایک دوسرے ہی انداز میں تشکیل پذیر ہوئی تھی ۔جو دوسرے معاشروں کے مال داروں کی ذہنیت سے مختلف تھی ۔مسلمان مال دار کبھی غرباء، مساکین، یتیم اور بیواؤں کے ماہانہ وظیفے جاری کرتے تھے ۔کبھی یتیم اور نادار بچوں کو اپنے گھروں میں اپنی اولاد کی طرح پالتے تھے اور اسی قسم کے دوسرے رفاہی اور فلاحی کام کرتے تھے ۔

اس کے برخلاف آج کو دولت مند اپنی دولت میں کسی کا حق ماننے کو تیار نہیں ۔وہی خود غرضی کا سودا دماغ میں سمایا ہوا ہے ۔غریبوں سے کٹ کر جُدا بستی میں رہتا ہے ۔جدا سکولوں میں اس کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔معاشرت جُدا، حلقہ احباب جُدا غرباء و مساکین کی ہمدردی اور امداد کا کوئی تصور ہی نہیں ۔اس کی وجہ سے امراء اور غرباء آپس میں کٹ گئے ہیں ۔دونوں کے دلوں میں محبت کی بجائے نفرت و حقارت کے جذبات موجزن رہتے ہیں ۔جن کو اغراض پرست لوگ بھڑکا دیتے ہیں ۔

زکوٰۃ نے مسلمان قوم کی ذہنیت ایک خاص نہج پر استوار کی ۔وہ فراخ دست ہوتا ہے ۔مہمان نواز ہوتا ہے ۔دوسروں کے کام کرنے والا ہوتا ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے: خیر الناس من ینفع الناس (۱۱۲) کہ بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے ۔(۱۱۳)

خلاصہ بحث

اوپر صفحات میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ مبادیات کو چھوڑ کر اسلام کے نظام کفالت کا جسے نظام زکوٰۃ کہتے ہیں قدرے اختصار کے ساتھ ایک جائزہ تھا ۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نظام اسلام کا اختصاص اور تعلیمات نبوی علیٰ صاحبھا الصلاۃ والسلام کا امتیاز ہے ۔یہ یا اس کا بدل نہ تو اسلام سے قبل موجود تھا، نہ آمد اسلام کو چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آج تک اس کا بدل پیش کیا جا سکا ۔پھر یہ آزمودہ بھی ہے ۔جب تک اس کی روح کے مطابق اس پر عمل ہوتا رہا، اسلامی معاشروں

میں خوش حالی کا دور دورہ تھا اور مفلوک الحالی ،افلاس وغربت جیسی مادی کمزوریاں ان علاقوں اور معاشروں سے دور ہو چکی تھیں ۔آج بھی اگر نظامِ زکوٰۃ کو اس کے تقاضوں کے مطابق درست نہج پر استوار کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے ہاں سے بھی غربت وافلاس کا خاتمہ نہ ہو سکے، کیونکہ اسلام اور نظام زکوٰۃ عطا کرنے والا رب العالمین وہی ہے جو چودہ سو برس قبل تھا،لہٰذا اگر کوئی کمزوری اور خامی ہے تو وہ ہماری جانب سے ہے۔ہمیں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر قابو پانا ہوگا اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنے تمام معاملات کو ڈھالنا ہوگا ،کامیابی کی یہی راہ ہے۔اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے اور ہر طرح کی خیر پوشیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ روحی کنجاہی: ماہنامہ الرشید، لاہور، مدیر عبدالرشید ارشد، نعت نمبر، ج ۲ ص ۹۹۸۸

۲۔ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، ابن اثیر: م ۶۰۶، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر موسسۃ اسماعیلیان، قم، ایران، ج ۲ ص ۳۰۷

☆ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری: م ۵۸۳ھ، الفائق فی غریب الحدیث، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج ۲ ص ۱۹۹

☆ ابن المنظور: لسان العرب، نشر ادب الحوزہ، قم ایران ۱۴۰۵ھ، ج ۱۴ ص ۳۵۸

۳۔ الفائق ایضاً، النہایہ ایضاً

۴۔ ابو داؤد، م ۲۷۵۔ السنن، دار الفکر، بیروت ۱۹۹۴ء، ج ۳ ص ۱۸، رقم ۲۸۲۸

۵۔ ابن الاثیر، النہایہ، ص ۳۰۷

۶۔ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی الحنفی: م ۱۲۳۱ھ، حاشیہ علی مراقی الفلاح، مصطفیٰ البابلی الحلبی، مصر، ۱۹۳۷ء، ص ۴۲۹، کتاب الزکوٰۃ

۷۔ ابن الاثیر، النہایہ، ج ۲ ص ۳۰۷

۸۔ ابو القاسم حسین بن محمد، راغب اصفہانی: م ۵۰۲ھ، المفردات فی غریب القرآن، مصطفیٰ البابلی الحلبی، مصر، ۱۹۶۱ء، ص ۲۱۳

۹۔ القرآن، سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۳

۱۰۔ سورۃ سبا، آیت ۳۹

۱۱۔ سورۃ بقرہ، آیت ۲۷۶

۱۲۔ احمد بن محمد بن حنبل: م ۲۴۱ھ، المسند، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج ۱ ص ۳۱۶، رقم ۱۶۷۷، عن عبد الرحمان بن عوفؓ

۱۳۔ سورۃ المومنون، آیت ۴

۱۴۔ سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۴

۱۵۔ محمد امین ابن عابدین شامی: م ۱۲۵۲ھ، رد المختار علی در المختار، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۴ء، ج ۳، ص ۱۷۱

۱۶۔ راغب اصفہانی، ایضاً

۱۷۔ ابن العابدین، ص ۱۷۰

۱۸۔ سورۃ توبہ، آیت ۱۰۳

۱۹۔ ابن العابدین، ردالمختار، ایضاً

۲۰۔ ابن الحجر عسقلانی: م ۸۵۲ھ، فتح الباری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۳، ص ۳۳۵

۲۱۔ الطحاوی، حاشیہ مراقی الفلاح، ص ۴۲۹

۲۲۔ مثلاً سورۃ توبہ، آیت ۱۰۳

۲۳۔ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی: مراقی الفلاح، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۷ء، مع حاشیہ طحاوی، ص ۴۲۹، کتاب الزکوٰۃ

۲۴۔ شیخ عبدالرحمان بن شیخ محمد بن سلیمان، شیخ زادہ: مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، درسعادت، مصر، ۱۳۲۷ھ، ج ۱، ص ۱۹۲

۲۵۔ ابن حجر: فتح الباری، ج ۳، ص ۳۳۵

۲۶۔ کل ۳۲ مقامات پر لفظِ زکوٰۃ آیا ہے، سید فضل الرحمان: معجم القرآن، ادارہ امجدیہ، کراچی، دوسرا ایڈیشن، ص ۲۳۴

۲۷۔ القرآن: سورۃ بقرہ، آیت ۴۳

۲۸۔ سورۃ کہف، آیت ۸۱

۲۹۔ سورۃ مریم، آیت ۱۳

۳۰۔ الزبیدی: اتحاف السادۃ المتقین، دارتصویر، بیروت، ج ۷، ص ۳۹۵

۳۱۔ ابن ماجہ: السنن، کتاب الصیام، باب فی الصوم زکوٰۃ الجسد، رقم ۱۷۴۵

۳۲۔ ابن الاثیر: النہایہ، ج ۲، ص ۳۰۸

۳۳۔ سورۃ بقرہ، آیت ۴۳

۳۴۔ سورۃ مریم، آیت ۵۵

۳۵۔ سورۃ مریم، آیت ۳۱

۳۶۔ سورۃ المزمل آیت ۲۰

۳۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، طبع چہارم ۱۹۹۲ء، ص ۶۰

۳۸۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری، ج ۳، ۳۳۹۔۳۴۰

۳۹۔ راغب اصفہانی: المفردات، ص ۲۱۳

۴۰۔ شیخ زادہ: مجمع الانہر، ج ۱، ص ۱۹۱

۴۱۔ بزار: المسند رقم ۸۷۶

۴۲۔ طبرانی: المعجم الاوسط، رقم ۱۶۰۲

۴۳۔ ہیثمی: م ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، رقم ۴۳۳۵

۴۴۔ ایضاً، رقم ۴۳۳۶

۴۵۔ طبرانی: المعجم الصغیر، رقم ۹۳۵

۴۶۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۲۲

۴۷۔ چند احادیث اوپر ''زکوٰۃ کے فائدوفضائل'' میں بیان ہو چکی ہیں مزید کے لئے ملاحظہ کیجئے ہیثمی: مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۹۷

۴۸۔ مفتی محمد شفیع: قرآن میں نظام زکوٰۃ، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۶، ملخصاً

۴۹۔ ڈاکٹر حمید اللہ: خطباتِ بہاول پور، ص ۳۶۰

۵۰۔ استثناء، ۱۴: ۲۸

۵۱۔ انجیل لوقا، ۱۸: ۱۰

۵۲۔ احبار، ۲۷: ۳۰، ۳۲

۵۳۔ خروج، ۳۰: ۱۳، ۱۵

۵۴۔ متی، ۱۹: ۲۴

۵۵۔ ملاحظہ کیجئے کتبِ حدیث وفقہ میں زکوٰۃ کے ابواب

۵۶۔ خروج، ۳۰: ۱۳

۵۷۔ استثناء، ۱۴: ۲۶، ۲۹

۵۸۔ احبار، ۱۹: ۱۰

۵۹۔ اصلاحات کا یہ مضمون سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۴ سے ملخصاً و اضافہ کے ساتھ ماخوذ ہے

۶۰۔ حفظ الرحمان سیوہاروی: اسلام کا اقتصادی نظام، مکتبہ امدادیہ، ملتان، ص ۲۴۱

۶۱۔ فرمان خداوندی ہے: یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ،قرآن: سورۃ نسآء، آیت ۲۹

۶۲۔ فرمان خداوندی ہے: یاایھاالذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہُ القرآن: سورۃ المائدہ، آیۃ ۹۰

۶۳۔ مثلاً کفارہ ظہار وصوم رمضان

۶۴۔ ان نکات کے بنیادی اشارات (اضافوں اور کمی کے ساتھ) تفسیر المنار سے ماخوذ ہیں۔ ملاحظہ کیجئے سید محمد رشید رضا: تفسیر المنار، دار المنار، طبع ثانیہ، مصر، ۱۹۵۳ء، ج ۱۱، ص ۳۰

۶۵۔ بخاری: الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ، رقم ۱۳۹۷

۶۶۔ ایضاً، رقم ۱۳۹۵

۶۷۔ ایضاً، رقم ۱۳۹۸

۶۸۔ سلیم اللہ خان: صدائے حق، مکتبہ فاروقیہ، کراچی، ۱۴۱۹ھ، ص ۳۱۔۳۲، بتغیر قلیل

۶۹۔ ابوالاعلیٰ مودودی سید: اسلام اور جدید معاشی نظریات، لاہور، ۱۹۸۷ء ص ۱۱۰، بتغیر قلیل

۷۰۔ زوار حسین شاہ: مقالاتِ زواریہ، ترتیب سید فضل الرحمان، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۵۱

۷۱۔ ایضاً

۷۲۔ محمد طفیل: نقوش (رسول نمبر) ادارہ فروغِ ادب لاہور، مضمون ملک شیر محمد خان اعوان، ج ۳، ص ۲۸۷

۷۳۔ بخاری: الصحیح، کتاب الزکوٰۃ باب (۶۳) اخذ الصدقۃ من الاغنیاء، رقم ۱۴۹۶

☆ ابن حجر: فتح الباری، ج ۳، ص ۴۴۵

۷۴۔ الماوردی: الاحکام السلطانیہ، مصر، باب الحادی عشر، ص ۹۹

۷۵۔ نقوش، محولہ بالا، ص ۲۸۷

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء ج ۵، ص ۲۶۸

۷۸۔ القرآن: سورۃ توبہ، آیت ۶۰

۷۹۔ ابوداؤد: السنن، ج ۲، ص ۳۷، رقم ۱۶۳۰

۸۰۔ زین الدین ابن نجم الحنفی: البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار المعرفہ، بیروت، ج ۲، ص ۲۵۸

☆ فتاویٰ عالم گیری، کانپور، انڈیا، ج ۱، ص ۹۶

☆ ابن العابدین شامی رد المختار، ج ۳، ص ۲۸۳

۸۱۔ ابوداؤد: السنن ج ۲، ص ۳۸، رقم ۱۶۳۳

☆ الدار قطنی: م ۳۸۵ھ، السنن دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ج ۱، ص ۱۱۸

۸۲۔ عالم گیری، ایضا

☆ شامی، ص ۲۸۴

۸۳۔ ابوبکر بن عبداللہ بن زبیر الحمیدی: م ۲۱۹ھ، المسند، المجلس العلمی کراچی، ۱۹۶۳ء، ج ۲، ص ۴۵۶، رقم ۱۰۵۹

☆ امام مالک بن انس: الموطا، رقم ۹۱۳

☆ مسلم: الصحیح، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء، ج ۲، ص ۱۰۶، رقم ۱۰۳۹

۸۴۔ عالم گیری: ص ۹۶

۸۵۔ زین الدین: ایضاً، البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۵۹

☆ عالم گیری: بحولہ بالا

☆ شامی: ص ۲۸۶

۸۶۔ البحر الرائق: ایضاً

☆ شامی: ایضاً

۸۷۔ عبدالرزاق: م ۲۱۱ھ، لامصنف، المجلس العلمی، کراچی، ۱۹۷۲ء، ج ۴، ص ۵۰، رقم ۶۹۳۹

☆ احمد: المسند، ج ۲، ص ۵۴۵، رقم ۷۰۰

۸۸۔ مکاتب وہ غلام جس نے اپنے مالک سے مکاتبت کی ہو یعنی یہ معاہدہ کیا ہو کہ مطلوبہ رقم ادا کرنے پر وہ آزاد ہو جائے گا

۸۹۔ شامی: ص ۲۸۷

☆ عالم گیری: ص ۹۶

۹۰۔ ابن کثیر: م ۴۷۷ھ، تفسیر القرآن العظیم عیسیٰ البابی الحلبی، مصر، ج ۲، ص ۳۶۵

۹۱۔ حاکم: المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۴۷۱، رقم ۲۶۷۸

☆ ترمذی: م۲۷۹ھ، السنن، دار الفکر،۹۴ء، ج۳، ص۲۴۷۔رقم ۱۶۶۱

☆ نسائی: السنن، کتاب الجہاد، باب فضل الروحۃ

۹۲۔ الہدایہ، مطبع مجتبائی، دہلی، ج۱، ص۱۸۵، کتاب الزکوٰۃ

۹۳۔ ابن نجم: البحر الرائق، ج۲، ص۲۶۰

۹۴۔ ابن کثیر: التفسیر، ج۲، ص۳۶۵

۹۵۔ عالم گیری، ص۹۶

☆ شامی۔ص۲۹۰

۹۶۔ طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح، ص۴۳۳

۹۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے مولانا سید زوار حسین شاہ، عمدۃ الفقہ، دار الامجدیہ، کراچی، ۱۹۸۴ ج۳ ص۱۳۱

۹۸۔ ابن النجم: البحر الرائق، ص۲۶۰

۹۹۔ احادیث کے لئے ملاحظہ فرمائیے قاضی ثناء اللہ عثمانی، پانی پتی، تفسیر مظہری، دائرہ اشاعت العلوم، ندوۃ المصنفین، دہلی، ج۴، ص۲۳۸

۱۰۰۔ عالم گیری، محولہ بالا

☆ شامی، ص۲۹۰۔۲۹۱

۱۰۱۔ البحر الرائق، ص۲۶۰

☆ ابن ہمام الحنفی: م۸۶۱ھ، شرح فتح القدیر، مطبعہ الکبریٰ الامیریہ، مصر، ۱۳۱۵ھ، ج۲، ص۱۸

۱۰۲۔ ابن ماجہ: السنن، کتاب الزکوٰۃ، باب من تحل لہ الصدقہ، رقم ۱۸۴۱

۱۰۳۔ ابن کثیر: التفسیر، ج۲، ص۳۶۵

☆ ابو یعلیٰ الفراء: الاحکام السلطانیہ، مصر، ص۱۱۶

۱۰۴۔ سید زوار حسین: عمدۃ الفقہ، ج۳، ص۱۲۶

۱۰۵۔ ابن ہمام: فتح القدیر، ج۲، ص۱۴

☆ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی: م۷۸۶ھ، شرح العنایۃ علی الہدایہ علی ہامش فتح القدیر، ج۲، ص۱۴

۱۰۶۔ فتح القدیر، ص۱۵

۱۰۷۔ ابو یعلی الفراء: الاحکام السلطانیہ، ص۱۱۶

۱۰۸۔ ابن رُشد: بدایۃ المجتہد، کتاب الزکوٰۃ، فصل الاوّل

۱۰۹۔ ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۵

۱۱۰۔ علی متقی الہندی: کنز العمال رقم ۶۱۱۴

۱۱۱۔ القرآن: سورۃ ذاریات، آیت ۱۹

۱۱۲۔ علی متقی: کنز العمال، رقم ۴۴۱۵۴

۱۱۳۔ سلیم، محمد سید پروفیسر: زکوٰۃ اور رفاہ عامہ، ششماہی السیرہ عالمی، مدیر سید فضل الرحمان، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، شمارہ ۵

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر غلام سرور خان نیازی۔ میانوالی

آج کی دُنیا میں معیشت کی اہمیت نا قابل انکار ہے۔ قوموں کے لئے معاشی انکار کے بغیر سیاسی آزادی کو برقرار رکھنا محال ہو جاتا ہے۔

بلکہ آج کا انسان اس بات پر مضطرب و پریشان ہے کہ دُنیا میں دولت کی فروانی، وسائل پیداوار میں محیر المعقول ترقی اور بے مثال معاشی ارتقاء کے باوجود غربت، افلاس، بے روزگاری اور معاشرتی ظلم کا دور دورہ ہے اور آج بھی انسانی آبادی کا ۶۰ فی صد حصہ نان شبینہ کا محتاج ہے اور تمام ترقی کے باوجود مجموعی خوش حالی سے محروم ہے۔

ان معاشی محرومیوں کا حل سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو کہ ہمارے لئے کامل نمونہ ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے قابلِ عمل رہنمائی عطا فرمائی ہے وہاں معاشی پہلو سے بھی اغراض نہیں برتا گیا۔ آپ ﷺ نے جو معاشی نظام عطا فرمایا، وہ کوئی محض فلسفہ نہ تھا۔

آپ ﷺ کا عطا کردہ اقتصادی نظام سینکڑوں سال تک دُنیا میں عملی طور پر نافذ رہا۔ جس میں آجر و آجیر، امیر و غریب اور سرمایہ دار و مزدور میں کوئی کشمکش نہ تھی۔ بلکہ باہمی ہمدردانہ تعاون پایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے معاشی جدوجہد کی تلقین کی، تجارتی ضابطہ اخلاق عطا فرمایا اور ارتکازِ زر سے منع فرمایا اور سود کو ابدی طور پر حرام قرار دیا۔

جدید فلاحی ریاست کے نظریہ کے حوالے سے ریاست مدینہ کا مطالبہ کیا جائے تو حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس ریاست کی بنیاد رکھی اس میں تین مقاصد۔ ۱۔ سماجی انصاف۔ ۲۔ قانون کی حکمرانی۔ ۳۔ اور بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت قابلِ ذکر ہیں۔ [۱]

بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا ایک جامع چارٹر رسول اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو برس پہلے نہ صرف یہ کہ متعارف کرایا، بلکہ اس پر عمل کر کے دکھایا۔ رسول اکرم ﷺ نے انسانی حقوق کا جو منشور دیا وہ حکم الٰہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان حقوق کی پاسداری اور اتباع بالخصوص ملت اسلامیہ پر تو فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ان کیا عتقادات اور مذہب و اخلاق کا ایک حصہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور آپؐ کے خلفاءؓ راشدین نے ان بنیادی انسانی حقوق کی نگہداشت کے حوالے سے بے شمار نظریں قائم فرمائی ہیں۔ قرآن مجید کے نصوص، خطبہ حجۃ الوداع، رسول اکرم ﷺ کے مختلف مواقع مثلاً

فتحِ مکہ وغیرہ پر آپ ﷺ کے ارشادات اور خلفائے راشدینؓ کے تعامل سے انسانی بنیادی حقوق کی فہرست مرتب ہوسکتی ہے۔ان میں ایک نمایاں حق ،سماجی تحفظ اور کفالت عامہ کا حق ہے اور اس حق کا تحفظ براہِ راست ریاست کی ذمہ داری ہے اور اسلام نے اس سماجی تحفظ اور کفالت عامہ کے فریضہ کی ادائیگی میں ریاست کے ساتھ افراد کا تعاون بھی لازم قرار دیا ہے اور ہر دو کے لئے ایسا کرنا حکمِ الٰہی ہے اور اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کا باعث بھی۔

موجودہ زمانہ مادیت کی ترقی کا زمانہ ہے یعنی اس زمانہ میں مذہبی جذبات سرد پڑ رہے ہیں۔ایسے زمانے میں مذہب کے نام سے کسی چیز کا پیش کرنا خصوصاً اس نام سے کسی اقتصادی نظام کی ہمہ گیری کا مدعی ہونا اور اس کو محنت وسرمایہ کی موجودہ کشمکش کا بہترین حل بتانا بہت بڑی جرات اور حیرت انگیز جسارت سمجھا جائے گا۔

مگر مذہب سے نا آشنا اور یورپ کے انقلاب سے مرعوب لوگوں کے لئے دعوتِ فکر ہے کہ وہ دیکھیں اور عدل و انصاف کی نگاہ سے دیکھیں کہ رسول عربی ﷺ کے بتائے ہوئے اور سکھائے ہوئے نظام میں وہ سب کچھ موجود ہے جو محنت وسرمایہ کی کشمکش اور طبقاتی جنگ سے نجات دلاتا ہے اور جس سے انسانوں کی آزادی اور عام خوش حالی کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔

موجودہ دُنیا کے جس قدر بھی نظام ہائے اقتصادی ہیں۔وہ عموماً انسانوں کے خود ساختہ ہیں اور ایسے فلسفے پر مبنی ہیں جن میں روحانیت اور مذہب کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس کے برعکس اسلام کا معاشی نظام ایک ایسے ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے جو عالم گیر اخوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے۔مذہبی ،اخلاقی ،سیاسی ،معاشرتی ،معاشی غرض ہر قسم کی دینی ،دینوی فلاح و بہبود کا علم بردار ہے۔وہ کہتا ہے کہ انسانوں کا منتہائے مقصود صرف دنیاوی ترقی وکمال نہیں بلکہ سعادت ابدی اور رضائے الٰہی اس کی حیات کا کعبہ مقصود ہے۔اس لئے وہ ہر شعبہ زندگی کے لئے ایک صالح نظام اجتماعی کا طالب ہے اور ان ہی شعبہ ہائے زندگی کا ایک شعبہ" صالح معاشی نظام" ہے۔الحاصل ،اسلام کا پیش کردہ اقتصادی نظام ان اصولوں پر مبنی ہے جن کا داعی قرآن مجید ہے اور جس کی شرح وتفسیر احادیثِ رسول اکرم ﷺ اور اسلامی فقہ نے بیان کی ہے۔

اس لئے یہ مناسب ہے کہ اسلامی نظام معیشت کو موضوع بحث بناتے وقت دُنیا کے مختلف نظام ہائے معیشت کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے تاکہ عدل وانصاف کی روشنی میں موازنہ ہوسکے کہ دُنیا کے نظام ہائے اقتصادی اور اسلام کے نظام اقتصادی میں کیا فرق ہے اور یہ کہ درحقیقت معاشی نظام کے حقیقی مقاصد کو کون پورا کرتا ہے۔نیز ان مقاصد کے حصول اور ان فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں ایک مملکت کن کن مراحل سے گزرتی ہوئی موجودہ زمانے کے ازموں (isms) تک آ پہنچی ہے۔

نظریہ انفرادیت ونظریہ اجتماعیت

آج دُنیا میں دو بڑے نظام ہائے معیشت رائج ہیں ۔جنہیں سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اشترا کی نظام معیشت کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے ۔اوّل الذکر تو آج بھی جوں کا توں موجود ہے تاہم ثانی الذکر نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔

اس انفرادیت یا سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے تحت افراد کو معاشی معاملات میں کُھلی چھٹی دے دی جاتی ہے ۔وہ جس قسم کا جہاں چاہے کاروبار کر سکتا ہے اور اس وجہ سے امیر، امیر تر ہوتا جاتا ہے اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے ۔ظاہر جس شخص کے پاس دولت ہوگی اس کے پاس زیادہ مواقع ہوں گے کہ وہ زیادہ دولت کمائے۔

صنعتی انقلاب اس آزاد معیشت کی پالیسی یا سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے اہل دُنیا نے دیکھا کہ ارتکازِ زر پیدا ہوا ،بے روزگاری بڑھی، مزدور کی اجرت کم ہوئی، معیارِ زندگی نیچے آ گیا اور دو بڑے واضح طبقات وجود میں آ گئے ۔ایک سرمایہ دار طبقہ اور دوسرا محنت کش طبقہ۔ یہ حقیقت ہے کہ ابھی تک بے روزگاری کا استیصال کہیں بھی نہ ہو سکا۔ تجارت وصنعت کی گرم بازاری کا زمانہ ہو یا کساد بازاری کا زمانہ ہو۔ بے روزگاری کم وبیش ہر حال میں نظام سرمایہ داری کا جزو لاینفک رہی ہے ۔اور ابھی تک نظام سرمایہ داری کا یہ عیب بھی اپنی جگہ پر قائم ہے کہ ریاست، سوسائٹی اور مال دار طبقہ غرض کوئی بھی اپنے آپ کو ان لاتعداد بے کاروں کی کفالت اور دست گیری کا ذمہ دار نہیں سمجھتا۔

اجتماعیت (اشتراکیت)

کشمکش کے اس دور سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اور حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے کارل مارکس (Karal Marx) نے نظریہ اشتراکیت (Socialism) پیش کیا۔ اس نظریہ کی رُو سے طبقاتی کشمکش اور محنت کش طبقے کے استیصال کو صرف اس صورت میں روکا جا سکتا ہے جب کہ تمام ذرائع پیداوار پر ریاست قبضہ کرے اور پورے معاشی نظام کو اپنی نگرانی میں لے لے ۔صرف اس طرح سرمایہ داری اور سرمایہ داروں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور محنت کش طبقے کی بالا دستی قائم ہو سکتی ہے گویا اس کے مطابق ریاست کو کلی اختیار و ہمہ گیر گرفت کا حامل بنانے کو ناگزیر قرار دیا گیا۔ جس طرح نظریہ انفرادیت جو کہ شخصی آزادی کے تصورات کی رُو سے اپنی ایک انتہاء پر تھا، ردِّ عمل ایک دوسرے انتہاء پسند نظریہ اجتماعیت (اشتراکیت) کی صورت میں رونما ہوا۔ دعویٰ کیا گیا کہ اس نظام اشتراکیت سے معاشی، سماجی اور سیاسی مساوات کا قیام عمل میں آ جائے گا ۔طبقاتی کشمکش ختم ہو جائے گی۔ پیداوار میں اضافہ ہوگا اور ملکی دولت میں بھی اضافہ ہوگا۔ لیکن ہوا کیا؟ فرد کو صرف دو وقت کی روٹی کے بدلے نجی ملکیت سے محرومی اور مذہب ایک فضول چیز قرار پایا اور وہ معاشی، معاشرتی اور سیاسی آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ اجتماعی ملکیت کا نظام بہر حال، انفرادی آزادی کو قطعی طور پر ختم کر دیتا ہے۔

ایک اعتدال پسند نظریہ کی تلاش

اجتماعی فلاح کا انتظام کیا جاتا ہے تو افراد کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور افراد کی آزادی کو بچایا جاتا ہے تو اجتماعی فلاح غارت ہو جاتی ہے۔لہذا ایسے نظام زندگی کی ضرورت ہے جس میں صنعتی انقلاب اپنی تمام تر برکات کے ساتھ جوں کا توں چلتا رہے اور انفرادی آزادی اور اجتماعی فلاح دونوں بیک وقت پورے اعتدال کے ساتھ نبھ جائیں۔ایسے ہی ایک نظام کی دریافت پر دُنیا کا مستقبل معلق ہے۔

اسلام کا نظامِ معیشت

حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب کے دونوں نظام یعنی نظریہ انفرادیت اور نظریہ اجتماعیت اپنی اپنی جگہ دو انتہائیں ہیں۔دونوں میں خرابیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ان دونوں نظاموں کے برعکس اسلام نے ریاست اور فرد کے دائرہ کار کے متعلق جو تصور پیش کیا ہے۔وہ نہ صرف مکمل اور جامع ہے بلکہ اس میں کسی بھی غلطی کا احتمال نہیں ہے کیونکہ یہ نظریہ انسانی پیداوار نہیں بلکہ اس ذات باری تعالیٰ نے اس نظریہ کو ترتیب دیا ہے جو کہ تمام جہانوں کا نظام چلانے والا ہے۔وہ قادر و مطلق ہستی انسان کے لئے بھی موزوں ترین زندگی کی تشکیل دینے پر قادر ہے و حاوی ہے۔

اسلام نے نظریہ افرادیت اور نظریہ اجتماعیت (اشتراکیت) کے درمیان اعتدال کا راستہ اختیار کیا ہے۔اس میں دونوں نظریات کی تمام خوبیاں جمع ہیں۔ان کی خامیوں سے یہ نظریہ پاک ہے اور وہ حقیقی فلاحی ریاست جو کہ آج دُنیا کے تمام سوچنے ،سمجھنے والوں کی آرزو بن چکی ہے،صرف اسلامی نظریہ معیشت بروئے کار لانے سے وجود میں آسکتی ہے۔

اسلامی نظام معیشت کے رہنما اصول

ا۔اعتدال

اسلام کا معاشی نظام اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے ریاست پر ذمہ داری عائد کردی گئی ہے کہ وہ تمام شہریوں کی دنیاوی ضروریات، زندگی کی فراہمی کی ضمانت دے۔لیکن دوسری طرف محض ریاست پر تکیہ نہیں کیا گیا بلکہ افراد کو بھی اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ رضاکارانہ تعاون کے ذریعے اللہ کی خوشنودی کی خاطر اجتماعی فلاح و بہبود میں حصہ لے۔

۲۔عدل اجتماعی

اسلام باہمی تعاون اور اشتراک پر نہایت زور دیتا ہے۔اسلام کے بنیادی ارکان فرد کی اس نہج پر تربیت کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں مرتکز ہو کر نہ رہ جائے بلکہ دوسروں کے لئے اس کے اندر ہمدردی ،تعاون اور اخوت کے جذبات موجزن ہوں۔زکوۃ کے ذریعے اسلام نے معاشی عدل کے قیام کے لئے ایک واضح اور مثبت انداز اختیار کیا ہے۔اسلام کے سماجی و معاشی اصول ایک متوازن عدل اجتماعی کا تصور پیش کرتے ہیں۔اسلام میں کسی بھی شعبہ میں کسی خاص طبقہ کی

اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی

۳۔ تعمیر سیرت

معاشی عدل کے قیام کی خاطر اسلام فرد کی سیرت و کردار کی اصلاح پر پوری توجہ دیتا ہے۔ مال کی محبت سے سختی سے روکا گیا ہے۔ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ہر طرح ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ ذخیرہ اندوزی اور حرام مال کے حصول کی مخالفت کی گئی ہے۔ افراد کی تربیت اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات کے تابع رکھے۔ خوش حال لوگوں پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ بے سہارا لوگوں کی کفالت کریں۔ چنانچہ اسلام ایک متوازن نظام قائم کرتا ہے۔ جس میں امیر کی دولت، اس کا ناقابلِ شرکت حق تصور نہیں ہوتی بلکہ مال کی حیثیت ایک امانت کی سی بیان کی گئی ہے۔ جسے خیرات و صدقات کے ذریعے دوسروں پر خرچ کرنا فرض ہے۔ اس سے دولت میں کمی ہونے کی بجائے اضافہ ہوتا ہے۔ نیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ثوابِ آخرت بھی ہے اور اسلام کی نگاہ میں اصلی اہمیت اسی کی ہے۔

۴۔ خیر و شر کی میزان

اسلام کا بنیادی نظریہ یہ ہے ہر فعل کو خیر و شر کی میزان پر پرکھا جائے اور جو فعل خیر کا باعث بننے والا ہو اس کی اجازت دی جائے اور جو فعل شر کا باعث بنے اسے ممنوع اور حرام قرار دیا جائے۔ خیر و شر اور حلال و حرام کا فیصلہ کرنے کا حق صرف شریعت خداوندی کو حاصل ہے کوئی اور ایسا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس بنیادی اصول کے مطابق اسلام نے فرد کی انفرادی حیثیت کو جائز حد تک برقرار رکھا ہے اور ریاست کو بھی فرد کے معاملات میں صرف جائز حد تک مداخلت کرنے کی اجازت دی ہے۔

۵۔ حقوق العباد

اسلام میں حقوق العباد پر بہت زور دیا گیا ہے اور حقوق کا ایک وسیع نظام متعارف کرایا گیا ہے۔ اس میں افرادِ خانہ کے باہمی حقوق سے لے کر رشتہ داروں، ہمسایوں کے حقوق، بیوہ، یتیم اور مزدوروں کے حقوق اور حکمرانوں اور رعایا کے حقوق بھی شامل ہیں۔ اسلام نے صرف نظریاتی طور پر ہی حقوق کا تصور پیش نہیں کیا بلکہ مدینہ کی اسلامی ریاست میں تمام بنیادی حقوق کا باقاعدہ طور پر نفاذ کیا گیا۔ اسلام کے تصور آزادی کی یہ فضیلت اس کی اخلاقی اور روحانی قدروں میں پنہاں ہے۔ اسلام ایک ایسا اخلاقی نظام رائج کرتا ہے جو حقوق کے تحفظ کی پوری طرح ضمانت دیتا ہے۔ جس میں حقوق کا فرائض سے گہرا رابطہ رہتا ہے۔ اسلام نے حقوق العباد پر اتنا زور دیا ہے کہ ان کو حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔

ہر فرد پر لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرے اور اپنے مفادات کو حاصل کرنے میں کبھی مفاد

عامہ کو پسِ پشت نہ ڈالے۔حقوق العباد کے حوالے سے قرآن اور سنتِ رسول ﷺ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ فلاں پر تمہارا حق ہے۔اس سے وصول کرلو۔بلکہ یہ کہا ہے کہ تم پر فلاں کا حق ہے،اسے ادا کردو۔

۶۔اکتسابِ مال وانفاقِ مال

ہرانسان کی ذہنی وجسمانی استعداد یکساں نہیں ہوتی۔اس لئے وسائل معیشت کے حصول کے اعتبار سے بھی سب کی حالت یکساں نہیں ہوتی۔کسی کو کمانے کے زیادہ مواقع حاصل ہو گئے،کسی کو تھوڑے۔پہلے قوت میں مقابلہ ہوا ،طاقت ور نے کمزور کو مغلوب کرلیا۔پھر ذہن وجسم کا مقابلہ شروع ہوا اور ذہنی قوت نے جسمانی قوت کو مغلوب کرلیا۔قرآن اس صورت حال سے تو تعرض نہیں کرتا کہ حیثیت کے اعتبار سے تمام انسانوں کی حالت یکساں نہ ہو۔کسی کو ملے،کسی کو نہ ملے ۔وہ کہتا ہے کہ انسان جو دُنیا میں پیدا ہو،دُنیا کے سامانِ رزق سے حصہ پانے کا یکساں طور پر حق دار ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ کمائی کے حق کا دامن انفاق کی ذمہ داری سے بندھا ہوا ہے۔یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔تم انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔یہاں کمائی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خرچ کرنے کی ذمہ داری اُٹھائی جائے۔تم جس قدر کما سکتے ہو،کماؤ بلکہ چاہیے زیادہ سے زیادہ کماؤ۔لیکن یہ نہ بھولو کہ زیادہ سے زیادہ کمانا،زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔وہ کہتا ہے کہ افراد کے ہاتھ کمائی کے لئے ہیں لیکن جماعت کا حق خرچ کرانے کا ہے۔

غرض جہاں تک اسلامی نظام معیشت کا تعلق ہے قرآن نے اکتساب مال کا معاملہ انفاقِ مال کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔کوئی کمائی جائز نہیں تسلیم کی جاسکتی،اگر انفاق سے انکار کرتا ہو۔ہر وہ کمائی جو محض اکتناز کے لئے ہو اور انفاق کے لئے دروازہ کُھلا نہ رکھے،قرآن کے نزدیک ناجائز،ناپاک اور مستحق عقوبت ہے۔

قرآن بخل اور قارونیت کا سخت مخالف ہے۔ارشادِ ربانی ہے کہ جو دولت کمائی جائے اسے جمع نہ کیا جائے کیونکہ اس سے دولت کی گردش رُک جاتی ہے اور تقسیم دولت میں توازن برقرار نہیں رہتا۔دولت سمیٹ کر جمع کرنے والا نہ صرف خود بدترین اخلاقی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔بلکہ درحقیقت وہ پوری جماعت کے خلاف ایک شدید جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا نتیجہ خود اس کے لئے بھی بُرا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا''جس شخص نے احتکار کیا تو وہ گناہ گار ہے''۔

۷۔انفاق فی سبیل اللہ

جمع کرنے کی بجائے اسلام خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔وہ خرچ کرنے کو حکم فی سبیل اللہ کی قید کے ساتھ دیتا ہے یعنی آپ کے پاس اپنی ضروریات سے جو بچ رہے،اس کو جماعت کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کریں،یہی سبیل اللہ ہے۔

''اور وہ پوچھتے ہیں،کیا خرچ کریں؟ کہو جو تمہاری ضرورت سے بچ رہے''۔ (سورۃ البقرہ)

''اور نیک سلوک کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں، یتیموں اور نادار مسکینوں اور قرابت داروں، پڑوسیوں اور اجنبی ہمسایوں اور اپنے ملنے جلنے والے دوستوں اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ''۔ سورۃ النسآء:۳۶)

''اور ان کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے''۔ (سورۃ الذاریات:۱۹)

اب یہاں اسلام کا نقطہ نظر سرمایہ داری کے نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ خرچ کرنے سے مفلس ہو جاؤں گا اور جمع کرنے سے مال دار بنوں گا۔ اسلام کہتا ہے کہ خرچ کرنے سے برکت ہوگی تیری دولت گھٹے گی نہیں بلکہ اور بڑھے گی۔ سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ جو خرچ کر دیا وہ کھو گیا۔ اسلام کہتا ہے کہ نہیں وہ کھویا نہیں بلکہ اس کا بہتر فائدہ تمہاری طرف پلٹ کر آئے گا۔

''اور جو تم نیک کاموں میں خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا ملے گا اور تم پر ہرگز ظلم نہ ہوگا''۔ (سورۃ البقرۃ)

''اور جن لوگوں نے ہمارے بخشے ہوئے رزق میں سے کھلے اور چھپے طریقے سے خرچ کیا وہ ایک ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں گھاٹا ہرگز نہیں ہے اللہ ان کے بدلے ان کو پورا پورا اجر دے گا بلکہ اپنے فضل سے کچھ زیادہ عنایت کرے گا''۔ (سورۃ الفاطر: ۳۰۔۲۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے آدم کے بیٹے! اگر تو اپنے زائد از ضرورت مال کو خدا کے محتاج بندوں اور دین کے کاموں پر لگائے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوگا''۔ (ترمذی)

۸۔ قرضِ حسنہ

سرمایہ دار کے ذہن میں کسی طرح سما ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص اپنی رقم دوسرے کو سُود کے بغیر کیسے دے سکتا ہے مگر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ حاجت مند کو صرف قرض ہی نہ دو بلکہ اگر وہ تنگ دست ہو تو اس پر تقاضے میں سختی نہ برتو، حتیٰ کہ اگر اس میں دینے کی استطاعت نہ ہو، تو معاف کر دو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن غم و گھٹن سے بچائے تو اسے چاہیئے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے سر سے اتار دے''۔ (مسلم)

نصوص شرعیہ اور اسوۂ رسول ﷺ سے پتہ چلتا ہے کہ کفالت اجتماعی بھی اسلامی معاشرہ کے اہداف میں سے ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

''اور جب میراث کی تقسیم کے موقع پر رشتہ دار، یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو ان سب کو اس میں سے کچھ دو''۔ (النساء ۸:)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غرباء اور مستحقین کی بھی کچھ نہ کچھ بہر صورت دیا جائے، خواہ وصیت سے خواہ وراثت سے۔

۹۔ زکوٰۃ

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ دولت کسی جگہ جمع نہ ہونے پائے وہ چاہتا ہے کہ جماعت کے جن افراد کو اپنی بہتر قابلیت یا خوش قسمتی کی بنا پر ان کی ضروریات سے زیادہ دولت میسر آ گئی ہے، وہ اس کو سمیٹ کر نہ رکھیں، بلکہ خرچ کریں۔ جس سے دولت کی گردش میں سوسائٹی کے کم نصیب افراد کو بھی کافی حصہ مل جائے۔ اس چیز کا نام زکوٰۃ ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں اس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کو ارکانِ اسلام میں شامل کر لیا گیا ہے۔ نماز کے بعد سب سے زیادہ اس کی تاکید کی گئی ہے۔ غرضیکہ زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام کا سنگِ بنیاد ہے۔ ایک مال دار مسلمان اپنی دولت میں سے ہر سال کم از کم اڑھائی فی صد راہِ خدا میں کرچ کرے۔

اسلام نے ایک حد مقرر کر دی ہے کہ جو لوگ اس سے اُدھر نکل جائیں دینے والے ہیں اور اِدھر والے لینے والے ہیں۔ جو دین کی اصطلاح میں علی الترتیب صاحبِ نصاب اور مسکین کہلاتے ہیں۔ آپ اس حد کو اپنے اختیار سے آگے پیچھے نہیں کر سکتے۔ یہ ایک لائن ہے جو کھینچی جا چکی ہے۔

صدقہ کا لفظ زکوٰۃ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ، اسلامی مملکت خیر کا ایک محوری نقطہ ہے۔ اسلام کی رُو سے مملکت کا مقصد بجز اجتماعی فلاح و بہبود کے کچھ نہیں اور اجتماعی فلاح بغیر زکوٰۃ کے ناممکن ہے۔ زکوٰۃ قومی اور معاشرتی افلاس کے خلاف ایک نہایت مؤثر تدبیر ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کا حکم دو مقاصد کی تکمیل کے لئے دیا گیا ہے۔ ایک تادیبِ نفس اور دوسرے بے نوائی کے خلاف فراہمی اسباب۔

زکوٰۃ اور ریاست

زکوٰۃ ایک سرکاری ٹیکس بھی ہے اور شرعی بھی۔ جو محض غیر مستطیع افراد کی مالی اعانت کے لئے وصول کیا جاتا ہے اور اس کے معاوضہ میں محصول دہندگان کا کوئی دوسرا فائدہ کسی اور شکل میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے مصارف معین کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ کی رقم صرف غریبوں کی مالی اعانت میں صرف کی جا سکتی ہے۔ لیکن دوسرے مصارف میں نہیں لگائی جا سکتی۔

اسی سرکاری آمدنی کے بل بوتے پر مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست نے اپنی پوری آبادی کی خوراک اور رہائش کی ذمہ داری قبول کی۔ جس کی مثال اُس وقت کی کسی بھی مملکت میں موجود نہ تھی کہ ریاست اپنے تمام طبقات کے ہر قسم کے مفادات
(معاشی وغیر معاشی) کا تحفظ اپنے ذمہ لے لے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''حکومت اُس کی سرپرست ہے، جس کا کوئی سرپرست نہ ہو'' (ابوداؤد۔ ترمذی)

آج ہر طرف بھوک ہی بھوک ہے۔ مشینی دور کی برکت سے دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے باعث ایک جگہ زرو جواہر کے قارونی انبار ہیں اور ایک جگہ نان جویں تک میسر نہیں۔ سرمایہ کی اس غیر متوازن تقسیم نے مزدور کو سرمایہ دار کا جانی دُشمن بنا دیا ہے۔ اس درد کی دوا اسلام کے پاس ہے۔ اسلام بے ٹھکانوں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی برکت سے کوئی بھوکا رہتا ہے نہ کوئی ننگا۔ بیت المال سے سب کی کفالت ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام

اسلام اسلامی مملکت خیر کا ایک محوری نقطہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

۔ صرف زکوٰۃ کی ادائیگی ہی میں تمہارے اسلام کو پناہ مل سکتی ہے۔

۔ اپنے مال و دولت میں سے زکوٰۃ ادا کرو، یہ تمہیں پاک و صاف بنائے گی اور تمہیں ان کا حق ادا کرنے کے قابل بنائے گی، جو تمہارے رشتہ دار ہیں۔

۔۔ سائل، ہمسایہ اور مسکین کے حقوق سے باخبر رہو اور فضول خرچی میں مبتلا نہ ہو۔

۔۔ جو قوم زکوٰۃ کو موقوف کر دیتی ہے وہ قحط اور ذلالت سے ہم آغوش ہوتی ہے۔

۔۔ بغیر زکوٰۃ کے اللہ کے نزدیک نہ ایمان قبول ہے، نہ عبادت۔

کوئی مملکت اسلامی کہلانے کی مستحق نہیں اگر وہ زکوٰۃ کے احکام سے بے اعتنائی برتتی ہو۔ کیونکہ اسلام کی رُو سے مملکت کا مقصد بجز اجتماعی فلاح و بہبود کے اور کچھ نہیں اور اجتماعی فلاح و بہبود بغیر زکوٰۃ کے ناممکن ہے۔ اگر اس نظام کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، تو بعض لوگ یقیناً اپنی حاجت سے زیادہ اس کو حاصل اور جمع کر لیں گے اور دوسرے افلاس میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اس لئے اس کے طریقہ تحصیل و تقسیم پر حکومت کا اختیار ہونا چاہیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل نے زکوٰۃ کی اادائیگی سے انکار کیا تو خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بغیر زکوٰۃ کے ایمان نامکمل رہتا ہے۔ نمازیں ادا کرنا لیکن بہبود عامہ میں حصہ نہ لینا اور اس کے لئے ایثار و قربانی نہ کرنا فی الواقع ایمان کی نفی اور انکار ہے۔ آپؓ نے فرمایا: میں ان سے لڑوں گا جنہوں نے اس محصول

ادائیگی سے انکار کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی آپ کی اعلیٰ بصیرت اور اٹل فیصلہ کی داد دی۔

مسلمان مفکرین اخلاقی پاکیزگی اور عام خوش حالی کے لئے زکوٰۃ کی اہمیت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ زکوٰۃ بخل کا استیصال اور خود غرضی کا علاج کرتی ہے۔ یہ معاشی رخنوں کو پُر کرتی ہے اور اس کی جگہ رفاقت پیدا کرتی ہے اور پھر یہ رفاقت اعلیٰ اخلاقی کردار کا سنگِ بنیاد بن جاتی ہے اور جب یہ نشو نما پاتی ہے تو ایماندارانہ سلوک کی عادات کی پرورش کرتی ہے۔ زکوٰۃ قومی اور معاشرتی افلاس کے خلاف ایک نہایت موثر تدبیر ہے۔ کوئی ریاست اس وقت تک مستحکم نہیں ہو سکتی جب تک وہ کسی دُرست معاشی اساس پر استوار نہ ہو۔ ایک سوسائٹی اپنے معاشی نظریہ کے ذریعے اپنے محتاج اراکین کی ضرورتوں اور حاجتوں کا ان کی حیثیت کے مطابق انتظام کر سکتی ہے اور یہ مملکت کا کام ہے اور اس کو ان لوگوں کی پرورش و پرداخت کا کفیل ہونا چاہیئے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں تمام افراد کو زندگی کی اساسی ضروریات فراہم کی جاتی ہیں اور کوئی فرد کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

نکتہ دین مبین ایں است بس
کس نہ باشد در جہاں محتاج کس

کتابیات

۱۔تفہیم القرآن

۲۔معارف القرآن

۳۔ضیاء القرآن

۴۔اسلامی نظریہ حیات۔خورشید احمد

۵۔اسلامی ریاست۔ابوالاعلیٰ مودودی

۶۔اسلام اور جدید معاشی نظریات۔ابوالاعلیٰ مودودی

۷۔سود (حصہ اول و دوم) ابوالاعلیٰ مودودی

۸۔اسلامی معاشیات۔مناظر احسن گیلانی

۹۔اسلام کا اقتصادی نظام۔حفظ الرحمان سیوہاروی

۱۰۔اسلام کا معاشی نظام۔ڈاکٹر اسرار احمد

۱۱۔اشتراکیت اور اسلام۔مسعود عالم ندوی

۱۲۔نقوش۔رسول نمبر جلد ۳۔مدیر محمد طفیل

۱۳۔سیرت النبیؐ۔علامہ شبلی نعمانی

۱۴۔رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ڈاکٹر حمید اللہ

۱۵۔نبی رحمت۔ابوالحسن ندوی

۱۶۔حیات محمد۔محمد حسین ھیکل

۱۷۔سیرت رسول اکرمؐ۔مفتی محمد شفیع

۱۸۔پیغمبر اعظم و آخر۔ڈاکٹر نصیر احمد نصیر

۱۹۔محسن انسانیت۔نعیم صدیقی

۲۰۔خلفائے راشدینؓ۔شاہ معین الدین ندوی

۲۱۔تاریخ اسلام۔محمد عبداللہ ملک

۲۲۔تاریخ اسلام۔شیخ رفیق احمد

۲۳۔رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب۔سید اسعد گیلانی

۲۴۔اسلامی سیاست۔(مولانا) گوہر رحمان

۲۵۔اسلامی مملکت وحکومت۔محمد اسد

۲۶۔عوام، پارلیمنٹ، اسلام۔ایس ایم ظفر

۲۷۔اسلام اور مسلمان۔عبدالمجید سالک

۲۸۔ترجمان الحدیث۔محمود حسین

۲۹۔راہِ عمل۔جلیل احسن ندوی

۳۰۔اسلامی فلسفہ زندگی۔ڈاکٹر طاہر قادری

۳۱۔اسلامی دستورِ حیات۔غلام احمد حریری

۳۲۔صحیح بخاری شریف

۳۳۔صحیح مسلم شریف

۳۴۔اسلام کا جمہوری نظام۔ڈاکٹر سید علی اسلم

۳۵۔اسلام کا سیاسی نظام۔چوہدری غلام رسول

۳۶۔جدید سیاسی تصورات۔بیروز بخت بخاری

۳۷۔مبادیاتِ مدنیت۔خورشید کمال عزیز

۳۸۔تعارف مدنیت۔امین جاوید

۳۹۔سیاست مدن۔مطیع اللہ محمود

۴۰۔کتابِ شہریت۔محمد سرور

۴۱۔مقدمہ ابن خلدون۔ترجمہ سعد حسن یوسفی

۴۲۔فیروز اللغات (اردو جامع)

۴۳۔حضور اکرم پیغمبر امن وسلامتی۔ڈاکٹر اسحاق قریشی

معاشی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کا کردار (تعلیماتِ نبوی ﷺ میں)

محمد ساجد خان خاکوانی۔ اسلام آباد

مقدمہ

خالقِ کائنات اللہ رب العزت کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل ''بھوکے کا پیٹ'' بھرنا ہے۔ نبی آخرالزماں کے توسط سے جو نظامِ زندگی بنی نوعِ انسان کو میسر ہوا اس میں اسی نکتہ کو مرکزیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اپنا سب سے پہلا تعارف ''پالنے والے'' (۱) کی حیثیت سے کرایا۔ سب سے بزرگ عبادت نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی کثرتِ تکرار اس تسلسل کے ساتھ وارد ہوئی کہ شاید نماز بھی زکوٰۃ کے لئے ہی فرض ہوئی ہو تاکہ اجتماعی ماحول میں نماز کے ذریعے منعم اور گدا کے فاصلوں کو کم کیا جا سکے۔ روزہ، دوسری اہم عبادت براہ راست بھوکے کے احساسات کی آگاہی دیتا ہے۔ زیارتِ بیت اللہ کے سیاسی، سماجی، مذہبی اور تعلیمی اثرات معطل بھی ہو جائیں تو معاشی فوائد باقی رہتے ہیں۔ محض حج و عمرہ سے گلی محلے میں پھولوں کے ہار پہنانے والے اور دیگیں پکانے والے سے لے بڑی بڑی حکومتوں اور ہوائی سفر کے اداروں کا روزگار کھلتا ہے اور مکہ جیسی سرزمین جہاں درخت پر پھلی تک نہیں اگتا دنیا بھر کی صنعتوں کا مال دُنیا بھر کے اہلِ ثروت خریدنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور جہاد کے بارے میں تو محسنِ انسانیت ﷺ نے خود فرما دیا تھا کہ میرا (میری امت کا) رزق نیزے کی انی کے نیچے رکھ دیا گیا ہے (۲)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ پر اپنے اس احسان کا خصوصاً ذکر کیا ہے کہ ''اس نے تمہیں بھوک میں کھانا کھلایا'' (۳) چنانچہ محسنِ انسانیت ﷺ نے اپنی آمد آمد کے بعد جس اچھے حالات کی پیش گوئیاں فرمائیں ان میں ''بھوکے کا پیٹ بھر جانے'' کے پسِ منظر میں مالی خوش حالی کا ذکر نمایاں ملتا ہے۔ مثلاً مکی زندگی میں جب کفار کے بے پناہ ظلم کی شکایت کی گئی تو محسنِ انسانیت نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم! ایک وقت آئے گا کہ صنعاء سے حضرموت تک ایک عورت تن تنہا سفر کرے گی اور اسے سوائے خدا کے کسی کا خوف نہ ہو گا (۴) ہجرت کے دوران سراقہ بن مالکؓ کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کے کنگنوں کی خوش خبری دی (۵) اور غزوہ احزاب کے موقع پر جب افلاس اور بے سروسامانی کے بادل پوری طرح گرج رہے تھے محسنِ انسانیت ﷺ نے روم و ایران کی فتوح کی نوید سنائی (۵)

محسنِ انسانیت ﷺ نے کبائر کے مرتکب افراد کے بارے میں بھی ''بھوکے کا پیٹ بھرنے'' پر مغفرت کی دُعا کی امثال پیش کیں مثلاً ایک بدکار عورت کے بارے میں اطلاع دی کہ پانی پی چکنے کے بعد اس نے ایک کتے کو دیکھا جو

پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔اس بدکار عورت نے کنویں سے پانی نکال کر اس جانور کو پلایا جس کے عوض اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے (۶) ایک عابد نے چار سو سال عبادت کی، ابلیس عورت کی شکل میں اس کے سامنے آیا تو عابد اس سے لذت اندوز ہو چکا حصول طہارت کے لئے جھیل پر گیا تو چار روٹیاں ساتھ لے گیا۔ دوران غسل ایک مسافر کے سوال پر اشارہ سے دو روٹیاں کھا لینے کی اجازت دی۔ نامہ اعمال پیش ہونے پر چار سو سال کی عبادت چند لمحوں کی لذت کے برابر پڑ گئی اور دو روٹیوں کا اشارہ ہی باعث بخشش ہوا (۷)

شریعت محمدی میں کفارے کے اعمال عموماً تین طرح کے ہیں۔ پہلی قسم غلام آزاد کرنا، جب کہ محسن انسانیت ﷺ کی بعثت مبارکہ کرۂ ارضی سے غلامی کے خاتمے کا مقدمہ بنی۔ کفارے کی دوسری قسم کے اعمال روزے رکھنا ہے جن کی تعداد اور بعض شرائط ایسی ہیں کہ دشوار ترین۔ تب صرف قسم رہ جاتی ہے کہ ''بھوکا کا پیٹ بھرا جائے'' مثلاً قسم توڑ دی تو دس مساکین کو کھانا کھلانا جائے (۸) جو روزے نہ رکھ سکے وہ مسکین کو کھانا کھلائے (۹) جو روزہ توڑ بیٹھے وہ ساٹھ مساکین کے طعام کا اہتمام کرے (۱۰) حج کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی غلطی ہو جائے تو قربانی دے (۱۱) اور احرام کی حالت میں شکار کر بیٹھے تو قربانی دے (۱۲) وغیرہ

''بھوکے کا پیٹ بھرنا'' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس قدر پسندیدہ عمل ہے کہ بعض مراسم عبودیت کے ساتھ اسے لازم قرار دیا ہے بلکہ دیگر عبادات کی تکمیل اور شکرانے کے ساتھ اسے مشروط کر دیا ہے مثلاً رمضان کے روزے راستے میں رہیں گے جب تک کہ فطرانہ ادا نہ ہو جائے (۱۳) حج کی تکمیل بغیر قربانی کے ممکن نہیں۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا وجوب اور فصل اترنے پر عُشر کا واجب ہونا (۱۴) نصاب پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جو محسن انسانیت سے علیحدگی میں ملنا چاہے وہ بھی صدقہ کر کے آئے (۱۵) نکاح کیا ہے تو ولیمہ کرے (۱۶) بیٹا پیدا ہوا ہے یا بیٹی، عقیقہ کرے (۱۷) نومولود کے سر کے بالوں کے برابر صدقہ کرے۔ حتیٰ کہ جس کے ہاں کوئی فوت ہو جائے تو اس کی تالیفِ قلب بھی اس طرح کرے کہ تین دن تک اس کے ہاں کھانا بھجوائے (۱۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا واسطہ دے کر مسکین، یتیم اور گرفتار کو کھانا کھلانے کا تقاضا کیا ہے (۱۹) اپنے راستے میں مال خرچ کرنے کو سات سو گناہ بڑھا کر لوٹانے کا وعدہ کیا ہے (۲۰) اور اسے اپنے ذمے قرض قرار دیا ہے (۲۱) محسن انسانیت ﷺ نے موقع بہ موقع ''بھوکے کا پیٹ بھرنے'' کا شوق بیدار کیا، جس کا پڑوسی بھوکا سو گیا وہ ہم میں سے نہیں (۲۲)۔ جس بستی میں کوئی بھوکا سو جائے تو اس بستی کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم وغیرہ

بھوکے کا استحصال کرنے والے سود خور اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ کا عندیہ ہے (۲۳) سونا، چاندی سینت سینت کر رکھنے والے کو عذابِ دوزخ کی وعید (۲۴) اور فضول خرچ شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے (۲۵) نبوی معاشرے کے تسلسل میں مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جنگ کی گئی۔ دورِ فاروقی میں انقلابِ نبوی اپنے تکمیلی مراحل میں تھا تو

سب انسان مسلمان نہیں ہو گئے تھے اور سب مسلمان متقی و پرہیز گار نہیں ہو گئے تھے البتہ بھوکے انسان کی بھوک، شکم سیری میں بدل چکی تھی۔

زکوٰۃ و عشر

زکوٰۃ کا مطلب طہارت و پاکیزگی ہے(۲۶) اور عُشر کا مطلب دسواں حصہ ہے(۲۷) اسلامی تعلیمات میں زکوٰۃ و عشر مالی عبادات کے لئے استعمال ہونے والی اصطلاحیں ہیں۔ زکوٰۃ دین اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رکن ہے(۲۸)

''زکوٰۃ کسی مال دار آدمی کا بالا رادہ اپنے مال میں سے ایک متعین حصہ چند مخصوص مصارف میں خرچ کئے جانے کے لئے الگ کر دینا ہے(۲۹) یا ''زکوٰۃ مال کا وہ مقرر حصہ ہے جس کا نیتِ زکوٰۃ کے ساتھ ادا کرنا صاحبِ نصاب پر واجب ہوتا ہے تاکہ اس کے متعین مصارف میں خرچ کیا جا سکے''(۳۰)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے سونا ۸۵ گرام اور چاندی کی مقدار ۲۳۴ گرام ہے۔ زکوٰۃ کی شرح 2.5 (ڈھائی فی صد) اور مدت ایک سال ہے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے ''اگر تمہارے پاس دو سو درہم ایک سال تک رہیں تو ان میں سے پانچ درہم زکوٰۃ کے طور پر ادا کرو''(۳۲) سونے چاندی کے علاوہ زمین، جائیداد، مال تجارت اور مال مویشیوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔

ہر اس زرعی پیداوار پر بھی زکوٰۃ عائد ہوتی ہے جسے سکھا کر ذخیرہ کیا جاتا ہے اور پیمانوں سے ناپ تول کر فروخت کیا جاتا ہے۔ نیز اس زرعی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ہے جس کو نچوڑ کر محفوظ کیا جاتا ہے۔ خشک کی جانے والی چیزوں کی مثال گندم، چاول، مکئی اور دالیں ہیں(۳۳) حضرت عمر فاروقؓ کے نزدیک سبزیوں اور پھلوں پر زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ وہ مکیلات میں سے نہ ہوں(۳۴) محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ غلہ اور کھجور جب تک پانچ وسق (۳۲ من) سے زائد نہ ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم پر اور نہ پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی سے کم پر زکوٰۃ واجب ہے(۳۵) نیز محسن انسانیت نے فرمایا جو غلہ بارش، نہر اور چشموں کے پانی سے سیراب ہو یا زمین کی تری سے پیدا ہوا اس میں سے دسواں حصہ لیا جائے گا اور جو مصنوعی آب پاشی سے سیراب کیا جائے گا اس سے بیسواں حصہ(۳۶) چنانچہ ایسی فصلیں جن کی آب پاشی میں مشقت اور کلفت پیش آتی ہے ان کی زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے اور جن فصلوں کی آب پاشی میں مشقت پیش نہیں آتی ان کی زکوٰۃ دسواں حصہ یعنی عشر ہے(۳۷)

زکوٰۃ کا مال فقراء، مساکین، محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین، مولفۃ القلوب، گرفتار، مقروض اور راہ اللہ کے مسافروں پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے(۳۸) بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں اور زکوٰۃ دینے والے پر ان کی کفالت واجب نہ ہو(۴۰) زکوٰۃ جس علاقے سے اکٹھی کی جائے گی وہیں تقسیم کی جائے گی اور تقسیم کا نظام اجتماعی ہوگا۔(۴۱)

زکوٰۃ خلوص سے ادا کرنا، اس کا اجر صرف خدا سے چاہنا، مال کا بہتر حصہ ادا کرنا، جس کو زکوٰۃ دینا اس کی عزت نفس کا احترام کرنا، زکوٰۃ دے کر اپنے اندر احساس برتری کی بجائے جذبۂ شکر پیدا کرنا اور زکوٰۃ دے کر جتلانے کی بجائے پرہیز کرنا چند آداب زکوٰۃ ہیں (۴۲)

زکوٰۃ وعُشر کا کردار

ا۔ معاشرتی برائیوں کا انسداد

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے کہا کہ میں صدقہ دوں گا بعدازاں وہ صدقہ دے کر نکلا اور اسے چور کے ہاتھ رکھ کر آ گیا۔ فجر کے وقت لوگ کہنے لگے چور کو صدقہ ملا ہے۔ اس شخص نے کہا اگر چہ چور ہی کو صدقہ دیا گیا تاہم چور کو صدقہ دیئے جانے پر یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے میں اور صدقہ دوں گا۔ بعدازاں وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک بدکار عورت کے پاس رکھ آیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہا ایک بدکار عورت کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس شخص نے کہا چور، بدکار عورت کو صدقہ دینے پر یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے میں ایک اور صدقہ دوں گا۔ پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک مال دار کو دے آیا۔ صبح کے وقت لوگوں نے کہا ایک مال دار کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ چور، بدکار اور مال دار کی خیرات پر تیرا لاکھ لاکھ شکر۔ بعدازاں اس شخص کو خواب میں بتلایا گیا تیرا صدقہ منظور و مقبول ہو گیا۔ بدکار اس لئے کہ شاید وہ بدکاری سے بچ جائے اور چور اس لئے کہ شاید وہ چوری سے بچ جائے اور مال دار کا اس لئے کہ شاید وہ سوچے اور شرمائے اور اس مال دولت سے خرچ کرے جو اللہ شانہٗ اُسے دیا تھا۔

اا۔ معاشی عدل

"جس کے پاس قوت یا طاقت (سواری) کا سامان اپنی حاجت سے زیادہ ہو اسے چاہئے کہ وہ فاضل سامان اس محتاج کو دے دے جس کے پاس کچھ نہیں۔ جس شخص کے پاس اشیائے خورد و نوش ضرورت سے زائد ہوں وہ اپنا فاضل سامان محتاج کو دے دے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں اس طرح محسن انسانیت ﷺ مختلف انواع کا ذکر کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں" (۴۴)

ااا۔ احترام انسانیت

محسن انسانیت ﷺ اپنے بنائے ہوئے معاشرے میں زکوٰۃ دینے والوں کو اور لینے والوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ساری عمر فقر و درویشی کے عالم میں گزار کر مستحقین زکوٰۃ کو اپنے سے قریب تر ہونے کا تصور دیا اور دولت کی بنا پر دوسروں کو حقیر سمجھنے والوں کو یہ درس دیا کہ عزت کا معیار تقویٰ ہے (۴۵)

IV۔ گردشِ دولت

''سرمایہ دارانہ نظام کا پورا ڈھانچہ ایسی نہج پر کھڑا کیا گیا ہے کہ قدرتی طور پر اس میں دولت کی گردش ناہموار رہتی ہے۔ پورے سماج کی دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے اور دیگر افراد معاشرہ غریب سے غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام گردش دولت کی اس ناہمواری کا شدت سے سدِ باب کرتا ہے۔ سود کی حرمت اور نظام زکوٰۃ کے ذریعے اس بات کا خاص اہتمام کرتا ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے کی بجائے پورے معاشرے میں گردش کرتی ہے'' (۴۶)

V۔ صالح سوسائٹی کا اہتمام

''قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ دو قسم کے کرداروں کو پیش کرتا ہے: ایک کردار خود غرض، زر پرست قسم کے انسان کا ہے جو خدا اور خلق کے حقوق سے بے پرواہ ہو کر روپیہ گننے اور گن گن کے سنبھالنے اور ہفتوں اور مہینوں کے حساب سے اسے بڑھانے اور اس کی بڑھوتی کا حساب لگانے میں منہمک ہو۔ دوسرا کردار ایک خدا پرست کا، فیاض، ہمدرد انسان کا کردار ہے جو خدا اور خلق خدا دونوں کا خیال رکھتا ہے۔ اپنے وقت بازو سے کما کر خود کھائے اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی کھلائے اور دل کھول کر نیک کاموں میں خرچ کرے۔ پہلی قسم کا کردار خدا کو سخت ناپسند ہے۔ دُنیا میں اس کردار پر کوئی صالح سوسائٹی نہیں بن سکتی اور آخرت میں ایسے کردار کے لئے غم واندوہ اور کلفت و مصیبت کے سوا کچھ نہیں۔ بخلاف اس کے اللہ کو دوسری قسم کا کردار پسند ہے اس سے دُنیا میں صالح سوسائٹی بنتی ہے اور وہی آخرت میں انسان کے لئے موجب فلاح ہے'' (۴۷)

VI۔ معاشی مسئلہ کا اسلامی حل

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: تین اشیاء میں سب انسان برابر کے شریک ہیں آگ، سبزہ اور پانی (۴۸)
آگ سے مراد وہ تمام ایندھن ہیں جنہیں جلا کر توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ سبزہ سے مراد جنگلات اور ان میں پلنے والا شکار اور پانی سے مراد تمام آبی اور زیر زمین وسائل ہیں۔ حکومت ان وسائل سے حاصل ہونے والی آمدنی تمام آبادی میں برابر تقسیم کر دے تو معاشی مسئلہ پیدا ہی نہیں ہو۔

VII۔ اقتصادی تعاون

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: ایک علاقے کے امراء سے زکوٰۃ وصول کر کے اسی علاقے کے غرباء میں تقسیم کرو (۵۰) اس حکم پر عمل کرنے سے ایک بستی میں اقتصادی توازن پیدا ہو گا اور امیروں کی زکوٰۃ پر غرباء اپنی روزمرہ کی زندگی کی بنیاد رکھیں گے اور اپنی صحت و توانائیوں سے محنت و مزدوری کر کے اس قابل ہو سکیں گے کہ زکوٰۃ دینے کے قابل ہو سکیں۔ چنانچہ معاشی عدم توازن سے پیدا وِالی طبقاتی کشمکش کا سدِ باب ہو سکے گا۔ یہ نکتہ کارل مارکس اور انجلز کی سمجھ میں آجاتا تو وہ ایک غیر فطری فلسفہ اقتصادیات میں اپنی توانائیاں ضائع نہ کرتے (۵۱)

VIII۔ تقسیمِ دولت ہی اصل بچت

ایک بار بکری ذبح کی گئی تو جب گھر تشریف لائے توام المومنین حضرت عائشہؓ سے استفسار فرمایا کہ کیا بچا؟ جواب ملا ایک دستی (باقی راہِ خدا میں تقسیم کر دیا گیا تھا) فرمایا یوں کہو! ایک دستی خرچ ہوگئی جو تقسیم کر دیا ہے وہ بچ گیا ہے (۵۲) اس طرح ایک بار اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کسے اپنا مال پسند ہے اور کسے اپنے وارث کا؟ سب نے جواب دیا کہ ہر ایک کو اپنا مال پسند ہے۔ بھلا وارث کا مال کسے پسند ہو! چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کی راہ میں دے دو گے وہ تمہارا ہے جو بچ گیا وہ تمہارے وارث کا (۵۳) چنانچہ اسلامی معاشیات کے پیشِ نظر یہ چیز رہی ہے کہ دولت ملک کے ہر طبقے میں تقسیم ہوتی رہے (۵۴)

IX۔ اجتماعی فکر

محسن انسانیت ﷺ نے زکوٰۃ کو ایک سرکاری ادارے کی حیثیت سے متعارف کرایا اور اس کی تقسیم کا اجتماعی انتظام کیا تاکہ فرد، فرد کا احسان مند ہو کر اپنی عزتِ نفس ختم کرنے کی بجائے، فرد معاشرے کا احسان مند ہو'' اسلامی نظم معیشت میں بلا شک زیادہ کمانے والے موجود ہوں گے کیونکہ سعی وکسب کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر بھی مجبور ہوگا اور اس لئے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی جماعت بحیثیت جماعت کے خوش حال ہوتی جائے گی (۵۵)

X۔ مرقع نظم ہائے معیشت

'' اسلامی معاشی نظام ایسا بہتر نظام ہے جو اپنے اندر علم المعیشت کے قدیم وجدید نظام ہائے مذہبی وعقلی کے تمام محاسن سمیٹے ہوئے ہے اور اس سے بھی زیادہ خوبیوں کا مالک ہے اور ان کے مصائب ونقائص سے یکسر خالی ہے بلکہ ان کے مسموم اثرات کا بے نظیر تریاق'' (۵۶) حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ سے نہ صرف ادا کرنے والے کا مال صاف ہوتا ہے بلکہ پورا معاشرہ پاکیزگی وطہارت کو اپنے اندر سمیٹتے ہوئے اپنے فطری معاشرتی ارتقاء کی طرف گامزن ہوتا ہے

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش افرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف (اقبالؒ)

حوالہ جات

۱۔ القرآن: سورۃ الفاتحہ آیت ۹

۲۔ ابوحافظ محمد: موسوعہ اطراف حدیث جلد ۴، صفحہ ۴۹۵

۳۔ القرآن: سورۃ القریش آیت ۴

۴۔ منصور پوری، قاضی سلیمان سلمان: رحمۃ للعالمین، جلد ۳، ص ۱۹۳ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، تاریخ ندارد

۵۔

۶۔ بخاری، کتاب بداء الخلق، باب ۱۷، حدیث ۳۳۲۱

۷۔

۸۔ القرآن: سورۃ المائدہ آیت ۸۹

۹۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۸۴

۱۰۔ کفایت اللہ مفتی: روزہ اور زکوٰۃ، ص ۱۹، دعوہ اکیڈمی، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

۱۱۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۶

۱۲۔ سورۃ المائدہ آیت ۹۵

۱۳۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ۶، حدیث ۲۲۸۸

۱۴۔

۱۵۔

۱۶۔ خطیب تبریزی، محمد عبداللہ: مشکوٰۃ کتاب النکاح، باب الولیمہ

۱۷۔ ایضاً، باب العقیقہ

۱۸۔ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب صفۃ الطعام لاھل المیت

۱۹۔ سورۃ دھر آیت ۸

۲۰۔ سورۃ بقرۃ: ۲۰۱

۲۱۔ سورۃ بقرۃ: ۲۴۵

۲۲۔ بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب،

۲۳۔ سورۃ بقرۃ:۲۷۸۔۲۷۹

۲۴۔ سورۃ توبہ:۳۴

۲۵۔ سورۃ بنی اسرائیل:۲۷

۲۶۔ ابن منظور: لسان العرب، جلد ۶ ص ۱۶۵، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت

۲۷۔ ایضاً، جلد ۹

۲۸۔ مسلم، کتاب الایمان

۲۹۔ قلعہ جی ہرواس ڈاکٹر: فقہ حضرت ابوبکر، ترجمہ مولانا عبدالقیوم، ادارہ معارف اسلامیہ لاہور ۸۹ص ۱۵۰

۳۰۔ ایضاً، فقہ عبداللہ بن مسعود، ایضاً ص ۳۰۲

۳۱۔ اسلامی طرز فکر، ادارت عادل صلاحی: ترجمہ عبدالسلام سلامی، ایکارپی کے کراچی، تاریخ ندارد

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ قلعہ جی رواس ڈاکٹر: فقہ حضرت عمر، ترجمہ مولانا عبدالقیوم، ادراہ معارف اسلامی، لاہور، ۹۰ء، ص ۳

۳۴۔ ایضاً، ص ۳۶۴

۳۵۔ شرح مسلم شریف، جلد ۲، ص ۸۸۴، ترجمہ غلام رسول سعیدی

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ قلعہ جی رواس ڈاکٹر: فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود، ص ۳۰۸۔۳۰۹

۳۸۔ سورۃ توبہ:۶۰

۳۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اخذ الصدقہ من الاغنیاء وترد علی الفقراء

۴۰۔ ابن قدامہ: المغنی، کتاب الزکوۃ، جلد ۴، ص ۹۸ مطبوعہ ریاض، ۱۹۹۷ء

۴۱۔ گیلانی، سید اسعد: نظام عشر وزکوۃ حقیت اور نفاذ، ماہنامہ الحسنات زکوۃ وعشر نمبر، ص ۹۵۔۹۶، جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۲۰، فروری ۱۹۸۷ء، ادارہ الحسنات لاہور، ۱۹۸۷ء

۴۲۔ اصلاحی محمد یوسف: نظام دین میں زکوۃ کی اہمیت، ایضاً ص ۲۴۔۲۵

۴۳۔ بخاری، جلد اوّل، ترجمہ مولانا عادل خان، ص ۵۳۳، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۸۵ء

۴۴۔ صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب اللقطہ

۴۵۔ سورۃ حجرات:۱۳

۴۶۔ عثمانی محمد محترم نعیم: اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، ص ۲۷، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۵

۴۷۔ مودودی سید ابوالاعلیٰ: سود اور زکوٰۃ، ماھنامہ الحسنات، زکوٰۃ وعشر نمبر، ۸۷ء، ص ۲۱۵

۴۸۔ سنن ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی منع الماء

۴۹۔ غفاری ڈاکٹر نور محمد: اسلام کا معاشی نظام، ص ۳۳۱۔۳۳۳، (ملخص) مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، دسمبر ۱۹۹۴ء

۵۰۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ الصدقه من الاغنیاء وترد علی الفقراء

۵۱۔ ماھر القادری: زر و مال اور پاکیزگی، ماھنامہ الحسنات، فروری ۸۷ء، ص ۳۰

۵۲۔ جامع ترمذی، کتاب الصفۃ القیامۃ باب ۳۳

۵۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، فصل اوّل

۵۴۔ یوسف الدین محمد ڈاکٹر: اسلام کے معاشی نظریے، الائیڈ بک کمپنی، جامعہ کراچی، ۸۴ء، ص ۲۷۴۔۲۷۵

۵۵۔ آزاد ابوالکلام: ترجمان القرآن، جلد دوم، ص ۱۳۲

۵۶۔ سیوہاروی حفظ الرحمان: اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۳۹، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۱ء

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

ڈاکٹر خالد محمود ترمذی۔ڈیرہ اسماعیل خاں

معیشت کا مفہوم:

معیشت کے معنی ہیں کھانے پینے کی جس چیز سے گزران ہو سکے، ذریعہ زندگی، سامانِ زیست یعنی زندگی کے ذرائع کی تلاش کرنا۔عربی میں قصد اور اقتصاد بھی اسی کے ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں جن کے لغوی معنی میانہ روی اور عمدہ چال چلن ہیں ۔اصطلاح میں ایسے وسائل کے علم کو کہتے ہیں جو دولت وثروت کی پیداوار کے مناسب طریقے اس کے صحیح مصارف اور اس کی ہلاکت و بربادی کے اسباب سے آگاہ کرے۔اس لئے علم الاقتصاد اس علم کا نام ہے جو ان وسائل کے صحیح وغلط ہونے سے بحث کرتا ہے۔

تاریخ معیشت

خلاقِ فطرت نے جب اپنی مخلوق کو پیدا کیا تو زمین میں اس کے لئے وافر مقدار میں سامانِ زندگی بھی پیدا کیا ۔خزائن رزق سے ہر مخلوق حسبِ ضرورت رزق حاصل کر لیتی کسی کو اس کی قیمت ادا نہ کرنا پڑتی ۔کیونکہ اس کا رزق کسی مخلوق کے قبضے میں نہیں تھا۔حضرت انسان کا بھی تقریباً یہی حال تھا وہ جب چاہتا اپنا رزق خواہ وہ جنگلی پھلوں کی شکل میں ہوتا یا شکار کے جانوروں کی صورت میں ۔بے دھڑک حاصل کر لیتا۔اللہ کی وسیع وعریض زمین میں جہاں سینگ سماتے سر چھپانے اور رہنے کی جگہ بنالیتا لیکن تنوع پسند انسان زیادہ مدت اس حال میں نہیں رہ سکتا تھا کیونکہ مشیت ایزدی بھی یہ نہیں تھی بلکہ وہ یہ چاہتی تھی کہ انسان انفرادیت چھوڑ کر اجتماعی زندگی اختیار کرے اور اپنی صناعی سے ان وسائل و ذرائع زندگی میں بہتری پیدا کرے جو قدرت نے فراہم کئے تھے۔

تمدن کا آغاز

اجتماعی زندگی کے نتیجے میں انسان متمدن ہوا۔تمدن کے یہ نتائج پیدا ہونے ضروری تھے۔

اوّلاً انسان کی ضرویاتِ زندگی بڑھیں اور ہر شخص اپنی تمام ضروریات فراہم نہ کر سکے بلکہ اس کی کچھ ضرورتیں دوسروں اور دوسروں کی اس سے متعلق ہوئی۔ثانیاً ضروریاتِ زندگی کا مبادلہ (Exchange) عمل میں آیا اور اس طرح تبادلہ اشیاء کا

ایک ذریعہ (Medium) وجود میں آیا۔ ثالثاً اشیاءِ ضرورت تیار کرنے کے آلات اور حمل ونقل کے وسائل میں اضافہ ہوا اور جتنی نئی چیزیں انسان کے علم میں آئیں ان سب سے وہ فائدہ اٹھائے۔ رابعاً انسان کو اس امر کا اطمینان حاصل ہو کہ جن چیزوں کو اس نے اپنی محنت سے حاصل کیا اس کے کام کرنے کے آلات، وہ زمین جس پر اس نے گھر بنایا وہ مقام جہاں وہ کام کرتا ہے وہ سب اسی کے قبضے میں رہیں گے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا کو منتقل ہوں گے۔

تمدن کی نشوونما کے ساتھ یہ بھی ناگزیر تھا کہ

ا۔ مختلف انسانوں کی قوتوں اور قابلیتوں کے درمیان جو فرق خود فطرت نے رکھا ہے اس کی وجہ سے بھی انسانوں کو اپنی ضرورت سے زیادہ کمانے کا موقع مل جائے اور بعض اپنی بقدر ضرورت اور بعض اس سے کم کمائیں۔

۲۔ وراثت کے ذریعے بعض کو زندگی شروع کرنے کے لئے زیادہ وسائل میسر ہوں، بعض کو کم وسائل اور بعض کو بغیر وسیلہ کے اپنے کاروبارِ زندگی کا آغاز کریں۔

۳۔ ہر آبادی میں ایسے لوگ موجود ہیں جو کسبِ معاش کے کام میں حصہ لینے اور اسبابِ زندگی کے تبادلہ میں شریک ہونے کے قابل نہ ہوں (مثلاً بچے، بوڑھے، بیمار، اپاہج اور معذور وغیرہ)

۴۔ بعض انسان خدمت لینے والے اور بعض خدمت انجام دینے والے ہوں اور اس طرح آزادانہ صنعت، تجارت اور زراعت کے علاوہ ملازمت، نوکری اور مزدوری کی صورتیں پیدا ہوئیں۔

انسان کا معاشی مسئلہ

تمدن کی ان ناگزیر صورتوں کا رونما ہونا کوئی برائی یا گناہ نہیں ہے کہ ان کے استیصال کی فکر کی جائے۔ تمدن کی خرابی کا دوسرے اسباب میں جو بُرائیاں جنم لیتی ہیں ان کے اصل سبب کو نہ پا کر مخالفین کبھی انفرادی ملکیت کے، کبھی سرمایہ و دولت کے کبھی مشین کے، کبھی انسانوں کی فطری مساوات کے اور کبھی خودغرضی ہی کے درپے ہو جاتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ غلط تشخیص اور نتیجتاً غلط علاج ہے۔ انسانی فطرت کے تقاضے سے تمدن میں جو نشوونما ہوتا ہے اس نشوونما کے فطری نتیجے میں جو صورتیں رونما ہوتی ہیں اُن کی روکنے کی ہر کوشش نادانی ہے۔ اس میں فلاح و کامرانی کی بجائے تباہی و نقصان زیادہ ہے۔ انسان کا اصل معاشی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ تمدن کی فطری ترقی کو کیسے روکا جائے یا اس کے قدرتی مظاہر کو کیسے بدلا جائے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمدن کی فطری رفتارِ ترقی کو برقرار رکھتے ہوئے، اجتماعی ظلم و ناانصافی کو کیسے روکا جائے یا اور فطرت کا یہ تقاضا کہ ہر مخلوق کا اس کا رزق پہنچے کیسے پورا کیا جائے اور ان مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کیا جائے جن کی وجہ سے بہت سے انسانوں کی قوتیں اور قابلیتیں محض وسائل میسر نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں اور بعض مایوس لوگ اپنی زندگیاں اپنے ہاتوں سے ختم کر بیٹھتے ہیں (۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی ؒ حجۃ اللہ البالغہ میں باب ''ابتغاء الرزق'' میں فرماتے ہیں:

''نیز اسباب معیشت کے اسباب بننے میں اصل الاصول یہ کہ اموال مباح میں سے کسی شے کو اپنے قبضے میں کیا جائے یا ان اموال مباح کے وسیلے سے جو کہ مالی ترقی کا ذریعہ بنا کرتے ہیں اپنے مقبوضہ اور مختصہ مال کو ترقی دی جائے مثلاً چرائی کے ذریعے سے چوپایوں کی افزائش نسل یا زمین کی درستی اور پانی کی سیرابی کے ذریعے زراعت وکاشت کاری۔ لیکن مال مباح کو اپنے لئے خاص کرنے اور یا دوسرے مال مباح کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ بنانے میں شرط اولیں یہ ہے کہ تصرفات اس طرح عمل میں نہ آئیں کہ ایک فرد دوسرے فرد کے لئے معاشی ذرائع کی تنگی اور ضیق کا باعث بن جائے اور اس طرح تمدن کو فاسد اور برباد کرے۔'' (۳)

جدید معاشی نظریات

جدید ماہرین معاشیات نے معاشیات کے تین نقطہ ہائے نظر پیش کئے ہیں:

۱۔ مابعد الطبیعاتی عملی نقطہ نظر یا معیاری نقطہ نظر

۲۔ طبیعاتی نقطہ نظر یا ترتیبی نقطہ نظر

۳۔ تمدنی یا افہامی نقطہ نظر

ڈاکٹر ذاکر حسین ان تینوں نقاط نظر کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''ان تینوں گروہوں (معروضی، موضوعی، ریاضیاتی) میں مشترک یہ کہ سب فلسفہ کے مقابلہ میں 'علم' کے حامی ہیں یعنی جو کچھ ہے اس کے بارے میں بحث کرنا چاہتے ہیں جو ہونا ہے اس سے سروکار نہیں رکھتے۔ تمام مافوق التجربہ اور مابعد الطبیعی عناصر سے اپنے علم کو پاک اور صاف رکھنا چاہتے ہیں اور معاشیات می اخلاقی احکام کے سخت مخالف ہیں۔ ان سب کے نزدیک علوم طبیعی زیادہ مکمل علوم ہیں۔ انہیں سے تمام دوسرے علوم ہیں۔ خصوصاً معاشیات میں نمونہ کا کام لینا چاہیئے۔ لہذا ترتیبی معاشیات کا مقصد یہ ہے کہ قوانین مرتب کرے تاکہ ہر منفرد مظہر معاش کو کسی قانون کے تحت

بہ حقیقت ایک مخصوص وظیفہ کے لایا جا سکے کہ یہی ان کے نزدیک فطری علم کی کُل کائنات ہے" (۴)

مشہور ماہر معاشیات مثلاً جان اسٹوارٹ مل (John Stwart Mill) کارل منگر (Carl Min gar) کارل مرکس (Karl Marx) پریٹو (Parito) اسی نظریئے کے حامل ہیں۔ سرمایہ دارانہ معاشی نظام (Capitalism) جو ایک سراسر استحصالی نظام ہے اس کے ردِ عمل کے طور پر رونما ہونے والے اشتراکی نظام میں کمیونزم یا سوشلزم (Socialism) کی ستائی ہوئی انسانیت ایک عادلانہ معاشی نظام کی متلاشی ہے۔

علامہ اقبالؒ نے ان دونوں کے متعلق کیا سچ کہا ہے:

ہر دو یزدان ناشناس آدم فریب ہر دو را جان ناصبور و ناشکیب

دونوں نظام مادیت پرستی کی ناجائز اولاد ہیں۔

وہ عادلانہ معاشی نظام جو ایک ایسی حیات اجتماعی کا مظہر ہو جس میں انسانوں کے مابین ایسا تعاون اور اشتراک موجود ہو جس کی بنیاد عدل اور معیشت کی مساوات پر قائم ہو اس قسم کو تعاون و اشتراک جب ہی ممکن ہے کہ نظام معیشت میں حسب ذیل اصول کارفرما ہوں:

۱۔ وہ نظام ہر متعلقہ فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہو اور اپنے دائرۂ عمل میں کسی بھی فرد کو معاشی زندگی سے محروم نہ رکھے۔

۲۔ ایسے اسباب و وسائل کا قلع قمع کرتا ہو جو معاشی دستبرد کے مواقع فراہم کر کے افرادِ معاشرہ کے درمیان ظلم و استبداد کی راہیں کھولتے اور معاشی نظام کے فساد کا موجب بنتے ہوں۔

۳۔ دولت اور اسباب دولت کو کسی خاص فرد یا محدود جماعت کے اندر سمٹ آنے اور اس فرد یا جماعت کو نظام معیشت قابض و مسلط ہونے سے باز رکھتا ہو تاکہ معاشی نظام تمام بنی نوع انسان کی فلاح کی بجائے مخصوص طبقات کے اغراض کا آلہ کار بن کر نہ رہ جائے۔

۴۔ محنت اور سرمایہ کے درمیان صحیح توازن قائم کر کے ایک کو دوسرے کی حدود اور حقوق پر غاصبانہ دستبرد سے بچاتا ہو۔

اسلامی نظام معیشت

انسانی معیشت کے بارے میں قرآن مجید فرقان حمید کی جو تعلیمات ہیں وہ یہ ہیں کہ:

''وہ تمام ذرائعِ ووسائل جن پر انسانی معیشت کا انحصار ہے اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔اس نے ان کو اس طرح بنایا ہے اور ان کے لئے ایسے فطری قوانین وضع کیے ہیں کہ وہ انسانیت کے لئے نفع رساں ہیں اور اسی نے ان سے انسان کو نفع اٹھانے کا موقع دیا اور ان پر اسے تصرف کا اختیار دیا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہے۔

مثلاً درج ذیل قرآنی آیات دیکھئے:

ا۔هوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ:وہی ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔

۲۔''اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا۔پھر اس کے ذریعے سے تمہارے رزق کے لئے پھل نکالے اور تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے مفاد میں ایک دستور پر قائم کیا کہ پیہم گردش کر رہے ہیں اور دن رات کو تمہارے مفاد میں ایک قانون کا پابند کیا اور وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے (۵)

(سورۃ ابراہیم:۳۲ تا ۳۴)

حلال وحرام کا حدود مقرر کرنا اللہ ہی کا حق ہے

اسی بنیاد پر انسان ذریعہ معاش کے اکتساب اور استعمال میں نہ تو آزاد ہے اور نہ اپنی مرضی حرام وحلال اور جائز و ناجائز کے حدود وضع کرسکتا ہے۔بلکہ یہ حق خدا کا ہے کہ اس کے لئے حدود مقرر کرے۔

فرمان آلٰہی ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال و هذا حرام

(سورۃ النحل:۱۱۶)

''اور اپنی زبانوں سے یہ احکام نہ لگاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام''(۶)

علامہ سید محمد آلوسیؒ روح المعانی میں اس کی تشریح فرماتے ہیں:

''اس آیت کا ماحاصل یہ ہے،جیسا عسکری نے بیان کیا ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم تم کو اللہ اور اس کے رسول سے نہ پہنچے اسے حلال یا حرام نہ کہو ورنہ تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہو گے کیونکہ حلت اور حرمت کا مدار اللہ کے حکم کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے''(۷)

اسلامی نظم معیشت کے اصول و مقاصد

ا۔ شخصی آزادی اور شخصی ملکیت کا محدود حق

پہلا اصول

اسلام انسان کی آزادی کو بہت بڑی اہمیت دیتا ہے اس لئے کہ ہر شخص فرداً فرداً ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرداً فرداً اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہے۔ یہ جواب دہی مشترک نہیں ہے نہ وہ کسی دوسرے کے اعمال کا جواب دہ ہے۔ فرمان آلٰہی ہے:

ولا تکسب کل نفس الا علیھا ج ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ (سورۃ الاعراف:۱۶۴)

ترجمہ: ''اور نہیں کماتا کوئی شخص کوئی چیز مگر وہ اسی کے ذمے ہوتی ہے اور نہ کوئی اُٹھائے گا کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ'' (۸)

معاش کے ذرائع و وسائل میں شخصی ملکیت کا حق دینا انسان کی اُسی آزادی کو محفوظ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اسلام شخصی ملکیت اور ذرائع پیداوار کے درمیان اسی لحاظ سے فرق نہیں کرتا کہ یہ ذرائع پیداوار کی ملکیت ہے (اس لئے شخصی ملکیت سے ساقط ہے) یا اشیاءِ صرف کی ملکیت، یا یہ محنت سے کمائی ہوئی دولت سے بغیر محنت کے بلکہ وہ اس لحاظ سے فرق کرتا ہے کہ یہ جائز ذرائع سے کمائی گئی دولت ہے یا ناجائز ذرائع سے اور اس کا استعمال لوگ صحیح طریقے سے کرتے ہیں یا غلط طریقے سے۔ اللہ تعالیٰ کی بالاتر ملکیت کے تحت اور اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر قرآن شخصی ملکیت کی اجازت دیتا ہے

لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃً عن تراضٍ منکم (سورۃ النساء:۲۴)

ترجمہ: ''ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہارے درمیان تجارت ہو آپس کی رضامندی سے۔

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا (سورۃ النور:۲۷)

ترجمہ: ''اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوں جب تک اجازت نہ لے لو''

واٰتوا حقہٗ یوم حصادہٖ (سورۃ الانعام:۱۴۱)

ترجمہ: ''اور فصل کاٹنے کے دن (زمین کی پیداوار میں سے (خدا کا حق ادا کرو''۔

خذ من اموالھم صدقۃ (سورۃ التوبۃ:۱۰۳)

ترجمہ: ''اے نبی! ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو''۔

واٰتو ا النسآء صدقاتهن نحلة (سورۃ النساء:۴)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کرو

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (سورۃ الذاریات:۱۹)

ترجمہ: ''اوران کے مال میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے''۔

مندرجہ بالا احکام شریعہ میں سے کسی پر بھی شخصی ملکیت کے بغیر عمل ممکن نہیں۔ اسلام ایک ایسی معیشت کا نقشہ پیش کرتا ہے جو افراد کے حقوق مالکانہ پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی ایسا اشارہ یا تصور نہیں کہ اشیاء صرف (Consumer Goods) اور وسائل پیداوار (Means of Production) میں امتیاز کر کے شخصی ملکیت صرف مقدم الذکر تک محدود ہے اور موخر الذکر اجتماعی ملکیت ہے۔ لیکن شخصی ملکیت کا یہ حق غیر محدود نہیں ہے۔ بلکہ فرد پر دوسرے افراد اور معاشرے کے مفاد کی خاطر ضروری پابندیاں عائد کرنے کے ساتھ ساتھ ہر فرد کے مال میں اس کے اقرباء، ہمسایوں، حاجت مند دوستوں اور کم نصیب انسانوں اور مجموعی طور پر پورے معاشرے کے حقوق ہیں۔ جس میں بعض جبری طور پر قابل تنفیذ ہیں اور بعض کی ادائیگی کے لئے افراد کو اُن کی ذاتی اخلاقی تربیت کے ذریعے تیار کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے

دوسرا اصول

دوسری بات یہ ہے کہ اس نظام میں اخلاقی اقدار سے معاشی اقدار کو آزاد رکھنے کی بجائے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس نظام میں انسان کی اخلاقی نشو ونما کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے کے اجتماعی نظام میں فرد کو اختیاری حسن عمل کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں تاکہ انسان میں فیاضی، ہمدردی، احسان و مروت، ایثار اور دوسرے اخلاقی فضائل روبہ عمل آئیں۔ اس لئے اسلام معاشی انصاف قائم کرنے کے لئے محض قانون پر انحصار نہیں کرتا بلکہ ایمان، عبادات، تعلیم اور اخلاقی تربیت کے ذریعے انسان کی ایسی داخلی اصلاح کرتا ہے۔ اس کے ذوق کو بدلتا ہے۔ اس کے اندازِ فکر کو تبدیل کرتا ہے اور اس کے اندر ایک مضبوط اخلاقی حس (Moral Sense) کو بیدار کرتا ہے جس سے وہ خود انصاف پر قائم رہے۔

تیسرا اصول

تیسرا اصول یہ ہے کہ اسلام انسانی وحدت واخوت کا حامی اور تفرقہ وتصادم کا سخت مخالف ہے اس لئے وہ انسانی معاشرے کو طبقات میں تقسیم نہیں کرتا اور قدرتی طور پر جو طبقات موجود ہیں ان میں طبقاتی نزاع (Class Struggle) کی بجائے ہمدردی اور تعاون واشتراک پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ معاشرے کے افراد میں دولت وثروت کے مساوی اور غیر مساوی تقسیم کی بجائے، منصفانہ تقسیم کا علم بردار ہے۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ تمام انسانوں میں ذرائع زندگی

یعنی وسائل زیست کو برابر تقسیم کیا جائے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خدا کی اس کائنات میں کہیں بھی مساوی تقسیم موجود نہیں ہے کہ یہ ایک غیر فطری چیز ہے۔ تمام انسانوں کو یکساں ذہانت سے نہیں نوازا گیا۔ ان کا حافظہ و یادداشت یکساں نہیں ہے۔ یہ سب حسن میں، طاقت و قوت میں، ذہانت و قابلیت میں برابر نہیں ہیں۔ یہ سب ایک طرح کے حالات میں پیدا نہیں ہوتے اور نہ ہی ان سب کو ایک ہی جیسے حالاتِ کار میسر ملے ہیں۔ جب ان تمام چیزوں میں مساوات نہیں یعنی عملاً ممکن نہیں ہے اور جہاں جہاں بھی مصنوعی طریقے طور پر اس کی کوشش کی گئی ہے وہ عملاً ناکامی سے دو چار ہوئی ہے اور اس کے غلط نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ روس اور اس کی نوآبادیات کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس لئے اسلام وسائل معیشت اور ثمراتِ معیشت کی مساوی تقسیم کی بجائے منصفانہ تقسیم چاہتا ہے (کیونکہ درجاتِ معیشت میں تفاوت فطری چیز ہے) اور اس معاشی انصاف کے لئے اس نے چند قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں۔

کسبِ حلال اور حرام ذرائع سے اجتناب

ان ضوابط میں سے پہلا ضابطہ یہ ہے کہ اسلام نے وسائل زیست کے حصول میں حلام وحرام کی حدود مقرر کی ہیں جہاں فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ آزادانہ جدوجہد کر کے اپنا معاش حاصل کرے اور جو کچھ کمائے وہ اس کا مالک ہے۔ وہاں سعی وجہد کے طریقوں میں اس نے حلال وحرام کی تمیز قائم کی ہے۔ اس ضابطے کی رُو سے انسان حلال ذرائع سے اپنی روزی جس طرح چاہے اور جتنی چاہے کمائے۔ یہ اس کی جائز ملکیت ہے کوئی طاقت اور کوئی قانون اس کی جائز ملکیت کو محدود کرنے یا اس سے بزور بازو لینے کا حق دار نہیں ہے۔ ہاں حرام ذرائع سے ایک ذرہ کمانے کمانے کا وہ بھی مجاز نہیں ہے۔ یہ جرم ہے اور اس کے جرم کی نوعیت کے لحاظ سے اسے قید و جرمانے یا ضبطی مال کی سزا دی جائے گی تا کہ اُسے ارتکاب جرم سے روکا جائے۔

حرام ذرائع

جو ذرائع اسلام میں حرام ہیں وہ ہیں رشوت، خیانت، غصب، غبن، سرقہ، ناپ تول میں کمی بیشی، فحاشی پھیلانے والے کاروبار، قحبہ گری، شراب اور دوسرے مسکرات کی صنعت و تجارت، سودی کاروبار، جوا، سٹہ، اور بیع وشراء کے تمام وہ طریقے جو دھوکے یا دباؤ پر مبنی ہوں یا جن سے معاشرے کے افراد میں باہم نزاع اور فساد کو اندیشہ ہو یا جو انصاف اور مفاد عامہ کے خلاف ہوں۔ ان کے علاوہ احتکار اور ذخیرہ اندوزی (Hoarding) ممنوع ہے۔ ایسی اجارہ داری (Monopoly) بھی منع ہو جو بغیر کسی معقول وجہ کے دولت اور اس کی پیدائش کے وسائل عام لوگوں کو فائدہ اُٹھانے سے محروم کرتی ہو۔ اس کے علاوہ چوری، ڈاکہ، گانے بجانے کا پیشہ، قحبہ گری اور زنا کی آمدنی بھی حرام ذرائع ہیں:

''اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو خرید تا ہے کلامِ دلفریب تا کہ اللہ کی راہ سے

بھٹکادے......ایسے لوگوں کے لئے بھی ذلیل کرنے والا عذاب ہے'' (سورۃ لقمان:۶)

اس آیت میں کلامِ دلفریب سے مراد گانا بجانا اور وہ لہولعب ہے جو راہِ خدا سے بھٹکادے (۹)

''اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ بچنا چاہتی ہوں محض اس لئے کہ
تم دنیوی زندگی کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہو''

(سورۃ النور:۳۳)

اس آیت کا اصل مقصد قحبہ گری کے پیشے کا انسداد ہے۔لونڈیوں کا ذکر اسی لئے کیا کہ قدیم زمانے میں اہل عرب کے ہاں قحبہ گری کا سارا کاروبار لونڈیوں کے ذریعے چلتا تھا۔لوگ اپنی جوان اور خوبصورت لونڈیوں کی۔کمائی کھاتے تھے۔(۱۰)

دولت حاصل کرنے کے غلط طریقوں کو حرام کرنے کے بعد اسلام جائز طریقوں سے حاصل شدہ دولت کو بھی جمع کر رکھنے یعنی اکتناز کی،لوگوں کی خدمت کے لئے نہ خرچ کرنے یعنی بخل کی،زر پرستی،ہوس مال،حُبّ زر کی اور بے جا صرف یعنی اسراف وتبذیر کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دولت خرچ کرنے کے صحیح طریقے بھی بتاتا ہے۔خرچ کرنے کا طریقہ فی سبیل اللہ کی شرط سے مقید ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورۃ التوبۃ:۳۴)

ترجمہ:''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی خبر دے دو''۔

انفاق فی سبیل اللہ ہو اور لوجہ اللہ ہو۔

ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً و یتیماً واسیراً ○انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نریدمنکم جزآء ولا شکوراً ○(سورۃ الدھر:۸-۹)

ترجمہ:(اور نیک لوگ) اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو یتیم کو اور کہتے ہیں
کہ ہم محض اللہ کی خوشنودی کے لئے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ
نہیں چاہیئے۔

وانفقوا خیراً لانفسکم ط ومن یوق شح نفسہ فاولٓئک ھم المفلحون

(سورۃ التغابن:۱۶)

ترجمہ:''اور خرچ کرو یہ تمہارے اپنے لئے ہی بہتر ہے اور جو دل کی تنگی سے بچ گیا وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔''

زکوٰۃ بطور کفالت عامہ

تعلیماتِ نبوی ﷺ میں

اسلام نے تعلیم وتبلیغ کے ذریعے معاشرے کے افراد میں رضاکارانہ انفاق فی سبیل اللہ کی ایک عام روح پھونک دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ہدایت کی کہ آپ کم سے کم انفاق کی ایک حد مقرر کر کے ایک فریضہ کے طور پر اسلامی ریاست کی طرف سے اس کی تحصیل وتقسیم کا انتظام فرمائیں: فرمان آلٰہی ہے:

خذ من اموالهم صدقة (سورۃالتوبۃ:۱۰۶)

ترجمہ: ''اے نبی! ان کے اموال میں سے ایک صدقہ وصول کرو۔''

یہ ایک صدقہ کا لفظ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ عام صدقات جو فرداً فرداً بطور خود لوگ دیتے ہیں ان کے علاوہ ایک خاص مقدارِ صدقہ ان پر فرض کر دی جائے اور اس کا تعین رسول اللہ ﷺ خود فرمائیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق نبی رؤف ورحیم ﷺ نے مختلف اقسام کی ملکیتوں کے بارے میں ایک کم سے کم حد مقرر فرمادی جس سے کم پر فرض زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی ہے۔(۱۱)

زکوٰۃ کی تاریخ

زکوٰۃ محض ایک خیرات اور نیکی ہی نہیں بلکہ ایک عبادت اور ارکان اسلام میں سے تیسرا رکن ہے۔ قرآن مجید میں ۳۷ مقامات پر اس کا اور نماز کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں عبادتیں لازم وملزوم ہیں۔ نماز اللہ کا حق ہے تو زکوٰۃ بندوں کا حق۔ قدیم زمانے سے تمام انبیاء کرام کی امتوں کا نماز اور زکوٰۃ کا حکم لازمی طور پر دیا گیا۔ سیدنا حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: وجعلناهم آئمة ...... (سورۃ الانبیآء:۷۳)

ترجمہ: ''ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے وحی کے ذریعے ان کو نیک کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔''

سیّدنا اسماعیلؑ کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

وکان یامر اهلهٗ بالصلوٰة و الزکوٰة (سورۃ مریم:۵۵)

ترجمہ: ''وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔''

حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کے بارے میں ذکر ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل اور یاد کرو کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں گے۔ واقیمو االصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ اور یہ کہ نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے (سورۃ البقرۃ:۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ تھے۔ان کے بارے میں ارشاد ہے:

وجعلنی مبارکاً این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمتُ حیّاً

(سورۃ مریم:۳۱)

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت دی جہاں بھی میں ہوں اور مجھے ہدایت فرمائی کہ نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں جب تک زندہ رہوں۔''

سورۃ البقرۃ میں مسلمانوں کو ارشاد ہوا:

اقیمو االصلوٰۃ واتو االزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین (سورۃ البقرۃ:۴۲)

ترجمہ:''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

زکوٰۃ کے معنی

زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت اور نمو کے ہیں۔اس لحاظ سے اصطلاح میں زکوٰۃ اس مالی عبادت کو کہتے ہیں جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر اس لئے فرض کی گئی ہے کہ خدا اور بندوں کو حق ادا کر کے اس کا مال اور نفس پاک ہو اور اس میں محبت واحسان، فراخ دلی اور باہمی تعاون کے اوصاف پیدا ہوں۔

زکوٰۃ کی تعریف

فقہاء نے زکوٰۃ کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں۔ مثلاً:

حق یجب فی المال .

''وہ ایک حق ہے جو مال میں واجب ہے۔'' (۱۲)

اعطاء جزء من النصاب الیٰ فقیر ونحوہٖ غیر مُتصف مانع شرعی یمنع من الصرف الیه .

یعنی ''نصاب میں سے ایک جز کسی محتاج اور اس کی مانند شخص کو دینا جو کسی ایسے مانع شرعی سے متصف نہ ہو جس کی بنا پر اسے زکوٰۃ نہ دی جا سکے۔'' (۱۳)

عاقل اور بالغ مسلمان مرد و زن اگر وہ صاحبِ نصاب ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔یتیم کے مال کی زکوٰۃ واجب ہے اور اسے ادا کرنا اس کے ولی کے ذمہ ہے۔حدیث ہے:

''خبردار! جو شخص کسی مال دار یتیم کو ولی ہو اسے چاہیئے کہ اس کے مال سے کوئی
کاروبار کرے اور اسے یونہی نہ رکھ چھوڑے کہ اس کا تمام مال زکوٰۃ کھا جائے۔''

(ترمذی، بیہقی وغیرہ)

اسی طرح مجنون اور فاتر العقل کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اور اسے ادا کرنا مجنون کے ولی کے ذمہ ہے۔ امام مالکؒ اور ابن شہاب زہریؒ کی یہی رائے ہے۔ قیدی پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جو کوئی اس کے کاروبار اور مال کا متولی ہوگا وہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔ ابن قدامہؒ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

''اگر مال کا مالک قید ہو جائے تو زکوٰۃ اس پر سے ساقط نہ ہو جائے گی۔ خواہ قید اس کے اور اس کے مال کے درمیان حائل ہو یا نہ۔ کیونکہ اپنے مال میں اس کا تصرف قانوناً نافذ ہوتا ہے۔ اس کی بیع، اس کا ہبہ اور اس کا مختار نامہ سب کچھ قانوناً جائز ہے۔'' (جلد۲، صفحہ ۶۴۶)

مسافر پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ مسافر ہونے کی حیثیت سے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر وہ صاحبِ نصاب ہے تو زکوٰۃ کا فرض اس سے ساقط ہے۔ اس کا مسافر ہونا اسے زکوٰۃ کا حق دار بناتا ہے اور اس کا مال دار ہونا اس پر زکوٰۃ فرض کرتا ہے۔

اسی طرح زیورات میں زکوٰۃ ہے جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کی لڑکی ہاتھوں میں کنگن (سونے کے) پہنے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ اس نے کہا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اَیسرکِ ان تسورکِ الله بهما یوم القیامة سوارین من النار. (۱۴)

ترجمہ: کہ کیا تجھے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تجھے اس کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے۔''

نصابِ زکوٰۃ کی شرح

علامہ حافظ ابن قیم جوزیؒ اپنی تصنیف لطیف 'زاد المعاد' میں لکھتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے سلسلے میں مکمل طریقہ پیش فرمایا۔ اس کا وقت، مقدارِ نصاب، کس پر واجب ہے، مصارفِ زکوٰۃ ان تمام چیزوں کو آپ ﷺ نے واضح فرمایا ہے۔ مال داروں اور مسکینوں کے فائدے کا آپ ﷺ نے لحاظ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے زکوٰۃ کو مال اور صاحبِ مال کے لئے باعث پاکی بتایا ہے۔ نیز زکوٰۃ مال کی حفاظت اور اضافہ کا سبب ہے۔''

آپ ﷺ نے چار قسم کے سامان میں زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کیونکہ یہی سامان لوگوں میں زیادہ رائج اور ان کے لئے ضروری ہے۔

اول غلہ اور پھل

دوم جانوروں میں اونٹ گائے (بھینس) اور بھیڑ بکری

سوم سونا اور چاندی، جن سے پوری دُنیا کے مال کو قرار ہے

چہارم مختلف قسم کے تجارتی مال

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر سال ضروری ہے۔ پھل اور غلہ جب بھی مکمل طور پر تیار ہو جائے اس میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور یہی قرین انصاف ہے۔ کیونکہ ہر ہفتہ یا ہر مہینہ زکوٰۃ ضروری قرار دینے میں مال کے مالکوں کا نقصان ہے اور پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ ادائیگی میں مسکینوں کا نقصان ہے۔ پھر شریعت نے مال کے حصول میں آسانی یا محنت کے لحاظ سے زکوٰۃ میں واجب ہونے والی مقدار میں کمی بیشی رکھی ہے۔ چنانچہ مجموعی طور پر اتفاق سے حاصل ہو جانے والے مال مدفون (رکاز) میں پانچواں حصہ واجب ہے اور سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ اسی طرح زیادہ مشقت سے حاصل ہونے والی یعنی بارش سے سیراب ہونے والی زمین کے غلے اور پھل میں دسواں حصہ واجب ہے۔ لیکن جسے انسان خود سینچے اس میں بیسواں حصہ۔ جس مال میں مالک کی مسلسل کوشش اور تگ و دو کے بغیر اضافہ ممکن نہیں اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے (۱۵)

مویشیوں کی زکوٰۃ کتبِ فقہ میں مذکور ہے۔ نقدی، چاندی، اموالِ تجارت، معادن، رکاز اور کارخانوں کے اموال میں نصاب دوسو درہم ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ دوسو درہم کی چاندی ہمارے ملک کے معیاری وزن کے حساب سے ۳۶ تولے پانچ ماشہ ۴ رتی ہے مگر مشہور ساڑھے باون تولہ ہے۔ (۱۶) موجودہ انگریزی حساب سے بیس مثقال سونا سات تولہ کے اور دوسو درہم چاندی ۵۲ روپے کے برابر ہے (۱۷)

مصارفِ زکوٰۃ

انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیها والمؤلّفة قلوبهم و فی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل ط فریضة من الله ط والله علیم حکیم٥ (سورۃ التوبۃ: ۶۰)

ترجمہ: ''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کاموں پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہے نیز یہ گردن چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و

بیناہے۔"

فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی ضروریات سے کم معاش پانے کے باعث مدد کا محتاج ہو (لسان العرب مادہ فقر۔یتیم بچہ، بیوہ عورت، بے روزگار اور جو وقتی حوادث کا شکار ہو گئے ہوں فقراء میں شامل ہیں) اور مسکین کی تعریف حضرت محمد ﷺ نے یہ بیان کی ہے: المسکین الذی لایجد غنی و لا یفطن لہٗ فیتصر علیه و لا یقوم فیسال الناس یعنی مسکین وہ ہے جس کو حاجت ہو لیکن جس کا پتہ نہیں چلتا اور وہ کسی سے مانگتا نہیں (۱۸)

مولفۃ القلوب: تالیفِ قلب کے معنی ہیں دل موہنا۔ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں، مال دے کر ان کے جوشِ عداوت کو سرد کیا جائے، یا جو لوگ کفار کے کیمپ میں ایسے ہوں کہ انہیں مال دے کر توڑا جائے تو مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہوں یا جو لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہوں یعنی نومسلم اور ان کی سابقہ عداوت یا ان کی کمزوریوں کے پیشِ نظر یہ اندیشہ ہو کہ اگر مال سے ان کی اعانت نہ کی گئی ہو تو پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں گے ایسے لوگوں کو مستقل وظائف یا وقتی عطیے دے کر اسلام کا مددگار و حامی یا مطیع و فرمانبردار یا کم از کم بے ضرر دشمن بنالیا جائے۔ اس مدّ میں زکوٰۃ کے علاوہ غنائم اور دوسرے ذرائع آمدن سے بھی مال خرچ کیا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے شرط نہیں کہ وہ فقیر اور مسکین یا مسافر ہوں تب ہی ان کی مدد زکوٰۃ سے کی جاسکتی ہے بلکہ وہ مال دار اور رئیس ہونے پر بھی زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ یہ امر تو متفق علیہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بہت سے لوگوں کو تالیفِ قلب کے لئے عطیے اور وظیفے دیئے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے سے یہ مد ساقط ہو ہوگئی۔ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ فاسق مسلمانوں کی تالیف قلب کی جاسکتی ہے مگر کفار کی نہیں اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک مولفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے اگر اس کی حاجت ہو۔

زکوٰۃ اور کفالت عامہ

حدیث میں زکوٰۃ کے متعلق یہ ہدایت ہے جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمائی تھی: توخذ من اغنیائھم و ترد علیٰ فقرائھم یعنی یہ زکوٰۃ ان (اہل یمن) کے اغنیاء سے لی جائے گی اور وہاں کے فقراء پر خرچ کردی جائے گی۔ (۱۹) یعنی یہ غریبوں کا حق ہے۔

ڈاکٹر نور محمد غفاری اپنی کتاب "نبی کریمؐ کی معاشی زندگی" میں رقم طراز ہیں:

یورپ کو ناز ہے اس بات پر کہ اس نے کفالت عامہ (Social Security) کا تصور پیش کر کے عاجز و درماندہ اور محتاج انسانوں پر احسان کیا ہے۔ مگر شاید یورپ اور اس کے متاثرین یہ بھول گئے ہیں کہ یورپ نے اس کارِ خیر کا آغاز بیسویں صدی میں کیا اور اس کا سہرا برطانوی وزیر (Beveridge) بیورج کے سر باندھتے ہیں۔ جس نے ۱۹۴۲ء میں بیورج رپورٹ

پیش کر کے محتاجوں کی امداد کی اپیل کی تھی مگر ہمارے نبی کریم ﷺ اس کارِ خیر کا آغاز اس زمانے میں کیا جب دُنیا کفالت عامہ کے تصور سے ہی خالی تھی۔''

وہ مزید لکھتے ہیں:

''جب اللہ کریم نے اپنا کرم کر کے بیت المال کے مالی وسائل میں اضافہ کیا تو آپ ﷺ نے چند ایسے اخراجات کا اضافہ فرمایا جنہیں کفالتِ عامہ کے اخراجات کہہ سکتے ہیں۔ یہ اخراجات مقروض لوگوں کے قرضے ادا کرنے، بے سہارا اور اپاہجوں کی معاشی کفالت کرنے غریب مریضوں کا علاج کرانے اور بے بس مگر ازدواجی زندگی کے قابل لوگوں کی شادیاں کرانے پر خرچ کئے جاتے تھے۔

چند نظائر ملاحظہ ہوں:

۱۔ **انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن توفیٰ وعلیہ دین فعلی قضاؤہ ومن ترک مالاً فلورثتہ۔** (۲۰) ترجمہ: میں مسلمانوں کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں لہذا جو شخص مر جائے اور قرضہ چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور جو کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے۔

۲۔ **انا اولی بالمومنین من انفسھم فمن مات وترک مالا فمالہٗ لموالی ومن ترک کلاً اوضیاعاً فادع لہٗ۔** (۲۱) ترجمہ: میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں لہذا جو شخص ترکے میں مال چھوڑے وہ اس کے اقارب کا حق ہے اور جو شخص عاجز و درماندہ قرابت دار اور ناتواں بچوں کو چھوڑ مرے ان کے لئے مجھے بلالو۔ (یعنی ان کی کفالت میرے ذمے ہے)

آپ ﷺ نے اس کارِ خیر کے لئے حضرت بلال حبشیؓ کو مامور کیا تھا۔ جب کوئی تنگ دست، بھوکا یا برہنہ تن یا برہنہ پا مسلمان آپ کی خدمت میں آتا تو آپؐ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے کہ وہ کہیں سے قرضہ لے کر اس کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کرتے۔

اس ضمن میں ایک نہایت دل چسپ واقعہ اس لڑکے کا ہے جسے اس کی والدہ نے آپؐ کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر آپؐ سے اپنے لئے کُرتا لائے۔ اس نے آکر سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت تو کچھ ہے نہیں پھر کسی وقت آنا۔ اس لڑکے آپؐ کا کُرتا مبارک پکڑ کر عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے تو کُرتا پہن رکھا ہے مجھے نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے اپنا کُرتا اُتار کر اُس لڑکے کو دے دیا (۲۲)

اس واقعہ سے ہمیں یہ معاشی تعلیمات ملتی ہیں:

ا۔ والدہ کا اپنے بیٹے کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کُرتہ لینے کے لئے بھیجنا اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ بحیثیت رئیس دولت اسلامیہ کفالت عامہ کے ذمہ دار تھے اس کا علم محتاج عورت کو بھی تھا۔

۲۔ آپ ﷺ نے اپنا کُرتا اُتار کر اس برہنہ تن لڑکے کو عنایت فرمایا اس سے یہ ثابت ہوا کہ قیامت تک آنے والے اسلامی ریاست کے حکمرانوں کو یہ سبق دے دیا کہ یہ کیونکر درست ہے کہ وہ خود تو اپنی ضروریات پوری کر رہے ہوں اور رعایا محتاج ہو۔

مولانا مودودیؒ زکوٰۃ کے سلسلے میں رقم طراز ہیں:

''یہ مسلمانوں کی کوآپریٹیو سوسائٹی ہے۔ یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے۔ یہ ان کے لئے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے۔ یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعہ معاش ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکرِ فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔'' (۲۳)

نیز تقسیم دولت اور کفالت عامہ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اسلام نے زائد از ضرورت دولت جمع کرنے کو معیوب قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ جو مال کسی کے پاس جمع ہے یا تو اسے اپنی ضروریات خریدنے پر صرف کرے یا کسی جائز کاروبار میں لگا دے یا دوسروں کو دے تا کہ وہ اس سے اپنی ضروریات خریدیں اور اس طرح پوری دولت برابر گردش میں آتی رہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے اور جمع کرنے پر اصرار کرے تو اس کی جمع کردہ دولت میں سے ازروئے قانون اڑھائی فی صد سالانہ رقم نکلوائی جائے گی اور اُسے اُن لوگوں کی اعانت پر صرف کیا جائے گا جو معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہیں یا سعی وجہد کرنے کے باوجود اپنا پورا حصہ پانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی چیز کا نام زکوٰۃ ہے، اور اس کے انتظام کی جو صورت اسلام نے تجویز کی ہے وہ یہ ہے کہ اسے جماعت یعنی معاشرہ کے مشترکہ خزانہ میں جمع کیا جائے اور خزانہ ان تمام لوگوں کی ضروریات کا کفیل بن جائے جو مدد کے حاجت مند ہیں۔ یہ دراصل سوسائٹی کے لئے انشورنس کی بہترین صورت ہے اور ان تمام خرابیوں کا استیصال کرتی ہے جو اجتماعی امداد و اعانت کا کوئی باقاعدہ نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ سرمایہ داری نظام میں جو چیز ان کو دولت جمع کرنے اور اسے نفع بخش کاموں میں لگانے پر مجبور کرتی ہے اور جس کی وجہ سے لائف انشورنس کی ضرورت پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص کی زندگی اس نظام میں اپنے ہی ذرائع پر منحصر ہے، بوڑھا ہو جائے گا اور کچھ بچا کر نہ رکھا ہو تو بھوکا مر جائے۔ بال بچوں کے لئے کچھ چھوڑے بغیر مرے تو وہ دربدر مارے پھریں۔ بیمار ہو جائے اور کچھ بچا کر نہ رکھا ہو تو علاج تک نہ کرا سکے، گھر جل جائے

یا کاروبار میں نقصان ہو یا کوئی اور آفت ناگہانی آجائے تو کسی طرف سے سہارا نہ ملے۔

اسلام زکوٰۃ اور بیت المال کے ذریعے سے ان تمام خرابیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ بیت المال ہر وقت ہر محتاج کی پشت پر ایک مددگار کی حیثیت سے موجود ہے۔ بیماری، موت، فوت، بڑھاپے، آفات ارضی و سماوی ہر صورت حال میں وہ دائمی مددگار ہے۔ جس کی طرف ہر محتاج و بے یار و مددگار ہر وقت رجوع کر سکتا ہے۔ (۳۴)

فقراء کی اصلاح

اس عنوان کے تحت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے:

گزشتہ مصلحین نے عموماً اس میں (فقراء کے ساتھ رحم ہمدردی) افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ چنانچہ زرتشتی میں سوال قطعاً ممنوع ہے۔ بدھ مذہب میں بھکشوؤں کا ایک مذہبی گروہ سوال اور بھیک کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن اسلام نے اس طبقے کو پستی، کم ہمتی، لالچ، دوسروں کی دست نگری اور ان کے سہارے جینے کی ذلت سے بچانے کے لئے گو اہل حاجت کے لئے سوال مانگنے کی قانونی ممانعت نہیں کی لیکن اس ذلت سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے اور ان کی کفالت کا بار خود جماعت پر ڈالا ہے (۲۵)

اختتامیہ

علامہ اقبالؒ نے زکوٰۃ کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

حب دولت را فنا ساز د زکوٰۃ — ہم مساوات آشنا ساز د زکوٰۃ
دل ز حتیٰ تنفقوا محکم کند — زر فزاید الفت زر کم کند

یارب صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیرا الخلق کلھم

مصادر و مراجع

۱۔ سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمان۔ اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۷

۲۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ معاشیات اسلام، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۴۱۰

۳۔ شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، کتب خانہ شان اسلام، لاہور، ص ۲۰۲

۴۔ ڈاکٹر ذاکر حسین۔ معاشیات، مقاصد اور منہاج، ص ۱۰۔۱۱

۵۔ بیضاوی۔ انوار التنزیل، مصطفیٰ البابلی حلبی، مصر، ۱۹۱۲ء

۶۔ آلوسی سید محمد علامہ۔ روح المعانی، ادارہ الطباعہ المنیریہ، مصر، ج ۴، ص ۲۴۶

۷۔ آلوسی۔ ایضاً، ج ۱۴

۸۔ الازہری، پیر کرم شاہ۔ ضیاء القرآن، غلام رسول اینڈ سنز، لاہور، ج ۱، ص ۳۶۶

۹۔ ابن جریر۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن العظیم، مطبعہ الامیریہ، مصر، ج ۲۱، ص ۹۳، ۱۳۴۸ھ

۱۰۔ ایضاً۔ ج ۱۸، ص ۵۵

۱۱۔ الشوکانی۔ نیل الاوطار، مصطفیٰ البابلی، مصر، ج ۴، ص ۹۸، ۱۳۴۷ھ

۱۲۔ ابن قدامہ۔ المغنی ج ۲، ص ۴۳۲

۱۳۔ الشوکانی۔ ایضاً ج ۴

۱۴۔ امام مالک۔ مؤطا، ولی محمد اینڈ سنز، پاکستان چوک، کراچی، ص ۱۶۳

۱۵۔ جوزی، حافظ ابن قیم۔ زاد المعاد، ادبیات ایبک روڈ انارکلی۔ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۷۶

۱۶۔ مودودی، ایضاً، ص ۳۴۷

۱۷۔ ندوی، سید سلیمان علامہ۔ سیرت النبیؐ، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ج ۵، حاشیہ ۱۲۳

۱۸۔ ترمذی۔ جامع الصحیح محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، کراچی، ابواب الزکوٰۃ ج ۱، ص ۲۵۴

۱۹۔ بخاری۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ طبع کرزن پریس دہلی، ج ۱، ص ۲۰۳

۲۰۔ ابوعبید۔کتاب الاموال، قاہرہ، ص ۲۰۲، ۱۳۵۳ھ

۲۱۔ غفاری، نور محمد ڈاکٹر۔ نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص ۳۰۷

۲۲۔ بناری، محمد ابراہیم الحاج۔ جواہر القرآن، محلہ کچھی باغ بنارس، ص ۱۷۲

۲۳۔ ترمذی، خالد محمود ڈاکٹر (سہ ماہی منہاج، اسلامی معیشت نمبر) مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، اپریل ۱۹۹۲ء، ص ۲۸۶

۲۴۔ مودودی۔ تفہیم القرآن، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ج ۲، ص ۲۰۸

۲۵۔ ندوی، سید سلیمان علامہ۔ سیرت النبیؐ، الفیصل ناشران کتب لاہور، ج ۵، ص ۱۴۲

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیمات نبوی کی روشنی میں)

قاضی محمد مطیع الرحمٰن ۔ ہری پور

غیر اسلامی معاشی نظریات

موجودہ زمانے میں معاشی مسئلہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ دُنیا میں جتنے اقتصادی نظام رائج رہے ہیں اور جتنے انسانی گروہ بھی پائے جاتے ہیں سب نے معاشی استحصال کی سخت مخالفت کی اور اُسے ختم کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن ہر نظام اور اس کے ماننے والے گروہ کے نزدیک معاشی استحصال صرف وہی ہے جو اس کے تصور مطابقت رکھتا ہو۔ اس وقت دُنیا میں جتنے معاشی نظام قائم ہیں اُنہیں دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

سرمایہ داری نظام (Capitalism)

دُنیا کے معاشی نظاموں میں سرمایہ داری نظام سب سے زیادہ اہم اور موثر ہے۔ اسے عدم مداخلت کا نظام اور آزادانہ معاشی نظام بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ مکمل شکل میں کہیں بھی موجود نہیں تاہم جرمنی، فرانس، برطانیہ اور امریکہ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ دولت جمع کرنے کو زندگی کا منتہائے مقصود قرار دیتے ہوئے انفرادی ملکیت بڑھانے کی کھلی چھٹی دیتا ہے۔ حکومت عوام کی معاشی سرگرمیوں میں بالکل مداخلت نہیں کرتی۔ اس کا کام اندرون ملک امن وامان قائم رکھنا اور بیرونی حملے کی صورت میں مدافعت کرنا ہوتا ہے۔ اس نظام کے تحت زمینیں، کارخانے، دُکانیں اور دیگر تمام ذرائع پیداوار افراد اداروں کی ملکیت ہوتے ہیں۔ یہی نظام کشمکش اور اونچ نیچ کو جنم دیتا ہے۔ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے اور دوسری تمام قوم افلاس کے دیو کے منہ میں چلی جاتی ہے۔

کمیونزم (Cummunism)

کمیونزم یا اشتمالیت نظام سرمایہ داری کی ضد ہے۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کیدرمیان کش مکش کو ختم کرنے لئے کارل مارکس نے انیسویں صدی کے وسط میں اشتراکی نظام پیش کیا۔ جسے لینن نے روس میں ترقی یافتہ شکل میں پیش کیا۔ چونکہ اشتراکیت انتقامی جذبہ لے کر اُٹھی تھی اس لئے اس نے انفرادی ملکیت کی نفی کی اور تمام دولت وملکیت کا حق دار افراد کی بجائے ریاست کو قرار دیا۔ یہ نظام ایسے معاشرے کی تعمیر کا منصوبہ پیش کرتا ہے جس میں سرمایہ تمام قوم کو ملکیت ہوا

معاشیاتی سرگرمیوں پر قومی حکومت کا کامل تسلط ہو۔اس میں کوئی شخص اپنے کمائے ہوئے کا مالک نہیں ہوتا سب دولت حکومت کی ہوتی ہے اور وہ تمام لوگوں کو ضروریات کے مطابق دیتی ہے۔

راہِ اعتدال

کمیونسٹ معاشی نظام میں غیر فطری مصنوعی مالی مساوات ہے۔سرمایہ دارانہ نظام میں غیر فطری تفاوت ہے۔ یہ دونوں نظریات افراط وتفریط کا شکار ہیں ۔اگر سرمایہ داری نظام مزدوروں کے افلاس کا سبب بنتا ہے اور اُس کی محنت کی بے قدری ہوتی ہے تو دوسری طرف کمیونزم نے بھی محنت کی ناقدری کی کیونکہ اس نظام میں مزدور محنت سے کمائی ہوئی چیز کا خود مالک نہیں بن سکتا۔اس سے زیادہ محنت کرنے کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔

اسلام میں اقتصادی مساوات کا یہ مفہوم نہیں کہ سوسائٹی کے تمام افراد معاشی لحاظ سے برابر ہو جائیں اور ان میں کسی طرح کا بھی فرق نہ رہے۔اس قسم کی مساوات نہ تو عملی زندگی میں پیدا ہو سکتی ہے نہ ہوگی۔ یہ اصول فطرت کے خلاف ہے۔ ہر انسان مختلف استعداد اور قابلیت لے کر پیدا ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دُنیا کا تمام نظام بگڑ جاتا، دُنیا کا انتظام چلانے کے لئے ضروری ہے کہ مزدور بھی ہوں، منتظم بھی، افسر بھی اور ماتحت بھی۔ قائد بھی ہوں اور متبعین بھی۔سپہ سالار بھی ہوں اور سپاہی بھی۔اس لئے اسلام نے فطری تفاوت کو برقرار رکھا۔امراء اور غرباء کے دونوں طبقوں کا وجود تسلیم کیا۔حقیقت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا معاشی نظام ہی وہ حقیقی نظام ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر سکتا ہے اور جس کی افادیت اور ہمہ گیری زمان ومکان اور حال ومستقبل کی قیود سے بالا ہے۔

اسلام کا معاشی تصور.......اللہ تعالیٰ ہی سب کا ربّ ہے

صفات خداندی ربوبیت کی صفت ایسی صفت ہے جس نے ساری کائنات کی ہر مخلوق کو پوری طرح گھیرے میں لے رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری کلام میں اپنے بندوں سے اپنا سب سے پہلا تعارف جس صفت سے کیا ہے وہ صفت ربوبیت ہے سورۃ فاتحہ کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے ہوتا ہے۔اس میں ایمان وانکار کی کوئی شرط نہیں ۔یہ مالک کی وہ صفت ہے جو خالق کی حیثیت سے خود بخود اس کی مخلوق کے ساتھ لازم وملزوم ہے اور خالق کے ذمہ جس طرح مخلوق کا حقِ پرورش تسلیم کیا گیا ہے اس میں مخلوق کی اس حیثیت کے سوا کہ وہ مخلوق ہے کوئی دوسری شرط نہیں لگائی گئی۔

ربّ کے معنی پالنا پوسنا، پرورش کرنا، درست حالت میں رکھنا، خطرات سے بچانا، آقا، مربی، پرورش کرنے والا، فرمانروا، حاکم اور مدبر و منتظم کے ہیں۔اپنی تمام مخلوق کا رب اور رزاق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (البقرہ) اللہ کو اختیار ہے جسے چاہے بے حساب دے۔ترزق من تشاء بغیر حساب (آل عمران) مالک تو جسے چاہتا ہے اپنا رزق بے حساب دیتا ہے۔چونکہ وہ سب کا خالق ہے اس لئے سب کا رازق بھی ہے۔جس طرح اس نے خلق میں کسی ملک و

ملت کا امتیاز نہیں برتا اس طرح رزق رسانی میں بھی اس نے کسی ملک ملت کا امتیاز نہیں کیا۔ رزق رسانی اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی متفق علیہ حقیقت ہے جس سے کفار نے بھی کبھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ سے فرمایا کہ ذرا منکرین سے پوچھو کہ رزق کون دیتا ہے اور تدبیر عالم کون کرتا ہے:

> ''ان سے پوچھو کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں۔ کون بے جان سے جان دار کو اور جان دار سے بے جان کو نکالتا ہے۔ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ تو کہو پھر اس ڈرتے نہیں۔'' (سورۃ یونس:۲۱)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے راستوں سے رزق دیتا ہے جدھر سے رزق ملنے کا انہیں گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس کی ربوبیت کی وسعتوں کی انتہا نہیں ہے۔ وہ پیدائش سے قبل ماں کے پیٹ کے اندر اور پیدائش کے بعد ماں کی دودھ کی صورت میں اور پھر دُنیا بھر کی نعمتوں سے انسان کی پرورش کرتا ہے۔ اسی طرح کیڑوں، پرندوں، مکھیوں، مچھروں دریائی مخلوق اور جنگلی جانوروں کا رزاق ہے۔ ہر ذی روح رزق پا رہا ہے۔ لیکن رزق کی فروانی اور تنگی کا قانون مختلف ہے۔ جس میں طاقت اور نافرمانی کو پیمانہ نہیں بنایا گیا۔

چونکہ کفار کے لئے چند روزہ دُنیا کی زندگانی ہی کُل کائنات ہے اور اس کے بعد اِن کے لئے اندھیرا ہے اس اس دُنیا کی چند روزہ زندگی میں، جو آخرت کی زندگی کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے، انہیں کچھ سہولتیں دے دی جائیں تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے ہاں مختصر سی زندگی کے لئے مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں۔

ملکیت حقیقی

اسلام کائنات کی ہر چیز کو اللہ کی ملکیت قرار دیتا ہے اور اس میں تمام انسانوں کو برابر گردانتا ہے۔ ہر شخص خدا پیدا کردہ اشیاء کو حاصل کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا مجاز ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

> هو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی
> مناکبها و کلوا من رزقه ط والیه النشور ۝ (سورۃ الملک)
> وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے ماتحت کر دیا سو تم اس کے اطراف میں چلو اور اس کے دیئے سے کھاؤ اور اُسی کی طرف موت کے بعد اُٹھ کر جانا ہے۔

پھر فرمایا:

> هوا لذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (سورۃ البقرہ)

وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

ولقد مکناکم فی الارض و جعلنا کم فیھا معایش (سورۃ الاعراف)

اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارے لئے اس کے اندر روزی کا سامان رکھے ہیں۔

افراء یتم ما تحرثون Oء انتم تزرعونہٗ ام نحن الزارعون O (سورۃ الواقعہ)

کیا تم نے دیکھا جو تم بوتے ہو کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔

انفرادی ملکیت اور اس کی حد بندی

اسلام ایک فطری اور سلامتی کا دین ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی بالاتر ملکیت کے تحت جائز و ناجائز حدود مقرر کر کے ذاتی ملکیت کو تسلیم کیا ہے۔ اصول اشتراک کے بیان کرنے میں اسلام نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ تمام اشیاء کا حقیقی مالک تو اللہ ہی کو سمجھو لیکن چند پابندیوں کے ساتھ جو حقوق ملکیت اللہ تعالیٰ تمہیں بخشتے ہیں ان کو پورا کرو۔ اگر تم نے ان پابندیوں کو پورا نہ کیا تو وہ ذاتی ملکیت تمہارے لئے خسران کا موجب بنے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

"میں تم پر فقر و فاقہ آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ہے کہ دُنیا تم پر وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی۔ پھر تم اسے بہت زیادہ چاہنے لگو۔ جیسا کہ انہوں اسے بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسا کہ اُس نے اگلوں کو برباد کیا تھا۔" (متفق علیہ)

ارشاد خداوندی ہے:

وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور (سورۃ آل عمران)

اور دُنیا کی زندگی فخر و غرور کا سامان ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"ہر امت کے لئے کوئی خاص آزمائش ہوئی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔" (ترمذی)

پھر فرمایا کہ:

"دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کر سکتے جتنا تباہ آدمی کے دین کو مال اور عزت و جاہ کی حرص کرتی ہے۔" (ترمذی)

ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص معاش کے راستے ہی پر اپنے سارے اوقات لگانا شروع کر دے تو ضرور ہی ایک دن وہ

اخلاص دین وایمان سے محروم ہو جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک اور مثال دے کر مال کی حیثیت کو واضح فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اسی کا ہے وہ تو بس تین ہی مدات ہیں۔ جو اس نے کھا کر ختم کر دیا۔ جو پہن کر پرانا کر دیا اور جو راہِ خدا میں دے کر آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا باقی جو کچھ ہے وہ دوسروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔'' (مسلم)

ہاں البتہ وہ دولت جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر کمائی جائے وہ سب کے لئے زینت، رحمت اور فضل ہوگی۔ ارشادِ ربانی ہے:

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملاo (سورۃ کہف)

جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اسے اس لئے زینت بنایا ہے تا کہ انہیں آزمائیں کہ کون ان میں سے بہترین عمل کرنے والا ہے۔

یعنی اگر دولت اللہ کے احکام کے تحت کمائی جائے تو وہ کمانے والے کے لئے فضل ہے اور اگر حدود اللہ توڑ کر ناجائز ذرائع سے کمائی جائے تو وہ دُنیا اور آخرت میں سراسر تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوگی۔

انفاق فی سبیل اللہ

اسلام کا نظام حیات جو ایک نظام فطرت ہے اور فلاح انسانیت کا ضامن ہے اس نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں نماز کے بعد جس کام کا سب سے زیادہ حکم دیا گیا ہے اور اس کے دُنیاوی اور اُخروی فوائد پر متعدد طریقوں سے روشنی ڈالی گئی ہے وہ انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ بقرہ میں متقیوں کی ایک یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ:

''ومما رزقنٰھم ینفقون'' یعنی ہم (اللہ) نے جو کچھ دیا ہے متقی اور خدا ترس لوگ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو اپنی صلاحیتوں، محنتوں، علم، عزت واقتدار اور بندگانِ خدا کی حاجت برآری میں صرف کرتے ہیں۔ مال کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے بعض تو اسے جان سے بھی عزیز لیتے ہیں۔ لیکن مال و دولت کی حد و اعتدال سے بڑھی ہوئی محبت نہ صرف دین و اخلاق کو تباہ کرنے والی ہے بلکہ ملک و ملت کے لئے بھی تباہ کُن ہے۔ قرآن نے مال کی محبت سے پیدا ہونے والی تمام خرابیوں کے لئے ایک جامع لفظ ہلاکت استعمال کیا ہے۔ بیان ہوتا ہے کہ:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولاتلقوا ایدیکم الی التھلکۃ

یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو۔

غرضیکہ وہ انسانی معاشرہ کبھی فلاح و بہبود سے ہم کنار نہیں ہو سکتا جس میں اقتصادی تقسیم کا رواج ظالمانہ ہو ۔جہاں دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے اور اکثریت غربت و افلاس کا شکار ہو۔ایسے معاشروں کے دولت مندوں کے دلوں میں بے رحمی، خودغرضی اور بخل جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔اور نادار افراد میں بغض و کینہ اور حسد جیسے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔جس سے معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسلام نے پوری کائنات کو انسان کے لئے میدانِ عمل قرار دیا ہے اور اُسے حصول معاش کی آزادی دی ہے بے عملی اور گداگری کو ناپسند فرمایا ہے اور اس پر سخت وعید سُنائی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور رزق کی تلاش نہ کرے اور یہ کہتا رہے کہ اللہ مجھے رزق عطا فرما۔تم جانتے ہو کہ آسمان تو سونا اور چاندی برساتا نہیں۔''

پھر فرمایا:

''تمہارے لئے کام کرنا بہتر ہے نسبت اس کے کہ قیامت کے روز تم اپنے چہرے پر سوال کا داغ لئے ہوئے آؤ۔'' (ابوداؤد)

اس قدر محنت کی طرف رغبت دلانے کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر بھی زور دیا اور اہل زر کی سی قباحتیں پیدا ہونے سے اسلامی معاشرے کو بچانے کی پوری کوشش کی۔اس طرح دولت کے دائمی سمٹاؤ کو روکنے کے لئے درج ذیل طریقے نافذ کرنے پر زور دیا۔

تقسیم دولت کی راہیں

ا۔ صدقات

صدقات کی دو معروف اقسام ہیں:

الف۔لازمی صدقہ، جسے اسلامی اصطلاح میں زکوٰۃ کہتے ہیں

ب۔طوعی صدقات، مثلاً اپنے مال میں سے دولت مند جس قدر چاہے حاجت مندوں کو دے دے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (سورۃ الذاریات)

یعنی "ان کے مالوں میں سوالی اور نہ مانگنے والے محتاج کا حق ہے۔"

۲۔ وراثت

شریعت نے متوفی کے تمام قریبی ورثاء کے حصص مقرر کر دیئے ہیں تاکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے۔

۳۔ کفارات

غرباء تک دولت پہچانے کا ایک ذریعہ کفارات ہیں۔ قسم کھا کر توڑ دینا، رمضان کا روزہ قصداً توڑ دینا یا کسی اپنی بیوی سے ظہار کرنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا ہے

۴۔ صدقہ فطر

عید کے مبارک موقع پر صاحبِ نصاب لوگوں کو نماز عید الفطر سے قبل ضرورت مندوں کو معین مقدار میں نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے تمام اہل خانہ کی طرف سے گندم یا پیسوں کی صورت میں ادا کرنا

۵۔ نفقات

اپنے اقرباء کی معاشی کفالت کی ذمہ داری مثلاً بیوی، اولاد، والدین اور دیگر رشتہ داروں کی ضرورت پوری کرنا۔

۶۔ عشر

اراضیات کی پیداوار پر بصورت بارانی ۱۰ فی صد ادا کرنا۔

۷۔ وصیت

مرنے والے کی وصیت پر خرچ کرنا مگر ایک تہائی مال سے زائد میں نہیں

۸۔ وقف

معاشرے کے غریب افراد کے لئے وقف کی پابندی کرنا

زکوۃ

زکوۃ کا لفظ زکا سے مشتق ہے۔ کھیتی میں نمو آنے یا اس کے بڑھنے پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اسے زکوۃ اسے لئے کہتے ہیں کہ اس سے قومی مال بڑھتا ہے یا اس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اسلامی اصطلاح زکوۃ وہ مال ہے جو نصاب کے تحت

امراء سے لیا جاتا ہے اور حاجت مندوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے لئے دو اور الفاظ استعمال ہوئے ہیں (الف) صدقہ (ب) انفاق فی سبیل اللہ

صدقہ: صدق سے مشتق ہے۔ جس کے معانی سچائی اور خلوص کے ہیں۔ گویا زکوٰۃ کو اس وجہ سے صدقہ کہا گیا ہے کہ معطی کے ایمان میں سچائی اور خلوص کی چمک پیدا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کا باطن روشن ہو جاتا ہے۔ نیز صدقہ کا لفظ معطی کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنا مال خلوص اور صدق دل سے دے دے۔

انفاق فی سبیل اللہ: انفاق فی سبیل اللہ کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ محتاج اور غرباء کو دینا گویا اللہ کو دینا ہے۔ زکوٰۃ کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ آیا ہے۔ یہ اسلامی نظم معیشت کا جزو اعظم ہے۔ اسی سے اسلامی مساوات کی شان اجاگر ہوتی ہے اور اسی سے دولت کو سمیٹنے کے امکانات کم اور پھیلاؤ کے امکانات زیادہ سے زیادہ ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں:

انما الصدقات للفقرآء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم و في الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل ط فريضة من الله ط والله عليم حكيم٥ (سورة التوبة:٦٠)

ترجمہ: وہ صدقات (زکوٰۃ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فرض ہے فقراء کے لئے اور مساکین کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ہوں۔ اور ان کے لئے جن کی تالیفِ قلب منظور ہو اور گردنیں چھڑانے کے لئے اور قرض داروں کے لئے اور راہِ خدا میں اور مسافروں کے لئے اللہ بہتر جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

قرآن نے زمین کی پیداوار اور سونے چاندی کی زکوٰۃ کا حکم دیا۔ لیکن احادیث میں تجارتی مال' اونٹ' گائے اور بکریوں کی زکوٰۃ کا حکم بھی موجود ہے۔ سال گزرنے پر بمطابق نصاب زکوٰۃ ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ درج ذیل مستحقینِ زکوٰۃ ٹھہرے۔

ا۔ فقراء:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ یا اس قدر دولت ہو جو ان کی ضرورت کو کافی نہ ہو۔ یا بیوہ یتیم اور اپاہج ہو۔ غرضیکہ وہ سب لوگ شامل ہیں جو اپنی معیشت میں دوسروں کی مدد کے محتاج ہوں۔

۲۔ مساکین:

مسکین، سکن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ خاموش یا بے حرکت ہو گیا۔ یعنی جو اپنی ضرورت کے پانے میں عاجز ہو۔ وہ طالب علم بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے جس کا کوئی ذریعہ آمدن نہ ہو۔

۳۔عاملین:

یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ کا ریکارڈ رکھنے اور اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ جمع کرنے پر مامور ہوں۔

۴۔مولفۃ القلوب:

امام زہریؒ نے مولفۃ القلوب کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ جو عیسائی یا یہودی یا غیر مسلم اسلام میں داخل ہوا ہو۔اگر چہ یہ مال دار ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ دوسرے مذہب سے آنے والوں کو خاندان، عزیز و اقارب اور دیگر احباب کی طرف سے سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس مصرف کا مقصد یہی ہے کہ اگر نومسلموں کو اپنوں کی طرف سے سوشل بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑے تو مسلمان اُس کے ساتھ اتنا حسن سلوک کریں کہ وہ تکالیف کو بھو جائے۔

(لیکن کیا کہیئے کہ اب اسلامی اصول کو عیسائی مشنری نے سختی سے اپنایا ہوا ہے)

۵۔فی الرقاب: یعنی غلاموں کو آزاد کرنا

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام ہے۔مسلم و غیر مسلم کی تمیز نہیں۔اس طرح یہ حکم بھی عام ہے اور اس میں اپنوں اور بیگانوں کی کوئی تخصیص نہیں۔اسلامی بیت المال کو اس مد میں تین طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۱۔حکومت مالکوں سے غلام خرید کے آزاد کرے۔

۲۔اسیرانِ جنگ کا فدیہ دیا جائے۔

۳۔ان غلاموں کی مدد کی جائے جو مالک سے مکاتبہ کر کے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

لیکن چونکہ آجکل عملاً غلامی کا خاتمہ ہو چکا ہے اس لئے اس مد پر عملدر آمد ساقط ہے۔اوپر صرف امکانی صورت پیش کی گئی ہے۔

٦۔فی سبیل اللہ:

مفسرین نے حدیث کے حوالے سے اس سے مراد جہاد لیا ہے۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں:

۱۔جہاد بالسیف ۲۔جہاد بالقلم ۳۔جہاد باللسان

۔جہاد بالسیف سے مراد یہ ہے کہ نظام کفر و طاغوت کو بزورِ طاقت مٹایا جائے۔

۔جہاد بالقلم سے مراد ہے کہ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب قلم سے دیا جائے۔

۔جہاد باللسان سے مراد دعوت و تبلیغ اور حق کی حمایت میں دلائل سے کام لیا جائے۔

مذکورہ ہر سہ اقسام جہاد کے لئے زکوٰۃ سے مدد کی جائے گی۔

۸۔ابن السبیل: (مسافر)

سفر کی حالت میں مدد کے محتاج لوگوں کی مدد کی جائے گی۔ اگرچہ وہ اپنے گھروں میں بہتر مالی حیثیت کے مالک ہی ہوں۔

چند شرائط و آداب زکوٰۃ

۱۔زکوٰۃ رضائے الٰہی کے لئے دی جائے۔

۲۔زکوٰۃ جس کو دی جائے اُس پر احسان نہ جتلایا جائے بلکہ محتاجوں اور حق داروں کا حق سمجھ کر دی جائے۔

۳۔زکوٰۃ وخیرات پاک اور طیب مال سے دی جائے۔

۴۔زکوٰۃ اعلانیہ دی جاسکتی ہے کہ دوسروں کو تشویق ہو۔اور خفیہ بھی دی جائے تاکہ نمود و نمائش کی آلائش سے بچا جائے اور زکوٰۃ لینے والے کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

۵۔خیرات و زکوٰۃ ادا کر کے قلبی مسرت ہونی چاہیئے۔

۶۔زکوٰۃ قومی بیت المال میں جمع ہونی چاہیئے۔

۷۔مستحقین میں تقسیم ہونی چاہیئے تاکہ غریب طبقہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے اور قوم و ملت کی تقویت کا باعث بن سکے۔

زکوٰۃ اور کفالتِ عامہ

زکوٰۃ اسلام کے نظام حیات میں فلاح انسانیت اور کفالت عامہ میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت مال دار مسلمانوں سے ان کی دولت کا ایک حصہ وصول کر کے معاشرے کے دوسرے ضرورت مند افراد میں تقسیم کرے۔تاکہ دولت گردش میں رہے اور معاشرہ اقتصادی لحاظ سے مستحکم رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

امرت ان أخذ الصدقة من اغنياء كم و اردها فی فقراء كم

یعنی ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کروں اور تمہارے فقراء میں تقسیم کر دوں۔‘‘

زکوٰۃ ایک ٹیکس نہیں بلکہ ہر صاحبِ نصاب مرد اور عورت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ایک معین مقدار فقراء و مساکین میں تقسیم کرے جو اُن کا حق ہے۔

زکوٰۃ جہاں حُبّ مال کو کم کرتی ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے جذبہ کو جلا دیتی ہے وہاں معاشی فلاح اور کفالتِ عامہ کی ایک ہمہ گیر سکیم بھی ہے۔ جس ملک و ملت کے غریب و نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے اور انہیں زندگی کی جدوجہد میں شریک کیا جاتا ہے۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت یہ پیدا کرتی ہے کہ ہر شخص کی دولت صرف اُس ہی کے لئے ہے ۔ معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اور گر جائے اُسے فناہ ہو جانا چاہیئے۔ کشمکش حیات میں زندہ رہنے کا حق صرف اُس کو ہے جو مسابقت میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔ اسلام اس ذہنیت کی نفی کرتا ہے وہ کہتا ہے جو کچھ تم کماتے ہو وہ صرف تمہاری محنتوں کا نتیجہ ہے بلکہ اس میں فطرت کی بے شمار قوتیں شریک کار ہیں۔ نیز پورا معاشرہ ہزاروں طریقے سے تمہارا معاون و مددگار رہے۔ اس لئے تمہارے مال میں دوسروں کا حق بھی ہے۔

جدید علم معیشت میں فلاح عامہ کا تصور نیا ہے۔ لیکن اسلام نے آغاز ہی سے فلاحِ انسانیت اور کفالت عامہ کا تصور دیا ہے۔ زکوٰۃ کی صورت میں کمزور اور مجبور انسانوں کی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دی۔ اسلامی حکومت نے اس نظام کو عملاً نافذ کیا۔ آبادی کی مردم شماری' نادراوں کے رجسٹر بنائے اور ضرورت مندوں کو سرکاری وظیفے دیئے یہاں تک کہ بقول مورخ طبری زکوٰۃ دینے والے سینکڑوں تھے مگر زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہی قوم دُنیا کے نقشے پر ترقی کے ساتھ اُبھرتی ہے جو قومی اور مُلکی مفاد کے لئے خرچ کرنا جانتی ہے۔ آغازِ اسلام میں مسلمان کسمپرسی اور غربت کی حالت میں تھے۔ لیکن انہوں نے اس حالت میں بھی قومی و ملّی مفاد کے لئے خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ جب بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چندہ کے لئے کہا صحابہؓ نے اپنے اثاثے لاکر قدموں میں ڈھیر کر دیئے۔ اگر کسی کے پاس کچھ نہ تھا تو اُس نے مزدوری کے چند ٹکے ہی خدمتِ رسالت میں پیش کر دیئے۔ اسی قربانی کا نتیجہ تھا کہ بڑی بڑی حکومتیں سرنگوں ہو کر رہ گئیں۔

کسی قوم کی اقتصادی و معاشی ترقی کا انحصار چند اشخاص کے ہاتھوں میں دولت جمع ہونے پر نہیں بلکہ ساری قوم کی خوش حالی سے وابستہ ہے۔ جب غرباء میں زکوٰۃ تقسیم ہوگی تو روپیہ چند ہاتھوں سے نکل کر قوم کے بے شمار دوسرے افرا دمیں تقسیم ہوگا اور وہ مالی امداد سے اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ اپنی روزی کما سکیں۔ اس طرح ملک کی اقتصادی حالت اور معاشی حالت مستحکم بنیادوں پر قائم ہوگی۔ اسلامی نظامِ معیشت کی برکت سے کوئی فرد محرومی و افلاس کا شکار نہیں ہو سکتا ہر شخص اپنی ضروریات اور احتیاجات بخوبی پوری کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اس کی یوں تعریف فرمائی ہے:

"اے لوگو! صدقہ دو کیونکہ تمہارے اوپر (اسلام نظامِ معیشت کی برکت سے)
ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اپنا صدقہ لئے لئے پھرے گا مگر وہ کسی

ایسے شخص کو نہ پائے گا جو اُسے قبول کرے۔ جس شخص کو بھی کہے گا کہ لے لے وہ جواب دے گا کہ تو کل لایا ہوتا تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" (بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ)

اسلام کا معاشی نظام انصاف و توازن، معاشرتی مساوات اور غریب کی دست گیری کے لئے منفرد معاشی نظام ہے دُکھ درد کی ماری ہوئی انسانیت کی فلاح ہر دور میں اسلام کے معاشی نظام میں ہی مضمر رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس نوعیت کا معاشی نظام اسلامی معاشرے میں رائج کیا تھا اس میں ہر شخص کی ضروریات کی کفالت کا اہتمام تھا۔ آج بھی انسان کو ایسے ہی معاشی نظام کی ضرورت ہے، جس کا نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سوسائٹی میں پیش کر کے دکھا دیا تھا۔

﴿ختم شُد﴾

اسلامی نظامِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد اکرم رانا۔ ملتان

سب سے پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ اسلامی نظامِ معیشت کیا ہے؟

عام طور پر جب بھی اسلامی نظمِ معیشت کی بات ہوتی ہے تو مصنفین حضرات سرمایہ درانہ نظام اور کمیونزم کی بات چھیڑ دیتے ہیں اور ان دو نظاموں کی خوبیاں اور خامیاں گنوا کر بات اسلامی نظامِ معیشت تک پہنچتی ہے۔ یورپ کے فلاسفر کا یہ بھی خیال ہے کہ اسلام کا دُنیا میں کوئی معاشی نظام نہیں ہے۔ یہ چند اصولوں پر قائم ہے۔ لیکن یہ بات دُرست نہیں ہے۔ نظم سے مُراد اگر یہ لیا جائے کہ ''الف'' سے لے کر ''ی'' کوئی ایسا نظام ہو جس کے اغراض و مقاصد متعین اور جس کی تفصیلات ہر لحاظ سے طے ہوں تو بات شاید درست ہو لیکن جہاں تک اس نظام کے تحت ایک مجموعی سوسائٹی کی کفالت کا تصور ابھرتا ہے جس سے عدلِ اجتماعی کی راہ ہموار ہوتی ہے تو یہ کہنے میں کوئی عُذر باقی نہیں رہتا کہ اسلام کا نظامِ معیشت ہی دُنیا میں عدل و احسان، اخوت و مساوات، تعاون و ہمدردی کی فضا ہموار کر سکتا ہے۔ جس نظام میں حلال و حرام، جائز و ناجائز، پاک و ناپاک کا تصور نہ ہو وہ انسان کے اخلاق کے لئے تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی جو معاشی تعلیم ہے وہ اس کے اخلاق عالیہ کو بھی بلند کرتی نظر آتی ہے مثلاً ذخیرہ اندوزی کی ممانعت ہی کو لے لیجئے کہ اس سے لوگوں کے اخلاق درست کرائے ہیں اور افراد کا معاشرے میں قد بلند ہوتا ہے۔

اسلام کے نظمِ معیشت میں یہ بات طے ہے کہ رزق فراہم کرنے والی ذات خدائے ذوالجلال والاکرام کی ہے۔ وہ اسبابِ روزی کا خالق ہے۔ وہ کہتا ہے:

ما من دابة الاعلى الله رزقها (۱)

جب وہ روزی کی تقسیم کر دیتا ہے اور انسان اپنی محنت سے اسے حاصل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اُسے خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں تا کہ مجموعی طور پر کفالتِ عامہ کا تصور ابھر سکے۔

خرچ کرنے میں بھی اسلام عیش و عشرت اور روپیہ پیسہ کو ضائع کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اسے بتاتا ہے کہ ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہے (۲) اور ساتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا واپس ملے گا اور تم پر ہرگز زیادتی نہ ہوتی (۳)

اس عظیم مقصد کے لئے زکوٰۃ کا نظام حکماً قائم ہے تا کہ دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر نہ رہ جائے۔

كي لا يكون دولة بين الاغنياء منكم (۴)

اسلامی نظم معیشت کسی کی اجارہ داری کا قائل نہیں ہے۔ وہ افراد میں معاشی توازن چاہتا ہے۔ یہ توازن ایک ایسے سسٹم سے قائم ہوسکتا ہے جو نہایت فعال ہو۔ جس کے عظیم مقاصد ہوں۔ جس سے افراد پر بوجھ اور تنگی بھی نہ ہو اور نہ احتکار و اکتناز کی صورت پیدا ہو بلکہ سرمایہ کا توازن برقرار رہے اور اجتماعی کفالت عامہ کا تصور سامنے آسکے۔

......کفالت عامہ

اسلام کے نظام کار میں زکوٰۃ کا مقصد اسلامی ریاست کے صاحب ثروت سے کچھ جائز طریقے سے لے کر غرباء اور معذورین سے کچھ بھی نہ لے کر ریاست کے تمام شہریوں بلا تمیز مسلم و کافر کی تمام سماجی و معاشی حاجات کی کفالت کرنا ہے۔ نیز غیر متوقع حادثات کا تحفظ اور نقصانات کی تلافی مقصود ہے (۵) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افراد کے تحفظ و بقا کے لئے فرماتے ہیں:

"کسی بھی بستی میں کوئی شخص صبح اِس حال میں اُٹھے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ پر اس بستی کی بقا و تحفظ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہ جاتی۔" (۶)

نبی اکرم ﷺ نے اشعری قبیلہ والوں کی اسی وجہ سے تعریف کی کہ جب کبھی سفر یا حضر میں ان کے ہاں غلہ کی کمی ہو جاتی تو اپنا غلہ ایک کپڑے میں جمع کر دیتے اور پھر برابر تقسیم کر لیتے (۷)۔

صحابہ کرامؓ نے اس بات پر اجماع کر لیا کہ اگر کوئی شخص ننگا یا بھوکا یا ضرورت رہائش سے محروم ہے تو مال دار کے خاص مال میں اس کی کفالت ضروری ہے۔ اس اجماع کو تمام آئمہ مجتھدین نے قبول کیا (۸)

ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ فقراء اور غرباء کی کفالت کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سلطان ان ارباب دولت کی ان کی کفالت کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ (۹)

اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام کا نظام کفالت مسلم و غیر مسلم کو اپنے اندر سموئے نظر آتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات مسلم و غیر مسلم کو فرق نہیں کرتیں بلکہ سورۃ الممتحنہ واضح طور پر یہ کہتی ہے کہ جن لوگوں نے تم سے لڑائی کی ہے ان سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو۔ فاروق اعظم خلیفہ ثانیؓ ذمیوں کو فقراء اور مساکین کی قسم میں شامل سمجھتے تھے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ فتویٰ ہے کہ حربی مستامن کی مدد صدقات سے کی جاسکتی ہے۔ (۱۰) حضرت عمرؓ ایک دفعہ شام جاتے ہوئے ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جنہیں کوڑھ کا مرض لاحق تھا اور وہ عیسائی تھے۔ حضرت عمرؓ نے صدقات دینے کا اعلان کیا اور ان کا گزارہ الاؤنس مقرر کر دیا۔

اسلام کا نظام کفالت انسان کی بنیادی ضروریات سادگی کے مطابق پورا کرنے کی سعی کرتا ہے۔ قرآن میں بے

شمار مواقع پر ''معروف'' کا لفظ آتا ہے۔ جس کا مطلب ہے مروج طریقہ۔ چنانچہ ہر انسان کا حق ہے کہ اسے تعلیم دی جائے۔ اس کی صحت کا خیال رکھا جائے۔ اس خوراک و رہائش پر خصوصی توجہ دی جائے۔ قانون ولی برائے نابالغان میں ایک ذات کے ولی کے یہی فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ (۱۱)

اسلامی کفالت عامہ کے تصور کو ان ضروریات تک محدود کرنا بھی کسی طور جائز نہیں ہے۔ جوں جوں اس ریاست کے وسائل بڑھیں کفالت عامہ کا دائرہ بھی پھیل جائے۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا انتظام سلطنت تو نابیناؤں کے خدام بھی مقرر کرتا نظر آتا ہے۔ (۱۲)

حضرت عمرؓ یہ کہتے ہوئے ملتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر میں اہل عراق کی بیواؤں کے لئے زندہ رہ سکا تو انہیں ایسا کروں گا کہ میرے بعد وہ کسی کی اعانت کی محتاج نہیں رہیں گی۔ (۱۳)

اموال نافلہ کے علاوہ ایک مستقل آمدنی جسے ہم زکوٰۃ کہتے ہیں اسلام کے نظام کفالت کا اہم ترین ذریعہ قرار پاتی ہے آؤ دیکھیں کہ زکوٰۃ ہے کیا؟

﴿﴾......زکوٰۃ ہے کیا؟

عربی زبان میں زکوٰۃ کے معانی نشو و نما کے ہیں۔ اس کے معنی طہارت یا پاکیزگی کے بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ (۱۴)

قرآن مجید بیان کرتا ہے:

والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و یقیمون الصلوٰة و یوتون الزکوٰة و یطیعون الله و رسولهٗ اولئک سیرحمهم الله ان الله عزیز حکیم (۱۵)

ترجمہ: اور مومن مرد اور مومن عورتیں وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں اور پابندی کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور ان لوگوں پر اللہ ضرور رحم کرے گا وہ بڑی عزت اور حکمت والا ہے۔

﴿﴾......زکوٰۃ کا حکم تمام انبیاء کو دیا گیا:

زکوٰۃ کا حکم تمام انبیاء کی امتوں کو لازمی طور پر دیا گیا۔

سیدنا ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے انبیاء کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وجعلنا آئمة یهدون بامرنا واوحینا الیهم فعل الخیرات واقام الصلوٰة وایتاء

وکانو النا عابدین (۱۶)

حضرت اسماعیلؑ کے متعلق ارشاد ہے:

وکان یامر اھلہٗ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہٗ مرضیا (۱۷)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تنبیہ کی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ (۱۸)

حضرت عیسیٰؑ کو بھی نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ہے:

وجعلنی مبارکاً این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً (۱۹)

مسلمانوں کو تو بے شمار دفعہ زکوٰۃ کا حکم ان الفاظ کے ساتھ دیا گیا:

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین (۲۰)

احادیث میں بھی زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم بے شمار مواقع پر ملتا ہے۔ جس میں سے ایک مشہور کا حدیث کا ذکر کافی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اسلام پانچ باتوں پر مبنی ہے۔ اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور حج کرنا''

زکوٰۃ کی ترغیب:

اسلامی نظام میں اس سرمایہ پر جو بے کار پڑا ہو زکوٰۃ عائد کی گئی ہے۔

تمام بڑے مذاہب نے ہمیشہ خیرات پر زور دیا ہے۔ بخیل اور بے حس مال داروں کو مطعون کیا ہے لیکن یہ اسلام ہی تھا ہے جس نے منصفانہ تقسیم دولت کے مسئلے کو کامیابی کے ساتھ عملی طریقہ پر حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ انسانی فطرت کا اندازہ کرکے اس نے یہ دریافت کرلیا کہ محض اخلاقی پند و نصیحت و موعظت ہی کافی نہ ہوگی۔ جب تک قوم کا معاشی نظام ضروری قوانین کے ذریعے از سر نو ترتیب نہ دیا جائے۔ مذہبی عقیدہ اور اس کا زبانی اقرار نا کافی ہے۔ قرآن میں نیک لوگوں کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں نیز زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ارادی اور جبری خیرات میں تقسیم کی گئی ہے۔ اپنی خوشی سے خیرات کرنے کی بابت کہا گیا ہے کہ نیکوکار اپنی ضرورت سے زائد کوئی چیز نہ رکھے۔ وہ اندوختہ نہیں کرتے بلکہ اپنی زائد دولت کو خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ جس کی وصولی کا انتظام حکومت کی طرف سے ہوتا ہے ہر قسم کی مصیبتوں کو رفع کرنے کے لئے ہے۔ اسلام کے اہم ارکان میں سے ایک ہے۔ یہ وہ تقسیم ہے جس کا بیان

قرآن میں اکثر نماز کے ساتھ اس تنبیہ کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کی عبادتیں جو خیرات نہیں دیتے خدا کے پاس بے اثر اور نا قابل قبول ہیں۔ اپنے گرد و پیش کی معاشی زندگی پر نظر فرما کر آنحضرت ﷺ نے متعدد لوگوں پر اس امر کی صراحت فرمائی کہ اس مقدار سے اوپر فاضل دولت شمار کی جائے اور اس حد تک اس پر محصول عائد کیا جائے گا۔

امام احمدؒ سے مروی ہے۔ تمیم قبیلہ سے ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس کافی دولت ہے اور میرے عزیز و رشتہ دار ہیں۔ مجھے بتایئے کہ میں کیا کروں اور اپنی دولت کا کیسے خرچ کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ: تم اپنے مال کی زکوٰۃ دو یہ تمہیں پاک کرے گی۔ (۲۱)

......زکوٰۃ کی اہمیت:

معاشی زندگی کی کارکردگی اور ترقی کا دارومدار زکوٰۃ پر ہے۔ یہ مسلمانوں کے بیت المال کا محور ہے۔ آنحضرت ﷺ کو تمول اور افلاس دونوں سے خدشہ تھا۔ آپؐ نے غربت و افلاس کے انسداد کو اسلام کے اہم مقاصد بیان فرمایا ہے۔ متعدد دیگر مذاہب نے افلاس کی مدح سرائی کو روحانیت کی حد تک پہنچا دیا ہے۔

یہ اندازِ فکر افلاس اور سادہ زندگی میں خلطِ مبحث کا نتیجہ ہے۔ سادہ زندگی کی آنحضرت ﷺ نے مدح و توصیف فرمائی ہے اور اس پر عمل کر کے دکھلایا لیکن افلاس کے متعلق آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی کہ اسے انسانوں سے دور رکھ۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الفقر سواد الوجه فی الدارین

افلاس دونوں جہانوں میں موجب رُوسیاہی ہے۔

جس کے سبب بعض اوقات ایمان بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ اس طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ آپؐ دولت کی فروانی پر ہراساں تھے۔ یہ روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مسلمانوں مجھے تمہارے افلاس سے زیادہ تمہارے مال دار ہونے سے اندیشہ ہے۔“

آپ ﷺ کے بعد جب ایران فتح ہوا اور بیش قیمت مالِ غنیمت کے انبار حضرت عمرؓ کے سامنے لگا دیئے گئے تو آپؓ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ کسی نے دریافت کیا: اے امیر المومنین! یہ محل شادمانی اور مسرت کا ہے نہ کہ غم واندوہ کا۔ اس خلیفہؓ نے ارشاد فرمایا۔ ”مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اسلام کے لئے خطرہ ثابت نہ ہو۔“

جو قوم زکوٰۃ موقوف کر دیتی ہے وہ قحط اور ہلاکت سے ہم آغوش ہوتی ہے۔ کوئی مملکت اسلامی مملکت کہلانے کی مستحق نہیں اگر وہ زکوٰۃ کے احکام میں بے اعتنائی برتتی ہے۔ کیونکہ اسلام کی رُو سے مملکت کا مقصد بغیر اجتماعی فلاح و بہبود

ہے اور کچھ نہیں۔اجتماعی فلاح و بہبود بغیر زکوٰۃ کے ناممکن ہے۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا انکار کر دیا اور عدم ادائیگی کی مہم شروع کر دی۔آنحضرت ﷺ کے جانشین متحیر تھے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے جو خود کو مسلمان کہتے ہوں۔اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز ادا کرتے ہوں مگر زکوٰۃ سے انکاری ہوں۔خلیفہ ان سے کیسے برسر پیکار ہو جائے؟

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سلسلے میں واضح اور دو ٹوک اور اجتماعی فلاح و بہبود کو سامنے رکھتے ہوئے ایک موقف اختیار کیا کہ بغیر مالی عبادت کے بدنی عبادت فضول ہے۔نمازیں ادا کرنا اور بہبودِ عامہ میں حصہ نہ لینا دراصل ایمان کا انکار ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:

''میں ان لوگوں سے لڑوں گا جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے

نتیجتاً ایک خونریز جنگ لڑی گئی۔'' (۲۲)

بعد ازاں، مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ، صورت حال یہ ہوئی کہ بعد میں آنے والی مملکتوں نے آہستہ آہستہ اس عظیم مقصد کو بھلا دیا اور یہ امر اختیاری نوعیت اختیار کر گیا۔اسے انسان کے ضمیر پر چھوڑ دیا گیا۔مسلم مملکتوں کا یہ اعتماد بظاہر نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔بیت المال خالی رہنے لگے۔فلاح و بہبود کے منصوبے ادھورے رہنے لگے۔

اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ ۲۰رجون ۱۹۸۰ء سے کسی نہ کسی حالت میں سرکاری سطح پر نافذ العمل ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے مکمل زکوٰۃ ادا کریں۔حکومت پاکستان ان سے کوئی رعایت نہ کرے۔دوسری طرف حکومت اس کا مصرف درست جگہ کرے۔اپنی سیاسی دکان داری چمکانے کی خاطر اس کا استعمال ہرگز درست نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ مصرف کا درست نہ ہونا افراد کو مجبور کرتا ہے کہ وہ انفرادی طور پر زکوٰۃ دیں اور ریاست کو ملوث نہ کریں۔

اسلام نے پیدائش اور تقسیم دولت کی ذمہ داری حکومت پر عائد کی ہے۔لہٰذا اس کا فرض ہے کہ اس ذمہ داری کو باحسن پورا کرے۔زکوٰۃ ایک محصول ہے جو سرمایہ پر عائد کیا جاتا ہے۔یہ دولت کی گردش کا سبب بنتی ہے۔حاجت مندوں میں اس کی گردش فلاح و بہبود کا ذریعہ بنتی ہے۔

زکوٰۃ کا حکم دو مقاصد کی تکمیل کے لئے دیا گیا ہے۔ایک تادیبِ نفس اور دوسرے بے نوائی کے خلاف اسباب کی فراہمی۔مال و دولت، بخل و خود غرضی، باہمی عناد و نفرت اور اخلاقی تنزل پیدا کرتے ہیں۔ان بیماریوں کا بہترین علاج مال و زر کی فیاضانہ بخشش و عطا ہے۔اس سے بخل اور خود غرضی کا علاج ہوتا ہے۔زکوٰۃ معاشی رخنوں کو پُر کرتی ہے اور اس کا جگہ جذبہ رفاقت پیدا کرتی ہے۔یہ رفاقت اعلیٰ اخلاقی کردار کا سنگِ بنیاد بن جاتی ہے۔جب یہ نشو و نما پاتی ہے تو ایماندرانہ سلوک کی عادات کی پرورش کرتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان اخلاقی برتی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ

زکوٰۃ قومی اور معاشرتی افلاس کے خلاف ایک موثر تدبیر کا نام ہے۔

کوئی معاشرت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک اس کی معاشی اساس موجود نہ ہو۔ ایک معاشرہ
معاشی نظام کے ذریعہ ہی اپنے محتاج اراکین کی ضروری حاجتوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔ وہ گداگری کو پھیلنے سے روک
ہے۔ ناداروں، معذروں، یتیموں اور اپاہجوں کے لئے ادارے تعمیر کر سکتی ہے۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے
حکومت کو زکوٰۃ کی ایک معقول رقم سرمایہ داروں سے سال بہ سال موصول ہوتی ہو۔ (۲۳)

انسان فطرتاً ظلوم وجہول ہے۔ اس کی نظر تنگ ہے زیادہ دور تک نہیں دیکھ سکتی۔ اس کا دل چھوٹا ہے' خود غرض
جلد باز بھی ہے۔ ہر چیز کا فائدہ اور نتیجہ جلد دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ ہر چیز میں ذاتی فائدہ دیکھتا ہے۔ باپ دادا کے چھوڑے ہو
مال کو بھی اپنا کہتا ہے۔ کسی کا حصہ نہیں سمجھتا۔ اپنی آسائش کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اپنے نام' اپنی شہرت' اپنی عزت کو بڑھا
کی فکر میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ **جٹے نا میوں کے نشان کیسے کیسے**
مصداق ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر وہ زکوٰۃ و نفاق سے کسی یتیم بچے کی پرورش کرے، اسے تعلیم دے کہ وہ معاشرے کا اہم رکن بن
تو اس کا فائدہ لامحالہ اس کی ذات کو بھی پہنچے گا۔ صاف ظاہر ہے اگر سوسائٹی خوش حال ہو گی تو فرد بھی خوش حال ہو جائے
اس کے برعکس اگر اس کی مدد نہ کی جائے اور تنگ نظری کا ثبوت دیا جائے اور نتیجتاً وہ بے کار روح بن جائے تو عجب نہیں
جرائم پیشہ بن جائے اور اللہ نہ کرے کہ ایک دن وہ آپ کے گھر میں نقب لگائے اور وہ دولت جو آپ نے اپنی مستقبل
منصوبہ بندی کے لئے چھپا کر رکھی تھی، اُچک کر لے جائے۔ تو اس طرح وہ شخص بے کار ہو گیا آوارہ ہو گیا اور جرائم پیشہ بنا
۔ اسے زکوٰۃ نہ دے کر آپ نے خود اپنا نقصان کیا اور دوسرں کا بھی (۲۴)

اللہ تعالیٰ نے سُود اور زکوٰۃ کے تقابل کر کے، زکوٰۃ کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے اور ثابت کر دیا کہ کوئی بھی معاشرہ
زکوٰۃ سے خوش حال ہوتا ہے اور سُود سے اخلاقی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔ فرمایا:

وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ وما
اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون (۲۵)

ترجمہ: جو سُود تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ
بڑھ جائے۔ اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ
تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے
ہو اسی کے دینے والے در حقیقت اپنا مال بڑھاتے ہیں۔

اس بڑھوتی کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ جتنی خالص نیت اور جتنے گہرے جذبہ ایثار اور جس قدر شدید

رضائے الٰہی کے ساتھ کوئی شخص راہِ خدا میں مال صرف کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ سے زیادہ اجر دے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر ایک شخص راہِ خدا میں ایک کھجور بھی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر اُحد پہاڑ کے برابر کردے گا۔'' (۲۶)

اسلام کے مختلف نظامہائے کار میں زکوٰۃ کی اہمیت سب سے زیادہ اور غیر معمولی ہے۔

کسی بھی اسلامی معاشرے یا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جب انہیں اقتدار ملتا ہے تو صلوٰۃ قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں معروفات کا حکم دیتے ہیں اور منکرات سے روکتے ہیں۔

صلوٰۃ و زکوٰۃ کے بغیر کسی اسلامی معاشرے کی عمارت بے بنیاد ہو جاتی ہے۔ اگر بنیاد ہی کھوکھلی ہو یا بوسیدہ ہو تو عمارت کیسے استوار رہ سکتی ہے۔ زکوٰۃ دراصل ایک نظام ہے اگر اس کی روح پر صحیح عمل ہو تو سوسائٹی کیسے خوش حال نہ ہو؟

زکوٰۃ کا مطلب ہے کہ حکومت، افراد سے عمال کے ذریعے، زکوٰۃ وصول کرے۔ اسے بیت المال میں جمع کرائے تاکہ ضرورت مندوں کی کفالت کا معقول انتظام ہو سکے۔ اجتماعی کفالت کا نظام قائم کرنا حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔

اگر فلسفہ زکوٰۃ پر غور کیا جائے تو انفاق فی سبیل اللہ کے تمام احکام ایتائے زکوٰۃ کے تقاضے ہیں۔ نیز احتکار، اکتناز، تکاثر و بخل کے نواہی بھی زکوٰۃ کے تقاضے ہیں۔

نظام زکاۃ سے معاشرے کے سرطانی اداروں کو پاک وصاف کیا جا سکتا ہے۔ اس سے معاشرے کی دیگر برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف اخوت، حسن مساوات، عدل واحسان، معاشی خوش حالی، محنت کی عظمت، تکریم انسانیت جیسی اخلاقی اقدار پیدا ہوتی ہیں اور لامحالہ حقیقی مادی ترقی و جمالیاتی ارتقاء اور امن وسلامتی کی ضمانت فراہم ہوتی ہے۔ نیز نظام زکوٰۃ افراد سے خوف وحزن، افلاس واحتیاج، تنگیٔ زیست جیسے سفلی جذبات دور کرتا ہے۔ (۲۷)

زکوٰۃ کی مذہبی اہمیت کے علاوہ، سماجی اہمیت بھی کچھ کم نہیں۔ جس کا مقصد معاشرے کو غربت وافلاس سے چھٹکارا دلانا ہے۔ اس کا معاشی پہلو یہ ہے کہ یہ ذخیرہ کی ہوئی دولت کو گردش میں لا کر معاشرے کو کئی ایک خیراتی بندھنوں سے نجات دلاتی ہے۔

زکوٰۃ نہ تو معمولی خیرات ہے اور نہ ہی رضا کارانہ بخشش، بلکہ یہ غرباء کا وہ حق ہے جو بزورِ قوت امیر لوگوں سے منوا سکتے ہیں۔ چنانچہ زکوٰۃ کو صرف رضا کارانہ خیرات کی بجائے ایک قانونی حق بناتے وقت، اسلام کے پیش نظر انسانیت کی پوری عظمت و توقیر تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے زکوٰۃ تھوڑے عرصے کے لئے سرکاری ادارہ رہا اور پھر اُس کے بعد یہ مسلمانوں کا ذاتی معاملہ بن کر رہ گیا۔ اس لئے پوری قوت سے روبہ عمل آنے کا موقع نہ مل سکا۔ (۲۸)

یہی وجہ ہے کہ جس کی وجہ سے اسلام کے ماننے والے آج تک دوسری اقوام کے دستِ نگر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ایک سزا ہے جو الٰہی حکم پورا نہ کرنے کی صورت میں ہم بھگت رہے ہیں۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور دنیاوی سزائیں

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے افراد کو انفرادی طور پر پوری قوم کو اجتماعی طور پر دنیا میں بھی سزائیں ملتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب لوگوں نے زکوٰۃ دینا چھوڑ دی اللہ نے انہیں بھوک اور قحط میں مبتلا کر دیا۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

''جب بھی کسی قوم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینی بند کر دی۔ ان پر آسمانوں سے
بارانِ رحمت کو روک دیا گیا۔ اگر چوپائے نہ ہوں ان پر کبھی بارش نہ برسائی جائے۔''

حضور اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کی ادائیگی پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

''جس نے اجر و ثواب کی نیت سے اسے ادا کیا اس کے لئے اس کا اجر ہے
اور جو اسے ادا نہیں کرتا ہم اس سے زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور اس سے
اس کا آدھا مال بھی لیں گے۔ جو ہمارے رب کی طرف سے عائد کردہ
تاوان ہوگا۔ جس میں آل محمد کے لئے کوئی چیز جائز نہیں۔'' (۲۹)

زکوٰۃ کی اہمیت بطور ایک ادارہ

اسلام کے معاشی اور معاشرتی نظام میں زکوٰۃ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ زکوٰۃ کو بطور اسلامی ادارہ بنانا ازحد ضروری ہے بلکہ یوں کہیں کہ اس کی تعمیرِ نو ہونی چاہیئے۔ افراد کی معاشی بدحالی اور معاشرتی افلاس کو دور کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہمارے پاس رہ جاتا ہے تو وہ ہے زکوٰۃ۔ یہ ادارہ آسانی سے چلایا جا سکتا ہے بشرطیکہ اخلاص اور Cause سے محبت ہو۔ ان

کے مقابلے میں سود کے خاتمہ کا مسئلہ لیں ۔آج تک مسلم قوم اس کا واضح حل پیش نہ کر سکی ۔جس کی وجہ سے یہ مسئلہ ابھی تک دردِ سر بنا ہوا ہے ۔لیکن زکوٰۃ تو اپنی عملی حیثیت تاریخ کے اوراق میں منوا چکی ہے ۔ہمیں انتہائی دور بینی اور احتیاط سے کام لینا ہوگا ۔اگر اس ادارے کو یوں ہی کچھ اور عرصہ کے لئے چھوڑ دیا گیا تو نہ اس کی برکات سے مستفید ہو سکیں گے اور نہ ہی معاشی طور پر مضبوط ہو سکیں گے ۔کوئی مسلم ملک بھی غربت وافلاس سے باہر نہ آسکا ہے ۔اس کی وجوہ میں سے اہم وجہ میرے نزدیک یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ بطور ادارہ فعال بنیادوں پر قائم نہیں ہے ۔اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ دینے والے افراد مخلص اور نیک نیت ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنی زکوٰۃ کے واجبات پورے انصاف اور غیر جانبدار طریقے سے تقسیم کر سکتے ہیں تا کہ ایک مجموعی کفالت کا تصور ابھر کر سامنے آسکے جواب یقیناً نفی میں ہے۔

حرف آخر

زکوٰۃ وصدقات اور عشر ،اسلام کے معاشی نظام میں مکمل کفالت کا تصور پیش کرتے ہیں ۔تلخ حقیقت یہ ہے کہ غریبوں ،ناداروں ،مجبوروں معذوروں اور معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والوں کو پورا پورا معاشی تحفظ دینے والا ایک نظام کسی قوم کے پاس موجود ہو اور اس قوم میں غربت ،جہالت ،ناداری ،بے بسی ،طبقاتی کشمکش بھی جاری ہو تو حیرت ناک ہی نہیں بلکہ افسوس ناک بھی ہے۔

زکوٰۃ وعشر وہ معصوم حق ہے جو ہر صاحبِ نصاب سے لازماً وصول کیا جانا چاہیئے ۔اسلام کے اقتصادی نظام اور نظام کفالت میں اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔اسلام کے نظام کفالت کو چلانے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کی سیاسی بھاگ دوڑ خدا ترس لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔

اسلام کا معاشی نظام اسلام کے سیاسی نظام کے تحت چل سکتا ہے ۔اللہ نے غیر فطری معاشی ناہمواریوں اور تفاوت کو دور کرنے کے لئے اسلامی حکومت کو یہ اختیار دیا ہے کہ دولت مندوں سے یہ حق لے کر غرباء ومساکین کو لوٹا دیا جائے ۔یہی اسلامی نظام معیشت اور کفالت عامہ کے مقاصد میں بنیادی مقصد ہے ۔زکوٰۃ کے ادا کرنے سے اکتناز و احتکارِ دولت کا خاتمہ ہو جائے گا اور غیر فطری تفاوت اپنے انجام کو پہنچے گی۔

اسلام عزتِ نفس کو بہت اہمیت دیتا ہے اس لئے اسلامی مساوات کا تصور پیش کیا گیا ہے کہ مزدور کو روزی کمانے کے مساوی مواقع میسر ہوں اگر ایسا نہ ہو تو زکوٰۃ سے ملنے والی امداد آخری اجتماعی بچاؤ تصور ہوتی ہے ۔اسلام کے نظام کفالت عامہ نے جس قسم کے معاشرے کو تشکیل دینا ہے اس میں نہ تو کسی امیر کے لئے گنجائش ہے کہ وہ شرعی اجتماعی حقوق ادا کئے بغیر دولت کا ذخیرہ کرلے نہ ایسے گداگر کے لئے ٹھکانہ ہے جو صحتِ اعضاء اور صحتِ ہوش وحواس کے باوجود گداگر بنا رہے۔

اسلام کا نظام کفالت افراد کو بنیادی ضروریات دے کر ایک اعلیٰ مقصد یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جینا اور مرنا سکھاتا ہے۔غرباء کی نہ صرف حاجت روائی اور خیر خواہی کرتا بلکہ ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے کہ لوگ زکوٰۃ کا مال لئے پھرتے ہیں انہیں وصول کرنے والا نہیں ملتا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں:

''مجھے امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے افریقہ میں صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا۔میں نے صدقات اکٹھے کئے اور ایسے لوگوں کی تلاش کی جنہیں صدقات تقسیم کرسکوں مگر ایسا شخص نہ ملا جو صدقہ قبول کرے۔بالآخر صدقہ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا۔''(۳۰)

لیکن آج افریقہ میں بے شمار افراد بھوک و افلاس کے ہاتھوں عیسائی مذہب قبول کر رہے ہیں۔انہیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے زکوٰۃ کی مد میں سے رقم کی ضرورت ہے۔اس رقم سے ان کے لئے مستقل آمدنی کے ذرائع قائم کئے جائیں۔اس طرح اسلام کو نہ صرف پھیلنے بلکہ مضبوط ہونے کا موقع ملے گا۔یہ اسی صورت ممکن ہے جب زکوٰۃ کی اہمیت تسلیم کی جائے اور اسے اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ کے لئے ایک بنیادی ادارہ قرار دیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔القرآن:ہود:۱۱

۲۔فی اموالھم حق للسائل والمحروم۔القرآن:الذاریات:۱۹

۳۔القرآن:البقرہ:۲۷۲

۴۔القرآن:الحشر:۵۹

۵۔ڈاکٹر نور محمد غفاری:سرمایہ درانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ،مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور،ص ۳۶ طبع ۱۹۹۱

۶۔احمد بن حنبل:مسند احمد،محمد شاکر،حدیث نمبر ۴۸۸

۷۔ابن حزم:المحلی،ج ۶،ص ۱۵۸

۸۔سیوہاروی،حفظ الرحمان:اسلام کا اقتصادی نظام،ندوۃ المصنفین،دہلی،ص ۴۶،۱۹۵۹

۹۔ابن حزم:ایضاً،ص ۱۵۶،ان خیالات کا اظہار سعودی عرب کے وزیر صنعت و معدنیات نے ایک رابطہ عالم اسلامی کے ایک اجلاس جو مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا،میں کیا۔

۱۰۔ابو یوسف:کتاب الخراج،مطبوعہ سلفیہ،قاہرہ،ص ۱۲۶،۱۳۴۶ھ

۱۱۔راجہ سید اکبر: Guardian and Wards Act, PLD Publishers, لاہور، sec.24، ص ۶۷

۱۲۔ابن جوزی:سیرت عمر بن عبدالعزیز،مطبع المؤید،قاہرہ،ص ۱۵۴

۱۳۔ابو یوسف:ایضاً،ص ۳۷

۱۴۔حافظ عزیز الرحمان:نظام زکوٰۃ کی برکات،مرکز تحقیق،دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور،ص ۳،۱۹۸۷

۱۵۔القران:توبہ:۷۱

۱۶۔القرآن:الانبیاء:۷۳

۱۷۔القرآن:مریم:۳۵

۱۸۔القرآن:المائدہ:۱۳

۱۹۔القرآن:المائدہ:۳۱

۲۰۔القرآن:النور:۴۳

۲۱۔شیخ عبدالحلیم محمود:(شیخ الازہر) معاشیات کے بنیادی اصول مسائل زکوٰۃ و عشر،مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ،اسلام

آباد، ص ۳۷

۲۲۔ خالد بن ولید کو فوج کا سردار بنا کر یربوع کے سردار مالک بن نویرہ کے پاس اس قبیلے سے حصول زکوٰۃ کے لئے بھیجا گیا تو اسے زکوٰۃ کی ادائیگی کا کہا گیا: جواب ملا: انا آتی بالصلوٰۃ دون الزکوٰۃ : خالد بن ولیدؓ نے کہا: اما علمت ان الصلوٰۃ والزکوٰۃ معاً . لاتقبل واحدۃ دون الآخری.

۲۳۔ خلیفہ عبدالحکیم: مقالات حکیم (اسلامیات) مرتبہ شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، لاہور، ص ۱۴۰، ۱۹۶۹

۲۴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ: خطبات (حقیقت زکوٰۃ) ادارہ ترجمان القرآن۔ ص ۳۰، ۱۹۸۸

۲۵۔ القرآن: الروم: ۳۹

۲۶۔ مودودی: تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ج ۳، ص ۷۶۰، ۱۹۸۵

۲۷۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر: فلسفہ زکوٰۃ، فیروز سنز، لاہور، ص ۵۵

۲۸۔ فرشتہ سائس: زکوٰۃ فلسفہ و قانون، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص ۱۰، ۱۹۸۰

۲۹۔ بحوالہ طاہر رسول قادری: اسلام کا نظام کفالت، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ص ۵۸۔ ۵۹، ۱۹۷۹

۳۰۔ بحوالہ ڈاکٹر نور محمد غفاری: سرمایہ درانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت عامہ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص ۱۷۳

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
(تعلیمات نبوی کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد عبداللہ عامر، میانوالی

خالق کائنات جب تخلیق کائنات کا آغاز کیا۔ انسان عالم وجود میں آیا۔ رب العالمین نے اپنی قدرتِ کاملہ سے زندگی کی نعمت سے سرفراز کیا۔ زندگی جن ارتقائی منازل سے گزر کر موجودہ مقام انسانی پیکر تک پہنچی اس میں طبی نظام حیات کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ بلاشبہ تمام قوانین اخلاقیات، تہذیب وتمدن، پند ونصائح، دینی تقاضے، عبادات ومناسکِ شریعت، فرد و جماعت کے تمام حقوق وفرائض حتیٰ کہ ہر قسم کی رہنمائی صرف زندہ انسانوں کے لئے ہے۔ جب انسانی زندگی کو اتنی اہمیت حاصل ہے تو جن اسباب و ذرائع پر زندگی کا انحصار ہے اس کی اہمیت کس قدر ہوگی؟

ان اسباب و ذرائع کو قرآن میں رزق سے موسوم کیا گیا ہے۔ آج رزق سے متعلق مباحث کو دورِ حاضر کی علمی اصطلاح میں نظم معیشت، علم معاشیات کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی رُو سے رزق یعنی معیشت کو کس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آدم کی خصوصیت کچھ اس طرح بیان کی ہے:

''اس میں نہ کسی کو بھوک و پیاس کی احتیاج ستائے گی نہ لباس ومکان سے محرومی ہوگی۔'' (القرآن۔ ۲۰:۱۱۸)

پھر فرمایا:

''اس میں ہر شخص کو جہاں بھی وہ ہوگا فروانی سے کھانے کو مل جائے گا۔'' (القرآن۔ ۱۲:۳۵۔ ۷:۱۹)

قرآن حکیم کے مطابق حضرت ابراہیمؑ، جب دُنیا میں اللہ کے پہلے گھر کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو یہ دُعا فرمائی:

''اے میرے رب! تو یہاں کے رہنے والوں کو امن وفروانی سے سامانِ رزق عطا فرما۔'' (القرآن۔ ۲:۱۲۶)

قرآن مجید میں انسانی معیشت کے متعلق بنیادی حقائق زور دے کر بار بار بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کہ تمام ذرائع و وسائل جن پر بنی نوع انسان کی معاش کا دارومدار ہے، سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ اسی نے اس کو اس انداز میں بنایا ہے اور ایسے فطرتی قوانین پر قائم کیا ہے کہ وہ انسان کے لئے نافع ثابت ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان سے انتفاع کا موقع فراہم کیا ہے اور تصرف کا اختیار بخشا ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

''جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا پس چلو زمین کی پنہائیوں میں اور کھاؤ اس اللہ کا رزق اور اُسی کی طرف تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔'' (القرآن۔سورۃ الملک)

پھر فرمایا:

''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ بنائے دریا جاری کئے اور ہر طرح کے پھلوں کی دو قسمیں پیدا کیں۔'' سورۃ الرعد:۳)

سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

''وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔'' (آیت نمبر۲۹)

سورۃ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اللہ ہی ہے جس آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے تمہارے رزق کے لئے پھل نکالے اور تمہارے لئے کشتی کو مسخر کیا تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور تمہارے لئے دریاؤں کو مسخر کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے مفاد میں ایک دستور پر قائم کیا کہ پیہم گردش کر رہے ہیں اور دن اور رات کو تمہارے مفاد میں ایک قانون کا پابند کیا اور وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔'' سورۃ ابراہیم:۳۲ تا ۳۴)

پھر فرمایا:

''ہم نے زمین تمہیں اقتدار بخشا اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے ذرائع فراہم کئے۔'' (سورۃ الاعراف: ۱۰)

ان آیات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رزق (معیشت) کے مسئلہ کو کس قدر اہمیت دی ہے اور اس اہمیت کے پیشِ نظر ربِّ کائنات نے محض چند نظریات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک مکمل عملی نظمِ معیشت عطا فرمایا۔ اس قرآنی نظم معیشت کو حضور نبی کریم ﷺ نے عملی طور پر اسلامی فلاحی مملکت میں رائج کر کے، نافذ کر کے تمام انسانوں کے لئے عملی نمونہ پیش فرمایا۔ جسے بعد ازاں خلفائے راشدین نے جاری و ساری رکھا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے حضرت محمد ﷺ نے احکاماتِ الٰہی کی روشنی میں جو نظمِ معیشت اور نظام مملکت کے اصول وقواعد وضوابط متعین کئے وہ واقعی بلند واعلیٰ تھے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے ادوار کے بعد ان پر کبھی عمل بھی ہوا؟

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

میری تحقیق کا محور: نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک اُن کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔

فرمان الٰہی ہے: ''جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' کہ بے شک تمہارے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں۔

جیسا کہ میں نے حدیث مبارک پیش کی ہے جس کے مطابق ہمارے پاس تحقیق وتجسس کے لئے دو چیزیں ہیں۔قرآن کریم اور احادیث مبارکہ۔لہذا ان کی روشنی میں موضوع پر بحث کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔سورۃ مزمل میں ارشاد ہوتا ہے:

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔'' (سورۃ المزمل:۲۰)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ قرض حسنہ ہے تمہیں واپس لوٹا دیا جائے گا۔کیسا خوبصورت انداز ہے۔انسانی جسم کی پرورش کے لئے سامان ذرائع ان میں خوراک، لباس، مکان، علاج، انفرادی واجتماعی زندگی کی ضروریات واسباب یعنی مادی اسباب وذرائع کی ضرورت ہے۔ان ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے قائم کئے گئے نظام کو قرآن کریم نے ایتائے زکوٰۃ سے موسوم کیا ہے۔بنی نوعِ انسان کو سامانِ نشوونما بہم پہنچانا اور زکوٰۃ کا انتظام وانصرام اسلامی حکومت کا فریضہ قرار دیا۔عصرِ حاضر میں اصطلاح ایتائے زکوٰۃ کو نظم معیشت سے تعبیر کیا جائے گا۔اس ایتائے زکوٰۃ یعنی نظم معیشت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر کے معاشرہ کو معاشی لحاظ سے مستحکم ومضبوط کرنے کے لئے ربِ کائنات نے مال داروں، سرمایہ داروں اور غنی وصاحبِ ثروت لوگوں کو زکوٰۃ وصدقات ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اے نبی! ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو۔'' (سورۃ التوبۃ:۱۰۳)

نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل میں زکوٰۃ وصدقات کا باقاعدہ نظم معیشت قائم فرمایا۔زرنقد اور سونا چاندی وغیرہ پر اڑھائی فی صد زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

''فصل کاٹنے کے دن زمین کی پیداوار میں سے اللہ کا حق ادا کرو۔'' (سورۃ الانعام:۱۴۱)

(اجناس میں غلہ میں سے عشر (دسواں حصہ) وصول کرنے کا حکم فرمایا۔

اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے درمیان جو متوسط معاشی نظریہ نظم معیشت اختیار کیا ہے اس پر عملی نظام قائم کرنے کے لئے اخلاق وقانون دونوں سے مدد لیتا ہے۔اخلاق کے ذریعے ہر ہر فرد اور معاشرہ کو رضا کارانہ طور پر اس

میں حصہ لینے پر آمادہ کرتا ہے اور اس کی تربیت کرتا ہے اور قانون کے ذریعے اس پر پابندیاں عائد کرتا ہے تاکہ وہ اس نظام میں حصہ لینے کا قانوناً پابند رہے۔

اسلام متذکرہ دونوں معاشی نظاموں کے درمیان ایک معتدل نظم معیشت قائم کرتا ہے جس کا مدعا و مقصد یہ ہے کہ فرد کو اس کے پورے شخصی و فطری حقوق بھی مہیا کئے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ تقسیم دولت کا توازن نہ بگڑنے پائے یعنی کسی کے پاس غیر ضروری مال و متاع جمع نہ ہو سکے۔ دولت و ثروت اور مال و اسباب کے وسائل ہمیشہ گردش میں رہیں۔ اس نظام معیشت کی بنیاد اس طرح استوار کی گئی کہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ چند افراد ارب پتی بن جائیں اور باقی لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہو جائیں۔ یہ نظم معیشت کسی کو ارب پتی بننے سے نہیں روکتا لیکن یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کے سبب لاکھوں انسان نان و نفقہ سے بھی محروم ہو جائیں۔ ہر شخص اپنی قوت و استطاعت، قابلیت کے ذریعے تمام معاشی و ملکی وسائل سے فیض یاب و مستفید ہو سکے۔

اسلامی نظم معیشت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے نظام زکوٰۃ و صدقات قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے مستحقین کو ان کا حصہ دیا جا سکے۔ جیسا کہ قرآن کو حکم ہے کہ:

''ان کے مال میں حق ہے سائل (مدد مانگنے والے) اور محروم کے لئے۔'' (سورۃ الذاریات:۱۹)

پھر فرمایا کہ: ''تم اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔'' (سورۃ الصف:۱۱)

پھر قرآن حکیم نے کتنا حکیمانہ حکم فرمایا جو کہ قابل غور ہے۔

''جو لوگ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال
ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے تو اس سے ساتھ بالیں نکلیں۔'' (سورۃ البقرۃ:۲۶۱)

اللہ تعالیٰ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی خوبصورت انداز میں تلقین کرتے ہوئے پھر فرمایا:

''جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے فضل میں بخل کرتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ فعل ان
کے لئے اچھا ہے بلکہ درحقیقت ان کے لئے بُرا ہے۔'' (سورۃ آل عمران:۱۸۰)

صاحب ثروت لوگوں کو مال کھلے دل سے خرچ کرنے کا حکم ہے۔ انہیں بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ یعنی اپنی ضروریات زندگی پوری ہونے کے بعد جو بھی بچ جائے اللہ تعالیٰ نے تمام کا تمام مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے:

''اور وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہو کہ جو بچ رہے۔
(یا ضرورت سے زیادہ ہو)۔'' (سورۃ البقرۃ:۲۱۹)

نبی اکرم اور صحابہ کرامؓ نے ان آیات کریمہ کی تعمیل میں جو عملی نمونے پیش کئے ہیں اس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

''اور احسان کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے رشتہ داروں اور نادار مسکینوں
اور قرابت دار پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور مسافروں اپنے ملنے جلنے
والے دوستوں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ۔'' (سورۃ النسآء:۳۴)

ملاحظہ فرمائیے کہ رب العزت نے درجہ بدرجہ کیسے انداز میں احسان وامداد کرنے کا حکم صادر فرمایا:

''اور ان کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے۔'' (سورۃ الذاریات)

سرمایہ دار یہ نہ سمجھے کہ میں نے مال دے کر کسی پر احسان دھرا ہے بلکہ یہ مستحق لوگوں کا حق ہے جو کہ اسے ادا کرنا ہے۔

پھر ارشاد الٰہی ہے:

''شیطان تم کو ناداری کا خوف دلاتا ہے مگر اللہ تم سے بخشش اور مزید عطا کا وعدہ کرتا ہے۔'' (سورۃ البقرۃ: ۲۶۸)

کتنی خوبصورت بات بیان فرمائی کہ شیطان کہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور اس کے بدلے رب عظیم مزید عطا فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اس واقعہ کی ایک آیت کریمہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''اور جو مال تم کو خدا نے عطا کیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دُنیا سے
اپنا حصہ نہ بھلائیے۔'' (سورۃ القصص:۷۷)

مستحقین وغرباء ومساکین کو ان کا حق ادا کرنا گویا اپنی آخرت دین وُدنیا سنوارنا ہے۔ اسی اصول کے تحت معاشی بدحالی وعدم استحکام کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ چودہ سو سال قبل دُنیا نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ صدقات وزکوٰۃ اُٹھائے مدینہ کی گلیوں میں حق داروں ومسکین وغرباء کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں کہ انہیں مال ودولت دیں لیکن انہیں کوئی حق دار شخص نہیں مل رہا تھا۔ یہ اسی اسلام کے نظمِ معیشت، نظامِ زکوٰۃ اور تعلیمات نبوی کا نتیجہ تھا کہ سرمایہ دار مال دار سمجھتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال دینے سے کم ہو جائے گا، گھٹ جائے گا۔ لیکن دین اسلام کہتا ہے کہ نہیں نہیں مال کم نہیں ہوگا، گھٹے گا نہیں بلکہ یہ بڑھے گا۔ مال میں اضافہ ہوگا بلکہ اس کے بدلے میں پورا پورا مال واپس لوٹا دیا جائے گا۔ حکم خداوندی ہے:

''نیک کاموں میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا واپس ملے گا
اور تم پر ہرگز ظلم نہ ہوگا۔'' (سورۃ البقرۃ:۲۷۲)

اسی موضوع کی مزید تشریح فرماتے ہوئے فرمان خداوندی ہے:

''اور جن لوگوں نے ہمارے بخشے ہوئے رزق میں سے کھلے اور

چھپے طریقہ سے خرچ کیا وہ ایک ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس
میں گھاٹا ہرگز نہیں ہے۔ اللہ ان کے بدلے ان کو پورا پورا اجر دے گا
بلکہ اپنے فضل سے کچھ زیادہ عنایت کرے گا۔ (سورۃ الفاطر: ۳۰)

سرمایہ والا کاروباری سیٹھ مہاجن دولت اکٹھی کر کے اسے سود پر چلاتا ہے کہ دولت میں اضافہ کر لیا ہے۔ اسلام کہتا ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں سود سے دولت کم ہو جاتی ہے۔ دولت صرف نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بڑھتی ہے یعنی زکوٰۃ و صدقات سے دولت بڑھتی ہے۔ ربِ کائنات کا اعلان ہے کہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کی نشو نما کرتا ہے۔ (سورۃ البقرہ: ۲۷۶)

یہ اسلامی نظریہ اسلامی نظم معیشت کی بنیاد ہے۔ اب دیکھئے کہ عام خیال یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے، زکوٰۃ و صدقات سے صرف دنیاوی و اُخروی ثواب ہوگا۔ یہ بات بالکل درست ہے یقیناً یہ کام کارِ ثواب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آج عصر حاضر میں اسلامی نظم معیشت کے لئے یہ نظریہ ایک نہایت مضبوط معاشی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ آج ملاحظہ فرمائیں کہ دولت کے انبار جمع کرنے اور اس کو سود پر چلانے کا آخر نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دولت سمٹ کر چند سو یا چند ہزار خاندانوں میں اکٹھی ہو گئی ہے اور عوام اور اکثر لوگوں کی قوتِ خرید گھٹتی جا رہی ہے۔ محنت و تجارت اور زراعت بحران کا شکار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے، زکوٰۃ و صدقات دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی نظم معیشت کے ذریعے کفالت عامہ سے قوم کے تمام افراد تک دولت پھیل کر خوش حالی کا دور دورہ ہوگا اور یہ نظام معیشت ایک خوش حال معاشرہ تشکیل پانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی نظم معیشت زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے کفالت عامہ اس انداز میں کی جس سے اقتصادی نظام اس طرح منظم و قائم رہا کہ گردشِ دولت کا اصول و حکم ہر طرف نظر آنے لگا۔ آپ نے قانون وراثت و وصیت، سود کی ممانعت، پس انداز دولت و جائیداد سونا چاندی اور غلہ دار اجناس سے زکوٰۃ و عشر وصول کرنے کا باقاعدہ نظام قائم فرمایا۔۔ غیر سودی معاشی نظام۔۔ نظام زکوٰۃ و عشر نظام صدقات اس نہج پر منظم فرمایا کہ دولت صرف امراء اور مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔ بلکہ اسلامی معیشت کے مطابق غریبوں محتاجوں یتیموں مسکینوں بیواؤں اور مسافروں میں تقسیم کرنے اور ان کی رہائش و نان نفقہ کا بھی انتظام فرمایا۔ حکم خداوندی ہوا جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپؐ نے مال و متاع پر زکوٰۃ و عشر کی احکام کے ذریعے ارتکازِ دولت و جائیداد کی بنیادوں کی بیخ کنی کر دی۔ نبی اکرم ﷺ نے دولت صرف مال داروں اور امراء و روساء کے درمیان گردش کرتی رہے بلکہ محرومین، تہی دستوں، غریبوں اور مسکینوں کا بھی اس دھن دولت پر حق ہے اس دولت سے ان کی کفالت کی جائے۔

یہ اس حکم خداوندی کی تعمیل میں عملی اقدام تھا:

''تا کہ وہ مال تمہارے دولت مندوں ہی میں نہ پھرتا رہے۔'' (القرآن)

بلکہ یہاں یہ حکم ہوا کہ یہ مال و دولت امراء طبقہ مساکین و غرباء کو خیرات سمجھ کر نہ دیں بلکہ یہ غرباء و مساکین کا حق ہے۔ جو لوگ بذاتِ خود اس قابل نہیں کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ضروریاتِ زندگی اور سامانِ زیست مہیا کر سکیں ان کی تمام تر ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے حکومت اور امراء و مال دار طبقہ پر ڈال دی ہے اور مخیر حضرات پہ یہ ان کا حق قرار دیا ہے۔ یہی کفالت عامہ کا اہم پہلو ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جو امام و حاکم ضرورت مندوں سے اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کے وقت آسمان کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔'' (ترمذی۔ ابواب الاحکام ص ۲۴۷)

اسلام میں نظام زکوٰۃ و صدقات ایک مکمل فلاحی نظام ہے اس نظام کو صحیح طریقے سے بروئے کار لا کر اسلامی نظم معیشت قائم کر کے عوام کی کفالت کی جا سکتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی قائم کردہ اسلامی فلاحی ریاست مدینہ سے قبل حکومت کے محاصل ٹیکس وغیرہ اور مفتوحات کو دُنیا کے بادشاہوں ہمیشہ اپنی ذاتی ملکیت سمجھا اور اپنے خاندانی و ذاتی منفعت و عیش و آرام و ضروریات کے لئے خرچ کرتے تھے اور اس مال و دولت پر اپنا حق سمجھتے تھے۔ اگر اس مال و دولت میں سے کچھ دوسروں کو دیتے تھے تو اس کو اپنا احسان قرار دیتے تھے۔ لیکن جو اسلامی نظم معیشت اسلام نے قائم کیا اس میں اسلامی حکومت کے سارے محاصل و ٹیکس زکوٰۃ و عشر مال اللہ یعنی اللہ کا مال کہلاتے تھے اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے وقف تھے اور صرف بیت المال کی ملکیت تھے۔

زکوٰۃ و عشر، خیرات و خراج و جزیہ وغیرہ جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتا تھا وہ اگر چہ بحیثیت سربراہِ اسلامی ریاست حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں آتا تھا لیکن آپؐ نے اس مال کو اپنی ملکیت قرار نہیں دیا۔ بلکہ تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا۔ کبھی اسے اپنی ذاتی ضروریات اور شخصی تصرف میں نہیں لائے بلکہ زکوٰۃ و عشر خیرات کی تمام دولت اپنے اور اپنے اہل و عیال و آل بیت اور اپنے خاندان ہاشم پر حرام قرار دی۔ اس مال و دولت کو حکم خداوندی کے تحت کفالت عامہ کے لئے غرباء، مساکین، حاجت مندوں کا حق قرار دیا۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

''میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کچھ روک سکتا ہوں میں صرف خزانچی
ہوں جسے موقع پر صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں صرف کرتا ہوں۔'' (ابوداؤد)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

''میں صرف بانٹنے والا ہوں۔ دینے والا خدا ہے۔''

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی نظم معیشت زکوٰۃ و کفالت عامہ ہمیں قرآن کریم میں بار بار بیان زکوٰۃ و کفالت عامہ کے لئے مستحقین کو ان کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ کہ ان لوگوں کا یہ حق ہے کہ ان کی فلاح کے لئے زکوٰۃ و خیرات کی

ادائیگی کی جائے۔حتی کہ زکوۃ کو ارکان اسلام میں شامل کیا گیا ہے۔مختلف آیات میں اس کی ادائیگی کو مختلف انداز میں بیان کیا۔ایک جگہ کفالت عامہ کے لئے خرچ کرنے کو منفرد حکیمانہ انداز میں واضح کیا۔فرمایا:

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین و آسمان کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے۔'' (سورۃ الحدید:۱۰)

کتنے خوبصورت انداز میں تلقین فرمائی کہ یہ مال و دولت، یہ کثیر سامان، یہ جائیدادیں اور سرمایہ انسان کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ کا انعام ہے وہ تمہارے پاس امانت ہے۔لہذا تمہیں کفالت عوام کے لئے دل کھول کر خرچ کرنا چاہیئے۔

گزشتہ آیات میں اللہ نے فرمایا کہ فلاحِ انسانیت کے لئے خرچ کرنا، جان و مال سے خدمت کرنا تمہارا فرض ہے۔کسی پر احسان نہیں ہے۔پھر فرمایا یہ تمہاری میراث نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطا کردہ ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں تمہارا اپنا فائدہ ہے۔

اب جو آیات کریمہ پیش خدمت ہیں۔ملاحظہ فرمایئے، ارشاد ربانی ہے:

اللہ کی راہ میں خرچ کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہے اپنا بہترین مال اور بہترین اثاثہ راہ خدا میں خرچ کرو۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

''نیکی یہ نہیں کہ تم چہرے مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو یوم آخر اور ملائکہ اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔'' (سورۃ البقرہ:۱۷۷)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت و بلاغت کے ساتھ زیر بحث موضوع کی صراحت فرمائی ہے۔ آیئے اب مزید وضاحت احادیثِ رسول ﷺ میں دیکھتے ہیں کہ کفالت عامہ کتنی اہم ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات پوری کرنے میں لگا رہے گا۔اور جو کسی مسلمان کی کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور فرمائے گا۔'' (صحیحین)

ایک اور روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی

مدد میں رہتا ہے۔"

مقصد یہ کہ انسانی فلاح و کفالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ عمل ہے۔ کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپ صحابہ کرامؓ سے فرماتے کہ تم سفارش کرو تو تمہیں ہی ثواب ملے گا۔ (بخاری)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اگر کچھ نہ ہو سکے تو بیکس و حاجت مند کی مدد ہی کیا کرو۔ یہ بھی فرمایا کہ بھولے بھٹکے ہوئے کو اور کسی اندھے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے۔

انسان خواہ کتنا ہی امیر کبیر ہی کیوں نہ ہو کسی نہ کسی وقت اس پر بھی بُرا وقت آ سکتا ہے وہ دوسروں کا محتاج و دست نگر بن سکتا ہے۔ اس لئے ہر صاحبِ استطاعت کا فرض ہے کہ وہ مختلف نوع کی مصیبتوں میں گرفتار انسانوں کی زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے مدد کرے اور اپنی دولت و ثروت پر غرور نہ کرے۔

عصر حاضر میں نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے اسلامی نظم معیشت کے ذریعے عوام کی کفالت از حد ضرورت ہے۔ لیکن اس نظام کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ آج معاشی و اقتصادی کشمکش و بدحالی کا ایک پہلو مال و زر کی ہوس و لالچ ہے۔ زیادہ سے زیادہ مال بنانے اور دولت حاصل کرنے کے لئے عوام کو مختلف ناجائز ذرائع سے پریشانی و تکالیف میں مبتلا کیا جاتا رہا ہے۔ مال و دولت کو پوشیدہ رکھنا، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، کرپشن، سمگلنگ اور مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

ادنیٰ و اعلیٰ ہر شخص مال و زر کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ ایمان داری، قناعت، خدا ترسی، عوام کی مدد و کفالت کا جذبہ عنقا ہے۔ اس امر کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ ہمیں دُنیا کے دوسرا بڑا کرپٹ ملک قرار دیا گیا۔ ہمارا خزانہ خالی ہے۔ ہر روز اشیاءِ صرف کے ریٹ بڑھ رہے ہیں یہی ایک فن باقی رہ گیا ہے معیشت کو باقی رکھنے کا۔ ہم کاسہ گدائی لے کر مختلف ممالک و مالی اداروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کی ہر جائز و ناجائز شرط ماننے پر آمادہ ہیں شاید وہ ملکی سالمیت و سلامتی و استحکام اور عوامی مفاد کے خلاف بھی ہو۔ روز بروز مزید مقروض ہو کر غیر ملکی آقاؤں کے احسانات تلے عزتِ نفس دب رہی ہے اور ملک کے قیمتی اثاثے فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے وسائل کم اور اخراجات زیادہ ہیں۔ سادگی کم، بچت ناپید اور عیش و عشرت اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ زیادہ ہیں۔ ہر چند ماہ بعد عوام کو مہنگائی کا تحفہ دینے پر مجبور ہیں۔ ان سب وجوہ کا سبب غیر اسلامی نظم معیشت ہے اور اسلامی نظم معیشت و نظام زکوٰۃ سے عوام کی کفالت بطریق احسن ممکن ہے۔ جس کے ذریعے معاشی عدم استحکام کو خوش حال معاشی نظام میں بدل سکتے ہیں۔ احکام الٰہی اور اعمال رسول آیات قرآنی اور احادیث کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں ان کی روشنی میں ہم اپنی معاشیات و اقتصادیات کو مستحکم بنا سکتے ہیں۔

اسلامی نظم معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ وعُشر کی اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

خلیل احمد علیم۔ فیصل آباد

کوئی بھی معاشرہ اُس وقت تک مستحکم اور مضبوط نہیں کہلا سکتا جب تک اس کی معیشت مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر مستحکم نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سید الکونین ﷺ نے اقتصادیات کے حوالے سے آج سے چودہ صدیاں پیشتر انسانی رُشد وہدایت اور فلاح و کامرانی کے لئے وادی بطحا میں کتاب وسنت کی صورت میں ایک مستحکم نظامِ معیشت انسانیت کو عطا فرمایا تا کہ اولادِ آدم معاشی افراط و تفریط سے بچ کر اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو اعتدال و توازن کی بنیادوں پر استوار کر سکے۔

اسلام نے انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے جس طرح زندگی کے دیگر شعبوں میں ایک مؤثر اور بھرپور رہنمائی کی ہے اسی طرح اس جہانِ رنگ و بُو میں انسانی زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے ایک بھرپور اور مؤثر نظامِ معیشت بھی عطا فرمایا جو ہر لحاظ سے عصری تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ اگرچہ مذاہب وادیان اور دورِ حاضر کے عظیم مفکرین کے وضع کردہ معاشی نظام بھی موجود ہیں مگر اسلام کے پیش کردہ معاشی نظام کے مقابلے میں کوئی قابلِ ذکر حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ان میں سے اکثر نظریات ایسے ہیں کہ ان کی بدولت معاشرے کے تمام ذرائع پیداوار پر ایک مخصوص طبقہ قابض ہو جاتا ہے۔ جب کہ باقی طبقوں کی حیثیت کسی مشین کے کل پُرزوں سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جن کا کام اوّل الذکر طبقے کے لئے سیم وزر کے انبار لگانا ہے اور خود اپنی دو وقت کی روٹی اور مخصوص یونیفارم کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملتا۔ جب کہ بعض مفکرین کے پیش کردہ افکار کی بدولت دولت کی تقسیم کا کچھ اس انداز سے ہوتی ہے کہ سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ اپنے سرمائے اور جاگیر میں مزید اضافہ کرتا چلا جاتا ہے جب کہ غریب اور معاشرہ کو کمزور طبقہ آئے دن معاشی پریشانیوں میں اُلجھ کر نانِ شبینہ تک کا محتاج ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہی وجہ کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ وہ معاشی دوڑ میں افراط و تفریط کی راہ چھوڑ کر اعتدال کی راہ کو اس انداز سے اپنے لئے منتخب کریں کہ اسلامی معاشرہ کا ہر فرد دوسرے افراد کے لئے ایثار و ہمدردی کے جذبات رکھتا ہو تا کہ کمزور و نادار افراد کو بھی معاشی سہارا مل سکے اور وہ بھی باعزت اور بطریق احسن جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھ سکیں۔ اسی پسِ منظر میں اسلام نے بیت المال کے نام سے ایک مستقل ادارہ قائم کر دیا تا کہ یہ ادارہ معاشی طور

کمزورو ناتواں افراد کے لئے بیساکھی کا کام دے سکے پھر اس بیت المال کو مضبوط تر کرنے کے لئے زکوٰۃ کا ایک قانون متعارف کرایا کہ کُل جمع شدہ فاضل دولت پر اڑھائی فی صد سالانہ زکوٰۃ وصول کی جائے۔نیز زرعی زمین کی پیداوار سے دس فی صد یا پانچ فی صد عُشر وصول کیا جائے حتٰی کہ جانور بھی جب ایک مقررہ حد سے زائد ہو جائیں تو ان پر بھی زکوٰۃ کی وصولی لازمی قرار دے دی گئی ہے۔

اسلامی معیشت کا یہ قانون زکوٰۃ ایک ایسا فطری نظام ہے کہ جس کی موجودگی میں اسلامی معاشرے کا کوئی بھی فرد ضروریاتِ زندگی سے محرومی کی شکایت کبھی نوکِ زبان پر نہیں لاسکتا اور دولت کی گردش بھی از خود معاشرے میں ہوتی چلی جاتی ہے۔اس طرح دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ کررہ جانا بھی ناممکن ہو جائے گا جیسا کہ خود قرآن نے ارشاد فرمایا:

"کی لایکون دولة بین الاغنیاءِ منکم" (سورۃ الحشر:۷)

زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔یہ خیرات نہیں ہے بلکہ فقراء و مساکین کا "حق" ہے۔ زکوٰۃ جہاں حبِ مال کو کم کرتی ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے وہیں معاشی نقطہ نظر سے یہ سماجی فلاح و بہبود اور کفالت عامہ کی ایک ہمہ گیر اسکیم بھی ہے جس کے ذریعے ملک و ملت کے غریب اور نادار افراد کی مدد کی جاتی ہے اور انہیں زندگی کی جدوجہد میں برابر کی شرکت کے لائق بنایا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ ذہنیت یہ بات پیدا کرتی ہے کہ ہر شخص کی دولت صرف اسی کے لئے ہے اور معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے یا گر جائے اُسے فنا ہو جانا چاہیئے۔کشمکشِ حیات میں زندہ رہنے کا حق صرف اُسی کو ہے جو زندگی کی دوڑ میں دوسروں سے آگے بڑھ جائے۔اسلام اس ذہنیت کی نفی کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جو دولت تم کماتے ہو وہ صرف تمہاری محنت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں فطرت کی بے شمار قوتیں شریکِ کار ہیں بلکہ پورا معاشرہ ہزاروں طریقے سے تمہارا معاون و مددگار ہے۔اس لئے تمہارے مال میں تمہارے علاوہ دوسروں کا بھی حق ہے۔دولت مندوں کی ذمہ داری ہے کہ معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے اُسے سہارا دیں اور اُسے آگے بڑھائیں۔جو معاشرہ کمزوروں کی مدد نہ کرے، ناداروں کو سہارا نہ دے اور گرتوں کو تھام نہ لے وہ انسانی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔اسلام نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے معاشرت اور معیشت کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور اس میں کفالتِ عامہ اور امداد باہمی کی روح کو جاری و ساری کر کے ایک نئے افق سے ہم کنار کر دیتا ہے۔

جدید معاشیات میں سماجی بہبود اور سوشل سیکورٹی کو تصور اگر چہ بالکل نیا ہے لیکن اسلام نے روزِ اول سے ہی زکوٰۃ کی شکل میں معاشرے کے کمزور انسانوں کی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دی ہے۔اسلامی حکومت نے عملاً نظام

زکوٰۃ کو قائم کیا۔ آبادی کی مردم شماری کی۔ ناداروں کے رجسٹر بنائے اور بہت ہی قلیل مدت میں یہ حال ہو گیا کہ بقول امام طبریؒ ''زکوٰۃ دینے والے تو ہزاروں تھے مگر زکوٰۃ لینے والوں کا فقدان تھا۔'' کیونکہ زکوٰۃ دولت کی تقسیم میں غیر فطری عدم مساوات کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ زکوٰۃ ہی ہے جس کے ذریعے امراء کی دولت غرباء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور کفالت عامہ کا ذریعہ بھی زکوٰۃ ایک طرف پیداواری عمل کو تیز کرتی ہے تو دوسری طرف عوام میں قوتِ خرید میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اس طرح نظم معیشت میں معاشی اعتدال و توازن کا ذریعہ بنتی ہے۔ زکوٰۃ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام میں ایمان اور نماز کے بعد سب سے زیادہ اہمیت زکوٰۃ کے نظام کو دی گئی ہے جس کا اندازہ درج ذیل سطور سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

دینِ اسلام کی تعلیمات میں نماز کے ساتھ ساتھ جو فریضہ سب سے اہم نظر آتا ہے وہ زکوٰۃ ہی ہے۔ نماز کا شمار اگر حقوق اللہ میں ہوتا ہے تو زکوٰۃ حقوق العباد میں سرِ فہرست نظر آتی ہے۔ ان دونوں فریضوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے جو اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی یکساں خیال رکھا گیا ہے۔ قرآنی تعلیمات میں ایمان اور نماز کے شانہ بشانہ زکوٰۃ کا ذکر اس کی اہمیت کے لئے کافی ہے تاہم ارشاداتِ پیغمبر علیہ السلام بھی زکوٰۃ کی اس اہمیت کو بخوبی اجاگر کر رہے ہیں جس کا اندازہ درجِ ذیل احادیثِ پیغمبر ﷺ سے بھی ہو جاتا ہے۔

نمبر ۱: حضرت جریرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر تین باتوں پر بیعت کی تھی۔

۱۔ نماز پڑھنا

۲۔ زکوٰۃ دینا

۳۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا

نمبر ۲: وفد عبدالقیس نے ۵ھ میں آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر جب اسلامی تعلیمات دریافت کیں تو آپ ﷺ نے اعمال میں پہلے نماز اور پھر زکوٰۃ کو جگہ دی۔ (صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، جلد اوّل، ص ۱۸۸)

نمبر ۳: ۹ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو اسلام کے مذہبی فرائض کی یہ ترتیب بتائی:

اُن کو توحید کی دعوت دینا۔ جب وہ یہ جان لیں تو اُن کو بتانا کہ دن میں پانچ وقت کی نمازیں اُن پر فرض ہیں۔ جب وہ نمازیں پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔ (صحیح بخاری جلد دوم، ص ۱۰۹۴)

نمبر۴: صحابہؓ میں جو لوگ شریعت کے رازدان تھے وہ زکوٰۃ کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب اہل عرب نے بغاوت کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور تلوار کھینچ لی۔ (بخاری جلد اول ص ۱۱۰)

زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کا یہ اقدام حقیقت میں ایک لطیف نکتہ تھا جس کو شریعت کا محرم اسرار ہی سمجھ سکتا تھا اس نے سمجھا اور امت کو سمجھایا اور سب نے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

زکوٰۃ کے ارتقائی مراحل

جس طرح نماز کو آغاز اسلام کے ساتھ ہی ہوا اور مدینہ آ کر رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی اسی زکوٰۃ یعنی مطلق خیرات کی ترغیب بھی آغازِ اسلام ہی سے شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام رفتہ رفتہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ آغازِ اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ صرف خیرات کا ہم معنی تھا۔ اس کا نصاب اور دیگر خصوصیات جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں، بعد میں آہستہ آہستہ تکمیل کو پہنچی۔ بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفرؓ اور ان کو دیگر احباب ہجرت کر کے حبشہ پہنچے اور نجاشی نے ان کو اپنے دربار میں بلا کر ان سے اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیمات دریافت کیں تو حضرت جعفرؓ نے اس کے استفسار کے جواب میں یہ تقریر کی:

''وہ پیغمبر ﷺ ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ ہم نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔''

(مسند احمد جلد اول ص ۲۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ عام زکوٰۃ اور مالی خیرات کا آغاز اسلام کی ابتداء ہی میں ہو چکا تھا۔ ۶ھ میں نجاشی نے نامہ مبارک پہنچنے کے بعد ابوسفیان سے، جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، اسلام کی تعلیمات دریافت کیں تو انہوں نے دوسری چیزوں کے ساتھ صدقہ وزکوٰۃ کا تذکرہ بھی کیا۔''

(صحیح بخاری، جلد اوّل)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ۸ھ سے پہلے بلکہ ہجرت سے بھی پہلے بعثت کے بعد ہی نماز کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات کی تعلیم بھی موجود تھی۔ بعد از ہجرت، مدینہ منورہ آ کر جب مسلمانوں کو قدرے اطمینان ہوا تو پھر صحابہؓ کا سوال اور قرآن کا جواب یعنی درج ذیل آیت بھی صدقہ وخیرات کی تلقین کرتی نظر آتی ہے:

ویسئلونک ما ذا ینفقون ۵ قل العفو

ترجمہ: یعنی یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ زائد از ضرورت۔

فرضیت زکوٰۃ میں اسلام کا یہ پہلا قدم ہے۔اس وقت حالات کا تقاضا یہی تھا۔کچھ عرصہ بعد جب فتوحات کا آغاز ہوا۔زمینیں اور جاگیریں ہاتھ آئیں۔تجارت کی آمدنی شروع ہوئی تو حکم نازل ہوا:

یاایھاالذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض

ترجمہ:اے ایمان والو!اپنی کمائی سے اچھی چیزیں اور جو ہم نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں ان میں سے کچھ خیرات دے دو۔

(سورۃ ال بقرہ:۲۶۷)

رمضان ۸ھ میں مکہ کی فتح نے تمام عرب کو منظم کر دیا اور اسلام کے زیر نگیں ہو گیا۔اب وہ وقت آیا کہ اسلام اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ اپنا خالص نظام قائم کرے۔تب یہ آیت یعنی حکم خداوندی نازل ہو گیا:

خذ من اموالهم صدقة تطهر هم و تزكيهم بها

ترجمہ:ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کر واس کے ذریعے سے تم ان کو پاک وصاف کر سکو۔

(سورۃ التوبۃ:۱۰۳)

چنانچہ اس سے اگلے سال یعنی محرم ۹ھ زکوٰۃ کے تمام احکام وقوانین مرتب ہوئے۔اس کی وصولی کے لئے تمام عرب میں زکوٰۃ وصول کنندگان یعنی محصلین اور عاملین کا تقرر ہوا۔اور باقاعدہ ایک بیت المال جیسے عظیم ادارے کے قیام کی صورت پیدا ہوئی۔ان احکامات کی تفصیلات سورۃ توبہ میں موجود ہیں جو ۸ھ کے آخر میں نازل ہوئی۔بہر حال اسلامی معاشرے کے غریب و نادار اور مجبور و مقہور افراد کی دستگیری اور ان کی اعانت یعنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے نظامِ زکوٰۃ سے بہتر اور کوئی نظام چشمِ فلک نہیں دیکھا۔جس کا اندازہ 'کفالت عامہ' کے اس پروگرام سے ہو جاتا ہے جو نظام زکوٰۃ کا ایک لازمی اور منطقی نتیجہ ہے۔جس کی تھوڑی سی جھلک درجِ ذیل سطور سے بخوبی نظر آجائے گی۔

کفالت عامہ اور زکوٰۃ

اسلام کا عطا کردہ نظامِ زکوٰۃ اجتماعی تکفل یعنی کفالت عامہ کے معاملہ میں پہلی منظم قانون سازی ہے۔جو محض انفرادی اور رضا کارانہ طور پر دیئے جانے والے صدقات ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ باقاعدہ میعادی سرکاری امداد پر قائم ہے۔ایسی امداد جس کا مقصد یہ کہ ہر محتاج اور اس کے اہل وعیال کی خورد ونوش،لباس،رہائش اور زندگی کی دوسری تمام ضروریات بغیر اسراف اور کنجوسی سے کام لئے پوری ہو جائیں۔اس امداد و اعانت کی حکومت کے زیر سایہ ذمی بن کر زندگی گزار رہے ہوں وہ بھی اگر محتاج و نادار ہوں تو اس کفالت عامہ سے مستفید ہو سکتے ہیں اور اس امداد سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

یہی وہ کفالت عامہ (Social Security) جس کا خیال مغربی دُنیا میں اب پیدا ہوا ہے۔مگر اس کے باوجود

اب بھی ان کی فکر اسلام کی پیش کردہ اجتماعی کفالت معیار تک نہیں پہنچی جس میں ہر محتاج اور اس کے اہل وعیال کی مکمل کفالت کی ضمانت دی گئی ہے۔ جب کہ مغربی اقوام کی اس فکر کا محرک خوف خدا، کمزوروں کے لئے جذبہ ترحم یا جذبہ للٰہیت نہیں ہے بلکہ مختلف انقلابات اور اشتمالیت واشتراکیت کی خوفناک لہروں اور دوسری عالم گیر جنگ اور مغربی اقوام کی رضا جوئی کے جذبے نے انہیں اس اندازِ فکر اور Social Security کے نظام کے اجراء پر مجبور کیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے مغربی اقوام کی طرف سے اجتماعی کفالت کا باقاعدہ اعلان ۱۹۴۱ء میں کیا گیا جب کہ انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے میثاق اوقیانوس کے تحت اوقیانوسی معاہدے کے تحت اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ ہماری حکومتوں کے اندر رہنے والے جملہ افراد کو اجتماعی کفالت کا یقین ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اسلام نے ان مغربی حکومتوں سے صدیوں پہلے ایک ایسا اجتماعی کفالت کا نظام قائم کیا ہے جو ایک دینی فریضہ ہے اور جس کا نفاذ کا انتظام اسلامی حکومت کرتی ہے اور بوقت ضرورت فقراء کے حقوق حاصل کرنے کے اغنیاء سے جنگ بھی کرتی ہے۔

زکوٰۃ اور کفالت عامہ

اسلام کا پیش کردہ نظام زکوٰۃ ایک ایسا نظام ہے۔ جس میں زکوٰۃ کے جمع اور صرف کی ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہوتی ہے۔ یہ انفرادی احسان یا رضا کارانہ صدقات سے نہیں بلکہ محتاجوں کے لئے یہ اللہ کی طرف سے فرض کردہ مقرر کردہ حق ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں پر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ یہ عام حکومتوں کی طرف سے لگائے جانے والے ٹیکسوں سے یوں ممتاز ہے کہ یہ ایک دائمی اور مقرر کردہ ٹیکس ہے اگر حکومت کبھی اسے نظر انداز بھی کردے اور لوگوں سے وصول نہ کرے تو جب تک مسلمان اپنے رب کی رضا، قلب وضمیر کے تزکیہ اور اپنے مال کو پاک ومطہر کرنے کے لئے اسے ادا نہ کرے اُن کا اسلام صحیح نہیں رہتا اور ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ بات مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں راسخ کردی گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ کو بطیب خاطر اور رضا ورغبت سے ادا کردیں اور اسے لینے والے پر اپنا احسان نہ جتائیں اور ایذا رسانی نہ کریں اور غرباء و مساکین اسے اس شان سے لیں کہ لیتے وقت انہیں یہ معلوم ہو کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ زکوٰۃ اللہ کے اس مال میں اس کا حق ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اپنا نائب بنایا ہے۔ اور اہل ایمان سے یہ تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ اس مقررہ ومعلوم حق (زکوٰۃ) کی خاطر ان لوگوں سے جنگ کریں جو اسے ادا نہیں کرت جیسا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے دور خلافت میں منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف علَم جہاد بلند کیا۔

زکوٰۃ اور مستقل اعانت وکفالت

اسلام کے نظام زکوٰۃ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غرباء ومساکین اور معذورین کے کنبوں کے لئے معقول معیارِ زندگی

کی ضمانت دی جائے اور اسلام اس مقصد کے لئے انہیں پورے ایک سال کی ضروریاتِ زندگی کے لئے ایک معقول رقم بھی دیتا ہے گویا زکوٰۃ ایسے مستحق افراد کے لئے ایک قسم کی دائمی اور باقاعدہ اعانت ہے یہاں تک کہ غنا فقر کو۔ قدرتِ کار عجز کو اور کسبِ وہنر بیکاری کو دُور کردے...امام ابوعبیدؒ نے اپنی تالیف، کتاب الاموال میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جو اس کفالت اور اعانت کی صحیح غمازی کرتا ہے۔

ایک روز حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت کسی درخت کے سائے میں قیلولہ فرما رہے تھے کہ ایک بدّو عورت کسی ایسے آدمی کی تلاش کرتی ہوئی آپؓ کے پاس آئی جو اس کا سفارشی بن سکے اور کہنے لگی۔ میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بچے بھی ہیں۔ امیرالمومنین عمر بن خطابؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے لئے بھیجا تھا مگر اس نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ خدا تم پر رحم کرے ذرا میری سفارش تو اس کے پاس کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے خادم کو آواز دی اور کہا کہ محمد بن مسلمہؓ کو بلاؤ۔ اس عورت نے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو تو میرا کام ضرور ہو جائے گا۔ آپؓ نے کہا کہ ان شاء اللہ وہ ابھی کرے گا۔ اتنے میں حضرت محمد بن مسلمہ تشریف لائے اور کہا امیرالمومنین السلام علیکم۔ یہ سُن کر عورت شرمندہ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے ابن مسلمہؓ سے کہا: بخدا! میں تم میں بہترین افراد کو زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کے لئے منتخب کرتا ہوں جب خدائے عزّ و جل تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا جواب دو گے؟ یہ سُن کو حضرت محمد بن سلمہؓ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو ہماری طرف مبعوث کیا ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا کہا مانا اور آپ ﷺ نے احکام خداوندی پر پورا پورا عمل کیا اور فقراء و مساکین جو زکوٰۃ وغیرہ کے مستحق تھے انہیں زکوٰۃ دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کی خلافت کا موقع دیا آپ نے بھی زکوٰۃ کے معاملے میں سنت نبوی پر پورا پورا عمل کیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی پھر مجھے خلافت کا موقع ملا تو میں تم میں بہترین افراد کو زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کے لئے مقرر کرتا رہا۔ اب اگر میں نے تمہیں بھیجا تو اس عورت کو اس سال اور پہلے سال دونوں کی زکوٰۃ دینا۔ پھر آپؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اور اُسے کچھ آٹا اور گھی دے کر فرمایا: یہ لے لو اور ہمیں خیبر کے مقام پر ملنا کیونکہ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ وہ عورت خیبر کے مقام آپ کے پاس پہنچی تو آپ نے اس کے لئے دو اونٹ منگوائے اور فرمایا یہ لے لو۔ یہ اس وقت تمہارے گزارے کے لئے کافی ہے کہ محمد بن مسلمہ دوبارہ ہاں آئے۔ میں نے اسے حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں سالِ رواں اور سالِ گزشتہ دونوں کی زکوٰۃ کا حصہ دے۔''

نتائج

☆ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ معاشرے میں معاشی تحفظ کی عمارت کا بنیادی ستون ہے

☆ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ ایک مستقل اور باقاعدہ اعانت اور کفالت ہے جو اگر کسی مستحق تک نہ پہنچے تو اس کا یہ حق ہے کہ حاکم وقت کے پاس شکایت کر کے اپنا حق مانگے

☆ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی حکمت عملی یہ تھی کہ مستحق اتنا دے دو جو اسے کافی ہو اور مزید سے بے نیاز کر دے۔

☆ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ طرزِ عمل کوئی نیا نہیں بلکہ ان کی پالیسی رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پالیسی کا ہی تسلسل ہے۔

(بحوالہ مشکلات الفقر و کیف یعالجہا الاسلام۔ از یوسف القرضاوی)

معاشی تکفل

یہ اُسی معاشی تکفل اور کفالت عامہ کا نتیجہ ہی تھا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے اس بات کا سختی سے اہتمام کیا ہوا تھا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ یہ ایک عام حکم تھا جس کی ہمیشہ تعمیل کی جاتی تھی کہ اسلامی حکومت کی حدود میں جس قدر اپاہج، معذور اور ضعیف اور مفلوج وغیرہ ہوں سب کی تنخواہیں اور وظیفے بیت المال سے مقرر کر دیئے جائیں۔ لاکھوں سے متجاوز آدمی جن کے نام فوجی دفتر میں اندراج تھے، کو گھر بیٹھے ہوئے خوراک ملتی تھی اور حکم دیا کہ ہر آدمی کے لئے دو جریب (پچاس سیر) آٹا کافی ہے اور ہر شخص کے لئے اس قدر آٹا مقرر کر دیا جائے۔ اعلان عام کے لئے منبر پر چڑھے اور پیمانہ ہاتھ میں لے کر کہا کہ میں نے تم لوگوں کے لئے اس قدر خوراک مقرر کر دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ پیمانہ ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ فرمائے:

"انی قد فرضت لکل نفس مسلمة فی شهر مدی حنطة"

یعنی میں نے ہر مسلمان کے لئے ماہانہ دو مُد گیہوں مقرر کر دیئے ہیں۔

اس پر ایک آدمی نے کہا کہ غلام کے لئے بھی؟ فرمایا ہاں غلام کے لئے بھی۔

(فتوح البلدان۔ ص ۴۶۵)

ایسے ہی بلا امتیاز ملک و ملت اور بلا تخصیص مذہب حکم تھا کہ غرباء و مساکین کے لئے بیت المال سے روزینے مقرر کئے جائیں بلکہ بیت المال کے انچارج کو لکھا کہ خدا کے اس قول انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ کا مصداق اہل

کتاب ہیں۔

یہ کفالت عامہ اور رفاہِ عامہ کا نتیجہ ہی تھا کہ اکثر شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرائے جہاں مسافروں کو بیت المال کی طرف سے قیام و طعام مہیا کیا جاتا تھا۔ایسا ہی ایک مہمان خانہ کوفے میں بھی موجود تھا۔مدینہ منورہ میں جولنگر خانہ تھا حضرت عمر خود وہاں جاکر اہتمام سے کھانا کھلوایا کرتے تھے۔(بحوالہ الفاروق از شبلی نعمانی)

نظامِ زکوٰۃ کا اصل مقصد تزکیہ نفس اور تزکیہ مال ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس کا ایک مقصد امداد باہمی بھی ہے یعنی ملت کے نادار افراد کی امداد جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

ان الله افترض عليهم صدقة توخذ من اغنياء هم فترد على فقراء هم

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان کے امراء سے لی جائے گی اور ان کے غرباء میں تقسیم کردی جائے۔"

(صحیح مسلم،جلد اوّل، کتاب الایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ایک خالص اجتماعی اور معاشی پہلو بھی ہے اور اس کے بغیر زکوٰۃ کا ایک اسلامی پہلو مکمل نہیں ہوتا۔ایک شخص نے پورے خلوص کے ساتھ اپنی دولت کا ایک حصہ نکالا یعنی زکوٰۃ الگ کرلی۔بلا شبہ اس نے اپنے دل کی پاکی اور اپنے نفس کے تزکیہ کا اہتمام کیا مگر اس کا یہ فعل شریعت کے ہاں ادائے زکوٰۃ کا موجب نہیں بنے گا۔یہ ادائے زکوٰۃ اس وقت ہوگی جب وہ اپنی اس نکالی ہوئی زکوٰۃ کو حصہ داروں یعنی غرباء کے حوالے کرے گا۔یعنی تزکیہ نفس اپنی جگہ مسلم۔لیکن اس مال کا غریبوں کی حاجت روائی کا ذریعہ بننا بھی اپنی جگہ بہت ضروری ہے اور اس کے بغیر زکوٰۃ کا شرعی فریضہ ادا نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ قرآن نے زکوٰۃ کو کھاتے پیتے افراد کی دولت میں غریبوں کا حصہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فی اموالهم حق للسائل والمحروم" (المعارج:۲۴)

دین میں غریبوں کے لئے اس نرم گوشہ کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہو جاتا ہے کہ:

"ما آمن بی من بات شعبان" وجارهُ جائع" فی جنبه "

یعنی وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو خود تو سیر ہو کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

حاصل کلام

گزشتہ صفحات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ معاشرتی فلاح و بہبود، سوشل سیکورٹی اور اجتماعی معاشی تکفل اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کے نظام کا ایک اہم اور بنیادی کردار ہے جس کی موجودگی میں اسلامی معاشرہ صحیح معنوں میں

ایک فلاحی اور خوش حال معاشرہ بن سکتا ہے یہی زکوٰۃ کا اصل مقصد ہے بقول شاعر مشرق:

تا نہ باشد در جہاں محتاج کس

نکتہ شرع مبین این است و بس

معاشی و معاشرتی ارتقاء میں زکوٰۃ و عُشر کا کردار

ڈاکٹر سید محمد ظاہر شاہ بخاری۔ اسلام آباد

اشترا کیت اور سرمایہ داری نے جو افراط وتفریط اختیار کی ہے اوران دونوں کوٹکر نے انسانوں کو ہلاکت کے گڑھے پر لاکر کھڑا کیا ہے۔ ان حالات میں اب دو ہی مرحلے باقی ہیں کہ یا دُنیاان ہلاکت آفرینیوں کا شکار ہوکر شرّ ہی شرّ بن کر رہ جائے یا پھر خیر اور امن وسلامتی کی وہ دُنیا بن جائے جس کا مظاہرہ اسلام، آج سے چودہ سو سال پہلے مکمل طور پر دور، نبوت، دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی میں کر چکا ہے۔ (۱) اس نظام حکومت نے تیس سالوں میں ایران، فارس، سندھ، مکران ،روم، شام، مصر، عراق اور سرزمین عرب کے گوشہ گوشہ میں امن وسکون اور خوش حالہ پیدا کردی (۲)

اسلام اور دیگر نظام ہائے معیشت

دُنیا کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ قدیم و جدید تمام نظام ہائے حکومت میں ایک بھی ایسا نظام نہیں بتایا جا سکتا جس نے انسانی دُنیا کے اندر رفاہیت وخوش عیشی اور عدل وانصاف والوں کو باہم ملا کر امن وسلامتی کا علم بلند کیا (۳)

اسلام کا معاشی نظام ایسے ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے۔ جو دُنیائے انسانی کی صرف معاشی صلاح وفلاح کا ہی خواہش مند نہیں ہے۔ بلکہ روحانی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی، معاشی غرض ہر قسم کی دینی، دُنیوی فلاح و بہبود اور رُشد وہدایت کا علم بردار ہے۔ (۴)

مندرجہ بالا روحانی اقدار کی بالیدگی کے لئے اور طبقاتی تقسیم کو ختم کرنے میں اسلام کا نظام زکوٰۃ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ معاشی نظام ہے۔ انسانی معاشرے کی تشکیل میں یہ نظام بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظام کو اپنانے سے معاشی عدل قائم رہتا ہے اور اس کو ترک کردینے سے ناانصافی جنم لیتی ہے۔ جو متعدد خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔ (۵)

زکوٰۃ و عُشر کی شرعی حیثیت

زکوٰۃ ایک ایسا محصول ہے جو مسلمانوں ہی سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ سونے، چاندی، جانوروں اور تجارتی سامان پر عائد ہوتا ہے۔ ان کی وصولی کے لئے ایک خاص مقدار مقرر ہے جس کو اصطلاح میں نصاب کہتے ہیں۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ، بشرطیکہ اس پر پورا سال گزر جائے اور حوائج اصلیہ سے

پاک ہو اور قرض کے بار سے بھی پاک ہو(۶)

اس طرح جو زرعی پیداوار وغیرہ بارش اور قدرتی چشموں کے باعث ہو اُس کا دسواں حصہ اور جو کنویں یا ٹیوب ویل سے سیراب ہو اُس کا بیسواں حصہ عُشر واجب ہے۔زکوٰۃ اسلامی معیشت کا جزو اعظم ہے۔اصلاحِ معیشت اور اصلاحِ معاشرہ اس کے بغیر ممکن نہیں۔اکثر آیات میں اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو یکجا کر کے ان کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

"اقیمو االصلوٰۃو اٰتو االزکوٰۃ (۷)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو

ایک آیت میں نظام زکوٰۃ کو مربوط بنانے کے لئے اسلامی ریاست کے سربراہ کو حکم ہے:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (۸)

یعنی ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کرو اور اس طرح ان کے اموال کی تطہیر اور نفوس کو تزکیہ کرو۔

نظامِ زکوٰۃ کی اہمیت "الماعون" کی روشنی میں

سورۃ الماعون میں معاشرتی اور معاشی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔اس سورۃ مبارکہ کی رُو سے مسلم معاشرے کے تمام افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ درج ذیل باتوں کا اہتمام کرے۔

الف) یتیموں کی پرورش اور ان کی تربیت کا اہتمام کرے۔

ب) مالی اعتبار سے کمزور اور مفلوک الحال لوگوں کی مالی معاونت

ج) اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس عبادت کے تقاضوں کو بھی پہچاننا اور اُن کے لئے معاشرے کے تمام افراد کو آگاہ کرنا۔

د) معاشرے میں ضرورت مند افراد کی عام ضروریات پورا کرنے میں بخل سے کام نہ لینا

اس طرح ایک معاشرہ اُس وقت تک اسلامی معاشرہ نہیں کہلا سکتا جب تک اُس میں مندرجہ بالا خصوصیات نہ ہوں (۹)

اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات

جن خصوصیات کی وجہ سے اسلامی معاشرے کو امتیاز حاصل ہے وہ اسلام کا ایک مربوط معاشی نظام یا بالفاظ دیگر نظام زکوٰۃ ہے۔عیسائی معاشرے کو عملی زندگی میں پورے کا پورا نظام مادی فلسفہ زندگی سے لینا پڑتا ہے۔معاشی نظام کے طور پر انہیں سرمایہ دارانہ نظام اپنانا پڑتا ہے۔حد یہ ہے کہ انہیں عدالتی نظام بھی انسانوں کے مادہ پرستانہ قانون ساز اداروں سے لینا پڑتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت کی موجودہ شکل میں پوری عیسائیت کے پاس کوئی سیاسی نظام، معاشرتی نظام

اور معاشی نظام موجود نہیں ۔ یہ اسلام کی حقانیت کا بیّن ثبوت ہے جس میں مکمل دین کی شکل میں ایک مکمل سیاسی، معاشی اور سماجی نظام موجود ہے(۱۰) اور اسلام کے بغیر انسان کی اجتماعی زندگی میں نکھار اور حسن آ نہیں سکتا۔

جیسا کہ درج ذیل آیت سے مترشح ہے:

''اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے، شاید کہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ۔'' (۱۱)

یعنی شریعت کے اصولوں پر عمل کرنے سے زندگی مزید آسان ہو جاتی ہے۔

اسلامی معاشرے میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں:

۱۔ اقامتِ صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنا

۲۔ ایتائے زکوٰۃ یعنی نظام زکوٰۃ قائم کرنا

اگر ان دونوں کو وسیع معنوں میں لایا جائے تو صلوٰۃ سے مراد حقوق اللہ ہے اور زکوٰۃ سے مراد حقوق العباد ہے۔ جو ایک معاشرے کے دو نصف حصے ہیں اور یہی وصیت آنحضرت ﷺ نے وصال کے وقت فرمائی تھی۔

چند معاشرتی فوائد

اگر نظام زکوٰۃ کے اغراض و مقاصد پر غور کیا جائے تو یہ معاشی استحکام کے ساتھ ساتھ معاشرتی استحکام کی بنیادی اکائی بھی ہے۔ کئی معاشرتی برائیاں زکوٰۃ کی ادائیگی سے ختم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً

۱۔ بغض وحسد:

جب امیر لوگ غریبوں کا خیال نہیں رکھتے تو غریبوں کے دلوں میں اُمراء کے لئے حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ بصورت دیگر غریب لوگ امراء کو دعائیں دیتے ہیں اور اُن کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اخوت و بھائی چارے کا معاشرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۔ بخل اور کنجوسی کا علاج:

جب انسان زکوٰۃ کی صورت میں اپنا کچھ مال اللہ کے رستے میں خرچ کرتا ہے تو اُس کے دل میں مال کی محبت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ بخل جیسے موذی مرض سے بچ جاتا ہے اور ''حبِ دُنیا'' جو کہ گناہوں کی جڑ ہے اُس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

۳۔فضول خرچی سے بچاؤ:

جو آدمی اپنی حلال کمائی کا کچھ حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو اُس کا خرچ کرنے کا جذبہ اعتدال پر آتا ہے اور اُس کے پاس فضول خرچی کے لئے زائد پیسہ نہیں ہوتا۔

۴۔دُنیوی اور اُخروی مصیبتوں سے نجات:

زکوٰۃ نہ دینے والے کے لئے کچھ عذاب آخرت میں مقرر ہے اور کچھ دُنیا میں۔جیسا کہ قارون کے ساتھ پیش آیا۔یہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے کہ قارون کو اُس کی دولت کی ریل پیل نے گمراہ کیا۔ (۱۲)

مربوط نظام زکوٰۃ قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید نے نظام زکوٰۃ کو مربوط کرنے اور مکمل بنانے کے لئے مصارفِ زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا ہے۔ارشاد ہے:

انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیها
والمؤلّفة قلوبهم و فی الرّقاب والغارمین وفی سبیل
الله وابن السبیل ط فریضة من الله ط والله علیم
حکیم٥(۱۳)

ترجمہ: صدقات (زکوٰۃ وعُشر) مفلسوں محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور اُن لوگوں کا جن کی تالیفِ قلوب منظور ہو۔اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں یہ مال خرچ کرنا چاہیئے۔یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نظامِ زکوٰۃ مملکتِ اسلامی کا ڈھانچہ۔تجاویز

اگر ان مصارف پر غور کیا جائے تو ان میں مملکت اسلامی کے ساجی، خارجہ پالیسی، دفاعی اور معاشی حکمتوں کے علاوہ کئی ایک فائدے مضمر ہیں۔بالفاظ دیگر حکومت کے میزانیہ (Budget) کی پالیسی متعین کی گئی ہے۔امام شافعیؒ نے اس بجٹ کی تقسیم یوں کی ہے۔فرماتے ہیں کہ:

''چونکہ آٹھ مدات میں رقم خرچ کرنے کا حکم ہے لہذا ۱/۸ حصہ ہر ایک مد کو دلایا جائے۔'' (۱۴)

ان مصارف کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔فقیر ۲۔مسکین

یہ بظاہر دونوں مترادف الفاظ ہیں لیکن اس میں اختلاف رائے رہا ہے۔امام غزالیؒ کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور نہ کمانے پر قادر ہو۔مسکین وہ ہے جس کی آمدنی خرچ کے لئے کافی نہ ہوتی ہو۔

(الف) گداگری کا خاتمہ: اگر ان دونوں پر مدات پر غور کیا جائے تو اس میں فقراء کی معاشی بہبودی کے علاوہ معاشرے کی اخلاقی قدروں کی حفاظت بھی ہے۔ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

کاد الفقران یکون کفراً یعنی بعض اوقات انسان کو فقیری کفر کے قریب لے جاتی ہے

اس طرح انسان خلاف شرع اُمور کا مرتکب ہوتا ہے۔مثلاً گداگری جو کہ ناپسندیدہ امر ہے۔

(ب) ڈاکہ زنی اور چوری و دہشت گردی کا خاتمہ: نظام زکوٰۃ کے فقدان سے معاشرے میں جو طبقاتی نظام جنم لیتا ہے اس کا منطقی نتیجہ سودی نظام میں سامنے آتا ہے۔جس میں امیر دن بدن امیر تر ہو جاتا ہے اور غریب، غریب تر۔

بقول علامہ اقبالؒ:

ـــ سُود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات

اور پھر اُنہی لاکھوں لوگوں کو جب اپنا مرگِ مفاجات نظر آتا ہے تو وہ سب کچھ کر گزرنے پر تُل جاتے ہیں۔اس طرح چوری اور ڈاکہ کی واردات زیادہ ہونے لگتی ہیں۔اس لئے قرآن نے زکوٰۃ کا ایک فلسفہ یہ بھی بیان فرمایا ہے:

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم یعنی کہ یہ مال صرف مال داروں تک محدود نہ رہے۔ (۱۵)

نظام زکوٰۃ اور اسلامی معاشرہ لازم و ملزوم ہے اور کوئی اسلامی معاشرہ نظام زکوٰۃ کے بغیر پنپ نہیں سکتا۔

(ج) نظام زکوٰۃ جسم میں دورانِ خون کی مانند ہے: اس کی مثال ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح کوئی جسم دورانِ خون کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔اس طرح ایک اسلامی معاشرہ دوران مال و دولت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔اگر خون ایک جگہ رُک جائے تو جسم مفلوج ہو جاتا ہے اور بسا اوقات:

ـــ جانِ شیرین برآید از قالب

یعنی موت واقع ہو جاتی ہے۔اسی طرح دولت ایک جگہ منجمد رہنے سے معاشرہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے اور اُس میں ارتقائی منازل طے کرنے کی سکت نہیں رہتی۔اس لئے حضرت علیؓ یہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔کہ:

''یا اللہ مال اُن لوگوں کو دے جو ہم میں سے بہتر ہوں اور

شاید وہ لوگ ہم میں سے حاجت مندوں تک پہنچائے۔'' (۱۶)

۳۔عاملین زکوٰۃ یا سرکاری ملازمین:

یہ زکوٰۃ کی تیسری مد ہے۔اس سے مراد سول ایڈ منسٹریشن (Civil Administration) ہے کیونکہ زکوٰۃ کو جمع کرنے والے ،زکوٰۃ کا حساب رکھنے والے ،زکوٰۃ کی جانچ پڑتال (Auditing) کرنے والے،زکوٰۃ کو تقسیم کرنے والے یہ سب لوگ عاملینِ زکوٰۃ میں آجاتے ہیں۔

۴۔مولفۃ القلوب:

اس کا لفظی مطلب تو ہے کہ جن کے دِل موہ لینا مقصود ہو۔تاہم اس مد کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کی چار قسمیں ہیں۔

الف۔پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں

ب۔دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لئے دی جائے کہ وہ مسلمانوں کو مضرت یعنی نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔جب کہ عام حالات میں وہ ضرر پہنچا سکتے ہوں لیکن اگر اُن کو رقم دی جائے تو دُشمن کے مقابلے میں اُن کو استعمال کیا جاسکتا ہے یا وہ کم ازکم غیر جانب دار ہی رہیں گے اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

ج۔تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں

د۔چوتھی قسم اُن لوگوں کی ہے جن کو رقم اس لئے دی جائے کہ وہ اپنے غیر مسلم خاندان میں تقسیم کرے اور وہ بھی اسلام کی طرف راغب ہوں۔

۵۔فی الرقاب: یعنی غلاموں کو آزاد کرنا:

اگر چہ اسلام نے غلامی کا نظام ختم کردیا ہے لیکن آج کل اس کا مصداق اُن لوگوں کو چھڑانا ہے جو دُشمن کی قید میں ہوں۔اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یمن کے گورنر کو خط لکھا تھا کہ:

''قیدیوں کو چھڑانے کے لئے سرکاری خزانے سے رقم خرچ کی جائے۔'' (۱۸)

۶۔غارمین کی تشریح اور مصداق:

غارمین سے مُراد فقہاء کے نزدیک وہ لوگ ہیں جن پر قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں غیر معمولی بوجھ پڑجائے۔وہ اس قرض سے عہدہ برآنہ ہوسکیں۔حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ہمیں اس کے علاوہ سرکاری خزانوں سے قرض دینے کی مثالیں بھی ملتی ہیں یعنی ایک شخص بظاہر مال دار ہے لیکن کاروبار کے لئے رقم کی ضرورت ہے اُس کی مدد بھی سرکاری خزانے سے ہوسکتی ہے۔لیکن بلاسُود

۷۔فی سبیل اللہ:

فی سبیل اللہ دے مراد فوجی انتظام اوردفاع کااہتمام ہے۔یعنی پوری ملٹری ایڈمنسٹریشن (Militry Administration)اس مدّ (Head) میں آجاتی ہے۔مثلاً سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائیگی ،اسلحہ کی فراہمی اور دیگر فوجی ضروریات سے اس مدّ (Head) کے تحت آجاتے ہیں۔نیز اور چیزیں بھی مثلاً مسجدیں، کارواں سرائے تعمیر کرنا، مدارس کی تعمیر وغیرہ یہ ساری چیزیں فی سبیل اللہ کے تحت آجاتی ہیں۔

۸۔ابن سبیل:

اس سے مراد راہ گیر یا مسافر ہے۔چاہے وہ اپنے گھر میں امیر ہو۔لیکن فی الحال اگر حالت سفر میں اُسے ضرورت ہے تو حکومت وقت اِس مدِ زکوٰۃ (Head of Zakat) سے خرچ کر سکتی ہے۔اس میں سیاحوں کے لئے مناسب انتظامات کرنا بھی شامل ہیں۔سڑکوں کا بنانا ،پلوں کی تعمیر،اس میں پولیس کا انتظام کرنا ،بازاروں کی نگرانی وغیرہ سب شامل ہیں۔ (۱۹)

الغرض دُنیا میں سب سے اچھی حکومت وہ ہے جو خداوند عرش کے قوانین کی تعمیل کرے۔جو سب سے زیادہ انسانوں کی بہتری کا کام انجام دے۔ہزاروں سال تک اسلامی نظریات کا ایک مسلمہ طرز پر قائم و باقی رہنا اِن کی صداقت کی ایک ایسی دلیل ہے جس کی بنیاد محکم اور غیر متحرک نظر آتی ہے۔

حوالہ جات/حواشی

۱۔ حفظ الرحمان سیوہاروی،مولانا:اسلام کا اقتصادی نظام،مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور،ص ۲۴

۲۔ ایضاً،ص ۳۵۱

۳۔ ایضاً،ص ۹

۴۔ ایضاً،ص ۲۴

۵۔ محمد بخش مسلم:اسلام کا نظام بیت المال،کتبہ خاور لاہور،۱۹۷۲ء،ص ۳۶

۶۔ محمد اسحاق سندیلوی مولانا:اسلام کا سیاسی نظام نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،ص ۲۵

۷۔ القرآن:البقرۃ آیت ۱۱۰

۸۔ القرآن:التوبۃ آیت ۱۰۳

۹۔ غلام مرتضےٰ ملک:انوار القرآن،سروسز بک کلب،راولپنڈی،ص ۹۶۱

۱۰۔ ایضاً،ص ۱۵۱

۱۱۔ القرآن:المائدہ آیت ۶

۱۲۔ الغزالی، امام: احیاء العلوم جلد اوّل، دارالاشاعت کراچی نمبر ا، ص ۳۵۵

۱۳۔ القرآن: التوبۃ آیت ۶۰

۱۴۔ حمید اللہ، محمد ڈاکٹر: خطباتِ بہاول پور، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ص ۳۳۰

۱۵۔ الغزالی، ایضاً، ص ۳۵۶

۱۶۔ محمد قطب: اسلام اور جدید ذہن کے شبہات (پشتو ترجمہ) دعوہ اکیڈمی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

۱۷۔ ڈاکٹر حمید اللہ: ایضاً، ص ۳۳۱۔۳۳۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۳۴ ۱۹۔(ا) ایضاً، ص ۳۳۵

(ب) حامد انصاری: اسلام کا نظامِ حکومت، الفیصل ناشران کتب لاہور، ص ۶۔۷

زکوۃ اور کفالت عامہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر محمد ہمایوں عباس۔ تراڑکھل، آزاد کشمیر

اسلام دین فطرت اور دین حنیف ہونے کے باعث ایسا نظام پیش کرتا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ کا ہر فرد امن و عافیت کی زندگی گزار سکے۔ اُس کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ لوگ آپس میں مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کے حالات اور ضروریات سے باخبر ہوں تاکہ ایک دوسرے کی مدد کر کے اللہ کی رضا اور رحمت حاصل کرتے رہیں۔ صدقات اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کا مرتبہ اور اس کی حاجت برآری وغم خواری کی قیمت اور اہمیت اتنی زیادہ بلند کی ہے کہ اس سے بلند کسی اور معیار کا تصور ہی ممکن نہیں اس میں کوتاہی کرنے والے ایسا ہے جس طرح خدا کی نافرمانی اور کوتاہی کرنے والا۔

مشہور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرمائیں گے کہ میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، کہے گا اے رب میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ تو رب العالمین ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ کو معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن تو نے اُس کی عیادت نہیں کی اگر تو اُس کی عیادت کرتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا' اسی طرح اس حدیث میں ہے کہ اللہ فرمائیں گے میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا' میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا اور جواب میں یہی فرمایا کہ میرے بندے کو پانی پلاتا اور کھانا کھلاتا تو مجھے وہیں پالیتا۔ گویا اسلام میں قرب الٰہی کا معیار جنگلوں میں چلہ کشی کی بجائے معاشرہ کو ایسی بنیادوں پر استوار کرنا ہے جس میں ہر آدمی اپنے آپ کو راعی سمجھے اور پوری رعیت کا ہر جہت سے خیال رکھنا اس کا اہم ترین فریضہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفالت عامہ کے تصور کو یہ کہہ کر اعلیٰ ترین درجہ عطا کر دیا۔

لا یو من احدکم حتی یحب لا خیہ ما یحب لنفسہ

یعنی تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ گویا غم خواری' ہمدردی' کفالت اور نگہداشت کو معاشرہ کے تمام اُمور کے ساتھ مربوط کر کے ایمان سے منسلک کر دیا۔

اسلام میں دولت کی حیثیت و استعمال

معاشی مسائل کی اصل حقیقت کی طرف اقبال نے اس طرح اشارہ کیا۔

؎ زیرِ گردوں فقر و مسکینی چراست
زاں کہ از حق است می گوئی زماست

قرآن مجید میں پچاس سے زیادہ آیات ایسی ہیں جن میں اللہ کریم نے رَزَقْنَا هُم اور کہیں رَزَقْنَاکُمْ اور کہیں رَزَقَهُم اور کہیں رَزَقَکُمْ کہہ کر لوگوں کو رزق دینے کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ جس سے انسان کو یہ حقیقت ذہن نشین کروانا مقصود ہے کہ یہ مال و دولت جسے انسان اپنی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے اپنی ملکیت سمجھنے لگتا ہے۔ دراصل یہ اللہ کی ملکیت ہے جو اس نے اپنے بندوں کو دے رکھی ہے لہٰذا انسان اس بات کا پابند ہے کہ جو دولت اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے اسے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کے مطابق استعمال کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں معاملات۔ دولت کمانے اور خرچ کرنے میں انسان کو حدود و قیود بتا دیں۔ دولت کمانے کے معاملہ میں جن ذرائع کو حرام قرار دیا ہے

وہ درج ذیل ہیں:

۱۔	رشوت اور غصب	(البقرہ:۱۸۸)
۲۔	خیانت	(آل عمران:۱۶)
۳۔	بت گری و بت فروشی	(المائدہ:۹۰)
۴۔	چوری	(المائدہ:۳۸)
۵۔	ناپ تول میں کمی	(المطففین:۳)
۶۔	مالِ یتیم میں حق تلفی	(النساء:۱)
۷۔	اتفاقیہ آمدنی والے تمام ذرائع مثلاً جوا وغیرہ	(المائدہ:۹۰)
۸۔	شراب کی تیاری وغیرہ	(المائدہ:۹۰)
۹۔	فحاشی اور بے حیائی پھیلانے والے کاروبار	(النور:۱۹)
۱۰۔	سودی کاروبار	(آل عمران:۳۰)
۱۱۔	قحبہ گری اور زنا کی آمدن	(النور:۳۳)
۱۲۔	قسمتیں بتانے کا کاروبار	(المائدہ:۹۰)

جن مقامات پر خرچ کرنے کا حکم دیا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔	والدین، عزیز و اقارب، یتیم، مسکین، ہمسائے	(النساء:۳۶)

۲۔ سوالی اور معذور لوگ (الذاریات:۱۰)

۳۔ قرض دینا (البقرہ:۲۸)

۴۔ زکوٰۃ دینا (التوبہ:۱۰۳)

۵۔ صدقات ادا کرنا (البقرہ:۲۷۱)

۶۔ مسافر کی مدد کرنا (التوبہ:۸)

متذکرہ بالا احکامات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مال اپنے پاس روکنے اور جمع کرنے کی بھی ممانعت فرمادی (توبہ :۳۴) فضول خرچی اور بخیلی سے منع فرمادیا۔ (فرقان:۶۷) لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے تمام راستوں پر دولت خرچ کرنے سے سختی سے منع فرمادیا۔ جس سے آدمی کا اپنا اخلاق تباہ ہوتا ہو یا معاشرے میں کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہو مثلاً شراب' جوا' زنا' وغیرہ۔

زکوٰۃ' صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی اصطلاحات

زکوٰۃ' صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ جیسے الفاظ استعمال کر کے اسلام نے دولت خرچ کرنے کو ایک ملکوتی تصور عطا کر دیا ہے۔ زکوٰۃ (جسکی تفصیلی وضاحت بعد میں آئے گی) کے لئے دو لفظ استعمال کئے ہیں۔

(ا) صدقہ

یہ صدق سے بنا ہے جس کے معنی سچائی اور خلوص کے ہیں اس کے مفہوم ہیں۔ دل اور زبان کی ہم آہنگی اور کسی امر کا واقعہ کے مطابق ہونا شامل ہے۔ زکوٰۃ کو بھی صدقہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے ایمان میں سچائی اور خلوص بھی پیدا کرتی ہے۔ اس کے (یعنی ایمان) موجود ہونے کی دلیل بھی ہوتی ہے۔ عشر' صدقۂ فطر' قسم کا کفارہ' فوت شدہ فرائض کا کفارہ' مصیبت اور گناہ کا کفارہ' نظر کی ادائیگی اور سخاوت کی تمام ممکنہ صورتیں بھی صدقہ کے زمرے میں آتی ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی ضرورت کا خیال کئے بغیر اپنا مال کسی کو دینا' کسی کی مدد کرنا' دوسرے کے لئے اپنی جسمانی اور دماغی قوتیں خرچ کرنا وغیرہ بھی صدقہ کی مختلف اقسام ہیں۔

(ب) انفاق فی سبیل اللہ

اس کا مفہوم ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' گویا زکوٰۃ کو انفاق فی سبیل اللہ اگر فرمایا گیا تو اس لئے تا کہ اُس کی اصل روح کی طرف اشارہ ہو جائے۔

زکوٰۃ۔۔ لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغت میں زکوٰۃ کا معنی پاکیزگی' بڑھنا' برکت اور مدح ہے۔ اور اصطلاح میں سال گزرنے کے بعد

نصاب معین میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو نیت زکوٰۃ سے دینا۔

زکوٰۃ میں پاکیزگی اور نشو ونما دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ زکاۃ نفس اور مال دونوں کو پاکیزگی بھی بخشتی ہے اور اس سے مال میں برکت اور بڑھوتری بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لفظ زکوٰۃ کے جمالیاتی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک ثمر ور شجر سے فصل لینے کے بعد اُس کی کانٹ چھانٹ اس کی استعدادِ بارآوری کو بحال کرنے کے لئے ناگزیر ہوتی ہے کچھ اسی طرح شجر مال و دولت کو بارآور رکھنے اور اس سے بار بار پھل لینے کے لئے اُس کی کانٹ چھانٹ بھی ناگزیر ہے جس کے لئے قرآن نے زکوٰۃ کی معنی خیز اصطلاح استعمال کی ہے۔''

لفظ زکوٰۃ کی کفالت عامہ کے حوالہ سے وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں: لفظ زکوٰۃ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مال دار آدمی کے پاس جو دولت جمع ہوتی ہے وہ اسلام کی نگاہ میں ایک نجاست ہے' ایک ناپاکی ہے اور وہ پاک نہیں ہو سکتی۔ جب تک اُس کا مالک اس میں سے ہر سال کم از کم ڈھائی فیصدی راہِ خدا میں خرچ نہ کر دے۔ راہِ خدا کیا ہے؟ خدا کی ذات تو بے نیاز ہے۔ اُس کو نہ تمہارا مال پہنچتا ہے نہ وہ اُس کا حاجت مند ہے۔ اُس کی راہ بس یہی ہے کہ تم خود اپنی قوم کے تنگ حال لوگوں کو خوش حال بنانے کی کوشش کرو اور ایسے مفید کاموں کو ترقی دو جن کا فائدہ ساری قوم کو حاصل ہو۔''

قرآن کریم کی مکی سورتوں میں آٹھ بار اور مدنی سورتوں میں بائیس مرتبہ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی بیاسی آیات اور مقامات سے زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم نکلتا ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہی قوم دنیا کے نقشہ پر ترقی کے ساتھ ابھرتی ہے جو قومی ملی مفاد کی خاطر خرچ کرنا جانتی ہے۔ آغاز اسلام میں مسلمان کسمپرسی اور غربت کی حالت میں تھے انہوں نے اسی حالت میں بھی ملی اور قومی مفادات کے لئے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت کے لئے چندہ کی اپیل کرتے تو صحابہ اپنے گھر کا اثاثہ لاکر پیش کر دیتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس کچھ نہیں تو وہ مزدوری کر کے چند ٹکے کما کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آخر اس قربانی کے نتیجہ میں یہ قوم اللہ کے فضل کی وارث بنی اور بڑی بڑی حکومتیں ان کے قدموں پر آن پڑیں۔

صلوٰۃ اور زکوٰۃ -- معاشرتی پہلو (کفالت عامہ کے حوالے سے)

نماز اسلامی معاشرہ کی تطہیر و فلاح میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دوسری طرف زکوٰۃ بھی اسلامی برادری میں اُخوت و محبت اور ہمدردی و غمگساری کے جذبات کی نمو میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ دونوں ارکان ظاہری و باطنی طہارت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے قرآن میں کم وبیش 70 مقامات پر دونوں کا اکٹھا ذکر کیا گیا

ہے۔ خالق اور مخلوق میں رابطہ کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ امین احسن اصلاح لکھتے ہیں:

''ایمان کی عظیم حقیقت کا مظہر عملی نماز ہے اور انفاق کی وسیع حقیقت کا مظہر قانون زکوٰۃ' مطلب ان دونوں کے ذکر سے یہ ہے کہ ایمان اور انفاق کی شہادت دینے سے کم سے کم جو چیز مطلوب ہے وہ نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں غائب ہو جائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ ایمان باقی رہا نہ انفاق۔ درآنحالیکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے بندہ خالق سے اور خلق کے ساتھ اپنے تعلق کو صحت مندانہ بنیاد پر قائم کرتا ہے۔

غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''نماز اور زکوٰۃ کا باہمی ربط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام دین اور دنیا' عبادات اور معاملات' روحانی اور مادی دونوں چیزوں کا نظم وضبط اور انتظام وانصرام قائم کرتا ہے اور دونوں اُمور کو ساتھ ساتھ لیکر چلتا ہے۔ عبادات کے نظام کے لئے مساجد میں باجماعت نماز کا نظام مقرر کیا اور معاملات کے نظام کے لئے بیت المال میں زکوٰۃ کی رقوم جمع کرنے کا نظام بنایا تا کہ یہ مال مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبور پر خرچ کیا جاسکے۔''

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صلوٰۃ وزکوٰۃ دونوں قرآن کریم کی بنیادی اصطلاحات ہیں' زکوٰۃ ہیئت اجتماعیہ کی معاشی' اقتصادی زندگی پر دلالت کرتی ہے اس اعتبار سے یہ ایک نظام ہے۔ جو نظام صلوٰۃ کا جزو لاینفک یا اٹوٹ انگ ہے۔ نظام صلوٰۃ اگر انسان کی معنوی زندگی کا تزکیہ کرتا ہے' اس میں نظم وضبط پیدا کرتا ہے اور اُس کے نور کا اہتمام کرتا ہے تو نظام زکوٰۃ اُس کی مادی زندگی کی بقاء وسلامتی' فراخی وخوشحالی' قوت وآزادی اور ارتقائے لامحدود کا وسیلہ ہے اس اعتبار سے ان دونوں نظاموں کی اہمیت غیر معمولی بھی ہے اور اس سے کہیں زیادہ جو عام طور پر محسوس کی جاتی ہے۔''

عزت علی بیگووچ زکوٰۃ کے بغیر صلوٰۃ کو بھی بے روح سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

اس زاویے سے نماز ایک روحانی عنصر ہے اور زکوٰۃ ایک معاشرتی عنصر کی صورت اختیار کر لیتی ہے نماز کا رخ انسان کی طرف اور زکوٰۃ کا رُخ دنیا کی طرف ہے۔ کم وبیش تمام مسلم مفکرین اس چیز پر متفق ہی کہ انسان کا ذاتی فعل نماز اُس کے معاشرتی فعل زکوٰۃ کے ساتھ ہم آہنگ ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہو نماز بے مقصد ہو جاتی ہے۔

محققین کی ان آراء سے یہ صرف مترشح ہوتا ہے کہ اگر کسی معاشرہ میں زکوٰۃ دینے والے نہ ہوں اور نماز ادا کرنے والے موجود ہوں تو ایسا معاشرہ ارتقاء' ہم آہنگی' محبت ومؤدت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے بیگانہ ہوگا۔ جب حضرت عمرؓ نے مفکرین زکوٰۃ سے نرمی کا مشورہ دیتے ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا۔

كيف تقاتلهم وقد قالوا لا اله الا الله و قد قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم (امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله اله الله فاذا قالوها عصموا منى دمائهم و امولواهم الابحقها)

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا تھا۔

لا قاتلن من فرق بين الصلوٰة والزكاة فان الزكاة حق المال۔

اسلام میں یہ صورت روا نہیں کہ مسجد میں اللہ کے حقوق ادا کرنے والا باہر آ کر بندگانِ خدا کے حقوق کو بھول جائے۔ یہ دونوں چیزیں ہی دین کی عملی بنیادیں ہیں۔

مصارف زکوٰۃ اور معاشرتی ضروریات کی تکمیل

قرآن کریم نے زکوٰۃ کے جن آٹھ مصارف کا ذکر کیا گیا ہے ان میں نیکی' بھلائی اور خیر و فلاح کی ہر قسم اور ہر صنف کو محیط ہیں۔ یہ وہ مصارف ہیں جو انسانی معاشرہ کی تشکیل و تنظیم اور اُس کی خوشحالی سے تعلق رکھتے ہیں۔ سورۂ توبہ کی آیت میں مصارف بیان کرنے سے پہلے اِنما کہا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے خودغرض اور جاہ بغیر استحقاق کے اُس کو حاصل نہیں کر سکے۔ اس آیت کے زکوٰۃ کے واقعی اور حقیقی مصارف بیان کر کے تمام بے جا توقعات کو ختم کر دیا۔ آٹھ مصارف درج ذیل ہیں۔

۱۔ فقراء

۲۔ مساکین

ان میں وہ تمام اہل حاجت داخل ہیں جو اپنی محنت و کوشش سے اپنی روزی کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسے بوڑھے' بیمار' اندھے' لولے' لنگڑے' مفلوج' کوڑھی' یا وہ محنت کر سکتے ہیں لیکن موجودہ حالت میں دین و ملت کی کسی ایسی ضروری خدمت میں مصروف ہیں کہ وہ اپنی روزی کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔

۳۔ عاملین (یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والے)

۴۔ مؤلفۃ قلوب (جن کی تالیف قلب کی جائے)

وہ لوگ جن کو ابھی اسلام کی طرف مائل کرنا ہے یا جن کو اسلام پر مضبوط کرنا ہے۔

۵۔ غلاموں کو آزاد کروانے کے لئے

۶۔ مقروض

ایسے قرضداروں کے قرض کی ادائیگی جو کسی جرم و خطا کے بغیر قرض کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور اُسے ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

۷۔ فی سبیل اللہ

وہ تمام رشتے جن سے دین الٰہی کو وسعت ملتی ہے۔ سید رشید رضا لکھتے ہیں: ''تحقیق یہ ہے کہ سبیل اللہ سے مراد وہ مصالح اور مفید کام ہیں جن سے مخصوص افراد نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچے جن سے دین اور دولت دونوں کو تقویت ملے۔'' ان میں مدارسِ اسلامیہ بھی داخل ہیں جن میں علوم دینیہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خواجہ حسن بصری سڑکوں، پلوں اور مساجد کو بھی فی سبیل اللہ میں شمار کرتے ہیں۔

۸۔ ابن السبیل

مسافروں کی ذاتی مدد کے علاوہ مسافروں کی راحت رسانی کے سامان کی تیاری۔

یہ مصارف ہشت گانہ، افراد اور جماعت کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔

اس طرح اسلام نے نہ صرف افراد کی کفالت کا انتظام کیا بلکہ معاشرہ کے منتشر افراد کی شیرازہ بندی کا فریضہ بھی انجام دیا گویا افراد کی ذہنی و علمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی دولت بھی معاشرتی ارتقاء اور کفالت عامہ کے لئے مصروف کار ہے۔ زکوٰۃ ایک طرف افراد اور معاشرہ کی آلودگیوں کو دھو ڈالتی ہے اور دوسری طرف ارتقاء و تعامل کا ذریعہ بنتی ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف کی اہمیت و اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے، یہ اُن کا پراویڈنٹ فنڈ ہے۔ یہ ان کے لئے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعہ پرورش ہے اور اُن سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اُس کا سیدھا سادا اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہو گئے تو کیا بنے گا؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہو گا؟ کوئی آفت ناگہانی آ پڑی، بیمار ہو گئے، گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آ گیا تو اُن مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہو گی سفر میں پیسہ پاس نہ رہا تو کیونکر بسر ہو گی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لئے بے فکر کر دیتی ہے تمہارا کام بس اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ڈھائی فیصدی دیکر اللہ کی انشورنس کمپنی میں اپنا بیمہ کرا لو۔ اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ اُن کے کام آئیگی جو اُس کے ضرورت مند ہیں۔ کل جب تم ضرورت مند ہو گئے یا تمہاری اولاد ضرورت مند ہو گی تو نہ صرف تمہارا اپنا دیا ہوا مال بلکہ اس سے بھی زیادہ تم کو واپس مل جائیگا۔''

ان مصارف میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کی اہمیت اور اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے سلمان ندوی لکھتے ہیں:

''اس لطف' اس مدارات اور اس دلجوئی کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے انسانیت کے قابلِ رحم طبقہ کی چارہ نوازی فرمائی اور ہم کو باہمی انسانی محبت اور ایک دوسرے کی مدد کا سبق پڑھایا' اگر یہ حکم صرف اخلاقی حیثیت سے یا صرف مبہم طریقہ سے ہوتا یا سب کو سب کچھ دے ڈالنے کا حکم ہے دینا ہوتا تو کبھی اُس پر اس خوبی' اس نظام اور اس پابندی کے ساتھ عمل نہ ہوسکتا اور آج بھی مسلمانوں کے سامنے یہ راہ کھلی ہوئی ہے اور کچھ نہ کچھ ہر جگہ اس پر عمل بھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ مسلمانوں میں اگر امیر کم ہیں تو ویسے غریب ومحتاج بھی کم ہیں جیسے دوسری قوموں میں نظر آتے ہیں۔''

دل کی پاکی اور نفس کے تزکیے کا زکوٰۃ کی بنیادی غرض وغایت ہونا مسلم مگر اس مالِ زکوٰۃ کا غریبوں کی روائی کا ذریعہ بن جاتا بھی اپنی جگہ بالکل ضروری ہے اس کے بغیر یہ شرعی فریضہ ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے زکوٰۃ کو ملت کے کھاتے پیتے افراد کی دولت میں غریبوں کا حق قرار دیا ہے۔

(المعارج ۲۴۔۲۵)

اور یہ حق ایسا ہے کہ اس کے لئے سلامی حکومت تلوار بھی اٹھا سکتی ہے۔

جو صرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

اسوۂ رسول ﷺ اور کفالت عامہ

آپ کا ارشاد ہے کہ دولت ایک خوشگوار چیز ہے' تو جو شخص اس کو صحیح طریقہ سے خرچ کرے تو یہ دولت اس کے لئے بہترین مددگار ہے لیکن جو شخص اُس کو صحیح طریقہ سے حاصل نہیں کرتا اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھاتا چلا جاتا ہے' اور سیر نہیں ہوتا۔ (بخاری شریف)

آپ کے پاس عمر بھی کبھی اتنا مال جمع نہ ہوا کہ زکوٰۃ کی نوبت آئے۔ جو کچھ ہوتا اسی وقت اہل استحقاق میں تقسیم ہو جاتا اگر گھر میں رات کو سونے چاندی کی چند خزف ریزے بھی پڑے رہتے تو گھر میں آرام نہ فرماتے۔ جنگ حنین کے موقع پر چھ ہزار قیدی' چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت' حاصل ہوئی نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے سارے کا سارا مالِ غنیمت تقسیم فرما دیا' خود گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے اسی طرح واپس چلے گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اہلِ بیت اور صحابہ کرام نے انفاق فی سبیل اللہ کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ مذاہب عالم کی تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ درہم بھیجے جو انہوں نے اسی وقت غریبوں میں تقسیم کر دیئے۔ اس دن آپؓ روزہ سے تھیں۔ خادمہ نے عرض کی اگر افطار کے لئے کچھ بچا لیتیں تو اچھا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا "اس وقت یاد دلاتیں تو رکھ لیتی" حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سات سو اونٹ معہ غلہ صدقہ کئے۔

غربت ختم ہونے کی مثال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جو معاشرہ وجود میں آتا ہے اس میں کوئی شخص بھوکا یا ننگا نہیں رہتا' کوئی مصیبت زدہ یا پریشان حال' پر بے سہارا نہیں رہتا وہ جسم واحد بن جاتے ہیں اور کوئی عضو تکلیف محسوس کرے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں عملاً ایسا واقع ہو چکا ہے کہ صدقات کی برکات سے زکوٰۃ لینے والے ہی ختم ہو گئے۔ کتاب الاموال میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس (مرکز میں) یمن کی زکوٰۃ کا تیسرا حصہ بھیجا حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا کہ میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا زکوٰۃ و جزیہ وصول کرنے کو نہیں بھیجا تھا بلکہ اس لئے کہ وہاں کے امیروں سے لیکر (مرکز بھیجنے کی بجائے) وہیں کے ضرورت مندوں میں بانٹو۔ اس پر حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں بھیجی جسے وصول کرنے والا یہاں موجود ہو۔ پھر اگلے سال آدھی زکوٰۃ بھیجی پھر حضرت عمرؓ اور حضرت معاذؓ میں حسب سابق گفتگو ہوئی اور تیسرا سال یمن کی ساری زکوٰۃ مدینہ آ گئی۔ حضرت عمرؓ نے وہی بات کہی تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ یہاں یمن میں ایک ضرورت مند بھی نہیں ملتا جو مجھ سے صدقہ و زکوٰۃ لینے والا ہو"

اگر پاکستان کے ہر شہر اور علاقے کے تمام اصحاب نصاب اپنی اپنی زکوٰۃ ادا کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ شہر اور علاقہ معاشی لحاظ سے خوش حال نہ ہو۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی سالانہ زکاۃ پانچ ارب روپے بنتی ہے صرف ایک سال کی زکوٰۃ سے اگر اوسط درجے کے مکان تعمیر کئے جائیں تو دو لاکھ کے قریب مکان تعمیر ہو جائیں اتنی ہی رقم میں اگر یتیم اور بے سہارا بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا مقصود ہو تو سارے ملک میں ایک سال کی زکوٰۃ سے تین سو ایسے مراکز تعمیر کئے جا سکتے ہیں جن میں ایک لاکھ ستر ہزار بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ملک میں صحیح طریقے سے نظام زکوٰۃ کا نفاذ ہو جائے تو چند ہی سالوں میں پورے ملک میں ایک عظیم معاشی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ زکاۃ کے فیوض و برکات کا ایک دوسرے پہلو سے بھی جائزہ لیجئے، صرف ایک سال کی زکاۃ سے دو

لاکھ بے خانماں لوگوں کو جو گھر میسر آئیں گے یا ایک لاکھ ستر ہزار بچوں کی کفالت ہوگی وہ اپنی جگہ، لیکن دو لاکھ مکانوں کی تعمیر یا تین سو مراکز کی تعمیر کے لئے پانچ ارب روپیہ گردش میں آئیگا جس کا کثیر حصہ کاریگروں، مزدوروں اور دوکانداروں کے ہاتھوں میں جائے گا جو براہِ راست عام آدمی کے ہاتھوں جائیگا جو براہِ راست عام آدمی کی خوشحالی کا باعث بنے گا۔ گویا زکوٰۃ کا حکم ایسا کثیر المقاصد عمل ہے جو دین کی تکمیل اور تقریب الی اللہ کے علاوہ ایک عام آدمی سے لیکر پورے ملک کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کی چند ہی سال بعد مدینہ کی اسلامی ریاست اس قدر خوش حال ہوگئی کہ زکوٰۃ دینے والے بہت تھے اور لینے والا کوئی نہ تھا۔

سلیمان ندوی تعلیمات نبویؐ کے اس جہت سے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ میں فیاضی آگئی کہ وہ دین وملت کی خدمت کے لئے اپنی ساری دولت لٹا کر بھی سیر نہ ہوتے تھے اور غریب صحابیوںؓ میں یہ قناعت اور خودداری پیدا ہوگئی کہ وہ کسی سے کسی کام کا سوال کرنا بھی عیب سمجھتے تھے، دولت مند اپنی زکوٰۃ آپ لیکر بیت المال کے دروازوں تک خود آتے تھے اور غریب اپنے افلاس وحاجت کو خدا کے سوا دوسروں کے سامنے پیش کرنا توکل کے منافی سمجھتے تھے اور تیسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب فراغت آئی تو جماعت کے بیت المال میں اتنا سرمایہ رہتا تھا کہ زکوٰۃ کی کسی مصرف کے لئے کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ضرورت مندوں کو اسی رقم سے قرض بھی دیا جاتا تھا۔''

زکوٰۃ وعشر کا کردار
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

چوہدری امیر علی منہاس۔ گجرات

رحمت عالم محمد ﷺ کی بے مثال سیاست اور سیادت آپ ﷺ کی حیات پاک کا ایسا درخشاں پہلو ہے جس کے فیوض و برکات انسان کو ورطہ حیرت میں گم کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات پاک گھر و بازار جنگ و امن خوشی و غمی تجارت و سیاست تنگی و آسودگی سفر و حضر خلوت و جلوت ہر حوالے سے اولاد آدم کے لئے بہترین لائحہ عمل فرمان الٰہی مکمل ترین نمونہ ہے

تبھی تو فرمایا:

''درحقیقت اللہ کے رسول کی ہستی تم لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو۔'' (الاحزاب ۲۱)

اور اس ہمہ صفت ہستی کے اخلاق عالیہ کے بارے میں جب حضرت عائشہ سے استفسار کیا گیا تو اُن کا مختصر مگر مکمل جواب تھا:

''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔''؟

گویا قرآن اور حامل قرآن مجید دونوں ایک دوسرے کا عکس ہیں۔ جن کے پیش کردہ اسلام نے دنیا کو ایک معتدل و منظم معاشرتی اور معاشی نظام عطا کیا ہے۔ جس کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ

''اے لوگو میں (اللہ) نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو (بآسانی) پہچان سکو۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔'' (الحجرات ۱۳)

اور اس پرہیزگاری کی راہ دکھاتے ہوئے فرمایا:

''مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ

ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم اور دانا ہے۔
(سورۃ التوبۃ:۷۱)

اصل اس حکم کی یہ ہے کہ مومنین کے لئے کوئی شے حکم الٰہی سے بڑھ کر نہ ہو۔

چنانچہ فرمایا:

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہارا کنبہ تمہارا وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تمہیں اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (سزاو عتاب) بھیج دے اور اللہ تعالیٰ حکم عدولی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔'' (سورۃ التوبۃ:۲۴)

پھر جن صاحبان بصیرت کو یہ راز سمجھ میں آ گیا وہ تین طبقوں میں تقسیم ہو گئے پہلے صدیقین۔ جن کا کہنا تھا کہ دوسو میں سے پانچ روپے (اڑھائی فیصد شرح زکوٰۃ) دینا بھی کوئی دینا ہے واجب ہے کہ حق پرسی میں وہ سب کچھ نثار کر دیں جو ہمارے پاس ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا کہ گھر کی ہر شے حوالہ رسول ﷺ کر کے گھر والوں کو اللہ و رسول ﷺ کے حوالے کر ڈالا۔ دوسرے وہ جو بیک وقت سب کچھ دینے کی ہمت نہیں رکھتے۔ لیکن حاجت روائی اور خیرات و زکوٰۃ ادا کرتے اور خود کو بھی درویش برابر سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے خدمت اقدس ﷺ میں گھر کا آدھا مال پیش کر کے کہا کہ اتنا ہی بیوی بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔

تیسرا طبقہ دوسو میں سے پانچ روپے ہی دیتا اور اسے خود پر بوجھ یا درویشوں پر احسان نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے لیکن ان لوگوں کی اللہ سے دوستی بہت کمزور ہوتی ہے جبکہ پانچ روپے خرچ نہ کرنے والے قطعی بخیل اور بالکل محروم رہتے ہیں یہ بخل دل کو ناپاک کرتا ہے جبکہ زکوٰۃ و خیرات اس بخل کی پلیدی کو اس طرح صاف کرتے ہیں جیسے پانی ظاہری نجاست دور کر دیتا ہے زکوٰۃ و خیرات کے دولت کا میل ہونے کی وجہ سے یہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپؐ کے اہل بیعت پر حرام ہے اس کے علاوہ نماز، روزہ، حج اگر اللہ کی نعمتوں کا جسمانی شکر ادا کرنا ہیں تو زکوٰۃ و عشر اپنے بے نیاز (مالدار) ہونے اور دوسروں کی محتاجی دور کر سکنے پر اللہ کا شکر اور محتاجی کی قباحتوں سے باخبر ہونے کی ایک صورت یہ ہے۔ فرمان الٰہی کے مطابق یہ خرچ اگر

''ناواقف ان کو غنی (مالدار) خیال کرتا ہے اس لئے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔'' (سورۃ البقرہ ۲۷۳)

معاشرے کی بہتر معیشت و معاشرت اور عمومی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف ملک اندرونی و بیرونی خطرات، بدامنی اور انتشار سے محفوظ ہو بلکہ افراد و قوم کے حقوق کی مکمل حفاظت بھی ہو۔ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فلاحی اسلامی ریاست کی بنیادی انہی دو چیزوں پر رکھی آپ ﷺ نے افراد کے ایک دوسرے پر حقوق اس طرح متعین فرمائے کہ ہر حق کے پیچھے معاشرے یا ریاست کی اخلاقی قوت کو کھڑا کر دیا تا کہ کوئی کسی دوسرے کے حقوق غصب نہ کر سکے۔ غریب

کا امیر پر حق، محروم کا مالدار پر، والدین واولاد اور شوہر و بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق، رشتہ دار و قرابت داروں، پڑوسیوں، مسکین محتاج، یتیم، بیوہ، اہل حاجت، مسافر، قیدی اور بے استطاعت کے پورے معاشرے اور حکومت پر حق حتی کہ انسان کی جان اُس کے بدن اس کے اعضا کا اس پر حق کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا اور معاشرے کے تمام افراد اور ادارے سے حقوق و فرائض کی لڑکی میں پروکریوں مضبوط و مربوط ہو گئے کہ ہر مسلمان خود کو دوسروں کا محافظ تصور کرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک صالح معاشرہ قائم ہو گیا۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے اس مثالی معاشرے میں معاشی توازن قائم رکھنے اور اسے افراط و تفریط سے بچانے کی خاطر زکوٰۃ و صدقات کی مثبت اقدامات کے ساتھ ایسے امتناعی اقدامات بھی فرمائے جس کی حیثیت حفظ ماتقدم کی سی تھی۔ تاکہ معاشرہ معیار زندگی کی مسابقت۔ حسد۔ عداوت اور عدم تعاون کے جذبات اور اپنے سے برتر کی طرف دیکھے ترسنے کی کیفیت میں مبتلا نہ ہو۔ جس کے لئے آپ ﷺ نے زمین میں سے پیدائش رزق کا حق سب کو دیا۔ کسی پیشے یا ذریعہ معاش پر کسی کی اجارہ داری قائم نہ ہونے دی۔ معاشی جدوجہد میں بے رحمانہ مسابقت کی بجائے ہمدردانہ ضرورت کی سطح پر رکھی۔ انسانی قدر و قیمت کو سرمائے پر اہمیت دی طبقاتی اونچ نیچ کو ختم فرمایا۔ انسانوں کی درجہ بندی مال و دولت کی بجائے نیکی و بدی کی بناء پر قائم کی اور معاشرے کے تمام وظائف کی بنیاد حکمت و مقصد پر رکھی۔

عام اعلان نبوی ﷺ تھا۔

''ہر صاحب حق کو اس کا حق دو۔''[4]

بخاری شریف بحوالہ (مقالات سیرت ۱۹۹۲ء۔ ص ۱۱۰،۱۰۹)

یہ نظام معیشت حضور ﷺ پر نور کا خود ساختہ نہیں بلکہ قرآن حکیم کا طے کردہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

''نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے۔'' (المزمل ۲۰)

''اے ایمان والو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے۔ اس میں سے بہتر اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لئے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو۔ حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تو تم اسے ہرگز لینا گوارہ نہ کرو۔'' (البقرہ۔ ۲۶۷)

اس حکم کو جب وصال نبوی ﷺ کے بعد کچھ عرب قبیلوں نے یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی کہ ہم نماز پڑھیں گے۔ لیکن زکوٰۃ وغیرہ نہیں دیں گے اور بڑی سخت طبیعت کے مالک حضرت عمر فاروقؓ نے بھی خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نو مسلموں کی تالیف قلوب کی خاطر نرمی برتنے کو کہا۔ تو آپ کا جواب تھا۔

''اے عمرؓ مجھے تو تم سے امداد کی توقع ہے تم یہ کمزوری کیوں دکھا رہے ہو۔ زمانہ جاہلیت میں تم بڑے قوت دار تھے۔ زمانہ اسلام میں یہ سستی کیوں؟ بخدا اگر لوگ معمولی سی رقم یا بکری کا بچہ جو عہد رسالت میں دیا کرتے تھے ادا نہ کریں گے تو اس کے وصول یابی کے لئے جنگ کروں گا۔''

اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔

''آپ جنگ کس بنیاد پر کریں گے جبکہ رسول ﷺ فرما چکے کہ لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے تک میں ان سے جنگ کروں گا اور جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لیا تو اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور ان کے حقوق ادا کروں گا باقی محاسبہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔''

یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔

''جو کوئی نماز و روزہ میں فرق کرے گا تو میں اس سے جنگ لازما کروں گا کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق پر جنگ کی جائے۔''

پھر آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر فوج مقرر کر کے حکم دیا۔

''جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پانچ نمازوں۔ رمضان کے روزے حج بیت اللہ کی ادائیگی میں سے کسی ایک کی ادائیگی سے بھی انکار کرے اس سے جنگ کی جائے۔'' (تاریخ الخلفاء ص ۸۰،۷۷)

اور اس بروقت اقدام کی بدولت صورتحال یہ ہوگئی کہ زکوٰۃ میں ''مولفتہ القلوب'' کو ملنے والا حصہ خود حضرت عمر فاروقؓ نے ختم کر ڈالا۔ کیونکہ اب ان کے نزدیک اسلام ایک غالب قوت تھا اور اس کی ضرورت نہ رہی تھی لیکن پھر ان حضرت عمرؓ نے ہی چوری کی حد ایام قحط میں موقوف فرما دی تھی کہ ضرورت کی شدت انسان پر حاوی ہوتی ہے۔ (فکر امروز۔ ص ۱۵۹)

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

''انسان تھڑدلا پیدا ہوا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے البتہ وہ لوگ (ایسا نہیں کرتے) جو نماز پڑھنے والے ہیں جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔'' (المعارج ۲۵۔۱۹)

ملک خداداد وطن عزیز پاکستان جو حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم کی پیروی کا مثالی نمونہ بنانے کی خاطر قائم ہوا تھا۔ بد قسمتی سے آج انہی تھڑدلے لوگوں کی آماجگاہ ہے۔ اس اسلامی مملکت کا پچاس سال میں یہ حال ہو گیا ہے کہ

''جس معاشرے کی مسجد اور بازار میں ایک ہی زبان استعمال ہوتی ہو یعنی گالی کی زبان جس کی منڈی میں ملنے والی ہر چیز ملاوٹ زدہ ہو۔ حتی کہ جان بچانے والی دوائیاں بھی، جس سوسائٹی میں قانون کانا ہو۔ ایک طرف سے آنکھ بند رکھتا

ہو۔ جہاں عدل کی ترازو وزوراورزر سے جھکائی جاتی ہو جس جگہ باڑھ کھیت کو کھانے کا شغل فرماتی ہو۔ جو دوراپنے دامن شرفاء کو جھٹکا دے کر باہر پھینک دیتا ہواور رذیلوں کو کنگرو کے بچے کی طرح سینے میں سموئے رکھتا ہو۔ جس عہد میں انسان کے خون اور نالی کے پانی میں تمیز نہ رہ گئی ہو۔ شہر و دیہات میں نوک زباں نوک سناں بن گئی ہو۔ جہاں ہر نظر دوسرے کے لئے تیر کی انی ہو کر رہ گئی ہو۔ آنکھیں شعلہ بار اور ہاتھ دست قضا بن گئے ہوں۔ تکلف برطرف ایسے معاشرے کو رستا ہوا ناسور کہنے میں کیا حرج ہے۔''؟ (فکر امروز ص ۱۶۵)

یہ رستا ناسور' یہ پاک معاشرہ۔ آج جس تشدد وانتقام کے خونی چکر میں گھن چکر بن گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ نفاذ قانون میں طبقاتی امتیاز ہے۔ بلاشبہ قانون کی چکی میں پستا ہے اور دوسرا وہ جو خود قانون کو پیتا ہے۔ ایسی دوعملی میں سب سے زیادہ مظلوم خود قانون ہوتا ہے۔ جہاں بالاتری و کمتری ایک باٹ نہیں تلتی۔ نہ قانون بے گناہ کو معزز تسلیم کرتا ہے۔ بلکہ چہرے' شجرہ نسب' اشارہ ابرو' سیاسی منصب' جاہ و جلال یا ذات برادری دیکھ کر فیصلے ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرتی بگاڑ میں زیادہ حصہ نو دولیتا طبقے کا بھی ہے س نے بہت قلیل مدت میں پورے معاشرتی ڈھانچے کو تہہ بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ اگرچہ رئیسوں میں بھی کچھ کم قباحتیں نہیں۔ پھر بھی صدیوں کے سفر میں انہوں نے کچھ اقدار و روایات بڑے اہتمام سے اپنالی ہیں۔ جس سے معاشرہ بگاڑِ بناوٹ اور اتھلے پن کا شکار نہیں ہوا تھا۔ لیکن اتفاقات و عاجلانہ اقدامات کی پیداوار اس نو دولیتے طبقے کے اسراف' نمائش دولت' فیشن پرستی' ہوس عہدہ وزر اور اقدار روایات سے بغاوت کی روش نے بڑی سرعت سے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ سمگلنگ، ملاوٹ، رشوت، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، چھینا جھپٹی، منشیات فروشی اور بیرون ملک گھٹیا کاموں پر بھی ڈالروں' ریالوں کی بارش' عوام صبر و تحمل' برداشت و میانہ روی' قناعت وغنا اور وقار و تمکنت جیسے اوصاف پیدا نہ کر سکی۔ جس سے ہر معاملے میں ایک واضح چھچھوراپن پیدا ہوتا چلا گیا۔ دنوں میں کار' کوٹھی' لوازماتِ آرائش' رہائش و نمائش اور فیشن و طمطراق کی چکا چوند نے باقی لوگوں کو بھی متاثر کیا اور پھر ہر کوئی بہر طور یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے پر تولتا نظر آنے لگا۔ یہ صورتحال کسی طرح بھی اسلامی نہیں بلکہ فرعونی و قارونی ہے۔

چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے۔

''اللہ کو وہ لوگ ناپسند ہیں جو محض دکھاوے کے لئے اپنے مال خرچ کرتے ہیں در حقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روز آخر پر۔ سچ تو یہ ہے کہ شیطان کا رفیق ہوا۔ اسے بہت بری رفاقت میسر آئی۔'' (النساء ۳۸)

کے مطابق ملک خداداد میں رفقائے ابلیس کی کثرت ہوگئی ہے اور شیطانوں کی منڈی میں بیچارے انسانوں کی دال کہاں گلتی ہے؟ چنانچہ انسانی والہامی تلقین کہ

''(اس دولت پر) زیادہ خوش نہ ہو کیونہ اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور تو اس اللہ کے دیے سے

آخرت کا گھر طلب کر۔ اور دنیا سے اپنے حصہ کو فراموش نہ کر۔ اور (تو بھی دوسروں پر) احسان کیا کر۔ جیسے اللہ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے۔ اور ملک میں فتنہ وفساد کی خواہش نہ کر۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے نہیں بلکہ قوم وضمیر فروشی سے حاصل ہوئی اور ان کی اپنی شیطانی چالوں کی پیداوار ہے لہٰذا ان کا جواب بھی قارونی ہی ہوتا ہے۔

''(دولت کوئی آسمان سے نہیں اُتری) یہ تو مجھے میرے پاس موجود علم کی وجہ سے دی گئی ہے۔'' (سورۃ القصص ۷۸)

اب اگر اس ''شیطانی رفیق اور میرے پاس موجود علم'' کی پڑتال کی جائے تو موجودہ تعلیم وتربیت کے راز کھلنا شروع ہوتے ہیں۔ وہ تعلیم وتربیت جو اسلامی ملک کی معیشت ومعاشرت کو گھن کی طرح چاٹتی اور زکوٰۃ وعشر کو جرمانہ قرار دیتی ہے۔ جو واضح طور پر اسرائیلی نظریات پر مشتمل اور یہودی لابی کے کنٹرول میں ہے جن کا دعویٰ ہے۔

''ہمیں تمام غیر یہود اقوام کی تعلیم کو اس انداز میں مرتب کرنا ہے کہ جب کبھی ان کو کسی معاملے میں اپنے طور پر کوئی قدم اٹھانا پڑے کو کسی قطعی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں۔'' (نیو ورلڈ آرڈر ص ۱۹۶)

''ہمارے ہاتھوں میں اس جماعت کی تمام زمامیں موجود ہیں۔ جو کبھی بہت طاقتور تھی (یعنی مسلمان) لیکن جس کو اب ہم نیست ونابود کر چکے ہیں۔ اب ہمارے ہاتھوں میں جو ہتھیار ہیں وہ دراصل بے پایاں اور لامحدود امنگیں اور جذبات ہیں۔ جلتی ہوئی شعلہ فشاں حرص ہے۔ بے رحم شقی القلب انتقام ہے نفرت ہے اور غیظ وغضب ہے۔ ہم ہی دراصل وہ سوتا ہیں جہاں سے دہشت وبربریت پھوٹتی ہے۔'' (ص ۲۰۰۔ نیو ورلڈ آرڈر)

''ہماری غلامی میں ہر طبقہ فکر ہر نظریہ کے افراد شامل ہیں۔ ہم نے ان سب کو اپنے مقصد کے لئے تیار کیا ہے آخر کون ہے جو اس بات کی تصدیق کے بالکل برعکس نصاب پڑھایا جاتا ہے؟ (دیہات کیا یہاں تو دارالحکومتوں میں ملکی وملی نظریات کے بالکل برعکس نصاب پڑھایا جاتا ہے اور کسی کو کوئی احساس نہیں) زندگی کے ہر اہم شعبہ میں ہمیں دخل حاصل ہے لیکن ہمارا خاص دخل تعلیم وتربیت میں ہے جو آزاد زندگی میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۰۱)

''گوئم (غیر یہود) کی نوخیز نسل کو یونانی ولاطینی علم وادب فکر وفلسفہ اور مخصوص نقطہ نظر کی اندھی تقلید نے بیوقوف بنا رکھا ہے۔ مزید برآں ان کو اُلو اور بیوقوف بنانے میں بچپن ہی سے ان کی آوارہ مزاجی وبدقماشی کو بڑا دخل ہے۔ ہم نے ان کو اس جانب اپنے خاص گماشتوں کے ذریعے مائل کرنے کا اہتمام کیا ہوا ہے۔ ان خاص ایجنٹوں سے مطلب ان کے وہ اتالیق ہیں۔ جن کے سپرد ان کی ساری تعلیم وتربیت ہوتی ہے۔ ان کے خدمت گار گھریلو خادم ان کے نگران اور رولی۔ عام طور پر کسی بھی حیثیت میں ان کی صحبت میں رہنے والے لوگ۔ ان کے اہل دولت وثروت کے ہاں کی استانیاں معلمائیں اور ہماری

عورتیں۔ جو بدقماش کے ان اڈوں پر موجود ہوتی ہیں جہاں یہ گو تم جانا پسند کرتے ہیں۔
ان میں وہ نام نہاد سوسائٹی لیڈیز بھی آتی ہیں۔ جو دوسروں کی نقالی میں از خود عیاشی فحاشی
اور آوارگی کا سامان پورا کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھانستی ہیں"۔

(ایضاً ص ۱۹۱)

یہ سب کچھ یہود و نصاریٰ کی کوشش سے ہو یا ہنود کی طرف سے۔ نتیجہ مفکرِ ملت علامہ اقبال کے دور بین خیال کے عین مطابق ہے۔

؎ ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے | تم مسلماں ہو۔ یہ انداز مسلمانی
حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے | تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر | اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو

انسانی زندگی اور معیشت و معاشرت میں چولی دامن کا ساتھ ہے ان میں سے کسی ایک کی خرابی باقیوں کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ نے اس مثلث کے تینوں پہلوؤں پر یکساں توجہ دی ہے۔ اسلام نے انسان کو جان مال۔ جان۔ آبرو کی حفاظت کا حق دیا ہے وہیں کاروبار حیات چلانے کی خاطر جائز ذریعہ معاش بھی اس کا حق تسلیم کیا ہے۔ معاشی آزادی کے بغیر معاشرتی و سیاسی آزادی ممکن نہیں اور معاشری انصاف کے بغیر سکون و سلامتی کا امکان نہیں۔ دنیا میں دولت کی فراوانی' وسائل پیداوار کی وافر موجودگی' حیران کن صنعتی و سائنسی ترقی اور بے مثال معاشی ارتقاء کے باوجود آج افلاس و غربت' بے روزگاری اور معاشرتی و معاشی ظلم اپنے عروج پر ہے۔ یہ مسئلہ انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ اسلام نے اس کا آسان حل (محض اڑھائی فیصد سالانہ) زکوٰۃ۔ صدقات۔ خمس۔ خراج۔ عشر۔ جزیہ۔ عشور۔ لگان۔ وقف۔ دولت ٹیکس۔۔ بے وارث۔ سرمایہ۔ ضبط شدہ جائداد اور جرمانے میں بتایا ہے جس کا مصرف فقراء۔ عاملین زکوٰۃ نو مسلم۔ آزاد غلام۔ جہاد و تبلیغ اور تنگ دست مسافروں پر ہوتا ہے۔

ترقی یافتہ غیر مسلم ممالک بھی مختلف ٹیکسوں کی مد سے حاصل ہونے والی رقوم عوامی فلاحی و بہبود کے لئے استعمال کرتے ہیں جس سے معاشرہ معاشی بنیادوں پر بڑا ترقی یافتہ نظر آتا اور عوام بڑے خوشحال معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اخلاق کردار کا اپاہج پن ان کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ اپنے وقت کی سپر طاقت روس اس کی واضح مثال ہے اور امریکہ پر اس کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ دراصل ذرائع ابلاغ جو معاشرتی و اخلاقی تعمیر و ترقی میں بہترین معلم ثابت ہو سکتے اور نئی نسلوں کی عمدہ تربیت کر سکتے تھے۔ ملکوں' قوموں' رنگوں' نسلوں' مذہبوں' فرقوں' تہذیبوں اور مادر پدر آزادی کے راگ الاپتے۔ اس گلوبل گاؤں کو حیوانی۔ ترقی یافتہ حیوانوں کی بستی ثابت کرتے' نقل۔ نقل اور بس نقل کا تقاضا کرتے ملتے ہیں۔ قسمتی سے اہلِ اسلام نے اپنی خصوصیت یعنی علم' غور و فکر اور عمل کہ جس کا قرآن حکیم میں بار ہا تقاضا کیا گیا ہے اور اہل

پاکستان نے نظریہ پاکستان کہ جس کی بنیاد ہی قرآن ہے کی بجائے گورے مالکوں کی خوشی کی خاطر خود کو دم ہلاتا حیوان ظاہر کرنے میں عافیت جانی ہے۔ جس سے یہ لوگ کہ جن کے بارے میں ارشاد ہوا تھا۔

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔'' (سورۃ الحج ۴۱)

اپنے کریہہ و قبیح اعمال کی بدولت یہ صورت اختیار کر گئے ہیں کہ اللہ ہی کے مطابق:

''منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں برائی
کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور بھلائی اپنے ہاتھ خیر
''کے کاموں'' سے روکے رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے
(بھی) انہیں بھلا دیا۔ یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔''

(سورۃ التوبۃ: ٦٧)

لیکن ان نام نہاد فطین اور اعلیٰ تعلیم یافتگان کو اس کا شعور ہے نہ اس کی پروا۔ اگرچہ فرمان نبویؐ کے مطابق

''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ جس قوم میں رشوت عام ہو اس پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور جس قوم میں سود رواج پا جائے اللہ جل جلالہٗ اسے قحط میں مبتلا کر دے گا۔'' (امام احمد بن حنبلؒ)

اور اس ابلیسی نظام (صہیونی ارباب دانش کے وثیقے) میں طے پا چکا ہے کہ

''ہم جلد ہی (یہ ایک صدی پہلے کی بات ہے) بڑی بڑی اجارہ داریاں قائم کریں گے اور اس طرح دولت و زر کے بڑے بڑے ذخیرہ قائم ہو جائیں گے۔ یہ وہ مراکز ہونگے جن میں غیر یہود کی قسمتوں کا اس حد تک انحصار ہوگا کہ سیاسی تباہی کے اگلے ہی دن وہ تمام فرضوں سمیت ڈوب جائیں گے۔

غیر یہود کی صنعت کی تباہی کی تکمیل کے لئے ہم سٹہ بازی کی مدد سے تعیشات کو فروغ دیں گے تعیشات جس کے لئے ہم پہلے ہی غیر یہود میں رجحان پیدا کر چکے ہیں۔ ہم مزدوروں کی اجرتوں کی شرح کو بڑھائیں گے جو بہر حال مزدوروں اور کارکنوں کے لئے سودمند ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم زندگی کی بنیادی ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ کر دیں گے اور ساتھ ہی وہ اقدام کریں گے کہ روئے زمین سے غیر یہود کی تمام تعلیمی قدروں کا استیصال ممکن ہو۔''

ہم جو کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں ہمارے علاوہ صرف مزدوروں اور محنت کشوں کی آبادی ہو۔ ان کے علاوہ معدودے چند کروڑ پتی ہوں اور وہ بھی ہمارے کارکن ہوں۔ دنیا کی تمام غیر یہود حکومتوں کا دارومدار پریس (سو سال پہلے صرف پریس تھا اب تمام ذرائع ابلاغ) کی طاقت پر ہے۔ جس کو ہم نام نہاد ''بڑی طاقتوں'' کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں پریس (اور اس کے متعلقات) معدودے چند مستثنیات کے جن کو قابل اعتناء نہ سمجھا جائے وہ پہلے

ہی تمام کا تمام ہمارے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔‘‘ (ص ۹۸۔۱۹۷ نیو ورلڈ آرڈر)

اور اس کھیل کو بے پردگی سے بچانے کی خاطر

’’اس خطرے کے پیش نظر کہ مبادا لوگ اس بات کا اندازہ کر لیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ہم اُن کی توجہات کھیل تماشے۔تفریحات‘ بے لگام جذبات اور عوامی محلات کی طرف پھیر دیں گے۔پھر جلد ہی ہم پریس (اور اب تمام تر میڈیا) کے ذریعے آرٹ اور کھیلوں کے مقابلہ کی تجویز پیش کریں گے۔اس قسم کی دلچسپیاں ہمیشہ کے لئے ان کی توجہات کو ان کے مسائل سے ہٹا دیں گی۔جن کی مخالفت کرنے پر ہم مجبور کرنے پر ہم مجبور ہونگے۔جب لوگ سوچنے سمجھنے کی عادت سے عاری ہو جائیں گے تو ہماری ہی زبان میں بات کرنا شروع کر دیں گے۔(یعنی وہی کہیں گے جو ہم چاہیں گے) (نیو ورلڈ آرڈر ص ۲۰۳)

غور فرمایئے کیا یہی سب کچھ ہمارے ساتھ ہمارے آس پاس نہیں ہو رہا؟ مخلص مفکر و مدبر ہوں یا اسلامی انقلاب کے داعی۔کوئی قوم بلکہ دنیا بھر پر پھیلے اس یہودی جال میں سوراخ تک نہیں کر سکا۔اس صیہونی قلعے میں نقب لگانے کے طریقے اور منصوبے تو بہت سوچے گئے اور آئندہ بھی سوچے جاتے رہیں گے۔لیکن اس کا واحد اور قلعہ شکن حل صرف اور صرف ’’اقراء باسم ربک الذی خلق‘‘ میں ہے کیونکہ حکومتیں زید کے نام سے ہوں یا بکر کے ہاتھ میں۔سب اسی صیہونی شکنجے میں جکڑی ہوتی ہیں۔ضرورت خوابوں۔خیالوں۔منصوبوں کی نہیں۔کیونکہ بحمد اللہ قرآن میں سب کچھ طے شدہ اور سنت سے تجربہ شدہ موجود ہے۔ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ حکومت کی طرف دیکھنے کی بجائے ہر شخص انفرادی طور پر علم۔عقل اور عمل کا علم لے کر اٹھے اور فرمان نبوی کے مطابق:

’’حاضر کو چاہیے کہ غائب کو یہ بات (جو اس تک پہنچی ہو) پہنچا دے۔اس لئے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پہنچانے والا (وہ پیغام) کسی ایسے شخص کو پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ اس کو محفوظ کرنے والا ہوتا ہے۔‘‘

(سیرت احمد مجتبیٰ جلد ۳۔ص ۶۷۳)

اور اس کا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جب ایک محفل میں شرکاء کو بتایا گیا کہ حواس خمسہ انسان ہی نہیں حیوان بھی رکھتے ہیں۔انسانی خاصہ تو عقل کا فرامین الٰہی (قرآن وسنت) کی روشنی میں استعمال ہے۔جو اس حیوان ناطق کو انسان کامل بناتا ہے۔ورنہ وہ حیوانوں سے بدتر ہے کہ وہ تو مر کر مٹی ہو جائیں گے۔جبکہ اسے اس نعمت کے درست استعمال نہ کرنے پر سزا ملے گی۔تو ایک شریک محفل نے عقل کا استعمال کرتے ہوئے گھر سے کیبل کا خاتمہ کر کے ٹی وی بھی نماز سے مشروط کر دیا۔

اگرچہ پاکستانی پروگرام اور صرف ایک گھر کی اصلاح پورے معاشرے کی اصلاح کا باعث بن سکتے۔لیکن مجھے یقین ہے کہ

شعور کے یہ ٹمٹماتے دیئے اگر گھر گھر جلنا شروع ہو جائیں تو بہت جلد ایک عظیم انقلاب کا باعث بن سکتے ہیں ایسا انقلاب جیس وادی فاران میں بے شعور نقل کے جھگڑوں میں باشعور ایمان کے

ٹمٹماتے دیوں نے برپا کیا تھا۔ جس میں یثرب کے صیہونی ارباب دانش کو ناکاں چنے ہی نہیں چبوائے 'مدینۃ النبی ﷺ سے اُٹھا کر باہر بھی پھینک دیا تھا۔ اور یہ معاشرتی و معاشی تنگ دستی اور صیہونی ریشہ دوانیوں میں شعور کی روشنی ہی تو تھی جس کے باعث ''صرف حضرت ماعزؓ۔ غامدیہؓ اور فاطمہ مخزومیؓ کے قصے ہی کتب احادیث میں نظر آتے ہیں۔ ان معدودے چند واقعات کا اتنے بڑے معاشرے میں پائے جانے کا مطلب ہے کہ ان قوانین کے نفاذ کی وجہ سے معاشرہ زنا۔ چوری اور دوسری برائیوں سے پاک ہو گیا تھا۔ ان واقعات میں خوف خدا اور مساوات کی جو جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اس کی نظیر کوئی اور معاشرے پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت ماعزؓ اور غامدیہؓ کے خلاف کوئی شرعی شہادت موجود نہ تھی۔ جس کی بناء پر ان پر حد جاری ہو سکے۔ مگر وہ کو دا اعتراف کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں پاک فرما دیجئے۔ آپؐ ان سے بار بار اعتراض فرماتے ہیں مگر ان کے اپنے اصرار پر آخر کار حد جاری کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ بھی غامدیہؓ کے سلسلے میں وضع حمل اور بچے کا دودھ چھڑانے کے بعد۔ ذرا غور فرمایئے اگر حدود اللہ کے تحت ان سزاؤں کی وجہ سے معاشرہ برائیوں سے پاک ہو جائے تو بہتر ہے یا یورپ و امریکہ خدا فراموش زندگی اور گندے غلیظ ماحول میں رائج (حیوانوں سے بدتر) زنا۔ بے حیائی اور اخلاق سوز حرکات سے بھرپور سوسائٹی اور اس کی نقل میں خود کو بھی حیوان ثابت کرنا۔''؟ (مقالات سیرت ۱۹۹۳ص ۱۱۱)

اسی عقل و فہم کا زکوٰۃ و عشر اور اس کے ذریعے معیشت اور معاشرت میں کردار یہ ہو سکتا ہے کہ وصولی زبردستی کی کٹوتی ہو۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیان و عمل کے بعد اسے ہر مسلمان بشمول شیعہ سے بالجبر وصول کرنا عین جائز ہے)۔ یا باشعور ادائیگی۔ اسے انفرادی طور پر غریبوں مسکینوں میں چند صدکہ جس سے کسی کا کچھ نہ بنے۔ بانٹ کر خیرات کے عادی بنانے کی بجائے بڑی رقمیں بڑے تعمیراتی کاموں پر خرچ کی جائیں اور غریبوں مسکینوں کو وہاں ترجیحی بنیادوں پر کام دیا جائے۔ اسی مد میں انہی لوگوں کے لئے تعلیم و تربیت کے ادارے بھی کھولے جائیں خواہ ابتدائی تعلیم ہی سہی۔ تا کہ یہ لوگ 'یہ اشرف المخلوقات کا گھٹیا درجہ بھی عاقل و بالغ ہو۔ تا کہ یہ لوگ بے عزت و بے غیرت فقیر بننے کی بجائے باعزت و باوقار کارندے بن سکیں۔ وہ کارندے جن کے ہاتھ نبی اکرم ﷺ محتشم نے چومے تھے۔ تا کہ یہ دوسروں کی خیرات پر گزارہ کرنے کی بجائے اپنے ذہن اور ہاتھ کی کمائی کے عادی ہوں۔

اس سلسلے میں اس صحابیؓ کا واقعہ محرک ثابت ہو سکتا ہے جنہیں مانگ کر گزارہ کرنے دینے کی بجائے نبی رحمت ﷺ نے اس کی آخری پونجی ٹوٹا پیالہ بھی بکوا کر کلہاڑا خریدنے اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنے کی مستقل راہ دکھائی تھی۔ حالانکہ آپ ﷺ کچھ خیرات کر کے بھی بات ختم فرما سکتے تھے۔ خیرات ہو یا زکوٰۃ ہمارے بے شعور معاشرے میں یہ غریب مسکین مسلمانوں کا حق نہیں۔ جو دولت مندوں پر واجب ہے۔ بلکہ ''اترن اور رد بلا'' کا انتہائی بھونڈا تصور ہے۔ جو غریبوں کو ذلت

کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیتا ہے۔ جس کی بدولت معاشرہ گونا گوں برائیوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ ان خرابیوں کی اصلاح اس سنت نبوی ﷺ سے ہوسکتی ہے۔ اسی سے معاشرت ومعیشت میں انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ یہی صیہونی وسامراجی

قلعوں میں شگاف پیدا کر کے انہیں نیست ونابود کر سکتا ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

کتابیات

۱۔ احکام القرآن۔ چوہدری نذر محمد سروس انڈسٹریز لمیٹڈ گلبرگ لاہور۔

۲۔ بانگ درا۔ علامہ محمد اقبال مطبوعات شیخ غلام علی ادبی مارکیٹ چوک انار کلی لاہور۔ جنوری 1987ء

۳۔ تاریخ الخلفاء۔ حافظ جلال الدین السیوطی۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی۔ مئی 1983ء

۴۔ سیرت احمد مجتبیٰ جلد سوم مصباح الدین شکیل پاکستان اسٹیٹ ائل کمپنی لمیٹڈ کراچی 4 جون 1993ء

۵۔ فکر امروز۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی۔ اتحاد فاونڈیشن 49 کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ 1995ء

۶۔ مقالات سیرت 1992ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد۔ 11 ستمبر 1992ء

۷۔ مقالات سیرت 1992ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد۔

۸۔ نسخہ کیمیا۔ از امام غزالی اردو ترجمہ پروفیسر عبد المجید یزدانی ناشران قرآن کمپنی۔ اردو بازار لاہور۔

۹۔ نیو ورلڈ آرڈر۔ امجد حیات ملک۔ نیو چوبرجی پارک چوبرجی لاہور۔ 1996ء

معاشی ومعاشرتی ارتقاء میں زکوٰۃ وعشر کا کردار
تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

محمد احسان اشرف۔ کراچی

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ اس لئے کے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ دین اسلام کی عمارت ان پانچ ستونوں پر استوار ہے۔ نظام صلوٰۃ اگر مسلمانوں کے معاشرتی ڈھانچے کو تشکیل دیتا ہے تو نظام زکوٰۃ اسلامی معاشرے کے معاشی و مالی ڈھانچے کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے معنی ومفہوم:۔

'زکوٰۃ' کے معنی ہیں نشوونما پانا، بڑھنا، پاک کرنا، اور پاک ہونا وغیرہ۔ شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد مال کا وہ مقررہ حصے جو مالدار صاحب نصاب کے لئے ایک سال کے اختتام پر اپنے مال میں سے عبادت کی نیت سے اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں دینا واجب ہے۔

زکوٰۃ کے شرعی مفہوم میں اس کے دو معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ مومن کا یہ پختہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کر لیتا ہے تو اس سے اگر چہ بظاہر مال میں تھوڑی سی کمی واقع ہوتی ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ اس مال میں 'برکت' عطا فرماتا ہے یا یہ کہ جو مال اللہ کی راہ میں بطور زکوٰۃ دے دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ 'اجر آخرت' کے اعتبار سے اس میں کئی گنا اضافہ فرماتا ہے۔ دوم یہ کہ زکوٰۃ ادا کر دینے سے دینی اور روحانی طور پر بقیہ مال بندے کے لئے حلال، طیب اور پاک ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں کا مفہوم قرآن مجید کی ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ (اے رسول!) ان کے مال میں سے جو صدقہ (زکوٰۃ) لے لیجئے تا کہ اس کے ذریعے آپ ان (اموال کو) پاک فرما دیں اور (ان میں) برکت عطا فرما دیں۔ (سورۂ توبہ آیت ۱۰۳)

۲۔ ان کی مثال جو اپنے مالوں کو (زکوٰۃ وصدقات کی شکل میں) اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (زمین میں بوئے ہوئے اس) دانے کی مانند ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے دو چند فرما دیتا ہے۔

(سورۂ بقرہ آیت ۲۶۱)

۳۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے یعنی ان میں برکت عطا فرماتا ہے۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۷۶)

زکوٰۃ کی اہمیت:۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن اور خالص مالی عبادت ہے۔ قرآن مجید میں بیش تر مقامات پر کہیں ترغیبی انداز میں اور کہیں عذاب کی وعید سناتے ہوئے زکوٰۃ کا حکم صلوٰۃ کے ساتھ متصلاً دیا ہے۔ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر 32 جگہ نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس سے زکوٰۃ کی اہمیت اجاگر کرنا مقصود ہے۔

زکوٰۃ ہر عاقل بالغ صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ اس کا منکر کافر اور تارک فاسق اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہدِ خلافت کے ابتدائی ایام میں منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا یہاں تک کہ بالآخر وہ زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

آپؓ نے فرمایا۔

"اللہ کی قسم میں ہر اس شخص کے خلاف جہاد کروں گا جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔"

تمام صحابہ اکرامؓ کا اس بات پر متفق ہونا اور اس سے اختلاف نہ کرنا دراصل 'خلیفہ اوّل' کے فیصلے پر تمام صحابہ کے 'اجماع' (Consensus) کے مترادف ہے۔

قرآن پاک نے زکوٰۃ کا حکم جا بجا دلکش انداز اور دلنشیں پیرائے میں دیا ہے۔ کہیں براہِ راست زکوٰۃ کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے کہیں 'انفاق فی سبیل اللہ' کہیں 'صدقات' اور کہیں 'ایتاء' (دینا' عطا کرنا) وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور کہیں منفی انداز اختیار کرتے ہوئے 'اکتناز' (مال جمع کرتے رہنا اور زکوٰۃ و صدقات ادا نہ کرنا) اور بخل وغیرہ کی مذمت فرما کر عذاب آخرت کی وعید سنائی گئی ہے۔

انفاق' ایتاء اور صدقات وغیرہ کی اصطلاحات میں زیادہ وسعت اور جامعیت ہے۔ ان سے زکوٰۃ بھی مراد ہے اور اس کے علاوہ صدقات نافلہ کی ترغیب بھی مقصود ہے۔

زکوٰۃ چونکہ اسلامی عبادت ہے اس لئے مسلمانوں ہی سے لی جائے گی اور مسلمانوں ہی پر صرف کی جائیگی۔

اسلام میں زکوٰۃ ۲ھ میں فرض ہوئی لیکن عام صدقات کا حکم اور ترغیب ابتداء اسلام ہی سے دی جاتی رہی۔ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم کسی نہ کسی طریقے سے سابق انبیاء کرام کی شریعتوں میں دیا جاتا رہا ہے۔

قرآن کریم نے بے شمار مقامات پر اس فریضے کو "نماز" کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہر وہ شخص جو سونے چاندی مویشی اور مال تجارت کا مقدار نصاب کی حد تک مالک

ہو اس کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ سال گزرنے پر اپنی مملوکات کا ایک حصہ دوسرے ضرورت مند افراد پر صرف کرے اور جو شخص اس فریضہ کو ادا نہ کرے۔

اس کے لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

''جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر رکھتے ہیں اور اس اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو آپ دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے جس دن اس (دولت) کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا چکھو جسے تم جمع کیا کرتے تھے۔''

(سورۂ توبہ)

حدیث شریف میں ہے کہ

جن لوگوں کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کریں ان میں سے ہر ایک کے سینہ کو داغا جائے گا حتی کہ وہ پیٹھ سے پار نکل جائے گا اور جب پیٹھ کو داغا جائے گا تو وہ سینہ سے پار ہو جائے گا اور جس شخص کے پاس چوپائے ہوں اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو ان کو قیامت کے دن اس پر مسلط کر دیا جائیگا تاکہ سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں اور پاؤں سے روندیں جب تمام چوپائے گزر جائیں گے تو پھر آگے والے پلٹ سے روندنا شروع کر دیں گے اور جب تک سب کا حساب نہ ہو جائے گا یہ عمل جاری رہے گا۔

حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ اہلِ ثروت و دولت پر زکوٰۃ کا علم سیکھنا فرض ہے۔

پھر اس زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے قرآن نے آٹھ مصارف کو مقرر فرما دیئے ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مقرر فرما کر قرآن کریم نے دولت کی زیادہ سے زیادہ گردش کا دروازہ کھول دیا ہے۔

'زکوٰۃ' کے مصارف میں استحقاق کی قدر مشترک 'ناداری' اور 'افلاس' ہے اور اس مد میں افلاس ہی کے خاتمہ پر زور دیا گیا ہے۔ اس طریقے سے نادار اور مفلس افراد کے درمیان کس قدر وسیع پیمانے پر تقسیم دولت ممکن ہے۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1965ء کی قومی آمدنی تقریباً پندرہ ارب تیس کروڑ روپے تھی زکوٰۃ زکوٰۃ کی ادنیٰ ترین شرح ۲/۵ فیصد کے حساب سے اگر قومی آمدنی کی پوری زکوٰۃ نکالی جائے تو کم از کم اڑتیس کروڑ پچیس لاکھ روپے سالانہ کتنی خطیر رقم سرمایہ داروں کی جیب سے نکل کر غریبوں اور ناداروں کے پاس پہنچتی ہے اور اس طرح تقسیم دولت کی ناہمواری کتنی تیزی سے رفع ہو سکتی ہے۔

اسلام کے معاشی نظام میں ''اکتناز'' اور 'احتکار' دونوں حرام ہیں۔ چونکہ یہی دو ذرائع ہیں جن کے باعث سرمایہ دارانہ نظام کی تباہ کاریاں کو فروغ ملتا ہے۔ اس لئے اسلام ان دونوں کا سدِ باب کرتا ہے۔

دولت کی جمع اور ذخیرہ کی وہ تمام صورتیں جن میں دولت کی تقسیم سے انکار کیا گیا ہوا کتناز میں داخل ہیں۔ لہٰذا اسلام کے معاشی نظام کا اعتدال اس کے مقابلے میں یہ حکم دیتا ہے کہ دولت جمع اور ذخیرے کے لئے نہیں ہے بلکہ تقسیم اور گشت کے لئے ہے تاکہ افراد کے درمیان دولت کا توازن صحیح رہے۔

اس سلسلے میں سب سے اہم قانون ''زکوٰۃ کا قانون'' ہے اور اس لئے کی ادا صرف رضا کارانہ اصول پر نہیں بلکہ قانون فرض کی شکل پر قائم ہے اور جو لوگ اس فرض کی ادا میں کوتاہی کرتے اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ ان کے لئے قانونی سزا کے علاوہ آخرت کے سخت عذاب سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ (سورۂ توبہ اوپر ترجمہ موجود ہے)

زکوٰۃ کا ذکر قرآن عزیز میں بہت زیادہ ہے۔ انسان جب خدائے برحق کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہے۔ اس لئے ایمان میں تازگی روح میں پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی قربت کے لئے زکوٰۃ کو فرض کیا گیا ہے۔ جو درحقیقت ایمان باللہ کا عنوان اور عطائے نعمت پر شکر خداوندی کا مظہر ہے۔ نماز اگر بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے ایک شخص کی بدنی عبادت کا مظاہرہ اگر خلوص وصداقت پر مبنی ہے تو مالی عبادت اس کے لئے صحیح کسوٹی ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت و پاکیزگی کے ہیں چونکہ یہ دولت کو نجس اور ناپاک سرمایہ داری سے بچاتی ہے۔ انسان کے دل و دماغ کو غرور و تکبر اور قارونی ذہنیت سے پاک کرتی اور اپنی محنت کی کمائی میں جماعتی حقوق کا پاک جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام ''زکوٰۃ'' ہے۔ حقیقت زکوٰۃ دو اصولوں پر مبنی ہے۔

۱۔ مذموم سرمایہ داری سے روکنا اور غرباء کی حاجات کو پورا کرنا

۲۔ اقتصادی فلاح کی جدوجہد کا جذبہ پیدا کرنا

اسلام نے ادائے زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر درحقیقت صاحب ثروت اور نادار انسان کے درمیان ایسا صحیح توازن قائم کر دیا کہ اگر مسلمان بحیثیت جماعت اس فرض کو پورا کریں تو ایک جانب مذموم اور مطلق العنان سرمایہ داری کا خاتمہ ہو جائے اور دوسری جانب فاقہ مست اور خانماں برباد فقراء و مساکین کا وجود باقی نہ رہے اور دنیائے انسان کی تمام زندگی میں ایسا اعتدال پیدا ہو جائے جس سے موجودہ طبقاتی جنگ اور معاشی رقابت کے نام کی گروہ بندی مسترد ہو کر رہ جائے۔ جیسا خلافت راشدہ خصوصاً دور صدیقی و فاروقی کی روشن تاریخ شاہد عدل ہے۔

یمن کے باشندے جب نور اسلام کی روشنی میں منور ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ۱۰ھ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان پر ولی اور معلم بنا کر بھیجا اور ان کو وصیت فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا کہ:

''تمہارا سابقہ اہل کتاب (یہود) سے پڑے گا۔ تم اوّل ان کو شہادت ''لا الٰہ الا اللہ محمد

رسـول اللہ '' کی تلقین کرنا اور جب وہ قبول کرلیں تو پانچ وقت کی نماز کی فرضیت کی تلقین کرنا اور جب وہ اس کو بھی تسلیم کرلیں۔ تب ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے۔ (زکوٰۃ کیوں فرض ہے اور اس کی کیا حکمت و مصلحت ہے تو ان کو بتلانا کہ اس لئے کہ ان کے اہلِ ثروت سے لی جائیگی اور ان کے فقراء پر تقسیم کردی جائیگی)۔

یہ پُراز حکمت جملہ مبارک دراصل ''زکوٰۃ'' کی حقیقت کا ترجمان ہے اور جان حکمت بن کر اعلان کرتا ہے کہ صاحب ثروت و دولت کو ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ تنہا اس کی اپنی ملکیت ہے اس لئے یہ خدا کا فضل ہے۔ جس کے لئے اس کو منتخب کیا گیا۔ لہٰذا اس کا بھی فرض ہے کہ وہ اس حقیقت حال کو کبھی فراموش نہ کرے کہ ''جو جس قدر کماتا ہے اسی قدر اس پر اجتماعی حقوق کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے''۔ اور جو اس حقیقت کا منکر ہو کر غرور و تکبر سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی اپنی محنت کی کمائی عطائے الٰہی نہیں بلکہ اس کی عقل و محنت کا ثمرہ ہے تو وہ خدائے برتر کی دی ہوئی نعمت کا کفران کرتا ہے۔ اس طرح تاریخ سے آنکھیں بند کر کے گویا خدا کے عذاب و عتاب کو چیلنج کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون کا قصہ تاریخ کی نگاہ میں پرانا واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے جب قارون جیسے سرمایہ دار (کیپٹلسٹ) کو اس کا یہی فرض (زکوٰۃ) یاد دلایا تو اس نے نہایت غرور و تمکنت سے اس کے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

'' قارون' موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ پس وہ ان کے مقابلے میں اترانے اور شرارت کرنے لگا بات یہ تھی کہ ہم نے دولت کے اتنے خزانے بخشے تھے کہ اس کے نقل و حمل سے طاقتور مزدور بھی تھک جاتے تھے (یا اس کی کنجیوں کے نقل و حمل سے مضبوط مزدور بھی تھک جاتے)'' (سورۂ القصص)

قارون کی قوم نے خدا کی نعمتیں یاد دلانے اور فساد و تکبر سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے قارون سے جب یہ کہا۔

''جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ:

شیخی نہ کرو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ شیخی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تجھ کو دیا ہے اس کے ذریعے سے آخرت کا سامان کرو اور اس کو نہ بھول کہ دنیا میں تجھے کیا کچھ ملا ہوا ہے اور لوگوں کے ساتھ اس طرح بھلائی کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بھلائی کے دروازے کھول دیئے ہیں اور زمین میں فساد کا خواہشمند نہ بن اللہ تعالیٰ مفسدوں کو ناپسند کرتا ہے۔''

(سورۂ قصص)

تو قارون نے جواب دیا۔

''یہ مال تو مجھ کو میرے اس ہنر کی بدولت ملا ہے۔ جس کا میں واقف کار ہوں

(یعنی میری سرمایہ داری میری قابلیت وہنر مندی کا نتیجہ ہے نہ کہ خدا کا عطیہ اس صورت میں دوسروں کو اس کا شریک نہیں کر سکتا۔"

(سورۂ قصص)

"کیا اس کے علم میں یہ نہیں ہے کہ اس پہلے اللہ تعالیٰ ایسی کتنی ہی جماعتیں تباہ کر چکا ہے۔ وہ اس سے زیادہ قوت والی اور سرمایہ دار تھیں۔"

(سورۂ القصص)

اور جب اس نے اس عبرت وبصیرت پر بھی کان نہ دھرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے خانہ دولت کو زندہ تہہ زمین میں دھنسا دیا۔

آخر انسان ثروت ودولت کے نشے میں اس درجہ کیوں غافل ہے اور اس حقیقت کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہے کہ اس نے اپنی عقل ومحنت سے ہی اگر دولت کمائی ہے تب بھی انسانوں کے باہمی تعاون ومواسات سے ہی کمائی ہے۔ ورنہ تو بغیر دوسرے انسانوں کے تعاون واشتراک کے اس کو تجارت یا صنعت وحرفت وغیرہ میں کامیابی ناممکن تھی۔ پس کیا اس کا یہ فرض نہیں کہ اگر ان ہی انسانوں میں سے بعض انسان، مرض، اعضاء کی کمزوری ضعف پیری یا دوسرے نامساعد اسباب کی بناء پر افلاس اور احتیاج تک پہنچ جائیں۔ تو یہ اُن کی مدد کرے اور اس کے مال میں اُن کا حصہ محض تبرع اور احسان کے طور نہ ہو بلکہ فرض کی حیثیت میں ہو۔

زکوٰۃ مسلمانوں کو اقتصادی جدوجہد میں فلاح وبہبود کی راہ دکھلاتی ہے اس اُصول کی تشریح یہ ہے کہ جو کاہلی اور دون ہمتی کی بناء پر بیکاری کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور تھوڑی بہت پونجی رکھنے کا باوجود ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہنے کے خوگر ہیں یہ اجتماعی ٹیکس ان کے لئے مہمیز کا کام دے اور وہ یہ سوچیں کہ ہمارا یہ مال جس کو قدرت نے نشوونما کی صلاحیت دی ایسا نہ ہو کہ چند سال میں ذاتی ضروریات اور زکوٰۃ کی نذر ہو کر رہ جائے اور اس حدیث مبارکہ کے مصداق کہ:

"(دینے والے کا) بلند ہاتھ (لینے والے کے) پست ہاتھ سے بہتر ہے۔"

دوسروں کی طرح ہمیں بھی ایک روز غیر کا دست نگر نہ بننا پڑے۔ یہ سوچ کر وہ آگے بڑھیں اور ترقی مال کے لئے جائز سعی کریں اور اس طرح ہر شخص اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل بن جائے یہاں تک کہ یہ اجتماعی ٹیکس ایک روز صرف "رفاہ عام" ہی کی ضروریات کے لئے رہ جائے اور ہر جگہ دینے والے ہاتھ ہی باقی رہ جائیں اور مانگنے والا ہاتھ ایک بھی باقی نہ رہے۔

فرضیت زکوٰۃ میں اسلام نے کن مصالح کا لحاظ رکھا ہے۔ فلسفی اسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

''واضح رہے کہ زکوٰۃ میں دو مصلحتوں کی رعایت پیش نظر رکھی گئی ہے۔(۱) تہذیب نفس (۲) مدنی و اجتماعی حاجات کا انسداد' تہذیب نفس سے مراد یہ ہے کہ اس سے بخل' خودغرضی' جنسی عداوت' وغیرہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ خود غرضی مٹ جاتی ہے اور عداوت جنسی کی بجائے برادرانہ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی جنسی محبت ان تمام اخلاق کریمانہ کی اساس و بنیاد ہے۔ جو انسان کو حسن معاملت کا خوگر بناتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ''اخلاق حسنہ'' کا پیکر بن جاتا ہے اور اسی کا نام تہذیب نفس ہے۔ اور زکوٰۃ' مدنی و اجتماعی حاجات کے انسداد کا بہترین علاج ہے اس لئے کہ نظام مدنی اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس نظام میں مضبوط ''مالی نظام'' موجود نہ ہوتا کہ اس کے ذریعے سے مدنی نظام کے اعلیٰ و ادنی عمال اور رعایا ''پبلک'' کے مناسب حال حاجات و ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ نیز فقراء' مساکین' ضعفاء' یتامیٰ' بیوگان اور اسی قسم کے دیگر حاجت مند دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ذلیل و رسوا ہونے سے محفوظ رہیں۔ اور حکومت ان کی پوری کفالت کر سکے اور یہ تمام مشترک ذمہ داریاں اسی طرح پوری ہو سکتی ہیں کہ من جملہ دیگر ذرائع آمدنی کے حکومت کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ اہلِ سرمایہ سے وصول زکوٰۃ کی شکل میں حاصل ہو۔''

(از حجۃ اللہ البالغہ)

یہی وجہ ہے کہ فطرت و عقل سلیم کے تقاضے کے مطابق اسلام نے اس ٹیکس کو چار اصناف میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ اس مال سے زکوٰۃ لی جائے جس میں نمو اور ترقی کی استعداد ہو۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

(ا) وہ جانور جو چراگاہوں میں اضافہ نسل کے لئے پالے جا رہے ہوں۔

(ب) زراعت

(ج) تجارت

۲۔ اہلِ سرمایہ سے لی جائے یعنی (زر نقد' سونا یا چاندی رکھنے والے)

۳۔ ان اموال سے لی جائے جو لوگوں کو بغیر محنت و تعب کے آسانی سے حاصل ہو گئے ہوں۔ مثلاً خزانے کی دریافت یا جواہر کی دریافت میں وہ اپنا مقررہ حصہ پائیں۔

۴۔ اہلِ صنعت و حرفت کی صنعت و حرفت پر مقرر کی جائے۔

پھر اسلام نے موسمی حالات' اتفاقی حادثات' عام معاشی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے مدت معین کی' مقدار معین کی یعنی ایک سال پورا ہونا ضروری ہے تاکہ مختلف موسموں اور حوادث کے گزر جانے کے بعد جو بقدر آمدنی ہو اس پر زکوٰۃ جائے اور یہی انصاف کا تقاضہ ہے۔

نیز ضروریات و حاجات عامہ کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا۔ اس تفصیل سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے ا

فریضہ میں مدنی و اجتماعی اور اقتصادی حالات کا کس قدر خیال رکھا ہے بلکہ اس کی بنیاد ہی صرف دو اُمور پر قائم کی۔

۱۔ انفرادی تہذیب نفس

۲۔ اجتماعی اقتصادی فلاح و بہبود

دنیا کے تمام سچے مذاہب اگرچہ غرباء و نادار کی خدمت اور حاجت مندوں کی اعانت کی ترغیب و تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس نے محض تلقین و تعلیم ہی نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ہی ایک سالانہ ٹیکس کا نظام و آئین قائم کر دیا۔ جو اس ضرورت کو پورا کرے اور اُس کو اس درجہ اہم قرار دیا کہ نماز کے بعد اس کا ہی درجہ رکھا گیا ہے

اور قرآن عظیم میں دونوں کو ایک ہی فہرست میں گنا کر اس کو بھی ایمان کی علامت قرار دیا۔

''ہدایت اور بشارت کا پیغام بیان کے لئے جو مومن ہیں کہ جن کے ایمان کی علامت یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔'' (سورۂ نمل)

اس لئے مانعین و منکرین زکوٰۃ کے بارے میں صحابہؓ کے عظیم الشان مجمع میں صدیق اکبرؓ نے یہ فرمایا اور جمہور صحابہؓ نے اس صاد کیا۔

''بخدا میں ضرور ان سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کر رہے ہیں یعنی نماز تو پڑھتے ہیں مگر زکوٰۃ دینے پر آمادہ نہیں۔''

اس بارے میں اسلام کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس نے فرضیت زکوٰۃ کی علت کو ان صاف الفاظ میں بیان کیا۔

''تاکہ یہ نہ ہو کہ مال و دولت صرف دولت مندوں کے گروہ ہی میں محدود ہو کر رہ جائے۔''

یہ بھی بتایا کہ معاشی وسائل میں اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ دولت سب میں تقسیم ہوتی رہے اور کسی ایک گروہ کی اجارہ داری میں ہو کر ہی نہ رہ جائے۔

غرض زکوٰۃ عام خیرات کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ ایک سرکاری ٹیکس ہے۔ جو عام دنیاوی ٹیکسوں کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے۔ یعنی وہ صرف کاروبار کی آمدنی کی کمی بیشی ہی پر واجب نہیں ہوتا بلکہ اس اندوختہ پر واجب ہوتا ہے جس پر ہر سال موجودہ میں کسی آمدنی کا اضافہ تک نہ ہوا ہو بشرطیکہ اس میں نمو کی استعداد موجود ہو۔

زکوٰۃ کی وصولی حکومت کے نظام وانتظام کے ساتھ وابستہ ہے:۔

بہر حال زکوٰۃ اجتماعی معاشی نظام کا ایک خاص اور اہم مالی جز ہے اسی لئے اس کے وصول کرنے کا حقیقی اور اصولی طریقہ حکومت کے نظم و انتظام کے ساتھ وابستہ کیا گیا اور اس کی تحصیل کا معاملہ حکومت کے ہاتھ میں دیا گیا یعنی حکومت اپنے عمال اور تحصیلداروں کے ذریعے اس کو وصول کرے اور بیت المال میں داخل کر کے اس کے صحیح مصارف

پرخرچ کرے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عمر کا فرمان ہے کہ

''زکوٰۃ ''امراء'' اور ''عمال'' کو ادا کرو ایک شخص نے کہا امراء خلفاء تو اس کو صحیح مصرف میں صرف نہیں کرتے آپ نے جواب دیا اس کے بعد پھر بھی ان کو ادا کرو۔''

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا:

''جب تک خلفاء نماز ادا کرتے رہیں تو انہی کو زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔''

(ابوداؤد۔ مصنف ابن ابی شیبہ بیہقی)

ابو صالح کہتے ہیں کہ

''میں نے سعد بن ابی وقاصؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ یہ حاکم جو بدعنوانیاں کررہے ہیں۔ آپ کے پیش نظر ہیں کیا اس حالت میں ہم اُن کو زکوٰۃ ادا کریں''

سب نے متفقہ آواز سے کہا کہ:

ضرور ان ہی کو ادا کرو (اس لئے کہ اجتماعی زندگی کے لئے بھی از بس ضرور ہے)۔

(ابوداؤد۔ مصنف ابن ابی شیبہ بیہقی)

یہ واقعہ ہے کہ افراد کی سخاوتیں اور ان کی فیاضیاں وقتی طور پر کتنی ہی بیش از بیش کیوں نہ ہوں۔ اُمت اور قوم کے اجتماعی نظام کی تکمیل کو ہرگز ہرگز پورا نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ سرمایہ دار اور مالدار افراد کے عطیات اور انجمنوں کے قیام و نظام سے اقتصادی مسئلہ حل ہوسکتا تو تمام سرمایہ دار ممالک میں کبھی کا حل ہوگیا ہوتا مگر حقیقت سامنے ہے کہ ان کا قومی نظام اور قومی سرمایہ امراء اور غرباء کے درمیان حائل وسیع تر فرق کو نہ مٹا سکا۔

پس اس صورتحال کا اگر کوئی بہترین اور صحیح علاج ہوسکتا ہے تو وہ وہی ہے جس کو اسلام نے تجویز کیا کہ قانون کے ذریعے متمول افراد قوم کی پوری کمائی کا ایک معین حصہ کمزور اور پست افراد کی اجتماعی اور اقتصادی بہتری کے لئے مخصوص کر دیا۔ اسی کا نام زکوٰۃ ہے۔

عشر:۔

''عشر'' درحقیقت زمینی پیداوار کی ''زکوٰۃ'' ہے لیکن چونکہ اس پیداوار میں انسانی محنت کا دخل نسبتاً کم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی شرح ۲/۵ فیصد کی بجائے ۱۰ فیصد رکھی گئی ہے۔ ''عشر'' صرف ان زمینوں کی پیداوار پر واجب ہے جو فقہی تفصیلات کے مطابق عشری ہوں اور اس کو زکوٰۃ ہی کے مصارف پر خرچ کیا جاتا ہے۔

احناف کے نزدیک ''عشر'' کا کم از کم نصاب کوئی نہیں ہے۔ بلکہ جتنی بھی پیداوار ہوگی (کم یا زیادہ) اس پر عشر

کرنا ہوگا۔ بعض دیگر آئمہ کے نزدیک عشر واجب ہونے کے لئے کم از کم مقدار ۵ وسق یعنی تقریباً ۳۰ من ہونا ضروری ہے اس سے کم پر عشر واجب نہیں ہوگا۔

زمین اگر بارانی ہے تو ہر فصل کے اختتام پر دس فیصد کے حساب سے ''عشر'' وصول کیا جائے گا۔ آبی زمین کی پیداوار پر شرح عشر پانچ فی صد سالانہ ہے۔ تاہم ان دونوں شرحوں کو اصطلاحاً ''عشر'' ہی کہتے ہیں۔ معدنیات پر ۲۰ فیصد ہے۔

صدقات واجبہ:-

زکوٰۃ کے علاوہ ''صدقات'' کی اصلاح اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اسلام دولتمند سے زکوٰۃ لینے کے بعد بھی اس کو قومی اور اجتماعی ''انفاق'' کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ انفاق کے لئے دوسری راہیں کھولتا ہے اور ان کو صدقات سے تعبیر کرتا ہے۔

صدقات کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ صدقات نافلہ

۲۔ صدقات واجبہ

صدقات نافلہ کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہے کہ وہ حسب مرضی جس کار خیر میں چاہے حصہ لے۔

دوسری نوع پھر مزید دو حصوں میں منقسم ہے۔

(ا) انفرادی یعنی کسی متمول فرد کا کسی حاجت مند کی حاجت روائی پر بذات خود کرچ کرنا مثلاً صدقہ فطر، غریب والدین کا نفقہ، غریب اولاد کا نفقہ پس اگر کوئی شخص اس انفرادی انفاق میں کوتاہی کرتا ہے تو امام کو حق حاصل ہے کہ اس کو اس انفاق کے لئے مجبور کرے۔

(ب) دوسرا اجتماعی یعنی زکوٰۃ کی طرح قوم کی اجتماعی اقتصادی حالت کی بہتری اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے بذریعہ حکومت خرچ کرنا۔ مثلاً جہاد اور رفاہ عام کے اہم مواقع پر زکوٰۃ، عشر اور خراج کے علاوہ ارباب دولت و ثروت سے حسب تقاضہ حقوق اجتماعی وصول کرنا۔

زکوٰۃ کے اسرار کا بیان:-

زکوٰۃ کی ایک صورت اور ایک روح ہے جو کوئی اس کی روح کو نہ پہنچانے گا اس کی زکوٰۃ بھی بے روح ہوگی۔ زکوٰۃ میں تین راز ہیں۔

پہلا راز:-

یہ کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا حکم ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا یہ دعویٰ نہ رکھتا ہو بلکہ مسلمان اس بات کے مامور ہیں کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوست اور عزیز نہ رکھیں۔

جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

قل ان کان اباؤکم و ابناء کم ---------الآیہ۔

(التوبہ)

واضح بات ہے کہ مال بھی آدمی کو محبوب ہوتا ہے تو اللہ نے اس کے ذریعے انسان کو آزمایا، اور فرمایا کہ اگر تو میری دوستی میں سچا ہے تو اپنی اس محبوب چیز کو مجھ پر فدا کر کر دے تاکہ میری دوستی میں تجھے اپنے درجے کی صداقت کا علم ہو جائے۔ جو لوگ اس راز کو سمجھ گئے اور معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے ان کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ:-

صدیقین کا ہے کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے سب قربان کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دو سو درہم میں پانچ درہم اللہ کے نام پر کیا دینا۔ ہم تو سب قربان کر دیں گے جیسے سیدنا ابو بکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا مال لے آئے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے نصف مال ڈھیر کر دیا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ

''دولت راحت کے لئے جمع کی جاتی ہے اور راحت اس میں ہے کہ اسے خرچ کیا جائے جمع نہ کیا جائے۔''

خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کا قول ہے کہ

''زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ 200 روپے ہوں 5 روپے دیدے اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ 5 روپے رکھے اور 195 روپے اللہ کی راہ میں دے۔''

دوسرا درجہ:-

صالح حضرات کا ہے جنہوں نے اپنا یکمشت تو خرچ نہ کیا کہ اس کی انہیں قدرت نہ تھی لیکن اسے محفوظ رکھا اور فقراء کی حاجات کے سلسلے میں خیرات کی ممکنہ صورتوں کے منتظر رہے اور اپنے آپ کو بھی فقیروں جیسا رکھا اور فقط زکوٰۃ پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ جو ضرورتمند اُن کے پاس آیا اُسے اپنے اہل و عیال کی طرح سمجھا اور اس کی ہر ممکن خدمت کی۔

تیسرا درجہ:-

ان افراد کا ہے جو 200 میں سے پانچ خرچ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں انہوں نے محض فرض کی ادائیگی کا خیال رکھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو خوشی سے قبول کیا اور اُس کی ادائیگی کا جلدی اہتمام کیا اور زکوٰۃ دے کر فقیروں پر احسان نہیں جتلایا۔ یہ آخری درجہ ہے اس لئے کہ جو اللہ کے دیئے میں سے (200 میں سے 5) بھی نہیں دے سکتے وہ بد نصیب اللہ کی دوستی سے محروم ہے۔

دوسرا راز بخل کی نجاست سے اپنے دل کو پاک کرنا ہے:۔

دوسرا راز بخل کی نجاست سے اپنے دل کو پاک کرنا ہے انسانی قلوب کے لئے بخل نجاست کی مانند ہے۔قرآن نے شح نفس کے نام سے اُسے تعبیر کیا ہے۔جس طرح ظاہری نجاست انسان کو نماز ادائیگی کے قابل نہیں چھوڑتی اس طرح بخل کی نجاست دل کو قربِ الٰہی کے قابل نہیں چھوڑتی اور مال خرچ کئے بغیر آدمی کا دل بخل کی نجاست سے پاک نہیں ہوتا اسی سبب سے زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے اور زکوٰۃ اس پانی کی مانند ہے جو قلب کی نجاست کو دور کرتا ہے۔

تیسرا راز نعمت کا شکر ہے:۔

اس لئے کہ مال دنیا اور آخرت میں مسلمان کی راحت کا سبب ہے تو جس طرح نماز روزہ اور حج بدن کی نعمت کے شکر کے طور پر ادا کئے جاتے ہیں۔اسی طرح زکوٰۃ مال کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ جب آدمی اپنے آپ کو صاحب ثروت پائے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو درماندہ عاجز دیکھ کر یہ احساس کرے کہ یہ بھی تو میری طرح خدا کی بندہ ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مال دے کر مستغنی اور بے پروا کیا اور اسے محتاج بنایا تو مجھے اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ یہ آزمائش ہو اور اگر ناداروں کی خاطر مدارت میں کوتاہی ہوئی تو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس جیسا اور اسے مجھ جیسا بنا دے۔

ہر ایک پر لازم ہے کہ زکوٰۃ کے یہ اسرار سمجھے تاکہ اس کی عبادت بے روح نہ رہ جائے۔

زکوٰۃ کی حکمتیں اور فوائد:۔

۱۔ زکوٰۃ اسلام کا کم از کم مالی مطالبہ ہے یہ اسلام یا اسلامی حکومت کا قانونی مطالبہ نہیں بلکہ اسلام کا ایک اہم رکن اور عبادات ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان اسے عام ٹیکسوں (یعنی انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، سیلز ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ) کی طرح بار سمجھ کر تنگ دلی اور ناگواری سے ادا نہیں کرتا۔اس سے گریز کی جائز یا ناجائز راہیں تلاش نہیں کرتا۔بلکہ اس کے ادا کرنے سے وہ قلبی مسرت اور روحانی تسکین محسوس کرتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت اور بندوں کی محبت کا حقدار بنتا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کے ذریعے اسلام نے ایک فلاحی معاشرے اور فلاحی ریاست Welfare State اور Welfare

Society کی داغ بیل بہت پہلے ڈالی جبکہ جدید دنیا کی نام نہاد متمدن اور ترقی یافتہ اقوام نے اب کہیں جا کر بہت کشت و خون اور خرابی بسیار کے بعد فلاحی مملکت کے نظریئے کو اپنایا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک جبری ٹیکس اور جذبہ عبادت ربانی سے سرشار ہو کر اپنی مرضی واختیار سے رضا کارانہ طور پر ادا کردہ زکوٰۃ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

۳۔ مال و دولت کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے اور اپنی حدود کے اندر یہ کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ مال کی محبت انسان کے رگ وپے میں سرایت کر جائے تو یہ قابل مذمت بن جاتا ہے کیونکہ

۴۔ جب انسان دولت کا پجاری بن جائے تو بندگی خدا سے عاری ہو جاتا ہے۔

۵۔ محروم انسانوں کے کرب پر تڑپنے کے بجائے۔ انسانوں کی مجبوری کو دیکھ کر ان کا استحصال کرنے لگتا ہے۔

۶۔ زکوٰۃ وصدقات کا حکم دولت کے بت کے لئے ضرب کاری ہے تاکہ دولت کی محبت کو اللہ، رسول ﷺ اور اس کے بندوں پر غالب نہ آنے دے۔

۷۔ مال کی قربانی دے کر انسان کے نفس کو ایثار و قربانی کی تربیت ملتی ہے۔ اور وہ اللہ کی راہ میں جان کی قربانی پیش کرنے کے قابل بننے کی طرف بڑھتا ہے۔

۸۔ جہاد بالمال کے بعد جہاد بالسیف کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

۹۔ زکوٰۃ اسلام کا کم از کم مطالبہ ہے جبکہ اعلیٰ درجے کا انفاق وہ ہے جسے فضل، احسان اور ایثار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۰۔ زکوٰۃ یہ ہے کہ نادار و محروم کا دکھ کم کرے اور احسان یہ ہے کہ اپنا مال قربان کر کے دوسروں کا دکھ خود سمیٹ لے۔ یہ انسانیت کا مرتبہ کمال ہے۔

۱۱۔ زکوٰۃ کسی پر احسان سمجھ کر نہ دی جائے بلکہ دوسروں کا حق سمجھ کر انہیں ادا کی جائے۔

۱۲۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت ناداروں اور فقراء کا استحصال کرتا ہے۔ اشتراکی نظام معیشت محروموں اور ناداروں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ صاحب مال کے منہ سے لقمہ اور خون کا آخری قطرہ بھی جوش انتقام میں چھین لیں۔

جبکہ اسلام کا نظام معیشت زکوٰۃ کے ذریعے یہ نظام قائم کرتا ہے کہ محروم کی ضرورت اس کے سوال کرنے سے پہلے پوری کر دو اور زکوٰۃ کی یہ ادائیگی تمہارا احسان نہیں بلکہ ان مستحقین زکوٰۃ کا احسان ہے کہ وہ تمہارے سے زکوٰۃ قبول کر کے تمہارے اموال کو پاک کروانے کا ذریعہ بنے۔ یعنی اسلام یہ بتاتا ہے کہ صاحبان مال کے لئے ان کا مال آزمائش ہے اور ناداروں کے لئے ان کی ناداری اور محرومی آزمائش ہے۔

اسلام کا معاشی نظام دنیا کا جامع ترین معاشی نظام ہے اور دنیا عقل کی راہ سے ان اصولوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی اور اتنے جامع اصول وضوابط وضع کرنے سے قاصر ہے۔

مثال کے طور پر ہمارے علماء تو یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ واجب ہے لیکن کیونکہ وہ زکوٰۃ کی معاشی اصطلاحات میں

توجیہہ کرنے سے قاصر ہیں لہٰذا ہمارے یہاں زکوٰۃ کا ادارہ اتنا مستحکم ومفید نہیں جتنا کہ اسے بنایا جا سکتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ عام طور پر ہمارے یہاں جو افراد دین کے اصولوں اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ جدید علم معاشیات اور اس کی سائنٹفک موشگافیوں سے نابلد ہوتے ہیں اور ہمارے ماہرین معاشیات عموماً مذہب ودین سے بے بہرہ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اسلام کے معاشی نظام کی سائنٹفک اصطلاحوں میں تشریح توجیہہ نہ کر سکے اور دنیا کے سامنے اسلام کے معاشی نظام کو ٹھوس شکل میں پیش نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسلام کے معاشی نظام کو نافذ العمل کرنے اور قابلِ اطلاق بنانے کے لئے جدید معاشیاتی اصطلاحوں کے مطابق اس کی توضیح وتشریح کریں اور اس کے لئے جس علمی تحقیق وکاوش کی ضرورت ہے اس کے لئے جانفشانی اور خلوص دل سے کام کریں۔ آمین ثم آمین۔

اسلامی نظام محصول کا مرکزی حصہ زکوٰۃ ہے۔ سرمایہ دارانہ معیشتوں میں محصول آمدنی اور اشتراکی معیشتوں میں بکری ٹیکس نظام محاصل میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

زکوٰۃ کا حکم ایک مکمل ضابطہ حیات کے معاشی نظام کا ایک اہم ترین ادارہ ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے جس طرح کہ نماز وروزہ طبعی وجسمانی عبادات ہیں۔ زکوٰۃ دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ یہ خدا کا مطالبہ ہے۔ یہ عبادت ہے۔ فقہاء کے قول کے مطابق زکوٰۃ عام دنیاوی محاصل سے مختلف ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی لانی ممکن نہیں۔ زکوٰۃ کی جو شرح ایک مرتبہ مقرر ومعین کردی گئی وہ ہمیشہ برقرار رہے گی اس میں کسی تبدیلی اور کمی وبیشی کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ جس طرح کہ ہر نماز میں رکعتیں مقرر ہوتی ہیں اور ہم انہیں کم زیادہ نہیں کرسکتے اسی طرح زکوٰۃ کی نوعیت وشرح بھی غیر متغیر ہے۔

زکوٰۃ دین کا ستون ہے لہٰذا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دیگر دنیاوی محاصل کی طرح مثلاً محصول آمدنی کی طرح کہ افراد کاروباری ادارے اس کی ادائیگی میں حکومت کی سخت نگرانی کے باوجود قطع وبرید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس زکوٰۃ کیونکہ ایک دینی فریضہ ہے اور ایک ایسے مقتدر اعلیٰ کے حکم کے مطابق ادا کی جاتی ہے۔ جو علیم وخبیر ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کی بددیانتی اور قطع وبرید کرنے کا امکان کہیں باقی نہیں رہتا۔

زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ماہرین معاشیات کے بیان کردہ اصول محاصل پر اگر ہم زکوٰۃ کو پرکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ معاشی لحاظ سے بہترین اور معقول ترین محصول ہے نیز یہ کہ مروجہ محاصل میں دنیا بھر میں کوئی بھی محصول زکوٰۃ کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

زکوٰۃ ہمہ جہتی فوائد کی حامل ہے:-

۱۔ زکوٰۃ کے علمی وادبی معنی پاک کرنے کے ہیں۔ زکوٰۃ دولت کو پاک کرتی ہے اور خود پورے معاشرے کو پاک

کرتی ہے۔

۲۔ زکوۃ سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے۔

۳۔ زکوۃ کفالت عامہ کا ذریعہ۔

۴۔ معاشرے کے تفاوت آمدنی کو دور کرنے مین معاون و مفید ثابت ہوتی ہے۔

۵۔ زکوۃ غیر استعمال شدہ دولت پر عائد ہوتی ہے۔ یہ Anti hoarding محصول ہے۔

۶۔ زکوۃ مختتم میلان صرف کو بڑھاتی ہے۔

۷۔ زکوۃ مختتم میلان سرمایہ کاری کو بڑھاتی ہے۔

۸۔ مختتم میلان صرف میں اضافے کے باعث مؤثر طلب پیدا ہوگی اور مختتم میلان سرمایہ کاری میں اضافے کے باعث کل قومی پیداوار یعنی مجموعی رسد بڑھے گی لہٰذا ایک خودکار Stablizer ہے۔

۹۔ زکوۃ کا نفوذ تجارتی چکروں کو روکتا ہے۔

آیئے اب ہم ان نکات کی توضیح و تشریح کریں۔

۱۔ زکوۃ دولت کو پاک کرتی ہے:-

زکوۃ دولت کو پاک کرتی ہے اور خود پورے معاشرے کو پاک کرتی ہے۔ اس لئے کہ فرد جو دولت پیدا کرتا ہے وہ محض اس کی ذاتی کوششوں کا ثمرہ نہیں ہوتا۔ پیداوار کا تفاعل نتیجہ نہیں محض انسانی و مادی عوامل کے اشتراک عمل کا' بلکہ پورا معاشرے تفاعل پیداوار میں شریک ہوتا ہے گو کہ اس کا کردار یا حصہ بہت زیادہ اور براہِ راست نہیں ہوتا۔ لہٰذا مرئی عناصر کے علاوہ غیر مرئی عناصر کو بھی ان کا حصہ دینا فرض ہے اور ہاسی طور پر اس دولت کو پاک کیا جا سکتا ہے اور یہ ادائیگی زکوۃ کے ذریعے ممکن ہے۔

۲۔ زکوۃ سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے:-

اسلامی ریاست کے تمام شہری اس کے حقدار ہیں کہ انہیں سماجی تحفظ دیا جائے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے۔
یہ ان کا پراویڈینٹ فنڈ ہے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے۔ یہ
مسلمانوں کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔"

۳۔ زکوۃ کفالت عامہ کا ذریعہ:-

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ اسلامی ریاست میں کوئی باشندہ خوراک لباس اور مکان سے محروم نہ رہے۔ اسلام ریاست اپنی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونے کے لئے زکوٰۃ کو کام میں لاتی ہے۔ شریعت نے زکوٰۃ کے استعمال کی جو مدات معین کی ہیں اگر اُن کا جائزہ بنظرِ غائر لیا جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ مجموعی طور پر سماجی تحفظ فراہم کرتی ہیں کیونکہ فقراء و مساکین سے مراد وہ اشخاص ہیں جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کے باعث مدد کے محتاج ہیں۔ مساکین سے مراد وہ اشخاص جو کما نہ سکتے ہوں یا کمانے کے مواقع نہ پاتے ہوں۔

قرآن نے کفالت عامہ کی یہ ذمہ داری کا بار بار واضح طور پر ذکر کیا ہے۔

امام یوسف اپنی کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ

''کفالت عامہ اسلامی ریاست کا فرض ہے جو کہ وہ دیگر افراد کی ادا کردہ زکوٰۃ کی رقم سے کرے گی۔''

۴۔ زکوٰۃ تفاوت آمدنی دور کرتی ہے:-

اسلام نے زکوٰۃ کو تقسیم دولت میں مساوات قائم کرنے کے لئے بطور آلہ کار استعمال کیا۔ زکوٰۃ معاشرے کے تفاوت آمدنی کو دور کرنے میں معاون و مفید ثابت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کی شکل میں دولت بلند آمدنی والے افراد سے کم آمدنی رکھنے والوں گروہوں کی جانب منتقل ہوتی رہتی ہے۔

مغرب نے معاشی جدوجہد پر کبھی بھی کوئی حدود و قیود اور احتساب نافذ نہیں کیا اس لئے معاشی دنیا میں اجارہ داریاں وجود میں آگئیں۔ اسلام یہ مشورہ دیتا ہے کہ اجارہ داری کو نشوونما پانے نہ دیا جائے معیشت کی مالیاتی وزری پالیسی بنیادی طور پر ایسی ہونی چاہئے کہ اجارہ داری کا خاتمہ کیا جا سکے معاشرے سے عدم توازن کو دور کیا جائے۔

اگر تفاعلی تقسیم دولت عادلانہ ہو تو جہاں تک شخصی تقسیم کا تعلق ہے۔ شخصی تقسیم کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

سرمایہ دارانہ معیشت شخصی تقسیم کی بنیاد پر تفاعلی تقسیم کرتی ہے جبکہ اسلام پہلے تفاعل تقسیم کرتا ہے اور اس کے بعد شخصی تقسیم پر آتا ہے اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ شخصی تقسیم میں عدل قائم کرنے کے لئے اسلام (۱) زکوٰۃ اور (۲) عشر عائد کرتا ہے۔

یعنی قومی آمدنی کا ایک چھوٹا سے حصہ جو کہ براہِ راست صرف کر لیا جاتا ہے یا اس گروہ آمدنی کو چھوڑتے ہوئے جو کہ ادائیگی زکوٰۃ کی صلاحیت و استعداد نہ رکھتا ہو ہر صاحب نصاب یعنی تمام قومی آمدنی پر زکوٰۃ نافذ کی گئی ہے۔ اور اس طرح قومی آمدنی بلند آمدنی رکھنے والوں سے کم آمدنی رکھنے والوں گروہوں کی جانب گردش کرتی ہے اور معاشرے کے تفاوت آمدنی کو دور کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

۵۔زکوٰۃ ذخیرہ اندوزی کا قلع قمع کرتی ہے:۔

اسلام صرف پر کوئی محصول عائد نہیں کرتا بلکہ بچت' منافع اور ذخیرہ اندوزی پر محصول یعنی زکوٰۃ عائد کرتا ہے کیونکہ دولت کا اگر صرفی یا سرمایہ کارانہ استعمال کیا جائے تو اُس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔اور اگر فرد اپنی ملکیت و دولت کو بیکار پڑا رہنے دے گا تو ۴۰ سال کی مدت میں وہ ملکیت و دولت زکوٰۃ کی شکل میں نکل جائے گی اس طریقے سے زکوٰۃ ذخیرہ اندوزی کی ہمت شکنی کرتی ہے۔علمی تحقیقات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگر معاشرے میں Holdings اور Hoardings موجود ہوں تو سرمایہ کاری اور صرف دونوں کے اچھے نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔لہٰذا کینس (Keynes) نے Holdings کی مذمت اور ہینسن (Hansen) نے اپنی کتاب میں لکھا کہ

"آج دنیا کو ایک منفی شرح سود یعنی antihoarding tax کی ضرورت ہے تا کہ معیشت میں توازن پیدا کیا جاسکے۔"

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا Hoardings سے بازار میں کمی آتی ہے اور مکمل مقابلہ مجروح ہوتا ہے اس لئے وہ شخص جو Hoarding رکھتا ہے ایک اچھا مسلمان نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ Hoardings کو ختم کرے اور بازار میں رسد کو بحال کرے۔

غرض کہ اسلام میں Hoardings معاشرتی اور معاشی ہر دو نقطہ نگاہ سے ناپسندیدہ ہے۔Holdings اور Hoardings کے قلع قمع کر کے اسلام نے زکوٰۃ نافذ کی اور دولت کے صحیح مصارف کی ترغیب دی۔

۶۔زکوٰۃ سرمایہ کاریہ میں اضافے کا باعث:۔

ایک اسلامی معیشت میں فرد اگر اپنی ملکیت و بیکار پڑا رہنے دے گا تو ۴۰ سال کی مدت میں وہ ملکیت و دولت زکوٰۃ کی شکل میں نکل جائے گی۔پس ضروری ہے کہ دولت کا صرفی یا سرمایہ کارانہ استعمال کیا جائے تا کہ وہ زکوٰۃ ہی کی شکل میں نہ نکل جائے۔اس طرح زکوٰۃ دولت کو بیکار پڑا رہنے نہیں دیتی بلکہ وہ سرمایہ کاری پر مجبور کرتی ہے اور اس طرح زکوٰۃ معیشت کے مختتم میلان سرمایہ کاری میں اضافہ کرتی ہے اور اسے زکوٰۃ کا سرمایہ کاری پر اثر کہتے ہیں اور سرمایہ دار طبقہ دولت کو پیداواری استعمالات میں لگانے کو ترجیح دیتا ہے۔

۷۔زکوٰۃ مجموعی صرف کو بڑھاتی ہے:۔

اس طرح دوسری جانب زکوٰۃ معاشرے کے مختتم میلان صرف کو بڑھاتی ہے۔اسی طرح کہ ارتکاز دولت کو ختم کرتی ہے اور یہ بلند آمدنی والے گروہوں سے کم آمدنی والے گروہوں کو قوت خرید منتقل کرتی ہے۔اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کم آمدنی والے افراد کا مختتم میلان صرف بلند آمدنی رکھنے والے افراد کے مقابلے میں کم تر ہوتا ہے۔لہٰذا اب

دولت امراء سے غرباء کی جانب زکوٰۃ کی شکل میں منتقل ہوتی ہے تو یہ کم قوت خرید رکھنے والے افراد اسے صرف کر لیتے ہیں اور اس طرح صرف کی مجموعی سطح میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ زکوٰۃ کا صرفی اثر کہلاتا ہے۔

اگر تقسیم دولت بڑی بڑی عدم مساوات کی حامل ہو تو صرف کی ایک با قاعدہ سطح حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے اسلام نے اجرتوں میں انصاف کو لازمی قرار دیا ہے۔ بلکہ عدل سے بڑھ کر احسان کا حکم دیا۔ معاشرے میں دولت کی تقسیم کی عدم مساوات جیسے جیسے کم ہوتی جاتی ہے۔ معاشرے کا مجموعی میلان صرف بڑھ جاتا ہے۔

دوسری جانب اسلام خرچ کرنے کی ہمت افزائی کرتا ہے اور صرف پر محصول کی چھوٹ دیتا ہے۔ خرچ کرنے کی ہمت افزائی سے مراد یہ ہے کہ معیشت میں صرف کی سطح متواتر بڑھتی ہے۔

مغربی معاشی فکر میں کینس وہ پہلا مفکر تھا جس نے دولت کے صرفی پہلو پر زور دیا۔ نہ صرف مغرب نے بلکہ اشتراکی اذہان نے بھی ''صرف'' پر زور نہیں دیا۔ البتہ اشتراکیت نے مغرب سے آگے بڑھ کر تقسیم دولت پر خاص توجہ دی۔ جبکہ اسلام نے ''صرف کے عمل'' کو پیداواری عمل سے برتر کر پیش کیا اس لئے کہ اس نے انسانی نقطہ نگاہ اختیار کیا۔

جدید مفکرین جن میں کینس اور ہینسن گروپ اولین حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ معاشی ترقی کے لئے سرمایہ کاری میں اضافے کے ساتھ ساتھ صرف میں اضافہ کرنا ضروری ہے۔

۸۔ زکوٰۃ خودکار مستحکم کنندہ:۔

زکوٰۃ کے صرفی و سرمایہ کارانہ اثرات بہت دوررس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ مختتم میلان صرف میں اضافے کے باعث ''مؤثر طلب'' پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب امراء سے غرباء کی جانب قوت خرید منتقل ہوگی تو یہ سطح صرف میں اضافہ کرے گی اور اس سے مؤثر طلب پیدا ہوگی۔ دوسری جانب مختتم میلان سرمایہ کاری میں اضافے کے باعث کل قومی پیداوار یعنی ''مجموعی رسد'' بڑھے گی۔ ظاہر ہے کہ سطح سرمایہ کاری میں اضافہ کل قومی پیداوار یا مجموعہ رسد میں اضافے کی صورت میں منتج ہوگا۔

عام طور پر معیشتوں میں یا تو قلت پیداوار ہوتی ہے یا کثرت پیداوار میرے خیال میں ان دونوں تفریطی و افراطی صورتوں کو ختم کر کے توازن قائم کرنے والا خودکار عامل زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ under consumption اور over investment کی صورتوں کو پیدا ہونے سے روکتی ہے اور ایک معیشت میں مجموعی صرف اور مجموعی سرمایہ کاری کو اس طرح تشکل کرتی ہے کہ دونوں کے مابین توازن قائم ہو جائے۔

۹۔ زکوٰۃ تجارتی چکر روکتی ہے:۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ ایک ایسی معیشت جہاں زکوٰۃ نافذ ہو وہاں تجارتی چکر رونما نہیں ہوتے۔

کیونکہ وہ معاشرہ نہ تو زائد پیداوار کا شکار ہوتا ہے اور نہ ہی پیداوار کی کمی کے مسئلے سے دوچار ہوتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ معیشتیں ہر چند سال کے بعد گرم بازاری اور کساد بازاری سے دوچار ہوتی ہیں۔ کساد بازاری کی صورت میں بازار میں اشیاء کی مجموعی رسد ان اشیاء کے لئے پائی جانے والی مؤثر طلب کے مقابلے میں یکا یک کم ہو جاتی ہے۔ وہ اس لئے کہ پیداکار منافع کے امکانات کا اندازہ کرنے میں زیادہ رجائی نقطہ نظر اختیار کرتے ہوئے کثیر سرمایہ جو کہ وہ سودی قرضے کی شکل میں حاصل کرتے ہیں۔ کاروبار میں لگا دیتے ہیں اور اس طرح نہ صرف قومی آمدنی کی ایک بڑی فی صد بلکہ معیشت میں پائی والی زر کی اور زر اعتبار کی بڑی مقدار سرمایہ کاری میں لگا دی جاتی ہے۔ جس سے افراد معاشرہ کی قوت خرید میں کمی واقع ہو جاتی ہے جو کہ مؤثر طلب میں کمی کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا بازار میں غیر فروخت شدہ رسد کے انبار لگ جاتے ہیں۔

یہ صورتحال کارخانوں میں تالا بندی کی صورت میں منتج ہوتی ہے جس سے بے روزگاری بڑھتی ہے۔ اشیاء کی قیمتیں گرنے لگتی ہیں۔ چلتے ہوئے کارخانے اپنی پیداوار کے پیمانے کو گھٹاتے ہیں بے روزگاری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کساد بازاری مزید رونما ہوتی ہے۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد آہستہ آہستہ یہ بحرانی کیفیت بحالی کی طرف مائل ہوتی ہے اور پھر معیشت اپنے معمول پر کام کرنے لگتی ہے اور گرم بازاری کا دور آ جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت ترقیات کے بلند مراحل طے کرنے کے باوجود تجارتی ادوار کا کوئی مؤثر اور دیرپا حل تلاش کرنے میں ناکام رہا ہے۔

اب آیئے ایک ایسی معیشت کی طرف جہاں زکوٰۃ نافذ کی جائے ایک ایسی معیشت میں مجموعی رسد اور مؤثر طلب کے مابین زکوٰۃ کس طرح خود کار طور پر توازن قائم کرتی ہے۔ یہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اسلامی معیشت میں پیداکار منافع کے امکانات کے بارے میں رجائی ہو جانے کے باعث اگرچہ کثیر سرمایہ جو کہ وہ بلا سود حاصل کرتے ہیں۔ کاروبار میں لگا دیتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے نفوذ کے باعث اس معیشت میں افراد کے پاس قوت خرید موجود رہتی ہے۔ لہٰذا ان کی مؤثر طلب میں کمی نہیں آنے پاتی اور اگر کثیر سرمایہ کاری کے باعث ان کی مجموعی رسد ان کی مؤثر طلب سے بڑھ بھی جائے یعنی اگر تجارتی چکر شروع بھی ہو جائے اور معیشت میں کساد بازاری کے آثار پیدا ہوں تو بھی کیونکہ سرمایہ دار طبقہ پر زکوٰۃ واجب رہے گی لہٰذا معیشت میں ذخیرہ اندوزی کا قلع قمع ہو جائے گا۔ جس سے زر کی ایک بڑی مقدار گردش میں آئے گی۔ جو کہ کساد بازاری کو سریع ہونے سے روک دے گی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک ایسی معیشت جہاں زکوٰۃ نافذ ہو اوّل تو وہاں تجارتی چکر رونما ہی نہیں ہوتے اور اگر بالفرض ان کا آغاز ہو بھی جائے تو وہ شدت اور سرعت اختیار نہیں رکھتے۔

اختتامیہ:-

لیکن کسی معیشت میں محض زکوٰۃ کے ادارے کے قیام اور استحکام سے ان نتائج کو حاصل کرنا ممکن نہیں بلکہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ایک ایسی معیشت جو زکوٰۃ صدقات کا حکم دیتی ہے لازماً سود اور تخمینی کاروبار کو حرام قرار دیتی

اسلام شرح سود اور تخمینی کاروبار کو یکسر ختم کر دینے پر زور دیتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلام کے
معاشی نظام کے مکمل نفوذ کی کوشش کریں اور اسلامی معیشت کے تمام اصولوں کو عملاً نافذ کریں۔ تو ان شاء اللہ ہم اپنے ملک
پاکستان میں معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ عشر کے کردار (تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں) کو عملاً دیکھ سکیں گے اور اس کے فیضان سے
بہرہ مند ہوں گے۔ اللہ ہماری زندگیوں میں وہ دن ضرور لائے کہ ہم نظام مصطفےٰ ﷺ کے عملی نفاذ سے بہرہ مند ہوں۔

آمین۔ ثم آمین۔

کتابیات

۱۔ معجم المفہرس القرآن از محمد فواد عبد الباقی

۲۔ حجتہ اللہ البا لغہ از شاہ ولی اللہ محدو دہلویؒ

۳۔ اسلام کا اقتصادی نظام از مولانا حفظ الرحمن سیو ہاروی

٤۔ کیمیائے سعادت از امام غزالی

۵۔ اسلامی معاشیات از علامہ مناظر احسن گیلانی

٦۔ اسلامیات لازمی از پروفیسر مولانا منیب الرحمن

۷۔ فوائد الفواد

۸۔ فوائد الفواد

۹۔ ملفوظات حضرت فرید الدین گنج شکر

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

ڈاکٹر عبدالہادی سُرھیو۔لاڑکانہ

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رُکن زکوٰۃ بھی ہے۔قرآن کریم میں صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کا لفظ جا بجا آتا ہے۔

مثلاً ''واقیمو الصلوٰۃ واتو االزکوٰۃ ''یعنی نماز قائم کرواور زکوٰۃ ادا کرو۔ (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فرائض میں سب سے مقدم نماز اور اس کے بعد زکوٰۃ ہے۔ یہ دونوں عمل انسانیت، اخلاق اور حُسن معاشرت کے لئے سنگِ بنیاد ہیں۔ پہلے انبیاء کرام بھی اپنی امتوں کو اس کی تلقین کرتے رہے۔

اسلامی شریعت کی رُو اس مالی امداد کو زکوٰۃ کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔زکوٰۃ کا نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کا مقرر حصہ نکالنے کے بعد باقی مال پاک وصاف ہو جاتا ہے۔اس لئے بھی زکوٰۃ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ نکالنے سے مال میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

"یمحق اللہ الربو ویربی الصد قات" (۲)

یعنی اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کی اس قدر تاکید ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو ترک کردے تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہ ہوگا۔یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلافت کے زمانے میں کسی مقام کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا تو آپؓ نے فرمایا تھا کہ:

خدا کی قسم ! میں ان لوگوں سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ھیں۔"

اصطلاحات وتعریفات:

زکوٰۃ :لفظ زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ بڑھنے اور پاک ہونے کے ہیں

صدقہ: لفظ صدقہ ،صدق سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ سچ اور سچائی کے ہیں۔صدقہ اس مال کو کہا جاتا ہے جو سچے دل سے خالص رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا جائے۔ یہ لفظ قرآن وسنت کی اصطلاح میں عام ہے۔صدقہ واجبہ زکوٰۃ وعُشر اور صدقۃ الفطر کو بھی کہا جاتا ہے اور نفلی طور پر بغرض ثواب کچھ مزید خرچ کیا جائے ،اس کو بھی صدقہ کہتے ہیں ۔قرآن وحدیث میں دونوں قسم کے لئے لفظ صدقہ کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔کتب فقہ میں بھی یہ لفظ عام معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

بلکہ حدیث میں تو اس کا استعمال اس سے بھی زیادہ عام معنوں میں ہر نیک کام کے لئے ،کیا گیا ہے۔کسی سے ہنس کر بولنے کو،کسی کا بوجھ اُٹھانا وغیرہ کو بھی حدیث میں صدقہ فرمایا ہے۔خیرات کے لفظ ،جو اردو میں بولا جاتا ہے، وہ عرف ومحاورہ میں صدقات ہی کے معانی میں لیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ حکومت کا ٹیکس نہیں بلکہ عبادت ہے:

زکوٰۃ نماز کی طرح ایک عبادت ہے لیکن مالی عبادت۔جس کا ادا کرنا مال دار اور سرمایہ دار پر ہر حال میں ضروری ہے۔اگرچہ اسلامی حکومت کا کوئی بیت المال وغیرہ اس کو وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔

از روئے قرآن وحدیث صحیح یہ کہ مسلمانوں پر،زکوٰۃ کا فریضہ مکہ مکرمہ میں نماز ہی کے ساتھ عائد ہو چکا تھا جیسا کہ مکی سورتوں میں زکوٰۃ کے احکام سے ثابت ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔البتہ نصاب زکوٰۃ ،مقدارِ زکوٰۃ ،مصارفِ زکوٰۃ اور زکوٰۃ کی وصول یابی کا سرکاری انتظام مدینہ منورہ میں تدریجاً ہوا ہے۔سنہ ۲ ہجری میں صدقۃ الفطر واجب کیا گیا اور اس کے بعد سرکاری طور پر زکوٰۃ وعُشر وصول کرنے کے لئے ،مدینہ کی اسلامی حکومت کی طرف سے عُمّال مقرر ہوئے اور تمام اموال صدقہ بیت المال میں جمع کر کے فقراء ومساکین پر صرف کرنے کا اہتمام ہوا۔

کتنے مال پر زکوٰۃ واجب ہوئی۔آنحضرت ﷺ نے ایک خاص مقدار مقرر فرمائی جسے فقہاء کرام اصطلاح میں نصابِ زکوٰۃ کہتے ہیں۔اس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

اقیموا الصلوٰۃ میں ''حقوق اللہ'' کی بجا آوری ہے اور اٰتوا الزکوٰۃ میں ''حقوق العباد'' یعنی انسانوں سے ہمدردی کا عملی ثبوت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بھا و تزکیھم بھا (۳)

یعنی ان کے مال میں سے زکوٰۃ لو تا کہ تو ان کو پاک کرنے اور اس وجہ سے تو ان کو بابرکت کردے۔

یہاں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے سے درحقیقت دو فائدے ہوتے ہیں۔

ایک فائدہ خود مال دار کا ہے کہ اس کے ذریعے وہ گناہگار ہونے سے اور مال کی حرص ومحبت سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جراثیم سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے قوم کے ان ضعیف و ناتواں افراد کی پرورش ہوتی ہے جو خود اپنی ضروریات پوری کرنے سے مجبور وقاصر ہوتے ہیں۔جیسے یتیم بچے، بیوائیں، اپاہج اور معذور اور عام فقراء ومساکین وغیرہ

احتکار واکتناز کی حرمت

دولت وسرمایہ داری اور سرمایہ داری کے وہ اصول قطعاً ناقابل تسلیم ہیں جن میں احتکار اور اکتناز کی کوئی بھی صورت ہو۔اور اس سے دولت وکنز پھیلنے اور تقسیم ہونے کی بجائے سمٹ کر خاص حلقوں اور مخصوص طبقوں میں محدود ہو جائے اور اس طرح عام انسانی زندگی کو مفلوک الحال بنادے۔احتکار واکتناز کی حرمت اور انفاق فی سبیل اللہ کے وجوب کے لئے ذیل کیا آیات قابل توجہ ہیں۔ملاحظہ فرمایئے:

۱۔والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (۴)

یعنی جو لوگ خزانہ بنا کر رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو دردناک عذاب کی خوش خبری سُنادو۔

۲۔وانفقوا فی سبیل اللہ ولاتلقوا ایدیکم الی التھلکۃِ ط (۵)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

۳۔وانفقوا من ما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت (۶)

اور جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آجائے۔

اُن آیات میں ادائے زکوٰۃ وصدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔اور قرآن حکیم میں ایک بہت بڑا ذخیرہ ان ہی احکام کی ترغیب وترہیب،ان سے متعلق احکام اور تفصیلات پر مبنی ہے اور ان سب کی روح یہ ہے کہ دولت جمع وذخیرہ کرتے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ صرف خرچ کرنے کے لئے ہے اور اس کا مصرف ذاتی وانفرادی عیش پرستی کی بجائے انفرادی واجتماعی ضروریات کی کفالت کے لئے ہے۔

اس لئے ان آیات کی تفسیر میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کئے گئے ہوں تو وہ مال احتکار واکتناز کی فہرست میں شامل اور کنز سے متعلق وعید کا مصداق ہے۔اور اسی قسم کی دولت وثروت کا نام "سرمایہ داری" ہے اور یہ حرام اور باطل ہے اور تباہی وبربادی کا باعث ہے

اپنی ضروریات اور اہل وعیال کی حاجات اصلیہ اور مالی فرائض وواجبات کو ادا کے بعد بھی دولت بچے تو اس کا

بچا ہوا اگر چہ جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہو چکے ہیں اوراب اُس کو اجتماعی حاجات میں صرف ہونا چاہیئے۔

انفرادی معیشت

معیشت اور اسباب معیشت کا تعلق انسان کیا نفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگی سے وابستہ ہے اور چونکہ جماعت ''جسم کی حیثیت رکھتی ہے اور فرد اس جسم کے ایک عضو کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اجتماعی اور انفرادی شعبہ ہائے حیات کے مابین لازم وملزوم کا رشتہ قائم ہے۔اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑنا ناگزیر ہے۔تاہم دونوں شعبوں کی تفصیلات نیچے زیر بحث لائی جارہی ہیں۔

کسبِ معیشت کے لئے ترغیبات

انفرادی مسائل معیشت میں سب سے پہلی منزل ''کسبِ معیشت'' اور ''ابتغاءِ رزق'' کی منزل ہے۔قرآن حکیم کہتا ہے کہ ہرانسان کو اپنی استعداد کے مطابق معیشت کے لئے جدوجہد کرنا ضروری ہے۔یہ دُنیا، میدان عمل ہے۔یہاں جمود موت کے برابر ہے۔اس کارگاہِ ہستی میں اللہ تعالیٰ نے سامان رزق کے ذخیرے جمع کر دیئے ہیں مگر تلاش و سعی جمیل شرط ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله (۷)

جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو

۲۔ان الذین تعبدون من دون الله لایملکون لکم رزقاً فابتغوا عندالله الرزق (۸)

جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں سو تم تلاش کرو اللہ کے پاس روزی

۳۔قال رسول الله ﷺ طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة (۹)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حلال معیشت کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے فریضہ عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔

کسبِ معاش کے اصول

ان آیات واحادیث اوراحکام اسلامی کے پیش نظر جب ایک شخص کسبِ معاش کے لئے قدم اُٹھائے تو کیا اس کو یہ آزادی حاصل ہے کہ اپنی معیشت کے حصول میں جو طریقہ بھی چاہے اختیار کرلے؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔بلکہ اس انفرادی جدوجہد میں اس کو چند اصول کا پابند بتایا گیا ہے۔جو نظام معیشت کو فاسد ہونے سے بچانے اور صاحبِ معیشت

ں زندگی کی معاشی رفاہیت کے ساتھ دینی و اخلاقی رفعت عطا کرتے ہیں۔

ایک یہ کہ جو حاصل کیا جائے وہ حلال ہو اور معاشی حصول کے طریقے طیب ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ا۔اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال طیب کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

۲۔اے پیغمبر! تم کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور عمل کرو نیک۔

۳۔اور نبی حلال رکھتے ہیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور حرام کرتے ہیں خبیث چیزیں۔

ان آیات میں حلال و طیب ہر دو اصول کا ذکر کرتے ہوئے یہ تاکید کی گئی ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ مراد یہ ہے کہ کھانے پینے پہننے اور اشیاء کے استعمال میں نیز تمام وسائل آمدنی میں اسلامی نظام معیشت کی روح یہ ہے کہ ایک مسلم کو ایسی تمام اشیاء سے بچنا چاہیے۔ جن کی ترکیب ان عناصر سے کی گئی ہو جو جسمانی امراض کا مبدا بنتے ہوں یا قوائے حیوانیہ برانگیختہ کر کے ان کو اعتدال طبعی سے نکال کر امراض روحانی و اخلاقی کا باعث ہوتے ہوں۔ ایسی اشیاء سے احتراز ضروری ہے جو غرور، خودنمائی، بے جا تعیش اور جابرانہ نخوت کا سبب بن کر مساوات، اخوت و مواسات کے باہمی رشتوں کو قطع کرتے اور خودغرضی اور ظلم کی جانب دعوت دیتے ہیں۔ پس ہمارا کسب ان نجس اوصاف سے پاک ہے تو وہ حلال ہے۔

فاسد نظام معیشت کا انسداد اور سرمایہ و محنت میں عدل و انصاف

لین دین کے معاملات میں کوئی ایسا معاملہ جائز نہیں ہے جس سے فاسد نظام معیشت بروئے کار آئے یا اُس کو کسی قسم کی بھی اعانت پہنچے یا محنت یا معیشت کے لئے جائز جدوجہد بے حقیقت ہو کر رہ جائے اور اس طرح محنت اور سرمایہ کے درمیان اعتدال اور توازن باقی نہ رہے۔ اسی لئے ربوٰ (سود) کے ہر قسم کے تجارتی کاروبار، قمار (جوا) کی تمام ظاہری و مخفی اقسام، احتکار و اکتناز کی تمام اشکال اور اسی طرح کے عقودِ فاسدہ کی تمام صورتوں کو ناجائز اور مردود قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ فاسد معاشیات کو بروئے کار نہ آنے دیا جائے اور معاملات میں بھی عدل و انصاف کو اساس قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ا۔واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ ط

یعنی اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کے معاملات کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کیا ہے۔

۲۔ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم

یخسرون.

یعنی خرابی ہے کمی کرنے والوں کے لئے ،ان لوگوں کے لئے جب ماپ کرلیں تو لوگوں سے پورا پورا بھرلیں اور جب اُن کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹادیں۔

۳۔یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃً عن تراضٍ منکم۔

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل (ناجائز طریقے سے) نہ کھاؤ۔ہاں،اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو،تو اس طرح کھاسکتے ہو۔(گویا ہر شخص اپنے حصے کے مطابق اپنا حق لے) جاننا چاہیئے کہ صالح معاشی نظام میں وہ تمام معاملات ناجائز وحرام ہیں جن میں تعاون باہمی کا مطلق دخل ہو بلکہ ایک فرد کی تباہی پر دوسرے فرد کی مالی منفعت کا مدار ہو۔جیسا کہ قمار (جوابازی) سٹہ اور لاٹری وغیرہ مہذب طریقہ ہائے تجارت کی رُو سے ناجائز ہیں۔

زکوٰۃ کی غرض وغایت

زکوٰۃ کی فرضیت تہذیبِ نفس،اصلاحِ اخلاق اور نفعِ آخرت کے لئے ہے۔

۱۔زکوٰۃ انسان کو لالچ اور خودغرضی سے بازرکھتی ہے۔

۲۔زکوٰۃ کی فرضیت کا دوسرا اہم مقصد یہ کہ مال ودولت سب میں پھیلے پھولے اور سب میں بٹے۔اور کسی ایک فرد یا گروہ کی ٹھیکہ داری (Monopoly) نہ ہوجائے۔اس مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد ہے ''کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم ''(۱۳) یعنی تاکہ ایسا نہ کہ مال ودولت صرف دولت مندوں میں (محصور) ہوکر نہ رہ جائے۔زکوٰۃ ہمیشہ یتیموں،مسکینوں محتاجوں اور عام مسلمانوں کی خبرگیری وکفالت کے لئے ہے اور زکوٰۃ سے عام اسلامی ضروریات سرانجام پاسکیں۔دولت محض دولت مندوں کے اُلٹ پھیر میں پڑکر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائے اور دولت مند اپنے مال سے مزے لوٹیں اور مساکین فاقوں مریں

۳۔الغرض،زکوٰۃ دینے سے دولت کی گردش صرف سرمایہ داروں کے پاس محدود نہیں رہے گی بلکہ غرباء ومساکین بھی اس دولت سے مستفید ہوں گے۔جس کے نتیجے میں امراء،غرباء کے ساتھ ہمدردی اور محبت کرنے لگیں گے۔اس طرح طبقاتی کشمکش نہیں رہے گی اور امت مسلمہ میں اقتصادی توازن اور نظم معیشت قائم رہے گا۔

۴۔معلوم ہوا کہ زکوٰۃ معاشرتی برائیوں اور باہمی فتنوں اور بدامنیوں کا قلع قمع کردیتی ہے اور مسکینی اور مفلسی کو ختم کردیتی ہے اگر دینے والے مخلص اور سچے ہوں۔

۵۔زکوٰۃ ایک سماجی قانون ہونے کے ساتھ اسلام نے مذہبی فرض مقرر کیا ہے۔اس کی ضرورت ہی اس

فلاسفی ہے۔

شیخ سعدیؒ نے ایک شعر میں اس کی مکمل فلاسفی بیان کردی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

مال زکوٰۃ بدر کن کہ فضلہ زررا

چوں باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

ترجمہ: مال دار کا اپنے مال کی زکوٰۃ دینا نہ صرف مساکین کے لئے بہتر امداد ہے بلکہ یہ زکوٰۃ کسی میوہ دار شاخ کی طرح ہے۔ جس کو باغبان ہر سال ایک موسم میں کاٹتا ہے۔ کٹ جانے کے بعد وہ ٹہنی دوبارہ برگ و بار پیدا کرتی ہے تو میوہ اور بھی زیادہ دیتی ہے۔ اس لئے باغبان ہر سال اپنے میوہ دار درخت کو ہر سال کاٹتا ہے تاکہ پھل زیادہ ہو۔ اس مثال کا مقصد یہ ہے کہ ارتکازِ دولت سے دولت کی پیداوار کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے کیونکہ ارتکازِ دولت میں دولت ایک جگہ رہتی ہے اور معاشرہ میں پھیل کر نفع نہیں پہنچاتی بلکہ تجوری میں بند رہنے سے نفع دینے کی صلاحیت سے محروم رہ جاتی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے فرمان میں کہ ''صدقہ (دولت) تمہارے مال داروں سے لے کر تمہارے فقراء پر لوٹا دیا جائے گا'' میں لفظ ''لوٹا دیا جائے گا'' پر غور فرمائیں۔ لوٹا وہ چیز بن جاتی ہے جو کسی کی امانت ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ لفظ بیان فرما کر واضح کر دیا کہ زکوٰۃ کا مال اصل میں محتاجوں کا ہی حق ہے جو دولت مندوں کے ذمے ہوتا ہے۔ دولت مند لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں تو وہ غریبوں اور مسکینوں پر احسان نہیں کرتے بلکہ ان کو، ان ہی کی امانت لوٹا دیتے ہیں۔ یہ ہے مالی قربانی اور ایثار، جو مال داروں پر بخوشی دینے کا فرض عائد ہوتا ہے۔ اس سے مال داروں کی خود غرضی، تنگ دلی اور مال کی محبت جیسی بد اخلاقیاں دور ہوتی ہیں اور نظم معیشت اور مسکین عوام الناس کی کفالت ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا عامل مقرر کرتے وقت اوپر والی ہدایت فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا بھی مسکینوں کے حقوق کے بارے میں ارشاد ہے:

والذین فی اموالھم حق للسائل والمحروم (۱۴)

وہ مال دار لوگ ہیں، جن کے اموال میں حاجت مندوں اور ناداروں کے لئے معلوم حق مقرر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ مال داروں کو مسکینوں پر خرچ کر کے ڈرنا نہیں چاہیئے اور مسکینوں پر احسان بھی نہیں جتلانا چاہیئے۔ کیونکہ سب کو روزی اور اجر و ثواب اللہ پر ہے۔ ہر ایک کو روزی پہنچ کر رہے گی اور کسی کے روکے نہیں رُک سکتی اور خرچ کرنے والوں کو ثواب بھی مل کر رہے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا مما تحبون (۱۵)

یعنی تمہیں کبھی بھی کوئی نیکی نہیں حاصل ہو سکے گی جب تک کہ تم اپنے محبوب مال کو خرچ نہیں کرو گے۔

اس خرچ کا درست اور صحیح مصرف زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ سے ایک مسکین کی مالی مدد ہوتی ہے۔ یہ معاشرے میں مفلسی اور تنگ دستی کو پھیلنے نہیں دیتی۔ کیونکہ مال دار کے خرچ سے مال نکل کر اضافی صلاحیت پیدا کرتا ہے یعنی مال زیادہ ہوتا ہے اور مال دار کو بھی اجر ملتا ہے اور برکت ہوتی ہے۔

اللہ کو معلوم ہے کہ کس شخص نے کیسی چیز خرچ کی۔ کہاں خرچ کی۔ اور کس کے لئے اور کس طرح خرچ کی۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں ہو جس قدر اخلاص وحسن نیت سے خرچ کرے گا اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ اُسے اجر دے گا۔

انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ کمزور اور محتاج انسان کی مدد کی جائے کیونکہ مسکین کی مدد کرنا انسانی حق ہے۔ غریب نادار آدمی بھی ہمارے بھائی ہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ زندہ رہیں اور باعزت زندگی گزار سکیں۔ غرض زکوٰۃ فرض ہے اور مال دار کے لئے باعث برکت وثواب ہے۔ مال بھی پاک وصاف رہتا ہے۔ زکوٰۃ دولت کو کم نہیں کرتی بلکہ اضافہ کا سبب ہوتی ہے۔ اس میں فرضِ خدا بھی ہے اور اعانتِ انسان بھی۔ اس طرح زکوٰۃ دینے سے غربت وافلاس کا خاتمہ ہونے کی یقینی توقع کی جا سکتی ہے۔ اسلام نے رزاقی راز یہ دیا ہے۔ بقول اقبالؒ:

از او بستانند و او را دہانند

یعنی ایک سے لے کر دوسرے کو دینا وہ زکوٰۃ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

وہ شخص مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھالے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

اس طرح ایک طویل حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص سے کہے گا کہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ جواب میں کہے گا، کہ یا اللہ! میں تجھے کیسے کھلا سکتا ہوں؟ تو تو سارے جہاں کا رب، پالنے والا ہے۔ ارشاد ہوگا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھلانے سے انکار کیا تھا۔ الخ

دین اسلام ایک حاجت مند کی بھوک و پیاس کو خود اللہ تعالیٰ کی بھوک و پیاس سے تعبیر کرتا ہے تو پھر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ہاں غریبوں، یتیموں اور ناداروں کی حاجت برآری کی کیا اہمیت ہوگی؟

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

''میری امت کا سب سے بڑا فتنہ مال ہے۔''

مطلب یہ کہ آدمی اپنے آپ کو اس فتنہ کی گرفت سے بچالے، تو بہت سی برائیوں سے بچ سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکیٰ (۱۶)

یعنی اس شخص کو جہنم سے دور رکھا جائے گا جو اللہ سے ڈرنے والا ہو اور اپنے تزکیہ کی خاطر دولت دوسروں کو دیتا ہو۔

مطلب یہ کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مقصد اور غرض و غایت دل کی پاکی اور نفس کا تزکیہ ہے۔ زکوٰۃ دینے سے گداگری اور تنگ دستی کا انسداد بھی ہوگا اور اس کے ساتھ اور خرابیاں جیسے چوری، ڈکیتی اور لوٹ مار بھی نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور فائدے

۱۔ زکوٰۃ ایمان کی نشانی اور قومی زندگی کا ذریعہ ہے اور سلطنت کے استحکام، انسانی فلاح، اسلامی تہذیب وتمدن کی بقا اور ترقی کا سبب ہے۔

۲۔ زکوٰۃ دینے والا معاشرہ باعزت زندگی بسر کرتا ہے۔

۳۔ زکوٰۃ سب سے بڑی طاقت ہے۔ جس کی بدولت استحکام پھیلتا ہے

۴۔ نماز اور زکوٰۃ انسان کو سچا اور پکا مسلمان بنانے کی تدبیریں ہیں۔ جہاں نماز اس کو خدا اور رسول ﷺ کی طرف لے جاتی ہے۔ وہاں زکوٰۃ اسے دنیاوی محبت اور لالچ سے کنارہ کشی کا سبق دیتی ہے۔

۵۔ اسلام، دین ودُنیا کے امتزاج کا داعی ہے۔ زکوٰۃ معاشی نکتہ نظر سے، سماجی فلاح کی ایک ہمہ گیر سکیم ہے جس کے ذریعے ملک وملت کے نادار افراد کی کفالت کی جاتی ہے۔ لہذا دولت مندوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائیں، ان کو سہارا دیں اور اُن کو آگے بڑھائیں۔ ورنہ وہ انسانی معاشرہ کہے جانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور نظم معیشت نہیں رہے گا۔ اور انسان افراط وتفریط کا شکار ہو جائے گا۔

۶۔ زکوٰۃ دولت کی تقسیم میں غیر فطری مساوات کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

۷۔ اسلامی حکومت نے ابتداء ہی سے اس نظام کو قائم کیا تھا۔ ضرورت مندوں کو سرکاری وظیفے تو ہر طرف تھے مگر زکوٰۃ لینے والے انہیں ملتے تھے۔

جس معاشرے میں ناانصافی، ذخیرہ اندوزی اور تذلیل انسان ہوتی ہے اس معاشرے کی کشتی گرداب میں پھنس جاتی ہے۔ بربادی اس معاشرہ کا مقدر بن جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت کے لئے قرآن کریم میں جا بجا فرعون کا قصہ بیان فرمایا ہے۔اس کے پاس انسان کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا تھا۔اس کے ہاں یہ نعرہ تھا کہ''انا ربکم الاعلیٰ''یعنی میں تم سب کا اونچا پروردگار ہوں۔وہ بڑا جابر وظالم حکمران تھا وہ اللہ کو نہیں مانتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی کہ اسے اور اس کے لشکر کو نیل میں غرق کر دیا۔

قارون نے حضرت موسیٰؑ کی ہدایت پر اللہ کی راہ میں مسکینوں پر خرچ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی دولت ،لیاقت اور ہنرمندی پر غرور کرنے لگا۔اس کے پاس بڑے خزانے تھے۔اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور اس کے تمام خزانے زمین دوز کر دیئے۔

یہ ہے سزا دنیا و دولت سے محبت کرنے کی!!اللہ رزاق ہے۔اس کے دیئے ہوئے پر صابر و شاکر ہونا چاہیئے اور اس کے ناتواں بندوں پر خرچ کرنا چاہیئے۔

حوالہ جات

۱۔سورۃ البقرہ:۴۳

۲۔سورۃ البقرہ:۲۷۶

۳۔سورۃ التوبہ:۱۰۳

۴۔سورۃ التوبہ:۳۴

۵۔سورۃ البقرہ:۱۹۵

۶۔سورۃ المنافقون:۱۰

۷۔سورۃ الجمعہ:۱۰

۸:سورۃ العنکبوت:۱۷

۹۔کنز العمال جلد۲

۱۰۔سورۃ البقرہ:۲۲۵

۱۱۔سورۃ المطففین:۱،۲،۳

۱۲۔سورۃ النسآء:۲۹

۱۳۔سورۃ الحشر:۷

۱۴۔سورۃ المعارج:۴۴۔۴۵

۱۵۔سورۃ آل عمران:۹۲

۱۶۔سورۃ اللیل:۱۷۔۱۸

اسلامی نظامِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

لطیف قریشی۔ کرک

اپنے موضوع کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے انہی تمہیدی کلمات سے اپنے مقالے کا آغاز ملکی او ر پوری دنیا کے مسائل کو اسلامی نظریات کے دریچے سے دیکھنے اور اُن کے حل کے لئے قرآن مجید اور احادیث مقدسہ کے علاوہ تاریخِ اسلام سے بصد آدب عجز و انکسار کچھ لکھنے کی جسارت کرتا ہوں۔

حضرات! زیست کے اِرتقاء میں سائنس سے زیادہ انسان کے روحانی (SPIRITUAL SPIRIT) کو دخل ہے۔

سائنس نے لاریب انسان کے فہم و آدراک کے لئے کئی راہیں تلاش کر دیں۔ لیکن ذہن و روح کا وثبات جو انسان کو تقدس بخشتا ہے سائنس کے پاس نہیں۔

اِس لئے انسان کی روحانی جبلّت کو سائنس سے جلا نہیں ملی۔ جو انسان کی فطرت کا ایک جزو ہے۔

جب انسان نے زمین پر بڑے بڑے سمندروں کو موجزن دیکھا تو اُس نے اپنے سے بڑی طاقت سمجھ کر اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ لیکن اِس کے ایل عمل سے اِس کے ذہن نے دوسری کروٹ لی۔

اُس نے دیکھا کہ آسمان پر ایک بہت تیز گولا ہے۔ جو غالباً انسان اور موجودات کا خالق ہے۔ اور انان نے سورج ہی کو اپنا خالق مان لیا۔ مٹی کے پُتلے کو مزید قوت کریم نے بخشی اور اُس نے دوسرے مظاہر کا مطالعہ کیا اور انسان آگے بڑھتا گیا۔ ارتقاء جاری تھا۔ جنگل بستیاں بن رہے تھے اور عقل و ادراک ''وحدت الوجود'' کے نظریہ سے قریب تر ہو رہی تھی۔

انسان اس دنیا میں خدائے بزرگ و برتر کا شاہکار اور اِس کائنات کا مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے دنیا کی تمام قوتوں اور تمام مخلوقات پر حاوی ہونے کے لئے اِسے ایک اور مخفی مگر بے پناہ قوت بخشی ہے۔ لیکن انسان کے احساس کی لگام صرف عقل کے ہاتھ میں نہیں۔

فطرت، ضمیر، جذبہ اور دوسری جبلتیں اِسے مکمل بنانے کے لئے لازمی ہیں لیکن ابتداء میں یہی خدشہ تھا کہ شاید

یہی انسان اِس صفحۂ قرطاس پر اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی کو یکسر بھول نہ پائے۔ اِس لئے انسان کو ایک عقیدہ کی قوت سے مکمل طور پر پابند کر دیا گیا۔ یہ وہ قوت ہے جسے روحانیت یعنی مذہب کی قوت آپ کہہ پاتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک خدائے بزرگ و برتر نے انسان کی راہنمائی کے لئے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجے۔ ہر ایک پیغمبرؑ خدا نے انسان کے ارتقاء اور اس کے فہم و ادراک کو نئی قوتیں بخشیں۔ زیست کو صحت مند ستھرا، پاکیزہ اور عظیم جامہ پہنایا۔

سرکشوں کو سزائیں دلائیں۔ قوموں کی انفرادیت اُن کے اعمال صالحہ سے پیدا کیا۔

بالآخر ہمارے حضور سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو آخری اور عظیم ترین درس دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو مکمل طور پر اِن کو منتقل کر دیا۔

ہمارے آخری نبی نے ہمیں آئندہ راہنمائی کے لئے دنیا کی سب سے عظیم اور مکمل کتاب قرآن مجید فرقان حمید عطا کی۔ قرآن مجید ایک صفحہ یا ہزار صفحات پر محدود نہیں ہے۔ اِس کے الفاظ صرف اور صرف لغاتی نہیں رکھتے۔ قرآن مجید کا مزاج صرف طبعات کی کسوٹی پر نہیں کسا جا سکتا۔ آپ اس مقدس کو پڑھئے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مختصر سی کتاب انسان، زیست، کائنات، فضا، عالم موجودات وغیرہ موجودات۔ غرض یہ کہ ازل سے آبد تک تمام جزئیات پر پوری قوت لطیفہ اور تفصیل کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے۔ انسان اور اِس کے مسئلہ پر حاوی ہے۔

دنیا کا کوئی بھی مشکل سے مشکل مسئلہ ہو۔ آپ کو کوئی دُشواری درپیش ہے۔ قرآن مجید میں اس کا حل تلاش کر لیجئے۔ دنیا کے تمام مدبروں، فلاسفروں اور علماء نے اِس بات کو کھلے عام تسلیم کیا ہے کہ زندگی کا سب سے مکمل، صحت مند اور بہترین فارمولا صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے۔

آج دنیا ایک اِنحطاطی اور بحرانی دور سے گزر رہی ہے۔ گھمبیر مسائل ہیں۔ مگر سب سے اہم مسئلہ اقتصادی بحران ہے۔ پوری دنیا میں اقتصادیات نے انسانوں کو کچل دیا ہے۔

اسلام کے پاس اِس کا انتہائی مثبت، تعمیری اور روحانی حل موجود ہے۔ پوری انسانیت پہ نظر ڈالیے۔

پہلی تقسیم معاشی ہے اور اس وقت معاشری فساد کی بنیادی وجہ یہی معاشی عدمِ مساوات اور ناہمواری ہے۔

آج امیر انسان کا یہ عالم ہے کہ اُسے اپنی دولت اور اثاثوں کی تعداد تک کا علم نہیں۔

جبکہ غربت کا یہ عالم ہے کہ ہر روز لاتعداد انسان بھوک کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اور لاکھوں بچے ایسے ہیں۔ جو خوراک کی قلت یا ناقص خوراک کی وجہ سے اپنی نشوونما برقرار نہیں پاتے۔

اسلامی معاشرے میں یہی معاشی ناہمواری نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو خوراک اور دیگر ضروریات زندگی شہریوں ہی کے تعاون سے پہنچائیں۔

اسلامی معاشرہ میں معاشی ناہمواری کے حل کرنے میں مخلص بیوروکریسی کا تصور بھی مفقود ہے۔ کیونکہ اسلام نے ایک طرف تو ناجائز آمدن پہ پابندی عائد فرمائی اور دوسری طرف اسلام نے مالِ خدا تعالیٰ کو اللہ ہی کی راہ میں خرچ کرنے کا روحانی منشور اور تغیرات عائد فرمائے ہیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری ہی اصل اسلام ہے۔ اور صاحب ثروت پر زکوٰۃ اِس لئے فرض کی گئی ہے کہ وہ حکومت کے ہاں جمع ہو اور حکومت پر تقسیم زکوٰۃ کے ضمن میں اسلام نے عدل اور مساوات قائم کرنے کی سخت پابندی عائد فرمائی ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاکید:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا کرے تو اُس مال کی شر اُس شخص سے جاتی رہی ہے۔ (فضائل صدقات)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا بہت بڑا مضبوط پل ہے اِس لئے اپنے مالوں کو زکوٰۃ ہی کے ذریعے محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کو صدقات ہی کے ذریعے صحت مند بنانے کا عمل اختیار کرو۔ ہر مصیبت کا اللہ کے حضور صدقِ دل سے دعا کر ذریعے استقبال کرتے رہا کرو۔

زکوٰۃ نہ دینے پر وعید:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اُس کی زکوٰ ادا نہ کرتا ہو تو وہی مال قیامت کے دن ایک ایسا گنجا سانپ بن جائے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے۔ پھر وہی سانپ اُس کی گردن میں طوق بن کر اُس کی دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا میں تمہارا وہی مال وہی خزانہ ہوں۔ جس کا تم زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔ اِس کی تائید میں فضائل صدقات میں قرآن مجید کی آیت پاک لکھی گئی ہے وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ینحکون ٥ (فضائل صدقات)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہمیں نماز قائم کرنے کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اُس کی نماز بھی قبول نہیں۔''

حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کہ جو قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس قوم کو قحط'' میں مبتلا فرماتے ہیں۔

حضرات زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں ایک انتہائی رکن ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والا سخت گنہ گار اور منکرِ زکوٰۃ کافر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد

کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

زکوٰۃ متعصب غیر مسلموں کے منفی اور زہر آلود پروپیگنڈہ کے برعکس قطعاً جبری ٹیکس ہرگز ہرگز نہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے صاحب نصاب اور اُس مال پر ایک سال کا گزرنا لازمی ہے۔ (فی الحقیقت بینک اور Banking کا تصور اسی ہی اسلامی نظریہ زکوٰۃ سے لیا گیا ہے۔ مگر اِس کو بگاڑنے کی ارادی کوشش کر کے سودی نظام کو رائج کر دیا گیا ہے)

اس اعتبار سے جس شخص کا سال جس ماہ میں پورا ہوا۔ اُسی وقت اُس زکوٰۃ دینی فرض ہو جائے گی۔ مگر مسلمانانِ عالم اکثر و بیشتر رجب) شعبان اور رمضان المبارک میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کے لئے دو/2 باتیں اسلام نے لازم قرار دیں ہیں۔

ایک یہ کہ جس طرح زکوٰۃ کا نکالنا فرض ہے۔ اسی طرح قرآن اور تعلیمات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کو ان آٹھ (Eight) مصارف میں صرف کرنا واجب قرار دیا ہے۔ جو قرآن مجید فرقانِ حمید نے سورۃ کی آیت 60 میں تقسیم زکوٰۃ کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے کر اِن کے مصارف بتلا دیئے ہیں۔

لہٰذا جو شخص جو ایڈمنسٹریشن زکوٰۃ کو اِن مصارف سے علاوہ کسی اور مصرف میں خرچ کرتا ہے۔ وہ گنہ گار ہے۔

مصارف زکوٰۃ یہ ہیں۔

زکوٰۃ، نماز ہی کی طرح فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو رزق دینے کا وعدہ یوں فرمایا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَاo

اور ساتھ ہی اپنی حکمت سے ایسا نہیں کیا کہ سب کو رزق میں انسان کی اخلاقی تربیت اور نظام عالم کے متعلق اَن گنت حکمتیں ہیں۔ اِس ہی حکمت کے تحت کسی کو مال دار بنا دیا۔ کسی کو غریب مگر کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے انتہائی وضاحت سے مالداروں کو حکم دیا۔

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ مَعْلُوْ بَآسَايِلِ والمحرومo

اللہ تعالیٰ نے مال داروں کے مال میں غریبوں کا حصہ مقرر فرمایا۔ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مالداروں کے مال میں صدقہ نکالنے کا خود ربِ حقیقی نے حکم دیا ہے۔ یہ صدقہ دینا، امیروں کا احسان نہیں اور نہ ہی اسلام سے ناواقف بیورو کریسی کی کارکردگی! دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے غریبوں کا حصہ خود بانٹ دیا ہے۔ یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے، جب چاہے جس کو چاہے۔ اِس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے مال میں غریبوں کا حصہ متعین کرنے کے لئے اقتصادیات کی یہی ذمہ داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونپ دی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی معاشی مسئلہ زبان مبارک سے نہیں اپنے پاکیزہ، منزہ قلم سے انتہائی تفصیل سے لکھ کر حضرت عمرِ فاروق اعظمؓ اور عمرو بن خرمؓ کو سپرد فرمایا۔

جس سے واضح ہے کہ نصاب زکوٰۃ اور ہر نصاب زکوٰۃ میں سے مقدار زکوٰۃ کی علیحدگی اور منفی کرنے کا معاشی طریقہ اپنے آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو بتایا ـــــ

ے جو حکم خدا ہے وہی فرمانِ محمدؐ

اِسی میں کسی بھی حاکم، مفتی، عالم اور آفسر اعلیٰ کو کمی بیشی اور تغیر وتبدل کا کوئی حق نہیں۔ البتہ کسی مستحق مریض کی بیماری پر اٹھنے والا اخراجات میں کمی وبیشی کا حق زکوٰۃ آرڈیننس کے اجراء سے پہلے اجتہاد کر کے اختیارات نافذ کر دیئے گئے ہیں۔

صدقہ، زکوٰۃ کی فرضیت صحیح یہ ہے کہ کہ اوائل اسلام میں مکہ مکرمہ کے دوران نازل ہو چکی تھی۔ جیسا کہ امام تفسیر ابن کثیرؒ نے سورۂ مزمل کی آیت وَاَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوالزَّکٰوۃَ سے استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ بالکل ابتدائے وحی کے زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ اس سورۃ میں نماز ہی کے ساتھ زکوٰۃ دینے کا بھی حکم ربی موجود ہے۔

البتہ روایات حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں زکوٰۃ کے لئے کوئی کاص نصاب یا خاص مقدار مقرر نہ تھی بلکہ جو کچھ ایک مسلمان کی اپنی ضرورتوں سے بچ جاتے۔ وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاتا تھا۔ نصابوں اور مقداروں کا تعین بعد از ہجرت مدینہ طیبہ میں ہوا ہے۔ اور پھر زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے انتظام وانصرام کا محکمانہ انداز کا عمل تو فتحِ مکہ کے بعد تشکیل پا چکا ہے۔

صَدَقَاتؔ ٥

صدقہ کی جمع صدقات ہے۔ صدقہ لغت میں اُس مال حلال کے جز کو کہا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لے خرچ کیا جائے۔ (قاموس) امام راغبؒ نے مضردات القرآن میں فرمایا ہے کہ صدقہ کو صدقہ اِسی لئے کہتے ہیں کہ اِس کا دینے والا گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے قول وفعل میں صادق ہے اور وہ حصولِ رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرتا ہے۔ لیکن نام ونمود یا دنیاوی غرض سے صدقہ کو قرآنِ کریم مکمل طور پر مسترد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالعدم قرار فرماتے ہیں۔ صدقہ جو فرض زکوٰۃ کے لئے استعمال ہوتا ہے اِس کے مصارف بھی خود قرآنِ حکیم نے معین فرمائے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ

تَصَدَّقُوْ عَلٰی اَھْلِ الْاِیْمَانَ کُلِّھَا٥

یعنی ہر مذہب والے پر صدقہ کرو۔

لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت یہ ہدایت فرمائی تھی کہ مالِ زکوٰۃ صرف وہاں کے مسلمانوں کے غنی افراد سے لے کر وہیں کے مسلمان مستحقین میں باقاعدہ ریکارڈ رکھ کر تقسیم کرتے رہو۔ ظاہر ہوا زکوٰۃ مسلمان پہ فرض ہے۔ بشرطیکہ وہ صاحبِ نصاب ہو اور مسلمان مستحقین پر خرچ کرنا فرض ہے۔ کسی اور پر ہر ہز نہیں۔

فرض زکوٰۃ کے آٹھ مصارف تعلیماتِ رسولؐ کی روشنی میں

ان میں پہلا مصرف فقراء ہیں دوسرا مساکین ،فقیر اور مسکین کے اصلی معنی میں اگر چہ اختلاف ہے۔
ب کے معنی ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔دوسرے کے معنی ہیں ۔جس کے پاس نصاب سے کم ہو۔لیکن حکم زکوٰۃ میں دونوں
یساں ہیں ۔کوئی اختلاف نہیں ۔حاصل کلام یہ ہے کہ جس کے اُس اُس کی ضرورت اصلیہ سے زائد بقدرِ نصابِ مال نہ ہو۔
ں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اوراس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز بھی ہے۔(ابوداؤد بروایت علیؓ قرطبی)

دوسرا مصرف یہ ہے کہ معزور بھی ہوا صاحبِ نصاب بھی نہ ہو(اسلامی ریاست از علامہ مودودیؒ)

یسرا مصرف العاملین علیھا۔ یہاں عاملین سے مقصد اسلامی حکومت کے وہ ملازم ہیں ۔ فی الحقیقت حق تعالیٰ شانہٗ نے
سلمانوں سے زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کا فریضہ براہِ راست رسول کریمؐ کے سپرد فرمایا ہے۔جس کا ذکر سورۃ توبہ'' کی
س آیت میں ہے۔

خزمِن اموالِھم صدقۃo (یعنی وصول کریں آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ)

اِس آیت کی روشنی میں مسلمانوں کے امیر پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کریں اور تعلیمات محمدیہ کی
روشنی میں تقسیم بھی کریں وگرنہ وہ گنہ گار اور خائن ہیں۔

چوتھا مصرف ''مؤلفۃ القلوب ہیں''

وہ لوگ جن کی دلجوئی کے لئے ان کو زکوٰۃ یا صدقات سے حصہ دیا جاتا ہے۔اس کی تشریح میں اختلاف ہے۔مگر
حضرت علامہ مودودیؒ نے اپنے مضمون اسلامی معاشرہ مطبوعہ ترجمان القرآن کے فروری 1969ء کے صفحہ 10 تا 16 کیا
ہے جو تشریح کی ہے جو عام فہم بھی ہے اور صحیح بھی!

پانچواں مصرف فی الرقاب'' ہے۔غلاموں کی گردنیں آزاد کرنے کے لئے دنیا ہے مگر جامع حقانیہ اکوڑہ خٹک
(صوبہ سرحد) سے مزمہ شہود پرانے والا ماہنامہ الحق نے اپنی 14 تا 25 اگست 1983ء کی اشاعت میں وہ معذور لکھے
ہیں ۔جو گردن تک غم افلاس میں ڈوبے ہوئے ہوں!

چھٹا مصرف الغارمین (غارم کی جمع ہے)

اس کے معنی مقروض کروڑ پتی مقروض نہیں ۔خدارا حضرت علامہ مودودیؒ کے تصنیفات سے کچھ تو استفادہ کیجئے۔

ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے

یہاں بھی فی کے متعلق اختلافات پائے جاتے ہیں تفسیر کشاف میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یہ مصرف افضل
ہے۔تفسیر کشاف میں یوں لکھا گیا کہ اِس اعادہ سے اِس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔کہ یہی مصارف تمام مصارف سے

افضل و بہتر ہے۔ اِس سے مراد غازی اور مجاہد ہیں۔ سامانِ حرب، خوراک وغیرہ کے لئے انہیں زکوٰۃ میں سے دینا فرض ہے۔ آٹھواں مصرف ابن السبیل ہے۔ منشی ابراہیمؒ نے ماہنامہ مولوی نئی دھلی کے شمارہ دسمبر 1942ء میں زکوٰۃ کے متعلق جو مضمون چھپوایا ہے۔ اُسی مضمون میں راہ گیر اور مسافر کو بھی زکوٰۃ کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ تاہم موجودہ دور کے تناظر سے انتہائی کمزور دلیل ہیں۔

تاہم پاکستان میں زکوٰۃ آرڈیننس جو مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق نے نافذ فرمایا ہے۔ بعض انتظامی کمزوریوں کے باوجود ایک اجتہادی اور تحقیقی کاوش ہے۔ اور میں پوری دیانت داری سے کہتا ہوں کہ نظامِ زکوٰۃ و عشر اور بیت المال کو اس کمزوریوں سے اگر پاک کر کے تعلیماتِ محمدیہؐ کی روشنی میں چلایا جائے آگے بڑھایا جائے۔ تو معاشرہ معاشی بحران سے نکل پانے کا بھرپور صلاحیتوں کا حامل ہو جائے گا۔

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

عبدالقیوم قریشی ۔ لاہور

اسلام وہ کامل واکمل دین ہے۔ جس نے ہر معاملہ میں ہماری مکمل رہنمائی وہدایت کا سامان فراہم کیا ہے۔ یہ صرف عقائد، عبادات کا ہی دین نہیں بلکہ اس میں معاشرتی آداب، اخلاقیات، حقوق اللہ اور حقوق العباد حتیٰ کہ آخرت کی کامیاب زندگی سے متعلق بھی سب کچھ بتلا دیا ہے۔ اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ہر انسان کو ہوا، پانی خوراک کے علاوہ اور بھی بہت سی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ جن کا حصول آج کے مادیت پرست دور میں روپے پیسے کے بغیر ناممکن ہے۔ صاحبِ حیثیت اور وسائل والا تو اُن کو جائز وناجائز طریقے سے ان ضروریات کو پورا کر ہی لیتا ہے۔ مگر وہ لوگ جن کا اس دنیا میں خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی سہارا نہ ہو۔ جن میں غریب، یتیم، بیوہ اور دوسرے محتاج وبے سہارا لوگ شامل ہیں۔ اسلام نے ایسے لوگوں کو بھی اپنے دامنِ رحمت میں پناہ دی ہے اور اُن کی ضروریات کے پورا کرنے کی ذمہ داری اسلامی ریاست یا حکمران کے سر ڈالی ہے۔

مذہب اسلام کو دینِ خیر یا فلاحی مذہب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ایک فلاحی ریاست (State) کا تصور پیش کرتا ہے۔ جس میں ریاست ہی ہر شخص کی بنیادی ضروریات (لباس، مکان، خوراک اور علاج وتعلیم وغیرہ) کے پوری کرنے کی ضامن ہو۔ اُس کے ساتھ ساتھ اسلام ہر فرد کو سماجی تحفظات (Social Securities) بھی مہیا کرتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات انسان، بیماری، بے روزگاری، قرض کا شکار یا بیوہ یا یتیم ہو جاتا ہے تو اس کے اس بے سہارا وقت میں کون اُس کی مدد کرے؟ اس وقت یہ اسلامی ریاست کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایسے محتاج وبے کس کو ہر ممکن امداد فراہم کرے۔ ویسے بھی اسلام کا اصل مدعا یہ ہے کہ دولت معاشرہ کے صرف چند ہاتھوں میں ہی جمع نہ رہے۔ بلکہ یہ تقسیم ہو کر گردش میں رہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسلام اپنے پیروؤں کے دل سے مال ودولت کی محبت نکال دینا چاہتا ہے اور اُس کی بجائے وہ انہیں آخرت میں اجر وثواب کا احساس دلاتا ہے۔ اسلام نے رہبانیت اور مال ومتاع سے محبت یا اُس کو جمع کرنے کی بجائے، اللہ اور اُس کی مخلوق سے محبت کا درس دیا ہے اور اُس مقصدِ اعلیٰ کے حصول کا مؤثر ذریعہ زکوٰۃ ہے۔

کیونکہ صاحبِ نصاب لوگوں کی طرف سے انفرادی یا اجتماعی طور پر زکوٰۃ وعشر یا صدقہ وخیرات سے جہاں بے

سہارا لوگوں کے حالات بہتر ہونگے وہاں اسلامی ریاست کے لئے ملک وملت کو فلاحی بنانے اور سماجی تحفظات کی فراہمی کے لئے بھی خطیر رقم حاصل ہوگی۔ جس سے ملک وملت کو فائدہ ہوگا۔

قرآن مجید میں جا بجا نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے۔ فرمایا۔

"اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ" نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

پارہ 18 سورۃ المؤمنون کے آغاز میں ہی فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ٥

''وہ اہلِ ایمان کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں لغویات سے دور رہتے ہیں زکوٰۃ دینے والے ہیں.....''

اسی طرح سورۃ الانفال 3 میں فرمایا۔ ''جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس بڑے درجات، مغفرت اور بہترین رزق ہے۔''

سورۃ البقرۃ آیت 277 میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ٥

''بلاشبہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اُن کے لئے اُن کے (اللہ) پاس ان کا ہے''۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو بطورِ وعید سورۃ توبہ 34 میں فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اُن کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیں۔''

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت 195 میں ارشاد ہے:

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ہاتھ روک کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو''

قرآنِ حکیم کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویؐ میں بھی حضور اکرمؐ نے زکوٰۃ کی ادائیگی پر بڑا زور دیا ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ان تین باتوں پر بیعت کی نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو مبلغِ اسلام بنا کر یمن بھیجا تو فرمایا:

''پہلے اُن کو توحید کی دعوت دینا جب وہ جان لیں تو اُن کو بتانا کہ دن میں پانچ وقت کی نمازیں ان پر فرض ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے اُن کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو اُن کے دولت مندوں سے لے کر اُن کے غریبوں کو دی جائے گی''۔

اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کے پاس مال ہے اور اس نے اُس کی زکوٰۃ نہیں نکالی تو قیامت کے دن اُس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دی جائے گی اور اُس کے منہ میں زہر کی دو تھیلیاں ہوں گی۔ وہ اس آدمی کی تلاش میں نکلے گا۔ یہاں تک کہ اُس پر قابو پالے گا اور اُسے کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں''۔

بخاری و مسلم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

اسلام کی بنیادی پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ ایک اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز قائم کرنے۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے رمضان کے روزے رکھنا اور پانچویں صاحبِ حیثیت کا حج کرنا''

قرآن وحدیث میں نماز قائم کرنے اور ادائیگی زکوٰۃ کا ایک ساتھ حکم دینے میں یہ حکمت ہے کہ ان دونوں کے درمیان گہرا ربط ہے اور ایک مسلمان کے اسلام کی تکمیل ہی ان دونوں سے ہوتی ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے۔ جس نے اسے قائم کیا۔ گویا اس نے دین کو مضبوط کیا اور جس نے اسے گرایا گویا اس نے دین کی ساری عمارت کو ہی منہدم کر دیا اسی طرح زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔ جو اس پر سے گزر گیا وہ نجات پا گیا ورنہ وہ ہلاکت میں جا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اُس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ حضرت جابر بن زیدؓ تو نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک نماز صرف اسی صورت میں قبول ہوگی۔ جب کہ نماز پڑھنے والا زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے فرمان کا حوالہ دیا کہ ''خدا کی قسم! جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرے گا۔ میں اس سے جنگ کروں گا''

قرآنِ مجید نے تو واضح طور پر زکوٰۃ کے حوالے سے فرمایا کہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہی مومنین، متقین اور نیکوکار ہیں۔ جب کہ ادا نہ کرنے والے مشرکین، منافقین ہیں۔ لہٰذا یہ ایمان کی کسوٹی ہے اور زکوٰۃ اسلام و کفر اور ایمان و نفاق یا تقویٰ و فسق و فجور کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ جیسا کہ سورۃ حٰم السجدۃ آیت 7 میں ہے۔ ''ہلاکت ہے ان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

حضور پاکؐ نے زکوٰۃ نہ دینے پر اجتماعی دنیوی سزا سے متعلق فرمایا۔ جب بھی لوگوں نے زکوٰۃ دینی چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور قحط میں مبتلا کر دیا۔ دوسری جگہ فرمایا۔

’’جب بھی کسی قوم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینی بند کی۔ان پر آسمانوں سے بارانِ رحمت کوروک دیا گیا۔اگر چوپائے نہ ہوں توان پرکبھی بارش نہ برسائی جائے‘‘

ایک اورحدیث میں آپؐ نے فرمایا۔جس نے اجروثواب کی نیت سے اسے ادا کیا۔اُس کے لئے اُس کا اجر ہے اور جو اسے ادانہیں کرتا۔ہم اس سے زکوٰۃ بھی وصول کرینگے اوراس کا آدھا مال بھی لیں گے۔جو ہمارے رب کی طرف سے عائد کردہ تاوان ہوگا اور جس میں سے آلِ محمدؐ کے لئے کوئی چیز جائزنہیں۔

حضرت ابوبکرصدیقؓ کا تو مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف کھلا اعلانِ جنگ تھا آپؓ نے فرمایا۔خدا کی قسم! جونماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔میں اس سے جنگ کرونگا۔کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔خدا کی راہ میں انہوں نے مجھے ایک عقال بھی نہ دی۔جو وہ رسول اللہؐ کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر اُن سے جنگ کرونگا۔یہ حضرت ابوبکرؓ کا جذبہ اسلام تھایا آپؐ کی صحبت پاک کا اثر یا اُن کے پیشِ نظر یہ حدیث تھی۔

جس میں آپؐ نے فرمایا۔

’’تم میں سے جوشخص بھی کسی منکر کا ارتکاب ہوتا دیکھے تو اس میں طاقت ہوتو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔ چونکہ زکوٰۃ کا ادانہ کرنا بھی منکر ہے۔لہٰذا سے روکنا ہرصاحبِ قوت واقتدار پر فرض ہے۔‘‘

اسلام نے زکوٰۃ کا جونصاب مقرر کیا ہے۔اس میں 1\2 7 تولے سونا اور 1\2 5 تولے چاندی پر 1\2 2 فیصد کی شرح سے زکوٰۃ ہے یا اتنا مال تجارت یا روپیہ پیسہ ہوتواس پر بھی سالانہ 1\2 2 فیصد زکوٰۃ فرض ہے۔جبکہ سوائم (چرانے والے مویشی) پر 5اونٹ،30بقر(گائے،بیل بھینس)اورغنم 40 بھیڑبکریاں جبکہ زرعی پیداوار پر 10واں حصہ زکوٰۃ ’’عشر‘‘ کہلاتا ہے۔

قرآنِ پاک میں جن کوزکوٰۃ کا حقدار یا مصارفِ زکوٰۃ قرار دیا ہے۔وہ سورۃ توبہ 60 اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآ ...... کے مطابق آٹھ ہیں۔ان میں فقیر یا محتاج،مساکین جوکام کرنے سے معذور ہوں۔مگرعزتِ نفس کی خاطر ہاتھ نہ پھیلاتے ہوں،عاملین وہ ملازمین جوزکوٰۃ کی وصولی،حساب کتاب اور تقسیم کا کام کریں،مؤلفۃ القلوب اسلام قبول کرنے والوں کی دلجمعی پر خرچ ہو،غلاموں کوخرید کرآزاد کیا جائے،غارمین وہ لوگ جوزرِضمانت یا قرض اُتارنے سے قاصر ہوں،فی سبیل اللہ جولوگ جہاد یا تبلیغ یا حصولِ علم میں مصروف ہوں تو اُن کی مدد کی جائے اور ابنِ السَّبِیل میں وہ مسافر جو سفر میں مدد کے طالب ہوں۔ان تمام افراد پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا فرض ہے۔جبکہ درج ذیل افراد پر زکوٰۃ نہیں لگتی۔یعنی اُن کو نہیں دے سکتے۔

اہلِ بیت وسادات،زیرِکفالت افراد جن میں ماں باپ،میاں بیوی اوراولاد شامل ہیں۔اسی طرح مسجد کی تعمیر اورمُردے کے کفن پر بھی زکوٰۃ خرچ نہیں ہوسکتی۔

زکوٰۃ وہ اسلامی فریضہ ہے۔جس کے کئی ایک انفرادی و اجتماعی فوائد ہیں۔جن سے اسلامی معاشرہ مستفید ہوتا ہے اور انسان کو تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ اسلامی معیشت کو بھی فروغ اور اچھے کام حاصل ہوتا ہے۔انفرادی فوائد میں ایک شخص چونکہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے مال سے غریبوں کے لئے زکوٰۃ نکالتا ہے تو اُسے تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے۔اس کے علاوہ وہ کنجوسی، بُخل اور مال کی مال کی وجہ سے پیدا ہونے والی بہت سی اخلاقی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ادائیگی زکوٰۃ سے چونکہ مال سے غریبوں کا حق ادا کر دیا جاتا ہے۔اس لئے باقی مال پاک و مطہر ہو جاتا ہے، چوری چکاری سے بچ جاتا ہے اور اس میں خیر و برکت حاصل ہوتی ہے۔زکوٰۃ کی ادائیگی سے انسان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔جو کہ دنیا و آخرت کی بھلائی کا سبب ہے۔

جیسا کہ سورۃ الانفال 3 میں ہے۔

''جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔اُن کے لئے رب کے پاس بڑے درجات اور مغفرت اور بہترین رزق ہے۔''

زکوٰۃ دینے سے نیکی حاصل ہوتی ہے۔ایک انسان پر ہر حالت میں نماز فرض ہے۔ایسے ہی صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔اگر وہ نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا ہے تو کامل نیکیاں حاصل کرتا ہے۔

سورۃ التغابن آیت 17 کے مطابق

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَاعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

''اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو تو وہ اُس کو تمہارے لئے دوگنا کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدر کرنے والا بردبار ہے۔''

یوں زکوٰۃ ادا کرنے سے مال گھٹنے کی بجائے بڑھتا ہے۔کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے قرض بنایا ہے اور وہ اسے بڑھا کر واپس کرتا ہے۔

جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت 276 میں ہے۔

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

زکوٰۃ کے اجتماعی فوائد یہ ہیں۔اگر دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع رہتی ہے تو مالدار اور غریب کا معاشرتی تفاوت مزید گھناؤنی شکل اختیار کر لے گا۔جو کہ معاشرے اور معیشت دونوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔لہٰذا زکوٰۃ ارتکازِ دولت کو کم کر کے زیادہ لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ملکی معیشت کے اچھے کام کے لئے ضروری ہے کہ دولت گردش میں رہے اور جب امیر لوگ سال بعد اپنی تجوریوں میں سے 1\2 2 فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکال کر غریبوں کو دیتے ہیں۔جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔یوں دولت گردش میں آنے سے تجارت و کار

وبار میں ترقی و اضافہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے معاشرتی طور پر لوگوں کو سماجی تحفظات حاصل ہوتے ہیں۔ جس سے ہر فرد پوری دلجمعی سے اپنے اپنے مقام پر ملکی ترقی میں مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ اگر ایک مال دار شخص صرف اپنی جمع شدہ رقم سے سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرتا رہے تو اُس کا مال مسلسل گھٹتا رہے گا۔ اس لئے وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے جمع شدہ مال کو کسی نفع بخش اور مفید کام میں لگائے۔ جس سے ملک میں سرمایہ کاری بڑھتی ہے اور ملکی معیشت ترقی کرتی ہے۔

غربت بعض اوقات انسان کو بڑے بڑے جرائم و گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔ کیونکہ بُرے حالات سے تنگ آیا ہوا انسان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ تا کہ اسے دولت حاصل ہو۔ یوں معاشرہ میں اخلاقی و معاشی جرائم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر زکوٰۃ صحیح طریقہ سے ادا کی جائے تو ایسے حالات پیدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ زکوٰۃ کا مقصد ہی ضرورت مند اور محتاج و مسکین کی مدد کرنا ہے۔ لہٰذا اس سے جرائم میں کمی آئے گی۔ غیر اسلامی معاشرہ میں طبقاتی کشمکش اور منافرت اس لئے ہوتی ہے کہ وہاں امیر غریب کی خبر گیری نہیں کرتا۔ جس سے جاگیر دارانہ و سرمایہ داری نظام میں امیر سے تر ہو جاتے ہیں اور غریب اپنے ناگفتہ بہ حالات کے باعث غریب تر ہو جاتے ہیں۔ جب کہ اسلامی معاشرہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی سے امیر آدمی غریب آدمی کو اپنا بھائی سمجھ کر اُس کی خدمت کرتا اور ضرورت پوری کرتا ہے۔ جس سے آپس میں بھائی چارہ اور پیار محبت کی فضا پیدا ہوتی ہے جو کہ معاشرتی امن و سکون اور ترقی کا باعث بنتا ہے۔

زکوٰۃ سے دین کی اشاعت و تبلیغ، مجاہدین کی مدد اور طالب علموں کی ضروریات پوری ہونے سے زکوٰۃ دین کے فروغ اور قومی بہبود کے کاموں میں بڑی ممد و معاون ہوتی ہے اور زکوٰۃ اسلامی معیشت کا ایک اہم ستون ثابت ہوتا ہے۔

اسلام کا اہل ثروت سے زکوٰۃ (کُل مال کا ایک کا خاص حصہ) وصول کر کے غریبوں میں بانٹنے کا مدعا یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل کے ساتھ انکا مال پاک و صاف ہو جائے اور معاشرے کے پسے ہوئے محتاج و فقیر لوگ ذلت و محتاجی سے نجات حاصل کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکیں یوں مسلم معاشرہ میں عدل و انصاف اور امدادِ باہمی کا دور دورہ ہوگا۔ جیسا کہ حضور پاکؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن بھیجتے ہوئے حکم دیا تھا کہ وہاں کے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر وہیں کے فقراء کو دے دی جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر آدمی کو اپنے علاقے کے غریب و مسکین کا پتہ ہوتا ہے کہ دوسرا یہ کہ جس علاقے سے آمدن ہو وہ وہیں کے لوگوں کی بہتری پر خرچ ہوتا کہ مرکزی حکومت یا کسی دوسرے ذریعے سے مدد نہ لینا پڑے۔ حضور پاکؐ کے زمانہ اطہر کے بعد خلیفہ اوّل و دوئم کے زمانے میں بھی اسی اصول پر کام ہوتا رہا۔ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں کچھ منکرین نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے اُن کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا۔ کیونکہ وہ اسلامی احکامات کو سمجھتے تھے اور انہوں نے آپؐ کے سنہری دور سے تربیت پائی تھی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں محصلین (زکوٰۃ و خراج وصول کرنے والے) جب دوسرے علاقوں سے واپس مدینہ آئے تو سوائے جسموں کے کپڑوں اور لاٹھی کے اُن کے پاس اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت معاذؓ بنو کماب اور بنو سعد بن ذبیان سے زکوٰۃ و صدقات جمع کرنے کے بعد واپس لوٹے تو اُن کے بدن پر وہی

بورے کا لباس تھا جو پہن کر گئے تھے۔ مراد یہ کہ وہاں سے خالی ہاتھ لوٹے۔ لیکن جب اس علاقہ کے لوگ خوشحال ہو جائیں تو زکوۃ زیادہ ہو جائے۔ تب یہ دوسرے علاقہ کے لوگوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

زکوۃ کی تقسیم سے صرف اہلِ اسلام ہی استفادہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ جیسے یہود و نصاریٰ بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلام اجتماعی کفالت یا مجموعی فلاح و بہبود کا تصور پیش کرتا ہے۔ جسے آج دنیا اپنا رہی ہے مگر یہ آج بھی اجتماعی کفالت کے اس فکرِ اسلام کے معیار تک نہیں پہنچ سکی۔ جس میں ہر محتاج اور اس کے اہل و عیال کی مکمل ضمانت دی گئی ہے۔

اسلام کے نظام زکوۃ میں زکوۃ جمع و صرف کی ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہے۔ یہ انفرادی صدقہ و خیرات سے بالکل الگ ہے اور یہ محتاجوں کے لئے اللہ کی طرف سے مقررہ حق ہے۔ جسے ادا کرنا واجب ہے اور یہ حکومتی ٹیکس سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اس میں وہی خدائی شرح (2\1 2 فیصد) سالانہ ہے اور یہ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر سال میں ایک بار فرض ہے۔

اس سے مال کے پاک و مطہر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان کے ایمان کو بھی تقویت ملتی ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ زکوۃ لینے والے پر احسان نہ جتایا جائے اور نہ ہی ایذا رسانی ہو۔ بلکہ محتاج اس شان سے لے کہ زکوۃ اللہ کے اس مال میں اُس کا حق ہے۔ اسلامی حکومت ہو یا زکوۃ و عُشر وغیرہ جن کی آمدن بیت المال میں جمع ہوتی ہے ان میں یہ اصول کارفرما ہے کہ مال (روپیہ پیسہ) صرف دولت مندوں کے ہاں ہی نہ چکر لگاتا رہے۔ بلکہ معاشرہ کے تمام افراد میں یہ انصاف سے تقسیم ہو اور معاشرتی اونچ نیچ کو ہموار کیا جاسکے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ حیرہ (عراق) کے عیسائیوں سے معاہدہ میں یہ الفاظ لکھوائے جو آج کی سوشل سیکیورٹی کی بنیاد ہیں۔ ''میں نے اہلِ حیرہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ کوئی بوڑھا جو کام نہ کر سکتا ہو یا وہ کسی ناگہانی آفت کا شکار ہو گیا ہو یا امیر ہو کہ غریب ہو گیا ہو اور اپنے اہلِ مذہب کے صدقہ و خیرات پر اُس کی گزر اوقات ہو تو اُس کا جزیہ معاف کر دیا جائے اور مسلمانوں کے بیت المال سے اُس کی اور اُس کے افرادِ خانہ کی کفالت کی جائے۔ جب تک وہ دارالہجرت اور دارالسلام میں مقیم رہیں۔ لیکن اگر وہ ان دونوں مقامات سے نکل کر کہیں اور چلے جائیں تو مسلمانوں پر اُن کے کنبوں کی کفالت واجب نہ ہوگی۔'' اس معاہدے پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہے اور صحابہؓ کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنا ہی اسلام ہے۔ کیونکہ وہ ہر کام میں قرآن اور حدیث و سنتِ نبوی کو مقدم سمجھتے تھے۔ اس بارے میں ترمذی اور ابوداؤد میں آپؐ نے فرمایا ''بیشک جو تم سے زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات رونما ہوتے دیکھیں گے اس وقت تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور میرے اور راست رو خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو اور سختی سے اس پر کاربند رہو۔''

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کسی فقیر یا محتاج کو چند روپے زکوٰۃ دے کر اس پر احسان کیا جائے۔ بلکہ اُس کا مقصد تو یہ ہے کہ اُس کے لئے معقول و مناسب معیار زندگی قائم کیا جائے۔ جو انسانیت کے شایانِ شان ہو۔ مراد یہ کہ خور دونوش کی مناسب ضروریات موسم کے مطابق لباس اور رہائش کے لئے مکان میسر ہو۔ اسلام کے نزدیک انسان کی پہلی ضرورت حصولِ علم ہے۔ کیونکہ اس سے انسان جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم و آگہی کی روشنی میں آ جاتا ہے۔ دوسری ضرورت بیماری میں علاج معالجہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک مریض کا فوری علاج نہ کیا جائے تو اُس کی ہلاکت یقینی ہے۔ جو کہ قتلِ نفس ہوگا اور صحیح بخاری میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔''

دورِ فاروقی کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نے حضرت عمرؓ سے زکوٰۃ نہ ملنے کی شکایت کی تو آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلا کر حکم دیا کہ اُس کی درخواست سنو اور اسے سالِ رواں و سال گزشتہ کی زکوٰۃ کا حصہ دو۔ اُس کے ساتھ ہی آپؓ نے ایک اونٹ منگوایا جس پر آٹا اور گھی تھا۔ وہ اس عورت کو دے دیا اور مقامِ خیبر پر مزید اُسے دو اونٹ گزارے کے لئے دیئے۔ ایسا انہوں نے حضورؐ اور سیرت ابوبکرؓ کے مطابق کیا۔ اس میں یہ حکمت عملی تھی کہ مستحق کو اتنا دے دو۔ جو اسے کافی ہو اور جو مزید سے بے نیاز ہو جائے۔ اسلامی ریاست میں مسلمان حکمران کو اپنی رعایا کی خبر ہو اور وہ اُن کی خدمت کو اپنی ذمہ دار سمجھے۔

مزید یہ کہ زکوٰۃ ایک مستقل اور باقاعدہ اعانت ہے۔ جو اگر مستحق تک نہ پہنچے۔ تو اُس کا یہ حق ہے کہ وہ حاکمِ وقت کے پاس شکایت کر کے اپنا حق طلب کرے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ اسلامی معاشرہ میں معاشی تحفظ فراہم کرتی ہے اور دورِ نبویؐ میں تو کئی علاقے ایسے تھے کہ جہاں لوگ زکوٰۃ دینے والے تو موجود تھے۔ مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ کیونکہ ان علاقوں میں زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی سے لوگوں میں معاشی استحکام پیدا ہو گیا تھا۔ جس کے باعث لوگوں نے زکوٰۃ لینے کی بجائے دینے کو ترجیح دی۔ آج بھی اگر پاکستان میں اسلامی نظامِ حکومت نافذ ہو جائے تو زکوٰۃ کے نظام سے ہی ملک میں معاشی خوشحالی اور معاشرتی ترقی حاصل ہوگی۔

حوالہ جات

اسلام اور معاشی تحفظ/ عبدالحمید صدیقی

مخزن اسلامیات/ پروفیسر غلام رسول

زکوٰۃ کے ثمرات/ محمد اکرم قریشی

اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

حافظ محمد رمضان ضیاء الباروی۔ملتان

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں نماز کے بعد جس عبادت کا کثرت سے ذکر کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔زکوٰۃ کی حکمتیں:

(1) زکوٰۃ کی وجہ سے سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن پیدا ہوتا ہے۔دولت گردش میں رہتی ہے اور مسلمانوں کے درمیان ہمدردی، باہمی تعاون اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور اس کا اہم فائدہ نظام جماعت کے قیام کے لئے مالی سرمایہ بہم پہنچانا ہے۔

(2) زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے مسلمان دوسرے مسلمانوں پر مہربانی اور شفقت کرتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کر کے ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرتا ہے اور جس طرح نماز ادا کر کے بندہ خالق کی تعظیم کا فریضہ ادا کرتا ہے۔زکوٰۃ دیکر وہ خلق خدا پر شفقت وکفالت عامہ کے ذمہ سے عہدہ برآں ہوتا ہے اس طرح حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی رعایت بھی ہو جاتی ہے

(3) زکوٰۃ ادا کر کے انسان مصدر افاضہ خیر اور معدن افادہ رحمت ہوتا ہے اور یہ بعینہٖ مظہر صفات الٰہیہ ہونا ہے۔

(4) مسلمان کے دو کمال ہیں ۱ نظریاتی ۲ عملی، اللہ تعالیٰ حق جل شانہٗ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور عقائد اسلام کے ساتھ وابستگی سے اسے نظریاتی کمال حاصل ہوتا ہے اور زکوٰۃ اور باقی ارکان اسلام کی ادائیگی سے اسے عملی کمال حاصل ہوتا ہے۔

(5) فقراء و مساکین جب دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص زکوٰۃ سے ان کی مدد و کفالت کرتا ہے۔مشکلات اور مصائب میں ان کے کام آتا ہے تو فطری طور پر اس شخص کا بھلا چاہتے ہیں۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا و بغض من اساء الیھا۔یعنی فطری طور پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں جو ان سے حسن سلوک کرے اور اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بدسلوکی کرے''

اس لئے جب فقراء و مساکین کو علم ہوگا کہ فلاں شخص اپنے مال سے ان کی کفالت کرتا ہے تو وہ اس کے مال کی بقاء

اور زیادتی کی دعا کریں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہے۔ اما ما ینقع الناس فیمکث فِی الْاَرْضِ سورۃ رعد آیت نمبر ۱۷ پارہ نمبر ۱۳ جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے۔ وہ زمین پر برقرار رہتی ہے معلوم ہوا زکوٰۃ خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

(6) اگر مالدار محتاجوں کی زکوٰۃ وصدقات سے مدد نہ کریں تو بسا اوقات یہ خطرہ پیش آ سکتا ہے کہ فقراء بھوک، افلاس اور اپنی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے تنگ آ کر جرائم کے راستہ پر چل پڑیں یا دشمن ممالک کے آلہ کار بن جائیں (جیسا کہ دہشت گردی اور تخریب کاری کے واقعات میں مشاہدہ ہو چکا ہے) یا اجتماعی طور پر سرمایہ داروں کے خلاف بغاوت کر کے اشتراکی انقلاب لے آئیں (جیسا کہ کیمونسٹ ممالک مثلاً روس اور چین ہو چکا ہے) اور 1970ء میں پاکستان میں غریبوں، محنت کشوں مزدوروں نے روٹی، کپڑا، مکان کے نعرے پر اسلام کے اقتصادی نظام کے خلاف شوشلزم کے حمایت میں ووٹ دیئے۔

حقیقت میں یہ اسلام کے اقتصادی نظام کو مسلسل نظر انداز کرنے کا ردِ عمل تھا جبکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اس کے جس قدر کاروباری اور تجارتی ادارے ہیں۔ دکانیں، کارخانے، فیکٹریاں وغیرہ اگر یہ ہر سال اپنے سرمایہ کی زکوٰۃ ادا کریں اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے زکوٰۃ اور قومی آمدنی کی تمام رقومات وصول کی جائیں اور اس رقم سے فیکٹریاں اور کارخانے قائم کر کے نوجوانوں کو روزگار فراہم کیا جائے۔

بیواؤں اور یتیموں ومحتاجوں کے لئے وظائف جاری کئے جائیں اور فلاحی ادارے قائم کئے جائیں تو اسلامی اصولوں کے مطابق ایک ایسا فلاحی نظام قائم ہو جائیگا۔ جس سے کسی طبقہ کو دوسرے طبقہ سے شکایت نہیں ہوگی اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب زکوٰۃ وصدقات کے نظام کو بھرپور طور پر عمل میں لایا جائے۔

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان کے دو حصے ہیں۔ نصف صبر ہے نصف شکر ہے جب غنی کو مال حاصل ہوتا ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے بظاہر مال میں جو کمی ہوتی ہے اس پر صبر کرتا ہے تو ادائیگی زکوٰۃ سے اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح فقیر پہلے مال نہ ہونے پر صبر کرتا ہے اور جب زکوٰۃ کی صورت میں مال مل جاتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور یوں فقیر کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ فریضہ ادئیگی زکوٰۃ کی وجہ سے غنی اور فقیر دونوں کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔

(8) زکوٰۃ کی ادائیگی سے زکوٰۃ دینے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ بخل وامساک کے عیوب سے مسلمان پاک رہتا ہے اور غرباء ومساکین کو وہ اپنی قوم کا حصے دار سمجھتا ہے اس وجہ سے بے حد دولت کا جمع ہونا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا ہونے نہیں دیتا۔

گویا دولت مند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ واعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے قوم کو یہ عظیم فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود

ہو جاتی ہے۔

(9) علم الاقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لیکر آج تک کوئی انسانی دماغ اسی عقدہ کی گرہ کشائی نہ کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف اور یکساں حق مالکیت ہو۔ سوشیالسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملکیت کر دیا جائے۔ نیشلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔ یہ فرقے اس لئے پیدا ہو گئے۔

اسلام نے اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لئے حل کر دیا اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔ رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری جلد اول صفحہ ۲۰۱۔

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی،

علامہ مجد الدین محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ النہایہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ پر زکوٰۃ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

اصل الزکاۃ فی اللغۃ الطہارۃ والنماء والبرکۃ و کل ذلک قد استعمل فی القرآن والحدیث۔

لغت میں زکوٰۃ کا معنی (1) پاکیزگی (2) بڑھنا (3) برکت (4) مدح ہے اور ان میں سے ہر معنی قرآن و حدیث میں استعمال ہوا ہے علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد نمبر ۸ ص ۲۲۳ پر زکوٰۃ شرعی و اصطلاحی معنی تحریر فرماتے ہیں۔ ایثار جزء من النصاب الحوالی الی فقیر غیر ھاشمی۔

سال گزرنے کے بعد نصاب میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے دینا۔

زکوٰۃ کا رکن اخلاص ہے اور اس کا سبب مال بمقدار نصاب ہے۔ اُس کی شرائط (1) اسلام (2) نصاب مملوک پر سال گزرنا (3) عقل (4) بلوغ (5) حریت (6) مال کا قرض سے فراغت ہونا ہے۔ اور زکوٰۃ حکم فرضیت ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مسلمان کے ذمہ فرض ساقط ہو جاتا ہے وہ دنیا میں ستائش اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت:۔

قرآن و حدیث اور تعلیمات نبویہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آغاز اسلام کے بعد ہی

زکوٰۃ کو علامت ایمان قرار دیا ہے۔

(1) سورۃ مزمل وحی کی ابتدائی سورت ہے۔اس میں تصریح ہے و اقیمو الصلوٰۃ و اتو الزکوٰۃ و اقرضو اللہ قرضا حسنا وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدہ عند اللہ ھو خیرا وَ اعظم اجر و استغفر اللہ ؕ اِن اللہ غفور رحیم پ ۲۹ سورۃ المزمل آیت نمبر اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دو اور جو تم اپنے لئے آخرت میں بھیجو گے۔اُس کو اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور زیادہ ثواب کی صورت میں پاؤ گے اور اللہ سے بخشش طلب کرو۔بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(2) بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے گئے تو نجاشی شاہ حبشہ نے انہیں اپنے دربار میں بلا کر اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیمات دریافت کیں تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔امرنا باالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصام. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔

مسند امام احمد ج نمبر ا صفحہ ۲۰۲ ر د امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

(3) بعثت کے چھٹے سال جب ہرقل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پہنچا تو اس نے ابوسفیان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام اور تعلیمات کے بارے میں دریافت کیا۔باوجود اس کے کہ ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔اسے یہ کہنا پڑا کہ امرنا با الصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف۔وہ ہم کو نماز پڑھنے۔زکوٰۃ ادا کرنے صلہ رحمی کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۹۸ للامام مسلم بن حجاج قیسری متوفی ۲۶۱ھ

(4) وفد عبدالقیس جو کہ بعثت کے پانچویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت تعلیمات نبویہ کی حصول کے لئے آیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن احکام کی ان کو تعلیم دی ان میں زکوٰۃ بھی تھی۔صحیح بخاری جلد اوّل کتاب الزکوٰۃ میں ہے:

قال امرکم باربع و انھاکم عن اربع الایمان با اللہ و شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و عقد بیدہ ھکذا و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ الخ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفد عبدالقیس کو فرمایا۔میں تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں اللہ پر ایمان لانا۔اور گواہی دینا اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔

ان واقعات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکی دور میں زکوٰۃ کو ایمان کی بنیاد قرار

نیز حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ تعلیم صرف نظریاتی نہ تھا۔ بلکہ امت کو عملاً اسلام کی
[تعلی]مات پر کاربند بنا تا تھا۔ اس لئے حالات کے تقاضوں اور مناسبت کے ساتھ ساتھ تعلیمات کی تفصیل اور ان کے متعلقہ
[احک]ام کی تشریح آہستہ آہستہ تکمیل کو پہنچی۔ چنانچہ ماہ رمضان المبارک ۸ھ فتح مکہ نے تمام عرب کو ایک ہی رشتہ میں منسلک
[ک]ر دیا۔ اب وہ وقت آیا کہ اسلام اپنا خاص نظام قائم کرے۔ اس وقت سورۃ توبہ میں زکوٰۃ کے بارے میں احکام اور قوانین
[کا] نزول ہوا۔ اس کے بعد نئے سال محرم الحرام ۹ھ میں زکوٰۃ کے تمام احکام و قوانین مرتبہ ہوئے۔ اُس کی وصول کے لئے
[تم]ام عرب میں محصلوں اور عاملوں کا تقرر ہوا اور باقاعدہ ایک بیت المال کی صورت پیدا ہوئی۔

[ز]کوٰۃ کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نماز کے ساتھ جو
[ف]ریضہ سب سے اہم ترین ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ نماز و زکوٰۃ کا باہم مربوط ہونا اس بات کو واضح کرتا ہے۔ اسلام میں حقوق اللہ
کے ساتھ حقوق العباد کا بھی یکساں خیال رکھا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بتیس ۳۲ مرتبہ صراحۃً لفظ زکوٰۃ آیا ہے اور زکوٰۃ دینے والوں کی تعریف و توصیف بیان کی گئی اور
[ز]کوٰۃ نہ دینے والوں کی مذمت اور انہیں عذاب سے آگاہ کیا گیا ہے۔ نیز نماز اور زکوٰۃ کے باہمی ربط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ
[ا]سلام دین اور دنیا، عبادات اور معاملات، روحانی اور مادی دونوں کو نظم و ضبط اور انتظام و انصرام قائم کرتا ہے اور دونوں اُمور کو
[س]اتھ ساتھ لیکر چلتا ہے۔ عبادات کے نظام کے لئے مساجد میں باجماعت نماز کا مقرر کیا ہے۔ معاملات اور کفالت عامہ کے
نظام کے لئے بیت المال میں زکوٰۃ کی رقوم جمع کرنے کا نظام بنایا ہے تاکہ یہ مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جا
سکے اور اسلامی نظمِ معیشت اور کفالت عامہ کو مستحکم بنایا جائے اور جس طرح گھروں میں نماز پڑھ لینے سے نماز کا فرض تو ساقط
ہو جاتا ہے لیکن نماز کی روح اور اُس کی مرکزیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے فرضی زکوٰۃ تو
ادا ہو جاتا ہے لیکن زکوٰۃ کا مقصد اور اُس کی مرکزیت (معاشی افلاس اور غربت کا خاتمہ اور ناداروں کی کفالت) یعنی انہیں
دے دو اور وہ زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ سے ادا ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کا ایک مقصد غریبوں اور حاجتمندوں کی کفالت بھی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و اتی مال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل والسائیلین و فی
الرقاب.

اوراس کی محبت کے لئے اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں، اورسوال کرنے والوں اور غلاموں کی رہائی کے لئے خرچ کرو۔ پارہ نمبر۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷۔

اس آیت میں ملت اسلامیہ کو جو صدقات وزکوٰۃ کا حکم ہوا ہے اس میں ہی فرمایا گیا کہ تنگدستوں محتاجوں، فقراء، مساکین اور ضرورت مندوں کی ضرورت پورا کرو۔

اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کا وجود عمل میں آیا اور حکومت کا کام چلانے کے لئے بیت المال کا تصور اٹھا تو بیت المال کے ذرائع آمدنی میں ایک ذریعہ زکوٰۃ بھی تھا۔ لیکن اس وقت صورت حال یوں تھی کہ دربار رسالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فتوحات سے جو بھی عطیہ، صدقہ خیرات، زکوٰۃ، عشر، مالِ غنیمت آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فوراً مستحقین میں تقسیم فرماتے۔ ایسے ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یہی طریقہ کار رہا۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس قدر کثیر رقم آئی کہ بیت المال کو فروغ ملنا شروع ہوا بعد ازاں حضرت عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وسعت پکڑتا گیا اور نظامِ زکوٰۃ کا اتنا اعلیٰ انتظام ہوا ہر طرف زکوٰۃ دینے والے نظر آتے تھے اور لینے والے عنقاء کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کی تعلیمات کی روشنی میں بیت المال کے نظام کو مستحکم کیا جائے کہ غریب، حاجتمند اور معذوروں کی اس طور پر مالی امداد کی جائے کہ وہ آئندہ اپنے روزگار کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنائیں۔ جس سے وہ اپنی روزی کما سکیں اور وہ بھی حصولِ معاش میں دوسروں سے پیچھے نہ رہیں۔ کیونکہ نظامِ زکوٰۃ کا مقصدِ اسلامی معاشرہ میں مساوات اور باہمی اُخوت ومحبت کو فروغ دینا ہے، وہ حاصل ہو۔ جس سے ملک کی اقتصادی اور معاشی حالت مستحکم بنیادوں پر قائم ہو جائیگی اور ایسا وقت آئیگا کہ زکوٰۃ لینے والے زکوٰۃ دینے کے قابل ہو جائیں گے۔

خلاصہ کلام

زکوٰۃ کی ادائیگی قوم کی اقتصادی اور معاشی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی قوم کی اخلاقی حالت درست رکھنے کا اعلیٰ ترین طریقہ ہے

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

اسلامی نظامِ معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت
تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

عمر حیات انصاری۔ فیصل آباد

اسلام وہ واحد دین ہے، جو پوری حیات انسانی کے لئے ہر لحاظ اور ہر انداز سے کامل و اکمل نظامِ فکر و عمل پیش کرتا ہے اور دعویٰ اسلام کرنے والوں سے تقاضا کرتا ہے کہ "اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَة" ۔ تاکہ وہ حقیقی فوز و فلاح جس کا دوسرا نام "في الدنيا حسنة و في الآخرة حسنة" ہے، سے ہمکنار ہوسکیں۔ یہی مقصدِ حیات ہے۔ جس نے پالیا وہی صحیح معنوں میں کامیاب انسان ہے۔

انسان زندگی کا اہم ترین پہلو معیشت ہے۔ اہم ترین اس لئے کہ پیدا ہونے سے لیکر مرتے دم تک مسئلہ معاش انسان کو درپیش رہتا ہے۔ جس کے حل کے لئے وہ مختلف تدابیر اختیار کرتا ہے۔ کسی نہ کسی شعبے سے وابستہ ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی PROFESSION اختیار کرتا ہے۔ مقصد حصولِ رزق یا حصول معاش ہوتا ہے۔ تاکہ اُس کی بنیادی ضروریات زندگی پوری ہوسکیں اور وہ ایک خوش حال زندگی گزار سکے۔

جس طرح ایک فرد کی خوش حالی کیلئے ضروری ہے کہ اُس کی معاشی حالت بہتر ہو۔ زندہ رہنے کے لئے اُس کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔ اِسی طرح معاشرے کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے کہ تمام افرادِ معاشرہ کو وسائلِ معاش میسر ہوں۔ کسی کو اُس کے حق سے محروم نہ کیا جائے۔ اور کسی وجہ سے پسماندہ رہ جانے والوں اور محروم المعیشت لوگوں کو بھی باعزت طور پر زندہ رہنے کا سامان فراہم ہو۔ اِس لئے کہ مسئلہ معاش تو امیر و غریب سب کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ سب کی بنیادی ضروریات ایک جیسی ہیں۔ بس ذرا سوچنے سمجھنے کا فرق ہے اور ایک متوازن اور مستحکم معیشت کا بھی تقاضا ہے کہ قومی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جانے کی بجائے تمام افرادِ معاشرہ کے درمیان گردش کرے اور وہ سب اُس دولت سے استفادہ کریں۔

اِس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے دینِ اسلام اپنا باقاعدہ معاشی نظام تشکیل دیتا ہے۔ جس کے تحت اِس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ دولت اور وسائل معاشی کا ارتکاز رُک جائے اور اسے عوام الناس میں پھیلا دیا جائے۔ تاکہ عام آدمی کو ریلیف ملے اور اُس کی پریشانیاں اگر مکمل طور پر ختم نہ بھی ہوں، تو کم ضرور ہو جائیں۔ چنانچہ ارتکازِ دولت کو روکنے اور معیشت

کومتوان بنانے کے لئے دینِ اسلام نے جہاں حصولِ رزق کے حرام ذرائع کی نشاندہی کرتے ہوئے اُن کی مزمت کی وہاں زکوٰۃ کا حکم دیا اور نظامِ زکوٰۃ کا مفصل تعارف کرایا۔

معاشی فلاح اور کفالتِ عامہ کے سلسلے میں زکوٰۃ کی اہمیت کو محسوس کرنے اور سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں شامل ہے اور رکن اسلام کی حیثیت سے حکمِ زکوٰۃ کی پابندی اہلِ ایمان و اسلام پر اُسی طرح لازم ہے۔ جس طرح کہ نماز اور دیگر ارکانِ اسلام کی، فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ کے لئے صاحبِ نصاب ہونا شرط ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی۔

قرآنِ حکیم میں کوئی 32 مقامات پر زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے۔ جن میں سے 30 مرتبہ یہ لفظ زکوٰۃ کے اصطلاحی معنیٰ و مفہوم کو اُجاگر کرتے ہوئے، ایتائے زکوٰۃ کو اہلِ ایمان کی لازمی صفت قرار دیتے ہوئے اور تعمیل حکم کی تاکید کرتے ہوئے استعمال ہوا ہے۔

مثال کے طور پر

1۔ "اَقِیمُوْ الصلوٰۃ و اٰتُوْ الزکوٰۃَ۔" (سورۃ البقرہ۔43)

2۔ "وَ اَقَامَ الصَّلوٰۃَ وَ اٰتَی الزکوٰۃ والمؤفُونَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا" (سورۃ البقرہ۔177)

3۔ "وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصلوٰۃَ وَ المؤتُونَ الزکوٰۃَ والمومنونَ باللہِ والیوم الآخِر" (سورۃ النساء۔162)

4۔ "فَاِنْ تابُوا وَ اَقامُوا الصَّلوٰۃ وَ اٰتَوُ الزکوٰۃ فَاِخوانُکُ فِی الدّین" (سورۃ التوبہ۔11)

5۔ "وَ اَوصٰنِی بالصَّلوٰۃِ والزَّکوٰۃِ ما دُمتُ حیّاً" (سورۃ مریم۔31)

6۔ "وَ اَوْحَیْنَا اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلوٰۃِ وَ اِیْتَاءَ الزَّکوٰۃِ۔" (سورۃ الانبیاء۔73)

7۔ "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلوٰۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکوٰۃَ۔" (سورۃ الحج۔41)

8۔ "وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزکوٰۃِ فَاعِلُوْنَ" (سورۃ المومنون۔04)

9۔ "وَاَقِمْنَ الصَّلوٰۃَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکوٰۃَ وَ اَطِعْنَ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ" (سورۃ الاحزاب۔33)

10۔ "وَیُقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ وَ یُؤتُوا الزَّکوٰۃَ۔ وَ ذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ" (سورۃ البینۃ۔05)

پھر بہت سے مقامات ایسے ہیں۔ جہاں یہ لفظ استعمال کے بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم زکوٰۃ کی وضاحت فرمائی ہے۔ جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو کر سامنے آتی ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت مسلمہ، اس کی اہمیت طے شدہ اور اس کی فضیلت بے حد وحساب ہے۔

معاشرے کو خوش حالی اور کفالتِ عامہ سے ہمکنار کرنے کے لئے اسلام نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جس کے لئے نصاب اور شرح کا تعین کر دیا گیا۔ نمو کی حامل، تجارتی مقصد کے لئے استعمال ہونے والی چیز اور زرعی پیداوار کو بھی اس میں

شامل کرلیا گیا تا کہ عوام الناس کی کفالت کو زیادہ سے تحفظ میسر رہے۔

بنیادی طور پر زکوٰۃ کے دو اہم مقاصد ہیں۔

1۔ مال و دولت کی صفائی اور پاکیزگی یعنی جائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت کسی بھی شخص اور اُس کے زیرِ کفالت لوگوں کے لئے اُس وقت حلال اور جائز ہوگی جب اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

جیسا کہ حضور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اِس لئے فرض کی ہے۔تا کہ تمہارے مال کو پاک کردے۔''

گویا زکوٰۃ کا لفظ جو اپنے مفہوم میں طہارت و پاکیزگی کا پہلو رکھتا ہے۔تطہیرِ مال کا مؤثر ترین ذریعہ ہے،انسان کے لئے تزکیۂ نفس کا بھی موجب بنتا ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کر کے حرام خوری کا ارتکاب ہوتا ہے۔

2۔ دوسرا مقصد معاشرے میں معاشی توازن اور استحکام پیدا کرنا ہے۔دولت کو چند ہاتھوں سے نکال کر پورے معاشرے میں پھیلانا ہے۔پسماندہ عوام کی معاشی فلاح کا اہتمام کرنا ہے۔اُن کو ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔اور افلاس زدہ طبقوں کو مالی لحاظ سے مضبوط کرنا ہے۔

قرآنِ حکیم اِس کی وضاحت ایک مقام پر یوں کرتا ہے کہ:

''وَ فِی اَمْوَالِھِمْ حق معلوم لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم''

یعنی مالدار لوگوں کے اموال میں سوال کرنے والوں اور محروم المعیشت لوگوں کا ایک طے شدہ حق ہے۔

اِس طے شدہ حق یعنی حقِّ معلوم سے مراد لامحالہ زکوٰۃ ہے جو مقررہ شرح سے فرض ہے۔یہ مختصر سا جملہ قرآن اپنے اندر اُس جامعیت کو سموئے ہوئے ہے۔جس میں اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کا پورا فلسفہ مضمر ہے۔اِس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے،رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تُؤخَذُ مِن اَغنِیَائِھِمْ وَ تُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِھِمْ''

اِرتکازِ دولت معاشرے کی حقیقی وخوش حالی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔طبقاتی کشمکش،تمیزِ آقا و بندہ، حق تلفی،اِحساسِ محرومی،بغاوت،جرائم،بدامنی اور فساد وہ سلسلے وار خرابیاں ہیں۔جو ارتکاز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور معاشرہ نفرت اور بے یقینی کی تصویر بن جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نظامِ جاگیرداری ہو یا سرمایہ دارانہ نظام،اشتراکیت ہو یا کوئی اور نعرہ کہیں بھی حقیقی معاشی فلاح کی ضمانت نہیں ہے۔یہ صرف اسلام کا معاشی نظام ہے کہ جس میں عوام ذرائع آمدنی کے سدِ باب اور قانونِ زکوٰۃ کے نفاذ سے گردشِ زر کو یقینی بنایا گیا ہے۔تا کہ معاشی خوش حالی اور کفالتِ عامہ کا مقصد حاصل ہو سکے۔

ایسا معاشرہ حقیقت میں معاشی فلاح کا آئینہ دار نہیں ہوتا،جس میں کچھ لوگ تو بہت کھاتے پیتے اور مالدار ہوں،

مگر اکثریت غریب اور پسماندہ ہو۔ اس کے لئے تو کفالتِ عامہ یعنی عوام الناس کی فلاح و بہبود مطلوب ہے اور اس مقصد کے حصول میں نظامِ زکوٰۃ جس مؤثر کردار کا حامل ہے۔ وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

اصل میں اسلام یہ برداشت نہیں کرتا کہ کوئی شخص دوسروں کے آگے دستِ سوال پھیلائے اور اُس کی عزتِ نفس مجروح ہو جائے۔ کوئی قرض کی دلدل میں پھنسا ہوا ہو اور اُس کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ کوئی بچہ یتیم ہو جائے اور اُس کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ کوئی پنجۂ استبداد کا شکار ہو اور کوئی اُس کی مدد کو نہ پہنچے۔ کسی کو سفر میں مالی پریشانی لاحق ہو جائے اور کوئی اُس کا لحاظ نہ کرے۔ کوئی غربت کی چکی میں پس رہا ہو اور کوئی بھی اُس پر ترس نہ کھائے۔ اور کوئی معاشی بدحالی سے تنگ آ کر خود کشی پر اُتر آئے اور کوئی بھی اُس کے پسِ منظر کا جائزہ نہ لے۔

اِس حساس صورتِ حال کا خاطر خواہ احساس، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی۔ شریعت نے کیا جو دینِ کامل بھی ہے اور دینِ فطرت بھی۔ چنانچہ تعلیماتِ نبویؐ میں فلاحِ عامہ کے نکتۂ نظر سے زکوٰۃ کی فرضیت کے ساتھ ساتھ اُن مدّات اور مصارف کا تعین بھی فلاحِ عامہ کے نکتۂ نظر سے زکوٰۃ کی فرضیت کے ساتھ ساتھ اُن مدّات اور مصارف کا تعین بھی کر دیا گیا۔ جن کو نظر انداز کر کے فلاحی معاشرے کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک کہتا ہے کہ:

"اِنَّمَا الصدقاتُ لِلفُقرآءِ وَالمِسکِینَ وَالعَامِلِینَ عَلَیھَا وَالمُؤَلَّفَۃِ قُلُوبُھُم

وَ فِی الرِّقَابِ وَالغٰرِمِینَ وَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَابنِ السَّبِیلِ۔

فریضَۃً مِنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیمٌ حَکِیمٌ۝

(سورۃ التوبہ۔60)

مطلب یہ کہ زکوٰۃ و صدقات صرف غرباء، مساکین، عاملین، اُن نو مسلموں جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو، غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں تبلیغ و جہاد کرنے والوں اور مسافروں کے لئے ہیں۔

یہ کل آٹھ مدّات ہیں۔ جن کا عام طور پر استحصال ہوتا ہے۔ اِن کے علاوہ باقی لوگوں کو وسائلِ معاش تقریباً دستیاب ہوئے ہیں۔ کسی کو کم، کسی کو زیادہ۔ اِس لئے معاشی بہبود اور اجتماعی کفالت کے لئے بنیادی طور پر انہی طبقوں کی معاشی بحالی ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے زکوٰۃ کو انہی مختلف قسم کے محروم المعیشت لوگوں کی بحالی اور فلاح بہبود کے لئے مختص کیا ہے۔ اور ان سے ہٹ کر زکوٰۃ کے ایک بھی پیسے کا کہیں اور استعمال ناجائز ٹھہرایا ہے۔

گویا اس حقیقت کو محسوس کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کی ساری توجہ اس نقطے پر مرکوز ہے کہ معاشرے سے غربت و افلاس کو ختم کیا جائے۔ معاشی دوڑ میں کسی وجہ سے پیچھے رہ جانے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ انہیں سہارا دیا جائے۔ تاکہ وہ نہ صرف اپنے لئے باعزت مقام حاصل کر سکیں۔ بلکہ ملک و قوم کی اجتماعی تعمیر و ترقی میں بھی اپنا مثبت

کردار ادا کریں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نظام زکوٰۃ کے مؤثر اور فعال کردار کے حوالے سے اسلامی احکام و ہدایات کی روشنی میں مختصر سے عرصے میں یہ انقلاب آیا کہ ایک شخص زکوٰۃ کی رقم ہاتھ میں لیکر اُس کے مستحق کی تلاش میں نکلتا ہے۔ مگر اُسے زکوٰۃ کا کوئی مستحق نہیں ملتا۔

شدید ضرورت کے تحت اشیائے ضرورت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ معاشی محرومی اور غربت کے زمانے میں زکوٰۃ کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور اگرچہ یہ بشرطِ نصاب بہر صورت فرض ہے۔ تاہم بدحالی کے دنوں میں لوگوں کی مشکلات کا احساس کرتا ہوئے اِس فرض کو ادا کرنا کچھ زیادہ ہی باعثِ فضیلت ہے۔

حضور سیدِ عالم محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"یَصدَّقُوا فَاِنَّهٗ یَاتِیْ عَلَیْکُمْ یَمْشِی الرَّجُلُ بِصَدَ قَتِهٖ فَلا یَجِدُ مَنْ یَّقْبَلُهَا، یَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِیْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ لَقَبِلْتُهَا۔ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَلا حَاجَةَ لِیْ فِیْهَا"

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

یعنی زکوٰۃ و صدقات دو کیونکہ تم پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی خیرات کرنے کے لئے مال لیکر چلے گا اور اُسے ایسا کوئی شخص نہ ملے گا۔ جو اُس کو قبول کرلے۔ وہ جس کو بھی خیرات دینے لگے گا تو وہ کہے گا کہ اگر تو کل لاتا تو میں لے لیتا۔ آج مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

اصل میں کفالتِ عامہ اور معاشی استحکام و ارتقاء کی یہی وہ سطح ہے۔ جسے دینِ اسلام افرادِ معاشرہ کی معاشی فلاح کیلئے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یعنی زکوٰۃ فرض کرنے اور مصارفِ زکوٰۃ کا تعین کرنے کا بالآخر مقصد یہ ہے کہ مستحقین زکوٰۃ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔ کہ بتدریج اُن کی مستقل معاشی بحالی عمل میں آ جائے۔ دوسرے لفظوں میں وہ زکوٰۃ پر انحصار کرتے ہوئے ہر دفعہ مالداروں کے ہاتھوں کی طرف نہ دیکھتا رہے۔ بلکہ زکوٰۃ فنڈ سے اُس پر اتنا خرچ کر دیا جائے کہ وہ زکوٰۃ لینے کی بجائے اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے قابل ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام کا نظام زکوٰۃ اپنی اصل شکل میں متحرک ہو جائے تو یہ بات کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بغیر اضافی اخراجات کئے غربت کے مارے لوگوں میں خوشی اور خوش حالی کی لہر دوڑے گی، قرض در قرض کے منحوس چکر سے بے بس ہونے والوں کو نجات ملے گی، یتیم در بدر نہیں ہونگے، بے گناہوں کی گردنیں آزاد ہونگی، علم و ادب کو فروغ ملے گا، تعلیم و تبلیغ کی حوصلہ افزائی ہوگی، جہاد کے مقدس مشن کو تقویت ملے گی اور معاشرہ امن و آشتی اور صلح و سلامتی سے ہمکنار ہو گا۔

نظامِ زکوٰۃ کو زیادہ مؤثر اور فعال ثابت کرنے کیلئے تین باتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جو قدرے وضاحت طلب

ہیں۔

1۔ زکوۃ فرض ہے اِس سے انحراف کی گنجائش نہیں

2۔ اصل مستحقینِ زکوۃ کی تلاش

3۔ معاشی بحالی کا طریقِ کار

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو زکوۃ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے، لہٰذا تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کی روشنی میں اِس حکم کی تعمیل من وعن لازم و ناگزیر ہے۔ اِس سلسلے میں کسی بھی فروعی، فقہی یا فرقہ وارانہ اختلاف کی آڑ میں حکم زکوۃ کی تعمیل سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن صلوۃ و زکوۃ کا ایک ساتھ حکم دیتا ہے۔ ایک ساتھ تذکرہ کرتا ہے۔ گویا نماز ہی کی طرح زکوۃ ادا کرنا بھی لازم ہے اور ویسے بھی غرباء مساکین کی مستقل بحالی اور کفالت عامہ اِس بات کی متقاضی ہے کہ ہر صاحبِ نصاب مسلمان بلا اِستثناء اِس عمل میں اپنا حصہ ڈالے۔ تاکہ یہ کام بطریقِ احسن انجام پا سکے۔

چنانچہ جو لوگ اِس حکم سے انحراف کرتے ہیں۔ اُن کے لئے اسلامی تعلیمات میں سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

(سورۃ التوبہ۔35)

"وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے (یعنی اُس کی زکوۃ ادا نہیں کرتے) انہیں تکلیف دہ عذاب کی خبر سُنا دو کہ قیامت کے دِن جب اس جمع کئے مال پر دوزخ کی آگ دہکائی جائے گی پھر اُس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے۔ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ جو تم جمع کرتے رہے۔ اب اُس کا مزہ چکھو۔"

اِسی طرح احادیثِ نبویؐ سے وضاحت ہوتی ہے کہ جس مال کی زکوۃ ادا نہ کی گئی۔ وہ قیامت کے دِن بڑی بھیانک اور خوفناک شکلوں میں انسان کے لئے وبالِ جان بن جائے گا۔

مسلمان کی زندگی ایمان سے شروع ہو کر عمل تک جاتی ہے۔ ہر ہر عمل کی اصلاح کی طرح حکم زکوۃ کے بارے میں صحیح احساس کو اُجاگر کرنے کے لئے ہمیں قدم قدم پر تجدید ایمان کی ضرورت ہوگی تاکہ معاشرے کے اندر معاشی اصلاح و فلاح کے پہلو بہ پہلو ہی ہماری اُخروی فلاح و نجات کا بھی سامان ہو جائے۔

دوسری بات مستحقین زکوٰۃ کا مسئلہ ہے۔ کیا حق زکوٰۃ کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص حقدار ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اسے زکوٰۃ دے دی جائے یا اس میں کوئی ترمیم اور منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ چنانچہ اگر صحیح معنوں میں کفالت عامہ اور معاشی فلاح مطلوب ہے تو پھر ایک اہم کام یہ ہے کہ لوگوں کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے۔ بہت قریب سے اُن کی زندگیوں کو Study کیا جائے کہ وہ کس حال میں رہ رہے ہیں۔ اُن کے کیا وسائل اور مسائل ہیں؟

اِس مشاہدے سے اُن لوگوں تک پہنچنا آسان ہوگا۔ جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ

"لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔"

یہی اصل حقدار لوگ ہیں۔ جو اپنی عزتِ نفس کو مجروح ہونے سے بچانے کے لئے اپنی غربت اور محرومی کو چھپائے رکھتے ہیں۔ تنگ دستی سے تنگ آ کر بھی زبان پر شکوہ حالات نہیں لاتے۔ بہت ضروری ہے کہ ایسے خوددار غریب لوگوں کو تلاش کی جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ اُن پیشہ ورانہ بنیادوں پر زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات سمیٹنے والے افراد کی حوصلہ شکنی بھی ضروری ہے۔ جن کی وجہ سے زکوٰۃ وصدقات کے اصل حقدار محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اُمراء کے اموال میں مانگنے والوں کا حق رکھا گیا ہے۔ تاہم پیشہ ور گداگروں کی سختی سے مذمت بھی کی گئی ہے۔ اور یہ وضاحت بھی کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا۔

پیشہ ورانہ گداگری بھی معاشرے کا ایک ناسور ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ ٹھیک ٹھاک تندرست وتوانا لوگوں کے بھیک مانگنے کے نئے نئے انداز اپنا لئے۔ جو سارا سارا دن گلیوں بازاروں میں، بسوں کے اڈوں میں، مسجدوں اور مدرسوں میں، یہاں تک کہ دفتروں اور تعلیمی اداروں میں بھیک مانگتے ہیں اور اِس کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ محنت مزدوری کر کے رزقِ حلال بھی کما سکتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں کرتے۔ کیا یہ کفالتِ عامہ اور اصل پسماندہ طبقے کی بحالی میں رکاوٹ نہیں۔ لمحۂ فکریہ ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر تکلیف دہ بات یہ ہے کہ پیشہ ور گداگروں کے باقاعدہ اڈے ہیں۔ جہاں اُن کی سرپرستی ہوتی ہے۔ اُن کو منظم کیا جاتا ہے۔ بھیک مانگنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

ایسے لوگ زکوٰۃ وصدقات کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ جو گداگری کو مستقل پیشے کے طور پر اختیار کر لیں، جو غربت کے نام پر اصل غریب کا استحصال کریں۔ جو باقاعدہ Planning کے تحت ملکی معیشت کو نقصان پہنچائیں۔ جن کے بینک اکاؤنٹس ہوں، بینک بیلنس ہوں۔ خوبصورت گھر ہوں۔ جن کے ہاتھوں میں دن بھر کشکول، اور جن کی راتیں سینما گھروں میں گزرتی ہوں۔

زکوٰۃ کے ساتھ معیشت کی بحالی اور فلاحِ عامہ کا جو عظیم مقصد وابستہ ہے۔ اُس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بہت

مروری ہے کہ اصل حقداروں اور نام نہاد سائلوں کے درمیان تمیز کرتے ہوئے اِس حکم کے تقاضے پورا کیا جائے۔

تیسری اہم بات بحالی کا طریقِ کار ہے۔نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ کو عدل و احسان کی بنیادوں پر اُستوار کرنے کے لئے پیشہ ور گداگروں کو چھوڑ کر اصل حقدارانِ زکوٰۃ و صدقات کی بحالی اوّلین ترجیح کی حامل ہے۔جس کے پیشِ نظر اوّل تو محروم المعاش لوگوں کی درست نشاندہی کرنا ہوگی۔بحالی کے اِس عمل کو بامقصد بنانے کے لئے باقاعدہ مرحلہ وار پروگرام کے تحت کام کرنا ہوگا۔تاکہ بے روزگاروں کو باعزت ذریعۂ روزگار میسر آ سکے۔تعلیم سے محروم لوگ زیورِ علم سے آراستہ ہو سکیں۔بیماروں کو مناسب علاج فراہم ہو سکے۔بیواؤں اور یتیموں کے لئے سامانِ زیست ہو سکے اور بے گھروں کے لئے چھت کا انتظام ہو سکے۔

اِس سلسلے میں بہت ضروری ہے کہ بحالی کے اِس عمل کی مسلسل نگرانی بھی ہو۔تاکہ اِس راہ میں حائل ہونے والی روکاوٹوں کا بھی اندازہ ہو جائے۔ان کو دور کیا جائے۔فلاح و بہبود کے اِس کام کو جاری رکھا جائے اور اِس کے تمام مراحل کو مکمل کیا جائے۔تاکہ اسلام نے زکوٰۃ کے وسیع تر نظام کو جس مقصد کے لئے مختص کیا ہے۔وہ بہر صورت حاصل ہو جائے۔

اِسی ضمن میں یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ پیشہ ورانہ گداگری کے بڑھتے ہوئے رُجحان پر قابو پایا جائے۔یہ کام باقاعدہ قانون سازی کے بغیر ممکن نہیں۔کیونکہ موجودہ صورتِ حال میں یہ رجحان مجرمانہ ذہنیت کا آئینہ دار بن چکا ہے۔جس کے معاشرتی معاشی، اخلاقی اور روحانی نقصانات ظاہر ہوتے ہیں۔اس میں افرادِ معاشرہ کی ایک بڑی تعداد ملوث ہے۔براہِ راست بھی اور بالواسطہ بھی۔جرم کے لئے سزا اور ذلت و رسوائی سے بھی بچیں، ملکی معیشت پر بوجھ بھی نہ بنیں اور برسرِ روزگار بھی ہو جائیں۔معاشی استحکام کے لئے یہ بھی بہت ضروری ہے۔

کفالتِ عامہ کے لئے زکوٰۃ کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر نظامِ زکوٰۃ کو فعال، منظم اور مؤثر بنانے اور اِس کے حقیقی فوائد و ثمرات سے بہرہ ور ہونے کے لئے کوئی ایک فرد یا چند افراد مل کر اِس عظیم کام سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔اِس کے لئے باقاعدہ تنظیم کی ضرورت ہے۔جسے حکومتِ وقت کی سرپرستی اور قوتِ نافذہ کی تائید حاصل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست میں نظامِ زکوٰۃ کا قیام حکومت کی ذمے داری قرار دی گئی ہے۔جس کی بھرپور وضاحت تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہے۔قرآنِ حکیم کی سورۃ الحج میں اسلامی ریاست کی ذمے داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ:

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُ الزَّکٰوۃَ"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میں اسلامی سلطنت کے مختلف علاقوں میں عاملین زکوٰۃ کا تقرر عمل میں آ گیا تھا۔جو صاحبِ نصاب کوتاہی کرتا، اُس کی سرزنش ہوتی اور جس عامل زکوٰۃ کے بارے میں ذرہ برابر بھی کسی بے احتیاطی کا پتہ چلتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کا بھی سختی سے محاسبہ کرتے۔

عہد صدیقی میں بھی اِس طرف خصوصی توجہ دی گئی اور نظامِ زکوٰۃ کو سرکاری طور پر منظم کیا گیا۔ اسلام کی نظر میں ارتکازِ دولت انتہائی سنگین اور حساس معاملہ ہے کہ دو باتوں کو اِس مسئلے کی سب سے بڑی وجوہات قرار دیا گیا اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا۔ اِن میں سے ایک تو سُود خوروں کا طبقہ ہے اور دوسرا زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کا۔ جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بحیثیت خلیفۃ المسلمین منکرین زکوٰۃ کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور اُن کی سرکوبی کی۔ کیونکہ زکوٰۃ سے انکار صرف ایک حکم عدولی ہی نہیں، بلکہ پورے دین کے خلاف بغاوت ہے۔ جو بڑے فساد کا پیش خیمہ بنتی ہے۔

عہدِ فاروقی میں نظامِ زکوٰۃ کو اور بھی فروغ اور استحکام حاصل ہوتا ہے۔ اور کفالتِ عامہ کا یہ حال کہ سیدنا عمر فاروقؓ بحیثیت خلیفۃ المسلمین ذاتی طور پر لوگوں کی مالی مشکلات کا اندازہ اور مشاہدہ کر کے بیت المال سے اُن کی کفالت کا انتظام کرتے۔ الغرض تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں خلفائے راشدین نے معیشت کی بہتری اور عوام الناس کی خوشحالی کے لئے زکوٰۃ کے نظام کو جو فروغ اور استحکام دیا، وہ مثالی ہے جو حسن تدبر کا آئینہ دار ہے۔ اُس کے اثرات بعد کے ادوار پر بھی مرتب ہوئے اور زکوٰۃ سے کفالتِ عامہ کا مقصد کما حقہٗ حاصل ہوتا رہا۔

آج بھی اگر ہم تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرلیں، معاشی فلاح اور کفالتِ عامہ کی ضرورت کا احساس کرلیں اور معیشت کے فروغ میں زکوٰۃ کی اہمیت کو ذہن نشین کرلیں تو آج بھی مالی مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مفلوک الحال لوگوں کے پژمردہ چہروں پر رونق لائی جاسکتی ہے اور بیروزگاری پر قابو پا کر بنیادی ضروریات سے محروم لوگوں کو خوش حالی کا پیغام دیا جاسکتا ہے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو، تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

وما علینا الا البلاغ

اسلامی نظمِ معیشت اور کفالتِ عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

سعید اکرم۔ چکوال

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کا فراہم کردہ نظامِ معیشت دوسرے تمام نظام ہائے معیشت سے کہیں زیادہ جامع، فائدہ منداور قابلِ عمل نظام ہے۔ یہ نظام قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے بنیادی اصول فراہم کرتا ہے۔ جن کو سامنے رکھ کر زمانے کے بدلتے تقاضوں کے مطابق اس میں مناسب تبدیلیاں بھی لائی جاسکتی ہیں۔ اس کی مقرر کردہ حدود جدید ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نئے اور مزید احکام کے استخراج کا پورا پورا موقع بھی مہیا کرتی ہیں۔ اسلام انسانوں کو ایسی اقتصادی بنیاد فراہم کرتا ہے جس میں خدا کی عبادت اور اس کی رضا کے حصول کا قانون بہتر صورت پیشِ نظر رہتا ہے۔ یہ نظام کفالت عامۃ الناس میں اپنا بھر پور کردار ادا کرتا ہے۔

یہ افراد کے حقوق کی ہر طرح حفاظت بھی کرتا ہے اور جماعت کے مفادات کو بھی نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ اس کی تشکیل کے سلسلے میں قرآن مختلف جگہوں پر ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

''رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق، فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔''

(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)

''اور نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو، دنیوی زندگی کی اس شان وشوکت جو ہم نے اُن میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔ اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم ہی تمہیں دے رہے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی تقویٰ ہی کے لئے ہے۔'' (سورۃ طٰہٰ: ۱۳۱، ۱۳۲)

''کھاؤ اُن چیزوں میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں اور شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

(سورۃ الانعام)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں، انہیں حرام نہ کرلو۔ اور حد

سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ جو کچھ حلال وطیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے، اسے کھاؤ پیو۔ اور اُس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو۔ جس پر تم ایمان لائے ہو۔''

(سورۃ المائدہ:۸۸،۸۷)

''جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ نہ بُخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان رہتا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں پکارتے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے گا، وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔''

(سورۃ الفرقان ۶۷،۶۸)

''جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے، وہ اللہ اور رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے جو کچھ رسولؐ دے وہ لے لو۔ اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

(سورۃ الحشر:۶،۷)

اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ ہماری یوں رہنمائی کرتی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندے کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم کے فرزند تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانہ سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔

(صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

حضرت زبیر بن العوامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی کے کر جنگل جائے اور لکڑیں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لائے اور بیچے اور اسی طرح وہ اللہ کی توفیق سے سوال کی ذلت سے اپنے کو بچالے، اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے پھر خواہ وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

(صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑی کے برابر سونا ہو۔ تو میرے لئے بڑی خوشی کی بات یہ ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے اس کو راہِ خدا میں خرچ کر دوں اور میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے سوائے اس کے کہ میں قرض ادا کرنے کیلئے اس میں بچالوں۔

(صحیح بخاری)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت کعبہ کے سائے میں اور اس کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم۔ وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا، میرے ماں، باپ آپؐ پر قربان! کون لوگ بڑے خسارے میں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا! کہ جو لوگ بڑے دولت مند اور سرمایہ دار ہیں۔ اُن میں وہی لوگ خسارے سے محفوظ ہیں۔ جو اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں (خیر کے مصارف میں) اپنی دولت کشادہ دستی سے صرف کرتے ہیں۔ مگر دولت مندوں اور سرمایہ داروں میں ایسے بندے بہت کم ہیں۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں نظر آتا ہے کہ اسلام محاصل اور مصارف کے حوالے سے معاشرے کو ایک ایسا اقتصادی نظام دیتا ہے۔ جس میں دونوں حدوں کے درمیان ایک بے مثال صورتِ اعتدال پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں فرد اور معاشرہ ایک دوسرے کے معاون و محافظ بن جاتے ہیں۔ کفالتِ عامة الناس کی بدولت جماعت اپنے دوسرے فرائض نہایت اطمینان اور پوری توجہ سے انجام دینے لگتی ہے اور ہر طرف امن و سکون کی حکمرانی کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

جہاں تک اسلامی نظامِ معیشت میں زکوٰۃ کے کردار، اس کی فرضیت اور اس کی اہمیت کا تعلق ہے، قرآن اور حدیث بڑے نمایاں انداز میں ہماری ساری الجھنیں دور کر دیتے ہیں۔ جہاں تک اس کی فرضیت کا تعلق ہے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ اس خیرالامم سے پہلے کی اُمتوں پر بھی زکوٰۃ فرض تھی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام (سورۃ الانبیاء: ۴)، سیدنا اسماعیل علیہ السلام (سورۃ مریم: ع ۴) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام (سورۃ الاعراف: ع ۱۹) کی قوم کے علاوہ بنی اسرائیل (سورۃ المائدہ: ع ۳، سورۃ البقرہ: ع ۱۰) اور اُن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام (سورۃ مریم: ع ۲) کی اُمت کو بھی بڑی وضاحت سے زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی گئی۔ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لئے نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت تو تقریباً ہر بار ایک ساتھ نازل ہوئی۔ دونوں کا ستر سے زائد مقامات پر ایک ساتھ ذکر کیا گیا۔

''یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہدایت ہے اُن پرہیز گار لوگوں کیلئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں۔ جو رزق ہم نے اُن کو دیا ہے۔ اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ: ۲، ۳)

''نماز کی پابند کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

(سورۃ البقرہ: ۴۳)

''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند

مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں پر اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔"

(سورۃ البقرہ:۱۷۷)

"اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور ایمان لائے اپنے میرے رسولوں پر۔"

(سورۃ المائدہ: ع۳)

"تمہارے حقیقی دوست اور مددگار صرف اللہ اور رسول پاکؐ اور ایمان دار لوگ ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے آگے جھکتے ہیں۔"

(سورۃ المائدہ: ع۸)

"پھر اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کرلیں، ایمان لے آئیں، وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

(سورۃ التوبہ:۱۱)

"اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا۔ جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔ اور معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

(سورۃ الحج: 40.41

مندرجہ بالا آیات اور پ ا ع:13، پ18 ع:11، پ21 ع:۷، پ20 ع:23، اور ان کے علاوہ متعدد مقامات پر قرآنِ حکیم میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اب اگر زکوٰۃ، اس کی اہمیت اور اس کے منافع کے پیشِ نظر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جائزہ لیں تو ہماری یوں رہنمائی ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو رخصت کرتے ہوئے اُن سے فرمایا کہ تم وہاں ایک صاحب کتاب قوم کے پاس پہنچو گے تو (سب سے پہلے) تو ان کو اس کی دعوت دینا کہ وہ (اس حقیقت کو مانیں اور) اس کی شہادت ادا کریں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور محمدؐ اس اللہ کے رسولؐ ہیں۔

پھر اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو اُن کو بتلائیو کے اُس اللہ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو اُن کو بتلائیو کہ اللہ نے اُن پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض کی ہے جو اُن میں کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور انہیں کے فقراء اور غرباء کو دے دی جائے گی پھر اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو زکوٰۃ کی اس وصولیابی کے سلسلہ میں چھانٹ چھانٹ کے ان کے اچھے نفیس اموال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔ (وہ سیدھی بارگاہِ خداوندی میں پہنچتی ہے اور قبول ہوتی ہے)

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ مالِ زکوٰۃ جب دوسرے مال میں مخلوط ہوگا تو ضرور اس کو تباہ کردے گا۔

(سند شافعی۔ تاریخ کبیر۔ بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ توبہ کی آیات وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ...../ نازل ہوئیں تو صحابہ پر اس کا بڑا بوجھ پڑا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ:

حضرتؐ! آپ کے اصحاب پر اس آیت کا بڑا بوجھ ہے؟ ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اللہ پاک نے زکوٰۃ تو اسی لئے فرض کی ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد جو مال باقی رہ جائے وہ پاک ہو جائے۔''

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہماری جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اسلام تب ہی مکمل ہوگا جب تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کردو۔''

(ترغیب)

اس طرح قرآن وحدیث کی تعلیم وتفہیم کے بعد جب ہم دیکھتے ہیں کہ زکوٰۃ کی فرضیت میں کوئی شک نہیں اور پوری امت کا اس مسئلے پر اجماع ہے تو زکوٰۃ کی اہمیت اور کفالتِ عامہ میں اس کے کردار کا تعین ہمارے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ فرض عبادت اور اسلام کا بنیادی رکن قرار پاتی ہے اور مومن جب اللہ کی منشاء میں اپنے مال میں سے بندوں کا حق ادا کردیتا ہے تو اپنے مال کی پاکی اور اپنے نفس کی صفائی کا اہتمام کرلیتا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کرو،

جو اِن کو پاک کردے اور ان کا تزکیہ کردے۔''

(التوبہ:۱۳۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ راہِ خدا کیا ہے؟ جس میں اللہ پاک اپنے بندے کو خرچ کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ خدا کی ذات تو بے نیاز ہے۔اسے ہمارے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔اس کی راہ تو یہ ہے کہ ہم اس کے تنگ حال بندوں کو خوش حال بنانے میں اپنی مالی قربانی دیں۔اُن کے ساتھ عملی ہمدردی کا مظاہرہ کریں۔اُن کی محرومیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں۔اللہ کی خوشنودی میں اُن کے لئے اپنے سینے کشادہ کریں۔ان کی کفالت کے لئے اپنے مالوں میں سے ان کا حصہ نکالیں۔ان کے دلوں میں اپنے لئے پیار پیدا کریں۔کیونکہ خدا کے بندوں سے پیار دراصل خدا سے پیار کرنا ہوا کرتا ہے۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

(اقبالؒ)

زکوٰۃ ایک فرض عبادت ہے اور یہ عبادت بھی دیگر عبادات کی طرح،اس کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرنی چاہیے۔اس لئے ضروری ہے اس عظیم عمل کی ادائیگی سے قبل اپنے دلوں کو ٹٹول لیا جائے۔خدا کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے محض اس کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے دی جائے۔جس نے سب کچھ دیا ہے اس کی راہ میں اپنا بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ مال دیا جائے۔حلال کی کمائی سے ادا کی جائے۔مقررہ وقت پر ادا کی جائے۔نیز خفیہ اور پوشیدہ طریقہ سے دی جائے۔تاکہ دینے والا ریا اور لینے والا احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے سے بچ جائے۔

اب دیکھنا یہ رہ جاتا ہے کہ اللہ پاک کی رضا اور اس فرض کی ادائیگی میں انسانوں کے فائدے کا بالواسطہ کیا راز پوشیدہ ہے اور اصل مقصد کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کا بہترین طریقِ کار کیا ہے اس سلسلے میں یاد رکھنے کی اوّلین بات یہ ہے کہ اللہ پاک کے ہر کام، ہر حکم اور اُس کی ہر عبادت میں انسان کے لئے ایک سے کہیں زیادہ مصلحتیں چھپی ہوتی ہیں۔اس کے ہر حکم کی بجا آوری میں جہاں انسان کو ذاتی منافع حاصل ہوتے ہیں۔وہاں منافعۃ للناس کے بھی کئی پہلو بھی نکلتے رہتے ہیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی میں انسان کی بہترین انداز میں جہاں تہذیب نفس ہو رہی ہوتی ہے، انفاق فی سبیل اللہ سے خود غرضی مٹ جاتی ہے، بخل دور ہو جاتا ہے، انسان اخلاقِ حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے، وہاں بے شمار مدنی و معاشری فوائد کی صورتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔زکوٰۃ کفالت عامہ کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے اور معاشرے میں قدرتی برکات عام ہونے لگتی ہیں۔اس ضمن میں قرآن مجید ہماری یوں رہنمائی کرتا ہے۔

''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہی اور اُن لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور اُن کے لئے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں

مسافرنوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، دانا و بینا ہے“

(سورۃ التوبہ:۶۰)

اس آیت کی رُو سے کفالتِ عامہ کے سلسلہ میں جن لوگوں کی زکوٰۃ سے کفالت کی جا سکتی ہے وہ آٹھ قسم کے لوگ یہ ہیں۔

1۔ فقراء:۔

وہ اشخاص جو اپنی اور اپنے کنبے کے افراد کی کفالت خود نہ کر سکتے ہوں۔ اُن میں معذور، بوڑھے، نادار، یتیم بیوہ خواتین اور وقتی حوادث کے شکار لوگ شامل ہیں۔

2۔ مساکین:۔

وہ لوگ جو عام حاجت مندوں کی نسبت زیادہ خستہ حال ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔“

(تفہیم القرآن 2/25)

3۔ عاملین:۔

حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم پر مامور لوگ۔ وہ اپنی تنخواہیں اِسی رقم سے وصول کرتے ہیں۔

4۔ مُؤلّفۃُ القلوب:۔

وہ لوگ جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں۔ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں۔ یا دشمن کے وہ لوگ جنہیں مال سے توڑ کر اپنا مددگار بنایا جا سکتا ہو۔ وغیرہ۔

5۔ فِی الرِّقَابُ:۔

وہ غلام جو مال دے کر آزاد کرائے جا سکتے ہیں۔

6۔ قرض دار:۔

وہ لوگ جو اپنی جائز ضروریات پوری کرتے ہوئے اس قدر قرض کے بوجھ تلے آ گئے ہوں کہ اِس سے نکلنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔

7۔ فِی سَبِیْلِ اللّٰہ:-

اکثر علماء اور ائمہ کے نزدیک اس سے مراد دین کی نصرت و حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلے میں ضروریات ہیں۔

8۔ اِبْنُ السَّبِیْل:-

وہ لوگ جو حالتِ سفر میں ہوں اور مدد کے محتاج ہو جائیں۔

قرآنِ پاک کی کفالتِ عامہ کی تعلیم کے بعد رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔''روٹی کا ایک نوالہ خیرات کرنے سے تین آدمی جنت میں جائیں گے۔خیرات کا حکم کرنے والا، کھانا پکانے والا۔مسکین اور فقیر کو جا کر نوالہ دینے والا۔

(طبرانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔''جس مسلم نے کسی دوسرے مسلم بھائی کو، جس کے پاس کپڑا نہیں تھا، پہننے کو کپڑا دیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔اور جس مسلم نے دوسرے مسلم بھائی کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا۔اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل اور میوے کھلائے گا اور جس مسلم نے پیاس کی حالت میں دوسرے مسلمان کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اس کو شراب طہور پلائے گا۔

(سنن ابی داؤد و جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔آپؐ فرماتے تھے۔جس بندے نے کسی مسلم کو کپڑا پہنایا۔وہ یقیناً اُس وقت تک اللہ کے حفظ و امان میں رہے گا۔جب تک کہ اس کے جسم پر کپڑے میں سے کچھ بھی رہے۔

(مسند احمد و جامع ترمذی)

''جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا اُس بستی سے اللہ کی حفاظت اور نگرانی کا وعدہ ختم''

(مسند امام احمد نمبر:۴۸۸)

''مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کروں اور تمہارے فقراء میں تقسیم کروں''

(بخاری)

یوں مذکورہ بالا اور دوسری متعدد احادیث ہماری رہنمائی کرتی ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے کسی صاحبِ نصاب کو مفر نہیں۔ اسلامی ریاست میں زکوٰۃ کی وصولی اور کفالتِ عامہ کی غرض سے اس کی تقسیم اسلامی حکومت کی شرعی ذمہ داری بنتی ہے۔

نیز یہ کہ دولت پر صرف امیروں کا حق نہیں۔ ان کی حلال کمائی سے غریبوں اور ناداروں کو بھی اُن کا حصہ ملنا چاہیے۔ اگر یہ نفلی عبادت ہوتی تو اسے مسلمانوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا۔ اسے فرض عبادت اور اسلام کا ایک بنیادی رکن اس لئے قرار دیا گیا کہ امیر مطلق العنان اور غریب بالکل بے بس ہو کر نہ رہ جائیں۔ یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس فرض کی ادائیگی سے لاپرواہی برتنے والوں اور کفالتِ عامہ سے چشم پوشی کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔

"جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بُخل سے کام لیتے ہیں۔ وہ خاص خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی اُن کے لئے اچھی ہے، نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بُری ہے، جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں، وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔"

(سورۃ آل عمران: ۱۸۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دولت مندوں پر ان کے مالوں میں جو مقدار فرض کر دی ہے۔ وہ اتنی ہے کہ فقراء کو کافی ہے۔ پھر بھی فقراء کو جو فقر آفاقہ اور بھوکے ننگے رہنے کی مشقت اور تکلیف رہتی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ مالدار لوگ اپنے فریضہ روک لیتے ہیں اور پورا ادا نہیں کرتے۔ کان کھول کر سن لو! کہ اللہ ایسے مالداروں سے سخت محاسبہ فرمائیں گے اور اُن کو سخت عذاب دیں گے۔

(طبرانی اوسط)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی۔ پھر اُس نے اس کی زکوٰۃ نہیں دی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے زہریلے ناگ کی صورت میں آئے گا۔ جس کے انتہائی زہریلے منہ میں سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور اُس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں (انتہائی زہریلے پن کی علامت) پھر وہ سانپ اس (زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے) کے گلے میں طوق بنا دیا جائے گا۔"

(صحیح بخاری)

دنیا کے دوسرے مذاہب کے مطالعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابنائے جنس سے ہمدردی، اس کی خدمت اور حاجت

مندوں کی مالی اعانت کی تعلیم اُن کے ہاں بھی موجود ہے۔لیکن تقابلی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انفرادیت اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ محض تعلیم وتلقین پر ہی اکتفانہیں کرتا بلکہ سالانہ ٹیکس کا قانون قائم کر دیتا ہے اور اس کو اس درجہ اہم قرار دیتا ہے کہ نماز کے بعد اس کا حکم دیتا ہے اور دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر انہیں ایمان کی علامت قرار دیتا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرتِ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں اُس کے مختلف سوالوں کے جواب دیئے تو اُن میں ایک جواب یہ بھی تھا کہ: ''اور وہ ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔''

(بخاری)

اسی طرح شاہِ روم کے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق (اُس وقت آپ کے شدید دشمن) ابوسفیان نے یوں جواب دیا: ''وہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں اور صلہ رحمی اور پاک دامنی کی ہدایت کرتے ہیں۔''

(صحیح بخاری)

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیتے ہوئے کہا تھا: ''خدا کی قسم! نماز اور زکوٰۃ میں جو لوگ تفریق کرتے ہیں میں ان کے خلاف ضرور جہاد کروں گا۔''

(بخاری ومسلم)

اس طرح جب قرآن وحدیث اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال سے زکوٰۃ کی ادائیگی، اللہ پاک کی خوشنودی اور کفالتِ عامہ کا بہترین ذریعہ قرار پاتی ہے تو ہم کیوں نہیں سوچتے کہ ہماری موجودہ تمام مالی اور دوسری پریشانیوں کا واحد سبب قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی ہے۔ اسلام تو وہ دین ہے۔جس نے صرف ۲۳ سال کی مدت میں دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اسلام تو وہ دین ہے جس نے ناداروں اور مسکینوں کو سرمایہ داری کی بھاری چٹان کے نیچے سے نکال کر جینے کا حوصلہ دیا۔جس نے معاشرت کو دولت کی مساویانہ تقسیم کی بجائے دولت کی عادلانہ تقسیم کی تعلیم دی۔جس نے

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

کا درس دے کر انسان کو خود اعتمادی اور خودداری کا سبق دیا۔جس نے زکوٰۃ کا نظام دے کر امیر کے دل سے تکبر اور خودغرضی کی آگ کو نکال کر اس میں دوسرے انسانوں کے اُخوت، مروّت، شفقت اور ہمدردی کی خوشبو رکھ دی۔ اسلام آیا تو دولت زمینوں سے نکل کر عامۃ الناس میں گردش کرنے لگی۔ زکوٰۃ کی برکات سے جب حاجت مندوں کی حاجات پوری ہونے لگیں تو چوری اور گداگری جیسی مزموم برائیاں ازخود مٹنے لگیں۔ کفالت عامہ سے خوش حالی عام ہوئی تو ہنر مندری اور

ذہنی صلاحیتوں کو نکھرنے کا کھلا موقع ملنے لگا، غربت اور افلاس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا جذبۂ انتقام از خود مرنے لگا۔ کفالت سے حاصل ہونے والی روحانی مسرت ہو دِل پر دستکیں دینے لگی۔

دیئے پھر دل ان کے مکر وریا سے | بھر اُن کے سینے کو صدق وصفا سے
بچایا انہیں کذب سے افترا سے | کیا سرخرو، خلق سے اور خدا سے

رہا قولِ حق میں نہ کچھ باک ان کو
بس اک شوب پر کر دیا پاک ان کو

آج پاکستان، دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت ہونے کے باوجود دوسروں کا دستِ نگر کیوں ہے؟
پاکستان کا بچہ بچہ قرضوں کے بوجھ تلے کیوں سسک سسک کر سانس لے رہا ہے؟
آج کرپشن، دہشت گردی اور بددیانتی میں ہم سرِ فہرست ہیں۔ حبِ الوطنی کا جذبہ کیوں مفقود ہوا جاتا ہے؟
چوری، ڈاکہ زنی اور رشوت جیسی بلاؤں نے ہمیں کیوں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے؟
آج خشک سالی اور قحط کا وبال ہمارے سروں پر کیوں منڈلا رہا ہے؟
ہم کیوں بھول گئے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو قوم بھی زکوٰۃ روک لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(ترغیب۔ بروایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

جسے بھی موقع ملتا ہے، طاقت کے زور پر اسلام کے نام پر حاصل کی گئی اس سرزمین کو دونوں ہاتھوں سے کیوں لوٹنا شروع کر دیتا ہے؟

وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کی ہے۔ ہم نے قائدؒ اور اقبالؒ کی امانت میں خیانت کی ہے۔ اپنی نالائقی کی بدولت آدھا پاکستان کھو دیا ہے اور 'ظلم بہ ایں جارسید' کہ اس کا احساسِ زیاں تک نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ آج توحیدِ ربانی اور اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم عام ہوتی تو ہم یوں ذلیل وخوار نہ ہوتے۔ زکوٰۃ اور صدقہ کو رواج دیا ہوتا تو آج ہمیں یوں غربت اور افلاس کے طوفانوں کا سامنا نہ ہوتا۔ ہم نے تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم عام کی ہوتی تو ہم یوں ذلیل وخوار نہ ہوتے۔ زکوٰۃ اور صدقہ کو رواج دیا ہوتا تو آج ہمیں یوں غربت اور افلاس کے طوفانوں کا سامنا نہ ہوتا۔ ہم نے تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں کفالتِ عامہ کو اپنایا ہوتا تو آج تیرہ کروڑ انسانوں (امیر، غریب سب) کو یوں عدم تحفظ کا احساس دامن گیر نہ ہوتا۔۔۔۔۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

☆☆☆☆

کتابیات

1. قرآنِ مجید
2. الجامع الصحیح (بخاری) — امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بخاریؒ
3. الجامع الصحیح — ابو الحسن امام مسلم بن حجاج القشیری نیشاپوریؒ
4. جامع ترمذی — ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ
5. سننِ ابن ماجہ — امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید القرزینیؒ
6. سنن ابو داؤد — امام ابو داؤد سلیمان اسطث الجستانیؒ
7. الترغیب والترھیب — امام ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذرِیؒ
8. مشکوٰۃ المصابیح — ولی الدین محمد بن عبد اللہ التبریزی الرازیؒ
9. المجتبیٰ فی السنن المسندہ — امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن علی بن شعیب النسائیؒ
10. التاریخ الکبیر — امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بخاریؒ
11. مسند احمد — الامام احمد بن حنبلؒ
12. کتاب الزکوٰۃ مِن الھِدایۃ — ترجمہ: پروفیسر غازی احمد
13. اسلام میں عدلِ اجتماعی — سید قطب شہیدؒ ترجمہ: محمد نجات اللہ صدیقی
14. تفہیم القرآن — سید مودودیؒ
15. معارف الحدیث — محمد منظور نعمانیؒ

16. S LAHORE — سید مودودی

17. رسائل و مسائل — سید مودودیؒ

18. کتاب الزکوٰۃ — مرتبہ خلیل الرحمان نعمانی

19. اسلام کا نظام ز[illegible] — مرتبہ قاری شریف احمد، کراچی

20. اسلام کے کارہائے [illegible]یاں — اسرار الزمان بخاری

21. کلیاتِ اقبال (اردو) — علامہ اقبالؒ

22. مسدس مدوجزرِ اسلام — مولانا حالیؒ

ختم شد

قومی سیرت
کانفرنس
۲۰۰۱ء / ۱۴۲۲ھ (اردو)

وزارت مذہبی امور

مقالات سیرت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(الف) اسلامی نظم معیشت اور کفالت عامہ میں زکوٰۃ کی اہمیت تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

(ب) معاشرتی و معاشی ارتقاء میں زکوٰۃ و عشر کا کردار۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

پیش کردہ :

شعبہ تحقیق و مراجع ۔ وزارت مذہبی امور
حکومت پاکستان۔ اسلام آباد